اشاعتِ خاص

ایک اہم تاریخی
وصحافتی دستاویز

تعمیرِ ملّت کے لیے

جمعیت علماءِ پاکستان

کی سیاسی جدوجہد



چیدہ و چنیدہ کرنیں



چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
سہ ماہی
جوہر آباد
انوارِ رضا

2012ء کا چوتھا شمارہ





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم
الدین ایاک نعبد وایاک
نستعین اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین
انعمت علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین

برائے ایصال ثواب

قائد اہلسنت حضرت مولانا
شاہ احمد نورانی صدیقی

مجاہد ملت حضرت مولانا
محمد عبدالستار خان نیازی

یادگار اسلاف
حضرت پیر سید محمد شاہ بخاری
(بہاری شریف)

غازی اسلام جانثار پاکستان
ملک عبدالرسول قادری
(جوہرآباد)

چیدہ و چنیدہ کترنیں

ایک اہم تاریخی
وصحافتی دستاویز

تعمیرِ ملت کے لیے
جمعیت علماء پاکستان
کی سیاسی جدوجہد

جمع و ترتیب

ملک محبوب الرسول قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

انوار رضا لائبریری 198/4 جوہرآباد (41200) پنجاب، پاکستان
0092-300/321/313-9429027
mahboobqadri787@gmail.com

اشاعت خاص

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام **تعمیر ملت اور جے یو پی**

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ — جوہر آباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

ملک محبوب الرسول قادری

2012

جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 4

قیمت فی شمارہ

550 روپے

سالانہ رکنیت فیس

2000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۴ جوہر آباد ضلع خوشاب 0300 / 0321 / 0313-9429027

حُسنِ ترتیب

..........یہ ہے نظامِ مصطفےٰ ﷺ..........

..........پاکستانیات..........

..........دینی و سیاسی تگ و تاز کے چند نمونے..........

.... ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا ....

.... متفرقات ....

اپنی بات

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت کی فوز وفلاح اور کامیابی کے لئے مکمل نظامِ حیات عطا فرمایا جب تک اسے عملی زندگی میں نافذ ورائج نہیں کرلیا جاتا۔ سکونِ قلب کی دولت نہیں مل سکتی اور نظامِ مصطفےٰ ﷺ دارین میں کامیابیوں کی گارنٹی ہے۔ پاکستان عطیۂ خداوندی ہے اور اس کے قیام وحصول کا مقصد نظامِ مصطفےٰ ﷺ کو اقتدار میں لانا تھا اس مقصد کے لئے ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان قائم کی گئی جس کے اغراض ومقاصد یہ تھے۔

مقامِ مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ..........نظامِ مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ......صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، صوفیائے کرام اور علماء حق سے روشنی اور ہدایت حاصل کرنے کی جدوجہد......سرخ وسفید سامراج کی ریشہ دوانیوں کے مقابلے کے لئے مسلم ممالک پر مشتمل اسلامی بلاک کی تشکیل..........کشمیر اور فلسطین کی آزادی کے لیے کامیاب جدوجہد..........نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے تمام پہلوؤں سے عوام کو روشناس کرانے کے جدید سائنسی انداز میں نشر واشاعت......پاکستان کو نظریاتی اور دفاعی لحاظ سے ناقابلِ تسخیر قلعہ بنانے کے لیے پرخلوص جدوجہد......جمہوری اصولوں کے فروغ، قانون کی بالادستی، عدل وانصاف کے قیام اور بنیادی حقوق کے تحفظ......معاشی استحصال کے خاتمے اور طبقہ واریت عصبیت کے سدباب اور اسلامی اخوت کے فروغ کی تحریک......

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں جمعیت کو بے داغ، صالح، صائب الرائے اور معاملہ فہم قیادت عطا فرمائی خصوصاً حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے قیادت و سیادت میں جمعیت نے بہت زبردست اور قابلِ رشک کردار ادا کیا۔ اسی زمانے میں امام نورانی رحمۃ اللہ علیہ فتنہ قادیانیت کے خلاف پاکستان کی قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔ انھیں انگریز کے کاشتہ اس منحوس پودے سے شدید نفرت تھی تاآنکہ ۱۹۹۱ء میں ورلڈ اسلامک مشن کے سابق سیکرٹری جنرل اور معروف انٹرنیشنل دینی اسکالر علامہ ارشد القادری نے حیدرآباد سندھ میں

منعقدہ امام احمد رضا کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت قائد اہل سنت کے حوالے سے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا۔ "سرینام جو ساؤتھ افریقہ میں واقع ہے۔ وہاں پر عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں سرینام کے وزیر اعظم کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ گاہ میں اسٹیج پر پروفیسر سید شاہ فرید الحق، میں (علامہ ارشد القادری) اور دیگر علماء کرام تشریف فرما تھے۔ امام شاہ احمد نورانی صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ وزیر اعظم سرینام اپنے ساتھ ایک وزیر کو ساتھ لے آیا۔ سوئے اتفاق کہیے کہ وہ وزیر قادیانی تھا اور امام شاہ احمد نورانی اسے جانتے تھے کہ یہ قادیانی ہے۔ جیسے ہی اس وزیر اعظم نے اسٹیج پر قدم رکھا۔ امام نورانی نے ان کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ پرائم منسٹر صاحب آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ تشریف رکھیے اور قادیانی وزیر کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ "خبیث" کہاں سے آگیا۔ پرائم منسٹر صاحب آپ اس کو یہاں سے ہٹائیے گا آپ کی مہربانی ہوگی۔ یہ قادیانی ہے یہ ہمارے اسٹیج پر نہیں بیٹھ سکتا۔ چنانچہ وزیر اعظم کو مجبور ہو کر اس قادیانی وزیر سے یہ کہنا پڑا کہ اچھا تم چلے جاؤ۔ اس طرح وہ قادیانی وزیر چلا گیا۔ علامہ ارشد القادری صاحب نے درد بھرے لہجے میں کہا کہ لوگوں نے امام شاہ احمد نورانی کو سمجھا نہیں ہے۔ جب وہ نہیں رہیں گے اس وقت آپ سمجھیں گے۔ اس وقت سمجھنا بے کار ہے۔ امام نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلایا اور پوری دنیا نے اس فیصلے کی پیروی کی۔ قسم خدا کی، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسا مرد مجاہد، بے لوث، نڈر و بے خوف، مجسمۂ حق و صداقت، قادیانیوں کے لئے ننگی تلوار اور ایسا مستغنی قائد میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اس لئے آپ کو ایسے بے باک قائد کی قدر کرنی چاہیے۔"

قائد اہل سنت کے اس مخلصانہ کردار کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تحریک اور قرارداد کو ملکی قانون کا حصہ بنا دیا۔

"انوار رضا" نے اسی جذبۂ ایثار سے "تعمیر ملت اور جے یو پی" کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ کیونکہ اسلام کا اصل مدعا ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ اور بارگاہ مصطفےٰ ﷺ سے وفاداری ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ایک ضروری وضاحت

غلط فہمیاں قوموں کو برباد کرتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ کوئی بھی معاملہ ہو غلط فہمی کو دور کر لیا جائے تاکہ بعد کے پچھتاوے سے نجات ہو...... اہل سنت کے تمام بزرگ اور وابستگان ہمارے لئے الحمد للہ قابل عزت و احترام ہیں اور دینی و مسلکی بنیاد پر ایک جیسی اہمیت کے حامل ہیں۔

"انوار رضا" کی پیش نظر اشاعتِ خاص "تعمیر ملت کے لئے جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی جدوجہد" اپنی جماعتی تاریخ کو محفوظ کرنے کی ایک کوشش ہے اور یہ پہلا قدم ہے اس میں جماعت کے مختلف زعماء، لیڈروں اکابر اور کارکنوں کے حوالے سے جو کچھ دستیاب ہوا بحوالہ پیش کر دیا گیا ہے کہ یہ تاریخ کا حصہ ہے اس میں کسی کی کردار کشی ہرگز مقصود نہیں اور اس وضاحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ سچ کڑوا ہوتا ہے اور حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ سچی بات کرنا اور قبول حق مومن کا وطیرہ ہے تنظیمی و جماعتی زندگی کے نشیب و فراز اور اختلاف رائے انسانی فطرت و جبلت کا تقاضا ہیں لہٰذا ریکارڈ کے تحفظ کی غرض سے ہم نے تمام واقعات کو من و عن یکجا کر دیا ہے۔ آخر میں اہل سنت کے رسائل و جرائد اور تنظیمی و تحریکی اداروں کے ذمہ داران سے پر خلوص اپیل ہے کہ وہ اس حوالے سے اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے اہل سنت کی تاریخ محفوظ کرنے کی طرف قدم اٹھائیں کیونکہ کام تقسیم ہو جانے سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہو جاتا ہے نیز یہ بھی التماس ہے کہ قارئین کرام ہمارے اس موضوع پر کوئی حوالہ، دستاویز، فوٹو یا کوئی راز اپنے پاس رکھتے ہوں تو ہمیں اس کی کاپی ضرور فراہم کریں تاکہ آئندہ کی اشاعتوں میں اسے بھی شامل کیا جا سکے...... بہت شکریہ

۲۷ اگست ۲۰۱۲ء
ساڑھے سات بجے شام

محمد محبوب الرسول قادری
(مدیر اعلیٰ)
0300/321/313-9429027
mahboobqadri787@gmail.com



شیخ الاسلام قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

دستور قرآنی — **نظام مصطفیٰ ﷺ** — قائد نورانی

کے نفاذ کی تحریک کو کامیاب بنانا مسلمان کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کیونکہ

نظام مصطفیٰ ﷺ

- ہر انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا سچا محافظ ہے۔
- مزدوروں، کسانوں، طلبہ اور عوام کے حقوق کا ضامن ہے۔
- میں حکومت رعایا کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔
- معاشرے میں اخوت، محبت، عدل و مساوات کا قابل اعتماد سرچشمہ ہے۔
- جملہ معاشرتی برائیوں کے یقینی خاتمے کا ضامن ہے۔

یاد رکھیئے

نظام مصطفیٰ ﷺ

- میں طاقت کا سرچشمہ اللہ جل شانہ کی ذات ہے۔
- میں ہمارے عشق کا محور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔

جمعیت علماء پاکستان چاہتی ہے کہ :۔ غنڈہ گردی، رشوت خوری، چور بازاری، شراب نوشی، سود خوری، عریانی، ریس، جوا، سمگلنگ، نائٹ کلب، ذخیرہ اندوزی، دفعہ **144** اور امتناعی نظر بندی کے قوانین کا ناجائز استعمال، تعصب، منافرت، علیحدگی پسندی، استحصال، لادینیت اور مہنگائی کا مکمل خاتمہ ہو۔ عدل و انصاف قائم ہو، وافر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ خواتین کو عطا کیے گئے شرعی حقوق کا تحفظ ہو۔ عدلیہ و صحافت آزاد ہو اور عوام کو بنیادی شہری حقوق حاصل ہوں۔

اگر آپ بھی یہی چاہتے ہیں تو آئیے!

جمعیت میں شامل ہو کر خوف خدا اور عشق رسول ﷺ رکھنے والے قائدین کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جدو جہد کیجئے۔

جمعیت علماء پاکستان



1972ء ایوان صدر راولپنڈی۔ 1973ء کے آئین کی منظوری سے قبل لی گئی یادگار تصویر، صدر ذوالفقار علی بھٹو، دائیں طرف سردار شوکت حیات، مولانا شاہ احمد نورانی مفتی محمود، بائیں طرف میر غوث بخش بزنجو، گورنر بلوچستان، ارباب سکندر خلیل، گورنر سرحد، سردار شیر باز مزاری، یحیٰ بختیار، عبدالحفیظ پیرزادہ، پروفیسر عبدالغفور، مولانا کوثر نیازی، شیخ ارشد احمد اور دیگر



لیبیا۔ کرنل معمر قذافی اور مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ایک پروگرام میں شرکت کے لئے آ رہے ہیں۔



خلیج کی جنگ کے زمانے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ احمد نورانی دورۂ عراق میں......صدر سیّد صدام حسین کاظمی اور دیگر اربابِ اقتدار کے ہمراہ (جب حضرت نورانی صاحب ایران عراق جنگ کے خاتمے کے لیے کوششوں میں مصروف تھے)

سہ ماہی انوارِ رضا جوہر آباد

تعمیرِ ملت اور جے یو پی

یکے از تبرکات

☆ قائد اہلِ سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

پیغامات

☆ حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی (فرزند مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ)
(سینئر نائب صدر جمعیت علماء پاکستان)

☆ علامہ قاری زوار بہادر (مرکزی سیکرٹری جنرل)

☆ حضرت سبحانی میاں بریلوی قدس سرہ

☆ امیر اہلِ سنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری
(سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف، سندھ)

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر (وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی)

☆ محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری (جامعہ اسلامیہ لاہور)

☆ جناب سیّد ضیاء عباس شاہ (سابق وفاقی وزیر: حکومت پاکستان)

☆ حضرت پیر سیّد نور الحسین قادری گیلانی (پشاور)

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل سالک (گورنمنٹ کالج، لاہور)

☆ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (لاہور)

☆ طارق سلطانپوری کا قطعۂ تاریخ طباعت

☆ قطعہ تاریخ اشاعت .... (صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی)

یکے از تبرکات

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ
سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین والاہ۔

سلسلہ عالیہ کا شجرہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اپنی روح کی بالیدگی کے لئے جو کچھ اوراد کا ہے منتخب کر لیجئے۔ روح و جسم کے رشتہ کو خوب مضبوط اور شدید لطیف مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے آراستہ کر لیجئے۔

اپنی اصلاح کے بعد اپنے اعزہ و اقارب، احباب اور اہل محلہ و شہر کی اصلاح پر بھی توجہ مبذول کیجئے اور پورے معاشرے کی اصلاح پر بھی نظر رکھئے۔ امر بالمعروف نیکیوں کے پھیلانے کا حکم ہے اور نہی عن المنکر برائیوں کو مٹانے اور انہیں روکنے کا بھی ارشاد ہے۔ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے سلسلہ کی اصلاح پر بھی پوری توجہ دیجئے۔ یعنی اللہ کی زمین پر اس کے محبوب حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست نظام مصطفیٰ کی صورت میں قائم فرمائی ایسی بابرکت نظام کے نفاذ کی عملی جدوجہد اس سرزمین پر کیجئے۔ تاکہ یہ خطہ اللہ کی رحمتوں سے مالا مال ہو۔

فقیر [signature]
شاہ احمد نورانی ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ



صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ★ صدر جمعیت علماء پاکستان ★ شیخ الحدیث رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

تاریخ 13/9/2012 حوالہ ______

تعمیر ملت میں جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی جدوجہد

پیغام

جمعیت علماء پاکستان وہ جماعت ہے، جس کے اکابرین نے قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ مل کر قیام پاکستان کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا اور قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کیلئے بھرپور جدوجہد کی تاریخ شاہد ہے ملک میں چلنے والی ہر تحریک میں JUP نے جرأت مندانہ کردار ادا کیا ہے، ڈکٹیٹر حکمرانوں کے خلاف جدوجہد ہو یا جمہوریت کی بحالی کی تحریک، دین اسلام کی بقاء کا مسئلہ ہو یا دستور کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مرحلہ ہو یا عقیدہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا معاملہ، عالم اسلام کے سلگتے ہوئے مسائل ہوں یا دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی دادرسی کے لئے صدائے حق بلند کرنے کا معاملہ، اسلامی شعائر کے خلاف دشمنان اسلام کی سازشوں کا مقابلہ ہو یا تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم کے خلاف تحریک ناموس رسالت ہو الغرض جمعیت علماء پاکستان نے ہر دور میں ایک اہم کردار ادا کیا بالخصوص آلائشوں سے بھرپور سیاست میں حق وصداقت، امانت ودیانت، صالح اور جرأت مندانہ قیادت کو ہمیشہ متعارف کرایا بہرحال JUP کی جدوجہد پاکستان کی ملی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے تعمیر ملت میں جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی جدوجہد کو مجتمع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ مختلف ادوار میں جمعیت علماء پاکستان کی مثالی جدوجہد کو تاریخی حوالوں کے ساتھ ایک جگہ جمع کردیا جائے جو قوم کی آگہی اور رہنمائی کا ذریعہ بن سکے اور آنے والی نسلوں کو جمعیت علماء پاکستان کی بلند پایہ سیاسی و مذہبی جدوجہد سے آشنا کیا جاسکے اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ملت کی رہنمائی کا جو بیڑا ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے اٹھایا ہے اس میں انہیں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرے آمین۔

[signature]
ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
صدر جمعیت علماء پاکستان

مرکز الاسلام جامعہ مجددیہ آزاد میدان حیدرآباد سندھ دفتر: 022-2617086 رہائش: 022-2612803 فیکس: 022-2633794 / A/656 بلاک N مفتی حسن شاہ نارتھ ناظم آباد کراچی 021-6679364
Email: m.zubair50@yahoo.com - www.ruknulislam.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمیعت علماء پاکستان

Jamiat Ulama e Pakistan

SHAH MUHAMMAD OWAIS NOORANI SIDDIQUI

Senior Vice President Jamiat Ulama-e-Pakistan

Patron Inchief Markazi Jamat-e-Ahle Sunnat Pakistan

Reference No: JUP-August 2012

Date: 09-08-2012

پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمیعت علماء پاکستان صدر الافاضل السید نعیم الدین مراد آبادی کے لگائے ہوئے پودے سُنی کانفرنس کا تسلسل ہے پاکستان میں 1948ء میں جمیعت علماء پاکستان قائم ہوئی۔ غزالی عصر السید احمد سعید کاظمی، علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی، شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی، ملتان کے بے تاج بادشاہ علامہ حامد علی خان، لسان ملت علامہ سید فیض الحسن، خطیب اسلام علامہ سید محمود شاہ گجراتی، آفتاب ولایت پیر سید برکات احمد شاہ، شیخ الحدیث علامہ سید محمود احمد رضوی، مجاہد ملت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی، سید السادات حضرت سید امیر حسین گیلانی، سفیر عشق رسول پیر محمد کرم شاہ الازہری، شیخ القرآن علامہ غلام علی اکاڑوی، شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مفتی اعظم مفتی محمد حسین قادری، خطیب اعظم علامہ محمد شفیع اکاڑوی، شیخ الحدیث علامہ ظفر علی نعمانی، تاج ولایت پیر محمد قاسم مشوری، ممتاز قانون دان رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ، مقرر شعلہ بیاں علامہ محمد اکبر ساقی، عاشق رسول جنرل کے۔ ایم اظہر، عالم ربانی علامہ مفتی محمد حسن حقانی، مرد حق شاہ فرید الحق، اِسی قافلہ عشق و مستی کے درخشاں ستارے تھے۔ اس قافلے کو مہتاب و آفتاب بنانے کا سہرہ علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی کے سر جاتا ہے تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک بحالی جمہوریت، جہاد کشمیر سمیت دُنیا بھر کی اسلامی جہادی تحریکوں کی پُشت بان کی حیثیت سے تکمیل پاکستان میں اپنا فرض ادا کرتی رہی۔ ان تمام تحریکوں میں JUP کا کردار آفتاب کی طرح روشن رہا۔ خفیہ ہاتھوں نے ہر دور میں JUP کو دیوار سے لگانے کی کوششیں کیں اور ہماری گرامی پاک ہستیوں کو اپنی زلفوں کا اسیر بنالیا، انہوں نے اسلام کے بجائے اسلام آباد کو اپنا مطمع نظر اور منزل جانا، لیکن الحمدللہ جس JUP کی بنیاد سرزمین ملتان میں اکابرین اہلسنت نے رکھی تھی وہ JUP الحمدللہ اب بھی اکابرین کے متعین کردہ اصولوں پر سختی سے کاربند ہے تحریک تکمیل پاکستان کے لیے JUP کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمیعت علماء پاکستان

Jamiat Ulama e Pakistan

SHAH MUHAMMAD OWAIS NOORANI SIDDIQUI

Senior Vice President Jamiat Ulama-e-Pakistan

Patron Inchief Markazi Jamat-e-Ahle Sunnat Pakistan

Reference No: JUP-August 2012

Date: 09-08-2012

قیادت اُسی طرح سرگرم عمل ہے، جس طرح قیام پاکستان میں اکابرین اہلسنت نے کردار ادا کیا ستم یہ ہے کہ اپنوں ہی نے ہر دور میں JUP کی پیٹھ پر خنجر گھونپا، جس کے نتیجے میں۔

منزل اُنہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

آج پارلیمنٹ میں ہماری نمائندگی نہیں ہے اور ہم گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ ہم سواد اعظم ہیں کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے سندھ کی سب سے بڑی درگاہ پیر جو گوٹھ کی بحالی میں بنیادی کردار JUP کا ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا JUP کے سر جاتا ہے آئین میں مسلمان کی تعریف، پاکستان کے نام کے شروع میں اسلامی جمہوریہ کا اضافہ، صدر، وزیر اعظم سمیت اعلیٰ عہدوں پر براجمان شخصیات کا مسلمان ہونا اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ، آٹھ سال سے جاری عراق ایران جنگ بندی کروانا، مصر کی حکمران جماعت اخوان المسلمین کے سرکردہ رہنما حسن البناء، مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الحسینی کی جہادی تنظیم حماس کے ساتھ مل کر کام کرنا یہ تمام کارہائے نمایاں صدر جمیعت علماء پاکستان علامہ الشاہ احمد نورانی کی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار محال ہے کہ غیروں نے بھی جس شخصیت کو اپنا مقتداء و پیشوا مانا وہ علامہ نورانی ہی کی ذات ہے افسوس اس بات کا ہے کہ اہلسنت آج تک اپنے نمایاں کام کو ملکی سطح پر روشناس نہیں کرواسکے۔ قحط الرجال کے اس عالم میں ہم سب کے محبوب ملک محبوب الرسول قادری کو اللہ دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے دور میں محبوب قادری سرمایہ اہلسنت ہیں جنہوں نے اکابرین اہلسنت کی خدمات کو یکجا کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے قادری صاحب ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں جس برق رفتاری کی ساتھ اہلسنت کی تاریخ کو یکجا کرنے کا کام سر انجام دے رہے ہیں ہم سب پر لازم ہے کہ اس سلسلہ نور کو جاری رکھنے کے لیے ہم ملک صاحب کے ہمسفر بنیں اور ان کے ساتھ ہر سطح کا تعاون کریں۔ میں ان کی تازہ کاوش تحریک تکمیل پاکستان میں جمیعت علماء پاکستان کے کردار کے اجراء پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ دُعا گو ہوں کہ

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!! آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین

فقیر شاہ محمد اویس نورانی صدیقی ۲۰ رمضان المبارک یوم الجمعہ

Bait-e-Rizwan

F-18/2, Block No.4 Kehkashan Clifton Karachi 75600 Pakistan.

Fax: +92 021 35673535; Mobile: +92 0333 3015151; Email: owaisnoorani@gmail.com

پیغام

علامہ قاری زوار بہادر

مرکزی سیکرٹری جنرل: جمعیت علماء پاکستان

جمعیت علماء پاکستان نے اپنے قیام سے ہی اپنے مشن کے بنیادی نکات تحفظِ مقام مصطفےٰ ﷺ اور نفاذِ نظام مصطفےٰ ﷺ کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا اور یہ سفر آج بھی جاری و ساری ہے۔ ہمارے اکابر کی بھرپور جدوجہد ہی سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا ورنہ بہت سارے مذہبی بہروپیے تو کانگریس کے جھنڈے تلے اکٹھے تھے اور پاکستان کے قیام کی مخالفت کر رہے تھے۔ جمعیت علماء پاکستان نے ۱۹۴۸ء سے وطن عزیز کے اندر اجتماعی حیات کو اسلام کے احکام کے مطابق گزارنے، قانون سازی اور عوام کی فوز و فلاح کے لئے اقدام اٹھانے کے لئے پورے تسلسل سے کام کیا، سامراجی قوتوں کی سازشوں کو ناکام بنایا، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ ۱۹۷۷ء کے اہداف تک پہنچے وقتاً فوقتاً اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی، عوام کی خوشحالی اور ملک کے استحکام و دوام کے لیے مفسر قرآن حضرت مولانا ابوالحسنات قادری، شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی، قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، حضرت علامہ پروفیسر شاہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی قیادت کے بعد صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی اور اب حضرت ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی قیادت میں یہ قافلہ سخت جاں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ برادرم محترم ملک محبوب الرسول قادری حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے بے لوث اور مخلص سپاہی ہیں انہیں اس زمانے میں بھی حضرت کا قرب اور اعتماد حاصل رہا ہے اور وصال مبارک کے بعد وہ ہر سال اپنی محبت و عقیدت کا اظہار منفرد طریقے سے کرتے ہیں انوار رضا کی نصف درجن خصوصی اشاعتیں اور مستقل سالانہ نورانی ڈائری ان کے عظیم کارنامے ہیں جو حضرت کے مشن کے فروغ کے لیے تقویت کا باعث ہیں۔ اس سال انہوں نے جمعیت کے چند نادر و اہم تاریخی اوراق کو ترتیب دیا ہے اور اسے "تعمیر ملت اور جے یو پی" کے نام سے حضرت کے نویں عرس مبارک کے موقع پر شائع کر رہے ہیں اس موقع پر میں انہیں ہدیہ تبریک اور مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پیغام

امیر اہل سنت حضرت

پیر میاں عبدالخالق قادری

مرکزی امیر، مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف (سندھ)

زندہ اور باشعور قومیں اپنی تاریخ محفوظ کرنے، اس سے سبق سیکھنے اور اپنے مستقبل کو روشن و تابناک بنانے کی غرض سے ہر حال میں جدوجہد جاری رکھتی ہیں جبکہ بے شعور طبقات کا تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جمعیت علماء پاکستان وطن عزیز میں اہل سنت کی نمائندہ اور ترجمان موثر سیاسی قوت رہی ہے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں اس کا کردار کلیدی اور اساسی نوعیت کا حامل رہا۔ آج بھی الحمد للہ عقائد اسلامیہ کی ترجمانی، دینی اقدار کی بالادستی، احیائے اسلام اور اقامتِ دین کا فریضہ نبھانے کے لئے اس جماعت نے اپنی جدوجہد کو سب سے پہلی اسلامی ریاست مدینہ منورہ کی سیاست کے تابع رکھا ہوا ہے بہت اچھا کیا ہمارے بھائی اور اہل سنت ممتاز قلم کار اور صحافی ملک محبوب الرسول قادری نے کہ "تعمیر ملت کے لئے جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی جدوجہد" کی تاریخ مرتب کرنا شروع کر دی اور اس وقت "انوار رضا" کی اشاعتِ خاص اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے اگر یہ سلسلہ تسلسل سے جاری رہا تو جلد ہی اہل سنت کی تاریخ بحسن و خوبی ترتیب پا جائے گی میری خواہش ہے کہ ملک صاحب مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کی تاریخ کی تدوین پر بھی اپنی توجہ مرتکز کریں تو یہ پوری قوم پر ان کا احسان ہوگا۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کی کامیابیوں کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ملت کے اجتماعی

مفاد کے لئے سرگرم رہتے ہیں گویا وہ ہمارا اجتماعی اثاثہ ہیں مجھے امید ہے کہ ملک محبوب الرسول قادری کی یہ جدوجہد بھی ان کی پہلی کوششوں کی طرح بہت کامیاب ہوگی مستقبل کا اثاثہ قرار پائے گی۔ باشعور اور پڑھے لکھے طبقات سے دادِ تحسین پائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرما کر اہل سنت کے حق میں نفع وخیر کا باعث بنائے اور دارین میں ان کو سعادتیں نصیب ہوں۔ آمین

مجاہد ملت، بطلِ حریت، ضیغمِ اسلام

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور ممتاز سکالر، ماہر تعلیم،

پروفیسر راؤ ارتضیٰ حسین اشرفی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ لاہور کا

خراج عقیدت

منجانب: مجاہد ملت میموریل سوسائٹی پاکستان

دکھایا راستہ ملت کو شہبازی کا — وہ ایک اعلیٰ نمونہ تھے پاک بازی کا

ہنر نہ سیکھا انہوں نے زمانہ سازی کا — سدا بلند عمامہ رہا نیازی رحمۃ اللہ علیہ کا

جھکے کبھی نہیں اور کہیں رُکے بھی نہیں — جنوں تھا ایسا انہیں دیں کی سرفرازی کا

بنا تھا چہرہ جمال اور جلال کا مظہر — تھا عشق سینے میں ایسا نبی ﷺ حجازی ﷺ کا

سزائے موت نے بھی راستہ بدل ڈالا — جلال و دبدبہ دیکھا جو مرد غازی کا

وہ فکرِ قائد رحمۃ اللہ علیہ وہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نقیب و امین — شرف ہوا ہے عطا ان کو وطن سازی کا

وہ علم و عمل کے پیکر، خطیبِ شعلہ نواہ — وہ فخرِ رومی رحمۃ اللہ علیہ وجامی رحمۃ اللہ علیہ تھے نازِ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا

کہاں سے لاؤں میں اب اشرفیؔ مثیل اُن کا

وفا شعار، سراپا ہو دل نوازی کا

شیخ الجامعہ

کراچی یونیورسٹی، کراچی

۱۰ اگست ۲۰۱۲ء

پیغام

قیامِ پاکستان کے بعد استحکامِ پاکستان کے لئے ملت کے تمام راست المشرب طبقات نے اپنے اپنے حصے کا کردار ادا کیا۔ جمعیت علماء پاکستان ۱۹۴۸ سے تعمیرِ پاکستان میں اہم کردار ادا کر رہی ہے نفاذِ نظامِ مصطفےٰ ﷺ اور تحفظِ مقامِ مصطفےٰ ﷺ اس کا نصب العین ہے ملکی سیاست میں جمعیت علماء پاکستان نے نہایت موثر اور جاندار کردار ادا کیا ہے جو پاکستان کی تاریخ کا اہم باب ہے۔ اس وقت سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد کی اشاعتِ خاص "تعمیرِ ملت میں جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی جدوجہد" (چیدہ وچنیدہ کرنیں) میرے پیش نظر ہے۔ رسالہ کے مدیرِ اعلیٰ مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے بڑی محنت وعرق ریزی کے ساتھ اپنے موضوع کو نبھانے کے لئے تاریخ کے منتشر اوراق کو بڑے سلیقے اور محنت وہمت سے یکجا کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ مآخذ ومراجع کے حوالہ جات شمار کر دیئے ہیں ایسے میں یہ کتاب ایک اہم صحافتی وتاریخی دستاویز بن گئی ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو ہماری ملکی، سیاسی، سماجی اور تاریخی اہمیت وحقائق نہایت عمدگی کے ساتھ آنے والی نسلوں تک منتقل ہو جائیں گے۔ اس کارِ خیر پر جناب ملک محبوب الرسول قادری مبارکباد کے مستحق ہیں میں ان کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور جمعیت علماء پاکستان، اس کی قیادت خصوصاً حضرت مولانا شاہ احمد نورانی اور حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے حوالے سے ان کے اس کام کو ملت وامت کے لئے مفید اور اہم خیال کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ (آمین)

(پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر)

فون نمبر: ۹۹۲۶۱۳۲۷، ۹۹۲۶۱۳۳۶ (۹۲-۲۱) فیکس نمبر: ۹۹۲۶۱۳۳۰
ای میل: vcku@cyber.net.pk / vc@uok.edu.pk ویب سائٹ: www.uok.edu.pk

پیغام

محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

امیر: کاروانِ اسلام، بانی وشیخ الجامعہ: جامعہ اسلامیہ لاہور

جمعیت علماء پاکستان اقامت دین، غلبۂ اسلام اور معاشرے میں صحت مند تبدیلی رونما کرنے کی غرض سے ہمارے اکابر نے ۱۹۴۸ء میں قائم کی۔ حالات کے نشیب وفراز سے بے نیاز یہ قافلۂ ایثار ووفا آج بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قوموں کی زندگیوں میں تبدیلیوں کے لیے بعض اوقات صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان نے ۱۹۴۸ء سے آج ۲۰۱۲ء تک اپنی بساط کے مطابق جو کام کئے وہ قابل تحسین وآفرین ہیں۔ بے سروسامانی کے عالم میں بھی حقانیت وصداقت کا پرچم سربلند رکھا۔ خصوصاً حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی زندگی کے آخری لمحے تک جہد مسلسل کا جو عملی درس دیا ہے وہ اس قوم کے ہر فرد کو یاد رکھنے کی اشد ضرورت ہے نیز جمعیت کا مشن اس کی اپنی اصطلاحات "نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ" کے ساتھ جاری رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ بہت اچھا کیا کہ ہمارے ساتھی محبوب اہل سنت ملک محبوب الرسول قادری نے کہ "تعمیر ملت اور جے یو پی" کے عنوان سے اپنے رسالے کی خصوصی اشاعت کا اہتمام کر دیا۔ میرے نزدیک یہ تاریخ کو محفوظ کرنے کی اچھی کوشش ہے۔ تاریخ سے آنے والی نسلیں سبق سیکھتی ہیں اور اس کو انصاف و دیانت سے محفوظ کیا جانا چاہیئے۔ ملک محبوب الرسول قادری نے پہلے بھی اپنے بزرگوں کے حوالے سے قائد اہل سنت نمبر، حضرت سفیر اسلام نمبر، انوار کنز الایمان نمبر، مولانا نیازی نمبر، مجاہد ملت نمبر، حضرت اخوندزادہ مبارک نمبر، خواجہ احمد میروی نمبر وغیرہ جیسے درجنوں مفید کام کئے ہیں اور آئندہ بھی ہم ان سے ایسی توقع رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کار خیر کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

پیغام

ایک محب وطن سیاست دان اور اصول پرست راہنما

جناب سیّد ضیاء عباس شاہ

سابق وفاقی وزیر: حکومت پاکستان

میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کو ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے حوالے سے جانتا ہوں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات جو یحییٰ خان کے دور میں ہوئے تھے اس میں کراچی سے علامہ کی قیادت میں قومی اسمبلی کی غالباً کراچی سے سات سیٹیں اور سندھ اسمبلی کی ۱۴ یا پندرہ سیٹیں جمعیت علماء پاکستان نے حاصل کیں اور اس وقت سندھ اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کے قائد حزب اختلاف شاہ فرید الحق تھے۔ انتخابات کے نتائج سامنے آنے کے بعد عوامی لیگ کو جو کہ ملک کی اکثریتی جماعت بن کے ابھرتی اس کے اقتدار کی منتقلی میں رکاوٹیں جب کھڑی کی گئیں تو علامہ شاہ احمد نورانی نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ اگر اقتدار منتقل نہ کیا گیا تو ملک کی یکجہتی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ علامہ کے یہ الفاظ وقت نے ثابت کر دیئے کہ مجیب الرحمٰن کے اقتدار کی منتقلی میں رکاوٹ ڈالنے سے ملک ٹوٹ گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان نے ملک کی سیاست میں ایک فعال کردار ادا کیا جب فرقہ وارانہ فسادات ضیاء الحق کے زمانے میں عروج پر تھے تو ایک آل پارٹیز کانفرنس میرے گھر پر منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی نے کی۔ میر خلیل الرحمٰن بانی روزنامہ جنگ اور تمام اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان پی ڈی پی کے سربراہ نواب زادہ نصر اللہ خان، غلام مصطفیٰ جتوئی سابق وزیر اعظم، شاہ فرید الحق، قاضی حسین احمد اور عارف حسین الحسینی شہید شریک تھے۔ میں

نے میزبان کی حیثیت سے کہا کہ آج کی اس کانفرنس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی کریں گے اور مہمان خصوصی غلام مصطفےٰ جتوئی ہونگے میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اب سے ایک ہفتہ بعد محرم شروع ہونے والے ہیں مجھے خدشہ ہے کہ امریکی، بھارتی اور اسرائیل کی ایجنسی موساد اور افغانستان کی انٹیلی جنس ایجنسی بہت بڑے پیمانے پر دہشت گردی کرے گی اور اس کا مرکز کراچی ہوگا۔ اسی میٹنگ میں یہ طے پایا ایک قرارداد کے ذریعے تمام شرکاء نے پاکستان کے عوام سے اپیل کی کہ وہ دشمنانِ اسلام کی اس سازش سے الرٹ رہیں اور اپنے یکجہتی سے نواسۂ رسول ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت کا ثبوت دیں۔

ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ جب فاروق لغاری صدر تھے تو ایک بار پھر فرقہ وارانہ فسادات عروج پر آگئے میں مولانا شاہ احمد نورانی کے پاس ان کے گھر گیا اور کہا کہ آپ آگے بڑھیں اور تمام مکاتیب فکر کو بلا کر اکٹھا کریں چنانچہ انہوں نے "ملی یکجہتی کونسل" قائم کی اور انہی کو اس کا صدر منتخب کیا اور فرقہ وارانہ فسادات ختم ہو گئے۔

ایک روحانی واقعہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میں نے ایک خواب دیکھا جب میں نے حضرت نورانی صاحب کو بیان کیا تو مولانا نورانی زار و قطار رو پڑے میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کو نقصان پہنچانے کے لئے سرنگ کھود رہے ہیں تو میں نے دیکھا کہ مولانا شاہ احمد نورانی اپنے دستار کو اتار کر درست کرتے رہے اور خدمت کر رہے تھے میں نے نورانی صاحب کو بیان کیا تو مولانا بے حد زار و قطار روئے۔

علامہ کی شخصیت نہ صرف سنیوں کے لئے بلکہ عالم اسلام کے تمام فرقوں کے لئے قابل احترام تھی۔ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کی اشاعتِ خاص، تعمیر ملت میں کے موقع پر میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تعمیر ملت میں جمعیت علماء پاکستان کی جدوجہد کی چیدہ چیدہ سرگرمیوں کو جو اجاگر کیا ہے وہ ایک تاریخی کارنامہ ہے میں دل کی گہرائیوں سے ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ ان کی ادارت میں یہ پرچہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا اور پاکستان کو مضبوط و مستحکم کرنے میں یہ اہم کردار ادا کرے گا۔

پیغام

حضرت پیر طریقت، زینت السادات

سیّد نور الحسین قادری گیلانی مدظلہ

سجادہ نشین: حضرت ابوالبرکات سیّد حسن قادری گیلانی پشاور

محبوب اہل سنت ملک محبوب الرسول صاحب قادری مدظلہ العالی (چیف ایڈیٹر "انوار رضا" جوہر آباد) کا وجود اہل سنت کے لئے ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز محنت ان کا شعار زندگی ہے ملک کے طول وعرض میں اہل سنت کی دینی و روحانی اور ملی و سیاسی تقریبات میں بھی حتی المقدور شامل ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کاروانِ قلم کو بھی ہمہ وقت متحرک رکھتے ہیں۔ عقائد اہل سنت کے تحفظ اور اکابرین اہل سنت کے احوال و آثار پر ایک شاہکار پیش کر کے اگلی منزل پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ماضی سے بھی غافل نہیں رہتے اور عہد رفتہ میں اس موضوع پر جو اہم کام ہوا مگر گم گشتہ اوراق کی صورت اختیار کر کے نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے اسے دوبارہ منصۂ شہود پر لانے کی مساعی جمیلہ بھی بروئے کار لاتے رہتے ہیں۔

سہ ماہی "انوار رضا" کی حالیہ خصوصی اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تعمیر ملت میں جمعیت علماء پاکستان نے سیاسی محاذ پر جو ناقابل فراموش کردار ادا کیا اور اخبارات و رسائل میں اس کو سراہا بھی گیا مگر یہ اہم مواد عصر حاضر کے اشاعتی سیلاب کی نذر ہو کر عدم پتہ ہو چکا تھا اور عوام تو کیا خواص بھی اس تک رسائی حاصل کرنے سے محروم ہو چکے تھے۔ جناب ملک صاحب نے ان بکھرے ہوئے اوراق کو بڑی محنت سے اکٹھا کیا۔ نہایت عرق ریزی سے تنکا تنکا جوڑا اور نئی ترتیب و تنظیم دے کر کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس طرح تحقیق کرنے والوں کے لئے ایک بڑی سہولت فراہم کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اسی

طرح ملک صاحب کے لئے بھی دینی، دینوی اور اُخروی سہولتیں پیدا فرمائے۔ (آمین)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس طرح تعمیرِ وملت کے کاموں میں جمعیت علماء پاکستان نے نہایت خلوص اور للّٰہیت سے خدمات سرانجام دیں اسی طرح وطن عزیز کی آزادی اور دوقومی نظریے کے فروغ میں بھی مسلم لیگ کے شانہ بشانہ جدوجہد کی اور جمعیت علماء پاکستان کے اسلاف نے سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے قائداعظم محمد علی جناح کو حوصلہ عطا کیا ملت اسلامیہ کے نام و پہچان کو ختم کرنے کی فرنگی اور ہندو کانگرس کی سازش کو مسلم لیگ سے مل کر ناکام بنایا بلکہ واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ اگر قائداعظم محمد علی جناح بھی مطالبۂ پاکستان سے دستبردار ہو جائیں تو سنی کانفرنس پھر بھی قیام پاکستان کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھے گی۔

اس فقیر کے دادا جان حضرت حافظ سیّد محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سرحد کے وہ پہلے سجادہ نشین تھے جنہوں نے یہاں پر مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی اور تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ۱۹۳۶ء میں اُس وقت قائداعظم محمد علی جناح کو دورۂ سرحد کی دعوت دی جب یہاں پر کانگرس کا طوطی بول رہا تھا۔ کوئی شخص مسلم لیگ کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا اور کانگرس کے اس غلبے کی بدولت خلافت کانفرنس کے رہنماؤں نے قائداعظم کو پشاور آنے سے منع کیا کہ ان کی جان کو خطرہ ہے مگر وہ نہ مانے اور دادا جان نے اُن کی حفاظت کا اس قدر اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا کہ کسی کو قائداعظم کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت بھی نہ ہو سکی۔ شاہی باغ پشاور میں جلسۂ عام بھی ہوا جس میں آپ کے ایک ہزار جان نثار عقیدت مند شامل ہوئے۔ بعدازاں ۱۹۴۳ء میں جب قائداعظم محمد علی جناح دوبارہ پشاور آئے اور اس شاہی باغ میں جلسہ کیا تو ایک لاکھ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا عظیم الشان مجمع موجود تھا جسے دیکھ کر وہ بھی خوشگوار حیرت میں ڈوب گئے۔ یہ تمام تفصیلات برادرم سیّد محمد انور شاہ قادری کی کتاب "حیات حافظ سیّد محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والے علماء و مشائخ اہل سنت نے قیام پاکستان کے بعد جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی تو سرحد کے لئے ان کی نظر میں والد گرامی قطب عالم حضرت علامہ سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ پر پڑیں آپ نے بھی انہیں مایوس نہیں کیا اور آخری وقت تک صوبائی صدر کی حیثیت سے خدمات بروئے کار لاتے رہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے اکابرین حضرت علامہ سیّد ابوالحسنات صاحب قادری، قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی اپنے رفقاء کے ہمراہ جب بھی پشاور تشریف لاتے تو والد گرامی قدر کے ہاں آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں ہی قیام فرما ہوتے اور اسے پشاور میں اپنا گھر کہا کرتے تھے۔ اس فقیر کے بڑے بھائی سیّد محمد سبطین قادری گیلانی المعروف تاج آغا صاحب اس وقت بھی جمعیت علماء پاکستان سرحد کے صدر ہیں اور جے یو پی کے تمام رہنما خصوصاً مرکزی صدر حضرت علامہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب جب بھی پشاور آتے ہیں تو آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں ہی ٹھہرتے ہیں۔

اس وقت ہمارا پیارا وطن پاکستان جن مشکل حالات اور مصائب سے دوچار ہے۔ اہل وطن بخوبی آگاہ ہیں۔ ہر طرف تخریب کاری، دہشت گردی، بدامنی، لوٹ کھسوٹ، لاقانونیت اور حقی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ ان حالات میں زیر نظر کاوش کی قدر و قیمت اور اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسے تعمیر ملت کے لئے اُمید کی ایک کرن کہا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس طرح ہمارے عالی قدر اسلاف نفرتوں کے اندھیرے میں محبت کے چراغ روشن کرتے رہے اور اپنی مثبت تعمیری سرگرمیاں جاری رکھیں اس طرح آج ہمیں بھی اُن کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء و مشائخ اہل سنت اور ان کے مریدین و متوسلین اور تلامذہ و عقیدت مندوں کو مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہمت اور حوصلے سے کام لے کر منزل مقصود کی طرف سفر جاری رکھنا چاہیے اس پختہ اور قوی یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا اور حرکت میں ہمیشہ برکت ہوا کرتی ہے۔

ملک صاحب نے اہل سنت کی علمی و ادبی حلقوں پر یہ ایک احسان عظیم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں انہی شان کے مناسب اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر اہل سنت پر قائم ودائم رکھے تاکہ یہ علمی بہاریں بھی اسی طرح قائم ودائم رہیں۔ (آمین وبجاہ نبی الرؤف الرحیم)

پیغام

معروف محقق و مصنف عزت مآب

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل سالک

سابق صدر شعبہ فلسفہ: گورنمنٹ کالج، لاہور

شاہ نورانی اس دور میں حق کا امام ہے
ہر سنی سچے دل سے ان کا غلام ہے

یہ امر انتہائی خوش آئند ہے کہ وطن عزیز کے مایۂ ناز صحافی جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب امام الشاہ احمد نورانی قدس سرہ کے نویں سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر مجلہ "انوار رضا" کا خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں جس میں امام نورانی کے بارے میں متعدد یادگار تاریخی تحریرات، اخباری بیانات اور تحقیقی مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ جن سے ایک عہد کی تاریخ نگاہوں کے سامنے گھوم جاتی ہے۔

امام نورانی فی الواقع ایک عہد ساز شخصیت تھے اور معاصر دینی و سیاسی رہنماؤں میں ممتاز ترین حیثیت کے حامل تھے۔ وہ راسخ دینی عقیدہ کے ساتھ انقلابی سیاسی شعور سے بہرہ ور تھے۔ امام نورانی کی انقلابی سیاسی جدوجہد کے پیش نظر انہیں صرف ایک سیاست دان (Politicion) یا سیاسی رہنما ہی نہیں تھے بلکہ ایک سیاسی دانشور (Statesman) تھے کہنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جس انقلابی روح، .... پسندی، دینی بصیرت اور سیاسی فراست سے نوازا تھا اس کی دور حاضر میں کوئی اور نظیر اور مثال نظر نہیں آتی۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اپنے والد نامدار حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عظیم اور سچے جانشین تھے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا بھر

میں مشرق و مغرب میں اسلام کے پیغام محبت کو عام کرنے میں معروف رہے اور ہر جگہ مسلمانان عالم کی روحوں کو گرمائے اور دلوں کو .... کے ساتھ ساتھ کثیر مقدار میں غیر مسلموں کو مشرف بہ سلام رکھا اور جب سیاست کے میدان میں آئے تو بقول ایک نقاد کے بگولے کی طرح اٹھے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔ مولانا نورانی کو اردو کے مایۂ ناز صحافی اور ادیب الطاف حسن قریشی نے بجا طور پر علمائے حق کی آبرو قرار دیا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ ہماری نصف صدی کی دینی و سیاسی تاریخ وابستہ ہے یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں اور مولانا نے اس میں جو کردار ادا کیا ہے وہ بھی ان کے نام کی طرح نورانی ہے۔ جس نے ایک زمانے کو متاثر اور ایک نسل کو منور کیا ہے۔

اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا کی نورانی زندگی اور ان کے نورانی کارناموں کو اپنی تمام تر جزئیات و تفصیلات کے ساتھ مرتب و مدون کر کے موزوں عام پر لایا جائے تا کہ جہاں ان سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی ہمت افزائی ہوئی وہاں آنے والی نسلوں کو بھی روشنی و رہنمائی ملے۔

ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو امام نورانی کی شخصیت اور ان کے عشق سے جو محبت و عقیدت ہے وہ محتاج بیاں نہیں۔ وہ ایک عرصہ سے امام نورانی کے بارے میں بیش بہا مواد مرتب اور شائع کر رہے ہیں۔ نورانی ڈائری میں ان کا کیا کارنامہ ہے۔ اور ماہنامہ سوئے حجاز اور مجلہ انوار رضا کے پے درپے خصوصی شمارے اور ضخیم نمبر قادری صاحب کی نمبر جرأت اور بصیرت و فراست اور عقیدت و محبت کے آئینہ دار ہیں۔ اگرچہ ہمارے ہاں ایسی کوششوں کی بہت کم پذیرائی ہوتی ہے لیکن ایک مرد درویش حالات کی ناسازگاری کی پرواہ کئے بغیر اپنا چراغ حق روشن کیے رکھتا ہے، جلائے جاتا ہے۔

ہوائے گو تند و تیز مگر چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جسے حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

قادری صاحب نے "انوار رضا" کا یہ نیا خصوصی نمبر شمارہ شائع کر کے بلاشبہ اپنے امام کی محبت و عقیدت کے ساتھ ساتھ اپنے فقر و درویشی کا بھی حق ادا کر دیا ہے۔

یہ سعادتیں ہیں مقدر کسی کسی کے لئے

پیغام

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

نگران اعلیٰ: مرکزی مجلس رضا، لاہور ...... مدیر اعلیٰ: ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور
ناظم اعلیٰ: مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

خوشبو ہے زمانے میں تیری اے گل چیدہ

سیّدی قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمی اور سیاسی حلقوں میں آفتاب عالم تاب کی طرح درخشاں ہے آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وقت کے سیاسی اور علمی اہل قلم نے ان کی خدمات کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان کی سیاسی بصیرت کے معترف ہیں۔

ہمارے فاضل جلیل ادیب شہیر، آسمانِ صحافت کے درخشندہ ماہتاب ملک محبوب الرسول قادری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے عظیم رہنما الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ تحسین پیش کرنے کے لیے عصر حاضر کے اہل قلم ونثر کی تحریروں کا ایک خوبصورت مجموعہ تعمیر ملت کے لئے جمعیت علماء پاکستان کی جدوجہد کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اہل علم وقلم کو مل کرا لیے ایسے مضامین جمع کیے ہیں جو ایک رنگا رنگ گلدستہ بن گیا ہے۔ فاضل مرتب نے اس سلسلہ میں بڑی محنت کی ہے اور اپنے قارئین کو ایک خوبصورت کتاب دی ہے۔ میں جہاں الشاہ احمد نورانی صدیقی کی سیاسی اور دینی خدمات کا معترف ہوں وہاں مؤلف گرامی ملک محبوب الرسول اعوان کی اس کوشش کو ہدیہ تحسین پیش کرتا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ قارئین کتاب بھی فاضل مرتب کی کوششوں کو سراہتے ہوئے یہ کتاب اپنے احباب میں پھیلائیں گے۔

طارق سلطانپوری کا قطعہ تاریخ طباعت

فن تاریخ گوئی میں یدطولیٰ رکھنے والے قادر الکلام شاعر، ماہر استاذ اور عالم، یادگار اسلاف حضرت علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری کے علمی شاہپارے اس وقت تک قومی زبان اردو بولے جانے والے تمام خطوں میں پہنچ چکے ہیں...... اس وقت "انوار رضا" کی اشاعتِ خاص "تعمیر ملت میں جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی جدوجہد" کے پہلے والیم کے لئے انہوں نے مفصل قطعۂ تاریخ طباعت موزوں فرمایا۔ جس کے کل چالیس اشعار ہیں اور شاید عہد حاضر میں جبکہ یہ فن شریف زوال پذیر ہے کسی کتاب پر یہ طویل ترین قطعۂ تاریخ ہے اس خصوصی توجہ اور شفقت پر ہم حضرت طارق سلطانپوری کے شکرگزار ہیں اور صحت وسلامتی کے ساتھ ان کی لمبی عمر کے لئے دُعا گو ہیں تا کہ ان کے بابرکت وجود سے ملک وملت تادیر استفادہ کرتی ہے...................(ادارہ)

ہے جمعیت سے جو موسوم وہ ہے — وفا کیشوں، دلیروں کی جماعت
رہے شامل سدا اس کی صفوں میں — رجالِ کار و مردانِ عزیمت
مثال اپنی تھے آپ علم و عمل میں — وہ جو کرتے رہے اس کی قیادت
سر میدان بھی تھے سب سے آگے — نمازوں کی جو کرتے تھے امامت
اٹھائیں سختیاں راہِ وفا کی — مثالی اُن کی شانِ استقامت
سُنی غیروں کی بھی تشنیع و تنقید — جو اہل حق کی ہے دیرینہ عادت
جو اپنے تھے نہ تھے کم دشمنوں سے — سہی ان کی بھی بے داد و عداوت
نظر گہری تھی احوالِ جہاں پر — انہیں حق نے عطا کی تھی بصیرت
جو دشمن کا تھا ہر رنگِ زمیں دام — پھنسے اس میں نہ وہ اہل فراست
نظر کے سامنے رکھا بہرحال — مفادِ قوم و استحکامِ ملت
نہ گم ہونے دی پہچان اپنی ہرگز — رکھی ہر آزمائش میں سلامت
نہ ڈر دار و رسن کا ان کے دل میں — نہ خائف کر سکی ان کو اسارت

نہ شرمندہ کبھی اپنے عمل پر   نہ اپنے قول پر کوئی ندامت
ہمارے پیشوا الحمد للہ   تھے ایسے عاشقانِ پاک طینت
ہے جن پر فخر جانبازانِ حق کو   ہے نازاں جن پہ تاریخِ جسارت
وطن حاصل ہو آزاد اس کی خاطر   مساعی کیں انہوں نے بیش قیمت
دفاعِ ارضِ پاکستان میں بھی   شمولیت انہوں نے کی بکثرت
پھر اس میں کر کے قربان اپنی جانیں   بچائی عظمت ختم نبوت
وہ بھی وقت سعید آیا جب اس کو   عطا کی حق نے نورانی قیادت
پھر اس کا لوٹ آیا اجلا ماضی   ہوئی اہل جہاں کو اس پہ حیرت
صفیں کج تھیں درست ہونے لگیں وہ   کی جب ایک مرد مومن نے امامت
مبرا، آزو حرص و منفعت سے   کی اس مرد مجاہد کی قیادت
دوبارہ کی بحال اس دیدہ ور نے   جو زائل ہو چکی تھی اس کی قوت
وہ تھا شہباز اسے لاتا تہہ دام   نہ کوئی کر سکا صیاد جرات
ہمالہ تھا شہامت کا وہ لاریب   وہ تھا بے مثل کوہسار صلابت
لحد ہو عنبریں اس کی خدایا   الٰہی ہو منور اس کی تربت
وہ زور حیدر رضی اللہ عنہ و قادر رضی اللہ عنہ کا مظہر   وہ تھا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا عکسِ غیرت

☆☆☆

جو "انوار رضا" ہے اس نے کی ہے   مسلسل دین کی ملت کی خدمت
متاعِ حق ہیں اس کے خاص نمبر   بڑی الحق ہے جن کی قدر و قیمت
یہ نمبر خاص موجودہ فضا میں   ہے خوش آئند بڑی اس کی اشاعت
مواد اس کا نفیس و نادر و خوب   عیاں جس سے مرتب کی مہارت
یہ قومی خیر خواہی کا ہے اظہار   یہ سوچ حب وطن کی ہے علامت
ملک محبوب صاحب پیکر صادق   خوشا ہے طرفہ کار اُن کی طبیعت
فراموش ہو رہی تھی جو بتدریج   بیاں کی خوب انہوں نے وہ حکایت
ہم ایسے کاہلوں کو اس سے لاریب   توانائی ملے گی اور حرارت

حکایات ایسی دہراتے رہیں وہ   اشد ملت کو ہے ان کی ضرورت
حدی خواں کاروانِ حق کے ہیں وہ   ملک صاحب! مبارک، یہ سعادت
ملک صاحب کی اس کوشش کو طارق   سراہیں گے سبھی خواہانِ ملت
کہی تاریخ میں نے بھی بڑی خوشی سے   "ہمایوں جذبہ تعمیر ملت"

۲۰۱۲ء

سن ہجری میں بھی تاریخ اس کی   رقم کی ہے یہ "والاشانِ خدمت"

۱۴۳۳ھ

☆☆☆


بلوچستان: سواد اہلسنت کا قتل عام منظم سازش کا حصہ ہے: شاہ اویس نورانی

روزنامہ نوائے وقت
DAILY NAWA-I-WAQT KARACHI
WEDNESDAY AUGUST 8, 2012

قطعہ تاریخ اشاعت سہ ماہی مجلہ "انوارِ رضا" جوہر آباد

"انوارِ رضا آبِ صفا"

۱۴۳۳ھ

.................O.................

حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ☆

لائق آفریں ہیں ملک قادری
ان کو حاصل زمانے میں ہے رعب وداب

اہل سنت کو ان پر بجا ناز ہے
مسلکی ان کی خدمات ہیں بے حساب

خاص نمبر جو اس بار لائے ہیں یہ
ہے درخشاں یہ تعمیرِ ملت کا باب

کارنامہ ہے یہ ان کا اک منفرد
مخفی احوال کو کر دیا بے نقاب

ہو ودیعت انھیں حق سے عمرِ خضر
ایسے نمبر یہ لاتے رہیں مستطاب

ہے مرقع یہ تاریخِ ملت کا خوب
ہے مصدق مضامین کا انتخاب

جن کا ہر سانس ہے وقفِ قوم و وطن
ہیں معظم، مکرم وہ عزت مآب

جن کے دم سے اُجاگر نقوشِ وطن
جن کی ہمت سے اس گلستاں پر شباب

جن کی برکت سے ہے یہ چمن پر بہار
زیرِ احسان اُن کے ہر اک شیخ و شاب

اُن کی عظمت کا ہے یہ جہاں معترف
چلتی ہے صبح تو ان کے زیرِ رکاب

ان کے اعزاز میں ہے یہ ہمہ خراج
اس سے ہو گا یقیناً ہر اک بہرہ یاب

ایک تاریخ محفوظ ہے ہو گئی
ہو گیا کوزے میں بند ایک بحرِ ناب

اس کا سالِ رسا کہہ دو فیض الامیںؔ
"رو و عظمت زہے کاوش لاجواب"

۲۰۱۲ء

☆ موہیاں شریف ضلع گجرات

تعمیر ملت اور جے یو پی

یہ ہے نظامِ مصطفےٰ ﷺ

☆ نظامِ مصطفےٰ ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں.................. (جسٹس آفتاب حسین)

☆ نظامِ مصطفےٰ ﷺ اور وحدت اُمت.................. (ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)

☆ نظامِ مصطفےٰ ﷺ اور سوشلزم.................. (ڈاکٹر طلحہ صدیقی)

☆ نظامِ مصطفےٰ ﷺ ایک معاشی انقلاب.................. (عثمان نوری)

☆ نظامِ مصطفےٰ ﷺ کا نعرہ جمعیت علماء پاکستان کا اپنا تھا!!.................. (عمر اصغر خان سے اکرام قریشی کی گفتگو)

☆ کراچی کے عوام تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ کو زندہ کریں...... (مولانا نورانی)

☆ اے اسلام کے فرزندو! بائیکاٹ کردو

☆ خلافت کا قیام مسلمانوں کے دل کی آرزو ہے.................. (مولانا الشاہ احمد نورانی کا خصوصی انٹرویو)

نظام مصطفےٰ ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں

جسٹس آفتاب حسین

ربیع الاول شریف کا مہینہ محسن انسانیت کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ یہ جلسے اور جلوس اس مبارک موقعہ پر ایک خاص مقصد کے لئے منعقد کیے جاتے ہیں۔ میں اس مقصد کو پاکستان میں اسلامی نظام کی ترویج کی ایک کڑی کی حیثیت سے دیکھتا ہوں۔

اسلامی نظام کے دو پہلو ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی نہ تو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ایک پہلو کی اہمیت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ دونوں ہی پہلوؤں کا اجتماعیت سے واسطہ ہے۔ ان دونوں پہلوؤں میں ایک ملت اسلامیہ کے ہر فرد کی اصلاح ہے کہ وہ ہر لحاظ سے ایک صادق الایمان ہی نہیں بلکہ صادق القول اور صادق العمل مسلمان ہو جائے۔

جس ملت کے افراد میں یہ صفت پیدا ہو جائے وہ ملت تو ملت اسلامیہ کی ہر ہر صفت سے بہرہ ور ہو جاتی ہے۔ دوسرے پہلو کا تعلق قوانین ملکی سے ہے کہ ایک ایسی سوسائٹی میں جن میں اسلامی معاشرہ کی تدوین اصلاح اعضائے ملت کی بناء پر ہو چکی ہو۔ اس میں ایسے قوانین رائج کیے جائیں جو اس معاشرہ کو راہ راست پر رکھنے میں ممد ومعاون ہوں۔ حدود وتعزیرات اس لیے ہوں کہ ایک نیک معاشرے میں اگر کسی شخص سے وہ جرائم سرزد ہوں جس سے معاشرے میں خرابی کا امکان ہو تو وہ کیفر کردار کو پہنچ جائے تاکہ اچھے لوگ اطمینان کا سانس لیں اور کمزور طبیعت لوگوں کو جن کا اشتعال وترغیب کی زد میں آ جانے کا امکان ہو، عبرت حاصل ہو۔ اس طرح سوسائٹی میں اعتدال اور توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے کسی طویل تقریر یا تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کا اسوہ اس کی بہترین مثال ہے۔ آنحضرت ﷺ کا مشن اگر ایک طرف تبلیغ اسلام تھا تو دوسری طرف ایک ایسی ملت کی تخلیق اور اس کا فروغ تھا جس کا ہر فرد یا کم از کم افراد کی اکثریت نیک اور پاک وصاف زندگی بسر کرتی ہو۔ ظاہر ہے جو شخص کسی ملت یا قوم یا گروہ کی اصلاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو اس گروہ، ملت یا قوم کے سامنے اپنے آپ

کو نیکی کے نمونہ کی حیثیت سے پیش کرنا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی زندگی ہر نقص سے پاک صاف تھی۔ جس کے نمونہ اور اسوہ پر دوسرے عمل کر سکیں۔

چالیس سالہ زندگی میں نہ صرف یہ کہ آپ نے بتوں کی پرستش کبھی نہ کی بلکہ ہمیشہ جاہلانہ لہو لعب اور ہر قسم کی برائی سے علیحدگی اختیار کی۔ بنو کو قوم کے سامنے بحیثیت صادق و امین پیش کیا کہ آپ کا بڑے سے بڑا دشمن بھی آپ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں لگا سکتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تجارت پر مامور ہوئے تو تجارت میں دیانت و امانت کا سکہ بٹھا دیا۔ آنحضرت ﷺ کی اس زمانہ کے ماحول میں ان منفرد خوبیوں نے ہی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دینے پر مجبور کیا۔ انہیں خصائص کا یہ نتیجہ تھا کہ اولاً جو لوگ آپ پر ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور عزیز تھے۔ یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کے رفیق و جاں نثار)۔

واقعہ معراج کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی صفت ایمانی کی وجہ سے نہیں کی کیونکہ اس قسم کی تصدیق تو ہر مسلمان کا فرض تھا۔ جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو بلکہ اس کا بھی خاص محرک ان کا آپ ﷺ کے اکمل البشر ہونے کا علم تھا۔ اسی تصدیق نے ان کو صدیق اکبر بنا دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ قرآن کریم نے آپ کی ان خوبیوں اور خصائص کی گواہی دے کر ان کی تاریخی اہمیت کو دائم و قائم بنا دیا۔ چنانچہ کفار کو بارہا جتایا گیا ہے کہ کیا تم ہمیشہ سے نبی (ﷺ) سے واقف نہیں ہو۔ کیا تمہارا یہ علم ایمان لانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون — کیونکہ اس سے پہلے میں تم میں کافی عرصہ رہ چکا ہوں کیا پھر بھی تم نہیں سوچتے۔

اور وہ واقعہ تو بہت ہی مشہور ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ سے دریافت کیا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے اس جانب دشمنوں کا ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو کیا تم میری بات کا اعتبار کرو گے اور جواب میں کفار نے کہا کیوں نہیں کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کو ہمیشہ صادق پایا۔

بعثت کے بعد کے واقعات خصوصاً وہ واقعات جو مکی دور سے متعلق ہیں اس بات کے شاہد ہیں کہ نبوت نے پیروانِ محمد میں وہ تاثیر پیدا کی کہ ہر شخص نہ صرف شرک سے محترز ہوا بلکہ دیانت، سخاوت، عالی ہمتی، صدق و صفا غرضیکہ ہر اچھائی کا مرقع بن گیا۔

مدینہ منورہ میں قیام حکومت کے بعد بھی باوجود غزوات اور انتظامی مسائل میں انہماک کے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشن تابع فرمان الٰہی جاری رہا۔ کیونکہ مسلمان کی تعریف قرآن حکیم میں ان الفاظ میں کی گئی ہے:

تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر — تم (لوگوں کو) اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ان واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ نظام اسلامی کے اجراء یا اس کے احیاء کے لئے معاشرے کو مکمل طور پر پاک کرنا بے حد ضروری ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جب کہ کلام پاک کا مذکورہ حکم بھی موجود ہو۔ قوانین کا اجراء قرآن کریم کے ذریعہ بعثت رسالت سے کافی عرصے کے بعد عمل میں آیا۔ ماسوا حکم زکوٰۃ کے اس سلسلہ میں یہ توضیح ضروری ہے کہ زکوٰۃ کا حکم اس کلیہ سے اس وجہ سے مستثنیٰ ہے کہ مال کا جمع کرنا ہر ایسی سوسائٹی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ جس کا مقصد غریب لوگوں کی بھلائی ہو۔ بالخصوص ان غربا کے جو قبول اسلام کی وجہ سے اور کفار کے رحم و کرم پر ہونے کے سبب اپنی روزی سے بھی محروم ہو چکے ہوں یا ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے لیے جو ایمان لانے کی وجہ سے مشرکین کے تختہ مشق بنے ہوں اور جن پر ظلم کر کے اور جن کو اذیتیں دے کر مشرکین اپنی اسلام دشمنی کے پیدا کردہ تکبر و انا کی تسکین کا سامان کرتے ہوں۔ اس لیے اکثر غلاموں کو خرید کر ان کو آزادی دینا ضروری ہوا۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ ابتدائی سوسائٹی میں زکوٰۃ یا صدقہ کی کوئی شرعی حد مقرر نہ کی گئی۔ جس کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی کہ جب ملت اسلامیہ ایسی نہج پر پہنچ چکی تھی کہ یہ بات غیر ضروری ہو گئی کہ کوئی شخص اپنا سارا مال و متاع یا اس کا بیشتر حصہ ملت کی بقا کی خاطر متاع جنگ کے حصول کے لئے پیش کرنا ضروری سمجھے۔

جہاں تک حدود و تعزیر کا تعلق ہے اس کی ضرورت کسی حکومت کی تنظیم کے وقت سے ہی محسوس ہونا چاہیے بلکہ حکومت کی تنظیم کا انحصار ہی عام طور پر جبریہ قوانین کے نفاذ اور

سزا پر ہوتا ہے۔ لیکن ملت اسلامیہ کا معاملہ دوسری ملتوں سے اس لیے مختلف تھا کہ یہاں تبلیغ اور ترغیب کو زبردستی اور جبر پر فوقیت ہے کیونکہ جبر مجبور کو باغی بنا سکتا ہے، لیکن ترغیب سے اصلاح کا عمل تقویتِ ایمان کا باعث ہوتا ہے اور اثر میں دیرپا ہوتا ہے۔

سوسائٹی کے پاکباز ہونے کے بعد حدود اور تعزیر کی ضرورت بعد میں اس لیے محسوس کی گئی کہ اس معاشرے میں بھی اگر کوئی شخص شیطان کے بہکانے سے کسی جرم کا مرتکب ہو تو اس کو ایسی سزا دی جائے کہ اچھے لوگ اچھائی کی صفت پر نازاں و فرحاں ہوں اور جو لوگ کمزور ایمان ہوں ان کو تنبیہ اور عبرت ہو۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ قوانین حدود و تعزیر کا حصہ ملت اسلامیہ کو معتدل اور متوازن رکھنے میں بہت کم ہے۔ مسلمان معاشرہ کو اسلامی صفات سے بہرہ ور کرنے کا سہرا زیادہ تر ترغیب اور تبلیغ کے سر ہے۔ لیکن یہ بات فراموش نہ ہونی چاہئے کہ کوئی تبلیغ اس وقت تک موثر نہیں ہو سکتی جب تک مبلغ کی گفتار اور عمل میں یکسانیت نہ ہو۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی ترویج باعمل مسلمانوں کے عمل کو دیکھ کر ہوئی اس سے یہ نتیجہ بھی لازماً اخذ کرنا پڑتا ہے کہ جب سے مسلمانوں کا انفرادی اور اجتماعی کردار اسلامی اصولوں کے برعکس ہو گیا۔ ترویج مذہب میں لاینحل مشکلات پیدا ہو گئیں۔ دوسری قومیں اسلام کو مسلمانوں کے اعمال سے ہی جانچتی ہیں۔ اگر مسلمان کا عمل برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق ہو تو کیا اس سے کوئی غیر مسلم متاثر ہو سکتا ہے؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل اسلام میں ہر دور کے لیے فرض کیا گیا۔ اس پر عمل جہاں مسلمان کا انفرادی فریضہ ہے وہ ایک اسلامی مملکت میں مملکت کا اجتماعی فریضہ بھی ہے۔ لیکن ادائیگی فرض کے طریق کار میں بہت بین فرق موجود ہے۔ انفرادی حیثیت سے یہ فرض صرف تبلیغ اور ترغیب کے ذریعہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کسی فرد کو جبر کرنے کے لیے قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ تبلیغ کے ذریعہ رغبت دلانے والوں کو یہ نفسیاتی پہلو نظرانداز نہ کرنا چاہئے کہ جو بات بلا طعن و طنز محبت و رافت سے سمجھائی جائے انسانی طبیعت اس کو جلد قبول کرتی ہے۔ لیکن سختی کے ساتھ یا طعن و تشنیع کی ملاوٹ کے ساتھ تبلیغ سامع کے اندر ضد کا مادہ پیدا کرتی ہے۔ جو تبلیغ کی نفی کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے مبلغ

کے لیے شیریں دہنی ایک لازمی صفت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے طرز و مزاج کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر سکے۔ ارشاد ربانی ہے:

ولو کنت فظًا غلیظ القلب لا نفضوا من حولك

اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حصول کے لیے جبر کا صَرف حکومت وقت ہی کے لئے ممکن ہے ورنہ قوم میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جبر کا احسن ترین طریقہ جرائم و عقود و حدود و تعزیرات کی تنفیذ ہے۔ جس کی بنیاد عدل و احسان ہو، لیکن معاشرہ کی اصلاح محض قوانین کے نفاذ سے ممکن نہیں۔ اسی سلسلہ میں ترغیب اور تبلیغ کا ایک جامع منصوبہ ضروری ہے۔

یہ صحیح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اصلاح معاشرہ کی طرف توجہ دی، لیکن یہ سیاق و سباق ہر مرتبہ اسلامی نظام کے اجراء میں قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ بالخصوص مسلمانوں کو اپنی مملکت میں اس لیے اصلاح معاشرہ کو ملت اسلامیہ بن جانے کے بعد نہ تنفیذ حدود و تعزیر پر مقدم کیا جا سکتا ہے اور نہ موخر۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اصلاح معاشرہ اور تنفیذ حدود و تعزیر پر ایک ساتھ عمل کیا جائے۔

ان اصولوں کی روشنی میں پاکستان میں اجرائے نظام شرعی کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ پاکستانی معاشرے کی اصلاح کی اشد ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اکثر و بیشتر پاکستانی مسلمان اپنے اخلاقی زوال اور اپنے درمیان غیر اسلامی اقدار کے فروغ کے خود ذمہ دار ہیں۔ لیکن ان میں کچھ حصہ انگریز کے نافذ کردہ قانون کا بھی ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی قانون میں دو بالغ مرد اور عورت میں زناکاری جرم نہیں اس وجہ سے اگر اس گناہ کو مسلمانوں میں فروغ حاصل ہوا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں اور حقائق اس بات کے شاہد ہیں کہ ۱۹۷۹ء میں جب کہ یہ گناہ جرم قرار دے دیا گیا اس کے مرتکبین کی تعداد بہت کافی تھی۔ اس طرح رشوت، منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ جنگ دوئم کی پیداوار ہیں۔ مسلمانوں میں یہ سب جرائم نیز غنڈہ گردی، قتل و غارت، بے جا طریقوں سے دولت کے حصول اور کسب حلال سے بے نیازی جس میں دھوکہ دہی اور کم تولنا بھی شامل ہے اس حد تک بڑھ

چکے ہیں کہ دیکھ کر انسان ششدر رہ جاتا ہے کہ پاکستانی معاشرے سے ان برائیوں کا سدباب کس طرح ہو۔

سب سے قابل افسوس بات اس ضمن میں یہ ہے کہ عوام نے برے کام کو برا سمجھنا ترک کر دیا ہے۔ اعمال حکام کی نکتہ چینی کے سلسلہ میں ایک مقولہ ہے کہ افضل جہاد کسی بری چیز کو برا جاننا ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس مقولہ کی عمومیت کو کسی طرح قطع کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی معاشرے کی بنیادی اچھائی اس بات پر ہی منحصر ہوتی ہے کہ کم از کم اس میں اچھے لوگ برائی کو برائی سمجھیں اور اس سے نفرت کریں اور اپنے کردار سے برائی کرنے والے پر اس برائی کی خرابی کو واضح کرتے رہیں۔ لیکن پاکستان میں معاشرے کی خرابی کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی عزت کی جاتی ہے تو اس کی ثروت کی وجہ سے، بغیر اس بات پر غور کیے ہوئے کہ یہ ثروت کن کن جرائم کی مرہون منت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر رشوت لینے والا اپنی کسب حرام کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا تو اب وہ کسب حرام کو طرح طرح سے اچھالتا ہے۔ بلکہ جو لوگ کسب حلال کی وجہ سے کم مایہ ہوتے ہیں ان کو کبھی کبھی تحقیر یا کم از کم رحم کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

یہ بات نہیں کہ کاسبین حرام اپنے اعمال کی برائی سے واقف نہ ہوں۔ وہ اپنی برائی سے ضرور واقف ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ حرام کے روپے کی تھوڑی سی خیرات کر کے یا مدرسوں، مسجدوں، خانقاہوں میں چندہ دے کر یا مانگنے والوں کو اچھی رقم دے کر اپنے پیسے کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں میں ایسے صاحبان کی تعداد بھی کافی ملے گی جو ایک طرف تو فرائض کی ادائیگی میں بہت آگے آگے ہوتے ہیں اور دوسری طرف کسب حلال سے مستقل منہ موڑے رکھتے ہیں۔ ان کی مثال اس بدو کی سی ہے جو مسجد میں نماز پڑھ کر باہر نکلا تو اس نے ایک راہ گیر کو پیچھے سے گولی مار کر اس کا مال لوٹ لیا۔ جب استفسار کیا گیا کہ نمازی ہونے کے باوجود اس نے یہ حرکت کی تو اس نے کہا نماز کی ادائیگی تو میرا فرض تھا اور قزاقی میرا پیشہ ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایسے صاحبان حساب کتاب کا معاملہ اللہ بزرگ و برتر پر چھوڑنے کی بجائے اپنے آپ ہی کر لیتے ہیں اور بزعم خود اپنی نیکیوں کو ستر سے ضرب دے کر

بدیوں کی تعداد کم کر کے اپنے متعلق جنت کا مستحق ہونے کا فیصلہ صادر کرتے رہتے ہیں۔ یہ مذہب اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف نہیں ہے تو کیا ہے؟

قیام پاکستان کے بعد سے ہی نظام اسلام کے اجراء کا مطالبہ بہت اہمیت اختیار کر گیا اور باوجود اس کے کہ موجودہ حکومت نے اس سلسلے میں قابل قدر اور صریح اقدامات کیے ہیں۔ لیکن مطالبے کی روز افزونی سے یہ احساس ہوتا ہے کہ مطالبہ کرنے والے صرف حکومت کو ہی اس نظام کے اجراء کا ذمہ دار خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت ہے کہ حکومت یا تو قوانین جاری کر سکتی ہے، جو کافی تعداد میں اب تک جاری کر بھی دیئے گئے ہیں اور یا مبلغین کی ہمت بڑھا سکتی ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ تبلیغ کر سکیں۔ چنانچہ اسی سلسلے میں بھی اس حکومت کا کردار نمایاں ہے کہ اس نے علماء دین اور مذہبی مدرسوں سے فارغ شدہ فاضلین کو نمایاں عزت کا مقام عنایت فرمایا۔

ترویج نظام اسلامی کے لیے زیادہ اہم کام تبلیغ و ترغیب کا ہے تاکہ معاشرے کی اصلاح ہو، لوگ اچھائی کو اچھائی اور برائی کو برائی سمجھیں۔ اچھائی سے محبت کریں اور برائی سے نفرت کریں۔ اچھائی سے قریب ہوں اور برائی سے بعید۔ مذہب کا یہ تخیل کہ رند کے رند رہیں ہاتھ سے جنگ نہ گئی، ان کے دلوں سے بالکل محو ہو جائے۔ ان کو پتہ چلے کہ نماز اسی وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول ہے جب وہ فحشاء اور منکر سے نمازی کو روکے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر — بیشک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

ان کو اکل حلال کی اہمیت کا اور اکل حرام کی لعنت کا علم اور احساس ہو، ان کو معلوم ہو کہ مال حرام میں سے صدقہ یا خیرات سے انسان کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی پیر یا بزرگ یا رسول اللہ ﷺ ایسے مال کی وجہ سے ان کی شفاعت کر سکتے ہیں۔ اسلام نام ہے دنیا میں تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کا اور اس زندگی کا حاصل جنت الفردوس ہے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مساجد سے تبلیغ کرتے وقت عوام میں پیدا شدہ ان خرابیوں کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر مسجد سے خطبہ میں ان خیالات کی

تردید کی جاتی جو معاشرے کے غلط کار افراد نے بزعم خود اپنا لیے ہیں۔

اصلاح معاشرہ کام ہے ان صاحبان کا جو لوگوں میں سے بااثر ہیں۔ اس لیے یہ کام زیادہ احسن طریقہ سے علماء کرام اور مشائخ عظام اور دیگر مسلمانوں کے راہنما ہی انجام دے سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو ایک مثالی مسلمان بنا کر پیش کریں اگر ان کو کوئی چندہ یا تحفہ پیش کیا جائے تو وہ اس بات پر قادر ہوں کہ حرام پیسے سے خریدا ہوا مال اور کسب حرام کا پیسہ دینے والے کے منہ پر مارے۔ صرف اسی صورت میں وہ کسب حلال کی وقعت لوگوں کی نظر میں بڑھا سکتے ہیں۔

نظام اسلام کا قیام حکومت وعمال حکومت کے ساتھ ساتھ ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

(ندائے اہلسنت، اکتوبر ۱۹۹۱ء، صفحہ نمبر ۱۲)


DAILY NAWAI-WAQT KARACHI

نوائے وقت

FRIDAY, AUGUST 10, 2012

مسلم ممالک اسلامی فورس، اسلامی بینک اور اسلامی بلاک کے قیام کو یقینی بنائیں

کراچی (نیوز رپورٹر) انٹرنیشنل خوجہ فورم کے چیئرمین اور جمعیت علمائے پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ برما کے مسلمانوں کا قتل عام عالمی حقوق انسانی کی حفاظت کا ڈھنڈورا پیٹنے والی قوتوں بالخصوص اقوام متحدہ کے منہ پر طمانچہ ہے جب کہ مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر پر دھبہ ہے اگر اب بھی مسلمان بیدار نہ ہوئے تو آگ کب جائیں گے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے کراچی یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات میں نوجوان طلبہ اور ماہرین تعلیم سے مختلف نشستوں میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہودی اور عیسائی ایجنڈہ سو سال جانے کے بروئے کار پر عمل درآمد کا نتیجہ ہے کہ افغانستان اور عراق کی بربادی کے بعد برما میں کربلا کا منظر برپا کر دیا گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ مسلمان ممالک اسلامی فورس، اسلامی بینک اور اسلامی بلاک کے قیام کو یقینی بنائیں کیونکہ اسی میں ان کی کامیابی اور بقا کا راز مضمر ہے۔ مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے سالانہ عرس مبارک (2 ستمبر 2012ء) کے موقع پر انٹرنیشنل خوجہ فورم کراچی میں ایک خصوصی اجلاس منعقد کرے گی جس میں قوم کے مفکرین کو جمع کیا جائے گا اور ان مسائل پر توجہ [illegible] مرتب کی جائیں گی۔ اس موقع پر [illegible] شفیق نورانی، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاضل اعوان بھی موجود تھے۔

نظام مصطفےٰ ﷺ اور وحدت اُمت

تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں قربانی کا جذبہ قابل فخر تاریخ کا سرعنوان ہے!

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ☆

پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے موثر تحریک اور عملی جدوجہد کا شرف جمعیت علمائے پاکستان کو حاصل ہے اور اس نعرہ مست الست کے اولین علمبردار حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔ یہ انہی کی بھرپور کوشش تھی جس کے طفیل ۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد نے اس نعرہ کو اپنا منشور بلکہ اپنی پہچان اور ڈھال بنا لیا تھا۔ اس دور کی سیاسی جدوجہد کو فتح و کامرانی کا جو تاج فخر و مباہات سجانے کا موقع نصیب ہوا تو اس کا سبب نظام مصطفیٰ ﷺ کی دعوت تھی اور قومی اتحاد کی اس دعوت پر شمع رسالت محمدی علی صاحب الصلات والسلام کے پروانے دیوانہ وار لپک پڑے تھے۔ اس سے یہ حقیقت تو عیاں ہو گئی کہ اس مملکت خداداد کا مسلمان نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر اپنے تن من دھن نثار کرنے کے لئے ہمہ وقت و ہمہ جہت آمادہ ہے کیونکہ اس میں اس کی دنیاوی فوز و فلاح اور آخرت کی نجات مضمر ہے۔ اس نعرۂ مست الست کی آواز پر لبیک کہنے والے پروانے ظلم و بربریت کی آگ میں بے دھڑک کود پڑے اور برستی ہوئی گولیوں کو پھول سمجھ کر اپنے قلب و جگر پر بصد خوشی و مسرت قبول کرتے گئے اور خرمستی باطل کو بھسم کرتے چلے گئے۔ یہ بے مثال جذبہ قربانی ہماری قابل فخر تاریخ کا سرعنوان اور عبرت و رہنمائی کے لئے روشن مینار ہے۔ پاکستان کی شاندار روایات کا یہ تاریخی بلکہ تاریخ ساز مرحلہ آنے والوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ایک دعوت جہاد اور ایک حوصلہ افزاء نمونے کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا مگر اس سے جو سبق اور جو عبرتیں میسر آتی ہیں وہ قابل توجہ بھی ہیں اور شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کے لئے مشعل راہ بھی ہیں۔ اگر کسی قلم کو توفیق ایزدی میسر آ جائے تو کاروان اسلام کے لئے روحانی غذا بھی ثابت ہو اور

☆ سابق پرنسپل: پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

نشان منزل بھی آسان سے آسان تر ہو جائے۔ اس سے ایک تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ پاکستان کیا دنیا کا ہر مسلمان سے خواہ وہ کتنا ہی گنہگار اور کتنا ہی ناتواں و بے سرو سامان ہو وہ نہ صرف یہ کہ خواجۂ یثرب ﷺ کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کے لئے تیار رہتا ہے بلکہ وہ اسے ہی اپنا سرمایہ ایمان تصور کرتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا امت مسلمہ کے پروانوں کو ورثے میں ملا ہے۔ یہ ورثہ مسلمان کے لئے سرمایہ ایمان بھی ہے اور وسیلہ نجات بھی۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر شمع رسالت ﷺ کے ان پروانوں کی بے مثال قربانیوں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ظلم و بربریت کی گرم بازاری بھی اس تحریک کا راستہ نہیں روک سکتی۔ کوئی خوف کوئی طاقت اور کوئی ہتھیار عشق مصطفیٰ ﷺ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے متوالوں کے لئے سدراہ نہیں بن سکتا۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے ان پروانوں کی راہ میں جو بھی حائل ہو گا حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا اور تاریخ انسانی میں عبرت بن جائے گا۔ یہ قربانیاں امت کے لئے مرکز امید بھی ہیں۔ اس سے یہ امید بندھتی ہے کہ مسلمان کو جو نعرہ بیدار کر سکتا ہے وہ یہی نظام مصطفیٰ کا نعرہ ہے۔ یہی دعوت ہے جو مسلمانوں کو تمام اختلافات بھلا کر ایک لڑی میں پرو کر ناقابل شکست قوت بنا سکتی ہے۔ وحدت امت کے لئے یہی ایک نعرہ ہے جو صور اسرافیل کا کام دے سکتا ہے۔ یہی تحریک ہے جو امت مسلمہ کو بیدار کر کے اس کے جسم ناتواں میں نئی روح پھونک سکتی ہے۔ یہی عشق مصطفیٰ ﷺ ہے جو مسلمان کے لئے سرمایہ ایمان بننے کا حق رکھتا ہے۔ آج بھی اور آئندہ کل بھی ہمیشہ کی طرح حبِ مصطفیٰ ﷺ ہی سچا جذبہ ہے جو اہل ایمان کے لئے سامان وحدت بھی ہے اور راہ نجات بھی۔ اسی نعرہ مست الست سے ہماری بقا وابستہ ہے۔ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے تازہ ترین پبلک بیانات و ارشادات میں مسلمانان پاکستان کو تمام اختلافات بھلا کر ایک متحدہ ناقابل شکست قوت بن جانے کی دعوت دی ہے۔ یہ دعوت برمحل ہے۔ آج پاکستان کی ملت اسلامیہ فرقہ پرستی اور تعصب و تنگ نظری کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ دین کے نام پر مسلمان کا خون بہایا جا رہا ہے۔ مذہبی منافرت و عداوت کے الاؤ بھڑکائے جا رہے ہیں۔ قیمتی جانوں کو اس منافرت و عداوت کی نذر کیا جا رہا ہے۔ ایسے میں نورانی صاحب کی یہ پکار ہر صاحب ایمان کے لئے دعوت حق کا حکم رکھتی ہے۔ آج

مسلمان کو منافرت و عداوت کی نہیں مصالحت و محبت کی ضرورت ہے۔ یہ لمحہ اختلافات کی آگ بھڑکانے کا نہیں بلکہ اس آتش فوزاں کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت ہے۔ آج کی دنیا میں مسلمان کو ستانے اور لڑانے کی نہیں بلکہ اس کے زخموں پر مرہم رکھنے اور اخوت اسلامی کی لڑی میں پرو کر ایک ایسی قوت بنانے کی ضرورت ہے جو عظمت اسلام کا سہارا اور امت کے روشن مستقبل کا ستارہ بن جائے۔ مسلم دنیا کے لئے وہ صدمات و مظالم کیا کم ہیں جو دشمنان اسلام کے ہاتھوں اسے سہنے پڑ رہے ہیں۔ دشمن کے ظلم و بربریت کی زد میں آئے ہوئے بے کسوں اور بے سہاروں کے لئے مرکز و محور بننے کی ضرورت ہے۔ ان کے لئے مصائب و آلام کے مزید پہاڑ کھڑے کرنے کی گنجائش کہاں ہے؟ ایسے میں مولانا نورانی کی یہ آواز ایک شعاع امید ہے جو آگے چل کر امت کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانے کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہو گی۔ پاکستان کی ملت اسلامیہ کو اسی آواز پر لبیک کہنے اور شمع نظام مصطفیٰ ﷺ کے پروانے بننے کی ضرورت ہے۔ آج کے مسلمان کو ہی نہیں آج کے انسان کو بھی اس نظام مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت ہے جو دار ارقم اور صفہ مسجد نبوی میں تربیت پا کر پروان چڑھا تھا اور جس نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آقا اور صہیب رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہمنشین اور سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جلیس و ہمدم بنا دیا تھا۔ یہ اسی نظام مصطفیٰ ﷺ کی برکت تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ نے رفیق اعلیٰ کے جوار رحمت کو ترجیح دیتے اور دنیا سے رحلت فرماتے وقت اسلامی افواج کا سالار اعلیٰ ایک غلام زادے کو مقرر فرما دیا تھا۔ یہ اسی نظام مصطفیٰ ﷺ کا فیض تھا جس نے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس غلام زادے سپہ سالار کے سوار گھوڑے کی رکاب کو پکڑ کر ساتھ ساتھ چلنے کو باعث فخر و سعادت بنا دیا تھا۔ یہ اسی نظام مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ تھا کہ تیس سال کے قلیل سے عرصہ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے دیوانوں کو وقت کی دو متکبر و مغرور سپر پاورز یعنی بڑی طاقتوں کے ظلم و جبر سے انسانیت کو نجات دلا کر ایک ایسی ریاست کا شہری بنا دیا تھا جو بیک وقت تین براعظموں پر پھیلی ہوتی تھی مگر عدل و انصاف اور نظام حکومت کا ایک ایسا نمونہ تھا جس کی نہ پہلے کہیں مثال تھی اور نہ زمانہ بعد میں اس کی نظیر لا سکا۔ لیکن وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک واحد روشن مثال ہے جسے انصاف پسند، انصاف کی طالب دنیا جانتی اور مانتی ہے۔ اس نظام مصطفیٰ ﷺ

کو کاروان اسلام کی منزل مقصود بنا کر امت کو ایک مرکز پر جمع و متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ اسی اتحاد کے لئے مولانا نورانی نے دعوت دے دی ہے۔ اب شمع نظام مصطفیٰ ﷺ کے پروانوں کا کام یہ ہے کہ اس دعوت پر لبیک کہیں اور قافلہ اسلام میں شامل ہو کر اپنی منزل کی طرف گامزن ہو جائیں۔ یہ ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ فیصلہ کن مراحل میں فیصلہ کن اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے۔ تبھی تاریخ کے رخ بدلتے اور نئے دھارے وجود میں آتے ہیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے یہی راہ نجات ہے اور یہی وسیلہ کامیابی ہے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کی دعوت نہ صرف یہ کہ ملت اسلامیہ کے لئے اتحاد و اتفاق کا سامان ہے بلکہ سرگرم عمل ہونے کے لئے عملی تحریک اور منزل مقصود پر پہنچنے کی ضمانت بھی ہے۔ آج کاروان اسلام کی راہ عمل بھی نظام مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اسی میں ملت کی سرفرازی و سرخ روئی مضمر ہے اور اسی سے انسانیت کی نجات اور منزل حق تک رسائی کا ساز و سامان وابستہ ہے۔

(ماہنامہ اخبار جمعیت، مارچ ۱۹۹۶ء، صفحہ نمبر ۸)



روزنامہ "نئی بات" کراچی

او آئی سی سلگتے مسائل پر آواز بلند نہیں کر رہی، صاحبزادہ زبیر

برمی مسلمانوں کی نسل کشی پر بزدلانہ طرز عمل مسلم امہ کیلئے باعث شرم ہے

حیدرآباد (بیورو رپورٹ) برمی مسلمانوں کی نسل کشی پر او آئی سی کا بزدلانہ طرز عمل مسلم امہ کیلئے باعث شرم ہے۔ امریکی غلام بزدل حکمرانوں سے نجات کیلئے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں پاکستان ایٹمی طاقت ہے عالم اسلام کی قیادت کا فریضہ انجام دے گا عالم اسلام کے دشمنوں سے رشتہ جوڑنا انسانی حقوق کے اداروں اور تنظیموں کیلئے سوالیہ نشان ہے جمہوریت اور اخلاقیات کا درس دینے والے برما میانمار میں مسلمانوں پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم پر کیوں خاموش تماشائی ہیں؟ امریکی غلاموں پر مشتمل او آئی سی مسلمانوں کے سلگتے ہوئے مسائل پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے ان خیالات کا اظہار مسجد میں غزوہ بدر، ولادت امام شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سلسلے میں منعقدہ محفل سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

نظام مصطفیٰ ﷺ اور سوشلزم

ایک جنگ جو جاری ہے (۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء تک)

ڈاکٹر طلحہ صدیقی

جمعیت کی ایک اور بہت اہم کامیابی مولانا شاہ احمد نورانی کی وہ تحریک تھی جس کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جانا تھا۔ اس کی تفصیل اس انٹرویو میں موجود ہے جو نورانی میاں نے ماہنامہ مون ڈائجسٹ کے مدیر ادیب جاودانی کو ۱۹۸۶ء میں دیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

بھٹو کے زمانے میں اس سلسلے میں قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی گئی تھی۔ میں نے ہی پیش کی تھی۔ اس پر سب سے زیادہ کام میں نے ہی کیا تھا۔ میں نے قرارداد کا مسودہ لکھا۔ اس کی حمایت میں اراکین اسمبلی کو قائل کیا۔ دوستوں سے اس مسودے پر دستخط کرائے۔ مولانا مفتی محمود سے اس سلسلے میں دستخط کروائے۔ خان عبدالولی خان سے دستخط کروائے۔ آگے چل کر مولانا فرماتے ہیں میں نے یہ قرارداد ۳۰ جون کو اسمبلی میں پیش کی تھی۔ بھٹو اس قرارداد کو پیش کرنے پر مجھ سے خفا تھا۔ اس کا موقف یہ تھا کہ میں اس کے لئے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ میں صاحبزادہ فاروق علی خان کے چیمبر میں اس سے ملا تھا۔ وہ قومی اسمبلی کے اسپیکر تھے۔ میں قرارداد کا مسودہ پیش کرنے گیا تھا۔ بھٹو اور حفیظ پیرزادہ بھی یہاں موجود تھے۔ بھٹو اس لئے بھی زیادہ پریشان تھا کہ میں نے قرارداد کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے اس کی ایک ایک کاپی تمام اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھجوا دی تھی اور اخبارات نے اپنی شہ سرخیوں کے ساتھ اس کو شائع کر دیا تھا۔ میری قرارداد کے جواب میں مرزا ناصر الدین (قادیانی) نے ایک بیان دیا جس میں کہا گیا تھا کہ شاہ احمد نورانی کی قرارداد یکطرفہ ہے۔ انہوں نے ایک بیان میں مطالبہ کیا تھا کہ اگر شاہ احمد نورانی اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں۔ بھٹو مجھے یہ کہنے لگا دیکھئے مولانا قومی

اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیجئے۔ کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہو گی وغیرہ وغیرہ۔ بھٹو کا یہ موقف تھا کہ آپ لوگ قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں علماء کرام کے فتوؤں سے انکار تو نہیں کیا پھر اس معاملے کو قومی اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے کہا کہ یہ سب مذہبی جنون کی باتیں ہیں۔ میں نے کہا بھٹو صاحب! یہ سب محض مذہبی مسئلہ نہیں ہے پاکستان کے اندر یہ مسئلہ بہت حد تک سیاسی بن چکا ہے۔ اس نے کہا کہ مرزا ناصر الدین نے جو بیان دیا ہے کہ یہ سب یکطرفہ ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ آپ مرزا ناصر الدین کو بلا لیجئے۔ وہ کہنے لگا مرزا ناصر الدین کو کیمرے میں بلایا جا سکتا ہے اسے پارلیمنٹ ان کیمرہ کہتے ہیں۔ کوئی بھی شخص اس میں نہیں آ سکتا۔ ہم اراکین اسمبلی البتہ ہوں گے۔ مرزا صاحب آئیں اور اپنا بیان دے دیں۔ آپ ان کی سن لیجئے۔ اس کے بعد قومی اسمبلی جو مناسب سمجھے وہ کرے۔ اس سلسلے میں ہماری بھٹو سے تین میٹنگز ہوئیں۔ ایک میٹنگ رات دو بجے تک چلتی رہی۔ اس میں سردار شیر باز خان مزاری، حاجی مولا بخش سومرو (الٰہی بخش سومرو کے والد) مولانا مفتی محمود اور جسٹس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔ بھٹو نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہو گی۔ لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ کچھ لوگ اگر اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں تو آپ کو ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ بات پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ بھٹو بڑی مشکل سے قائل ہوا۔ بھٹو قائل ہوا تو اس نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے اراکین کے سامنے رکھی۔ جے ایم رحیم اور شیخ رشید نے اسکی بہت مخالفت کی۔ مگر بھٹو نے کہا کہ یہ اسلام کی بات ہے۔ مذہب کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی اس کی مخالفت نہیں کرے گی۔ جے اے رحیم نے قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہو۔ مگر چونکہ خود بھٹو نے اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر کے آئین میں ترمیم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے میری پیش کی گئی یہ قرارداد قومی اسمبلی نے منظور کر دی۔ ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

اس کے علاوہ جمعیت نے پیپلز پارٹی سے اس بات کی بھی ضمانت لی کہ قرآن و

سنت کے نافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور تمام قوانین کو ۷ برس کے عرصے میں قرآن و سنت کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا۔

مولانا نورانی کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے صرف ۴ ممبروں کی مدد سے ۲/۳ اکثریت رکھنے والے وزیراعظم کو اسلامی آئین پر رضامند کیا یہاں تک کہ آئین میں صاف الفاظ میں لکھ دیا گیا۔

"State has to defend Islam" "سرکار کو مذہب کا دفاع کرنا ہے۔

اس صدی کا سب سے اہم اور متنازعہ مسئلہ قادیانیوں کا تھا۔ پاکستان کی تحریک کے دوران مسٹر ظفر اللہ خان کے توسط سے قادیانیوں نے کافی اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد قادیانی کافی اہم جگہوں پر قابض ہو چکے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے دوسرے زعماء ترقی پسند خیالات کے مالک تھے۔ انہیں اسلام سے محبت تھی اور وہ عاشق رسول ﷺ بھی تھے۔ قائداعظم، قائد ملت اور دیگر عمائدین مسلم لیگ مذہب کو مانتے بھی تھے اور اسلامی ریاست کے حامی بھی تھے۔ لیکن ان کی سوچ صرف اور صرف مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی اور ایک اسلامی ریاست کے قیام تک محدود تھی۔ وہ مسلمانوں کے گروہی اور مسلکی اختلافات سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہتے تھے۔ اس وقت سب سے اہم بات مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی تھی۔ کیونکہ اگر انگریز کو مسلمانوں کے فرقہ وارانہ اختلافات کا پتا چل جاتا تو یقیناً وہ اس کارڈ کو ان کے خلاف استعمال کرتا۔ لہٰذا دیگر مسلکی اختلافات کو چھپانے کی تگ و دو میں قادیانیوں کے خلاف بھی کوئی واضح پالیسی سامنے نہیں آئی۔

پاکستان بننے سے پہلے اہلسنت وجماعت کے تقریباً تمام بزرگان دین نے قادیانیوں کو اسلام سے خارج قرار دے دیا تھا۔ اس ضمن میں حضرت پیر مہر علی گولڑوی کی کاوشوں کا ذکر بھی آپ پڑھ چکے ہوں گے۔ قادیانیوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ جس دن کوئی اسلام پسند پارٹی برسراقتدار آ گئی اس دن ان کے مذہب کا پاکستان میں آخری دن ہو گا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قادیانیوں نے اشتراکی پروگرام اور سیکولر خیالات کی حامل جماعت پیپلز پارٹی کا مکمل کر ساتھ دیا۔ ۱۹۵۳ء کے بعد جو اینٹی قادیانی لہر

پاکستان میں پھیلی تھی اس سے قادیانی اچھی طرح واقف تھے۔ اس تحریک نے بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ کی حکومت لرز اٹھی تھی۔ دولتانہ صاحب اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے اس موومنٹ کو مزید ہوا دی تاکہ مرکز میں خواجہ صاحب کا تختہ الٹا جا سکے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مرکزی حکومت نے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ جنرل اعظم خان کے زیر سایہ یہ ملک کا پہلا مارشل لاء تھا جس کے تحت لاہور کے جید اور دیندار جیالوں نے سینوں پر گولیاں کھائیں لیکن غلامی رسول ﷺ کا دامن نہ چھوڑا۔ مسجد وزیر خاں اسی زمانے میں مشہور ہوئی۔ ملک کے ہر حصے میں ہر مکتبۂ فکر کے علماء اور پیروکار میدان میں کود پڑے۔ اہلسنت، دیوبند اور جماعت اسلامی کے قائدین اس تحریک میں پیش پیش تھے۔ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی اور میانوالی کے عظیم سپوت مولانا عبدالستار خان نیازی نے اس تحریک کو جلا بخشی۔ جماعت اسلامی اگرچہ اس تحریک کا حصہ تھی لیکن ایک تو وہ بہت بعد میں شامل ہوئی اور دوسری اہم بات یہ کہ گرفتار ہونے کے بعد جماعت اسلامی نے عدالت میں جو بیان دیا اس میں تحریک سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم پرامن مخالفت کر رہے تھے لہٰذا ہمارا مقدمہ برخاست کیا جائے۔ جماعت اسلامی کے ایک بہت ہی پرانے کارکن ڈاکٹر اسرار احمد اس بات کا تفصیلی ذکر اپنے مضامین میں کر چکے ہیں۔ اس رپورٹ کا نام جسٹس منیر رپورٹ ہے۔ بہرحال قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی جماعت اسلامی معتوب ٹھہری اور مولانا مودودی کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالستار خان نیازی کے حصے میں بھی تختہ دار ہی آیا۔ مولانا نیازی اپنے انجام سے بے فکر یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ جبکہ جماعت اسلامی کے اوسان خطا ہو گئے۔ ان کی تحریک اسلامی کا مرکز تو مولانا مودودی تھے۔ اگر ان کو پھانسی ہو جاتی ہے تو تحریک کے پرخچے اڑ جاتے۔ چنانچہ جماعت نے آل سعود سے اپنے دیرینہ روابط کو استعمال کرتے ہوئے پھانسی کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کروا دیا۔ حکومت پاکستان پر اندرونی اور بیرونی دباؤ بہت بڑھ چکا تھا۔ لہٰذا چند سال بعد عمر قید کی سزا بھی معاف کر دی گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت اسلامی نے کبھی بھی قادیانی مسئلہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ ہمیشہ دوسرے مسلکوں کی پیروی کی ہے۔ جماعت نے کبھی خود سے قادیانیوں کے خلاف تحریک

شروع نہیں کی۔ دستور پاکستان کی تیاری کے دوران اس کو اسلامی بنانے کے لئے جماعت نے تحریک چلانے اور توڑ پھوڑ کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ لیکن کھلے دل سے کبھی بھی ختم نبوت ﷺ کی حمایت نہیں کی۔ ہاں جب اہلسنت والجماعت اور دوسرے مکاتب فکر کے علماء میدان میں نکل آئے تو جماعت نے یہ سوچ کر کہ اگر اس تحریک کا ساتھ نہیں دیا تو عوام میں مقبول نہ رہیں گے اس کی حمایت کرنے میں ہی بہتر سمجھی۔

اسی پس منظر کے تحت اب ۱۹۷۳ء کے حالات دیکھئے۔ قومی اسمبلی میں جماعت اسلامی کے ۴ نمائندے موجود تھے، لیکن جماعت نے قادیانیوں کے خلاف کوئی قرارداد پیش نہیں کی۔ وہ تو خدا کا شکر ہوا کہ جمعیت علماء پاکستان کے مولانا نورانی نے یہ عظیم اور کٹھن کام پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس سلسلے میں مختلف الخیال سیاستدانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا ورنہ یہ مسئلہ کبھی حل نہ ہوتا۔ ہم مولانا نورانی کے علاوہ ذوالفقار علی بھٹو، خان عبدالولی خاں، غوث بخش بزنجو اور دیگر سیکولر خیالات کے حامل سیاستدانوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جنہوں نے اس قابل فخر سعی میں جے یو پی کا ساتھ دیا۔ خصوصاً بھٹو کی حمایت کے بغیر یہ تحریک منظور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس سلسلے میں انہیں جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ناقابل تلافی سیاسی غلطیاں اور ظلم کئے ہیں لیکن ہماری اور ہمارے ساتھ تمام عاشقان رسول ﷺ کی دعا ہے کہ اس نیک کی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھٹو کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

آئین سازی کے کام کے دوران مارچ ۱۹۷۲ء میں پیپلز پارٹی اور سرحد کی اکثریتی جماعتوں یعنی نیپ اور جے یو آئی میں سمجھوتہ ہو گیا۔ بلوچستان اور سرحد میں جے یو آئی اور نیپ کی مخلوط حکومت قائم ہوئی۔ کچھ عرصے بعد بلوچستان کی حکومت توڑ دی گئی۔ گورنر غوث بخش بزنجو کو برطرف کر دیا گیا۔ بلوچستان حکومت پر الزام یہ تھا کہ ماضی قریب میں عراقی سفارتخانے سے جو اسلحہ پکڑا گیا ہے وہ بلوچستان حکومت نے تخریب کاری کے لئے منگوایا تھا۔ لہٰذا اس حکومت کو برطرف کیا جاتا ہے۔ اس فیصلے کے خلاف احتجاجاً سرحد کی حکومت نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ یہ بات جہاں قابل ذکر ہے کہ پیپلز پارٹی نے ماضی میں کبھی بھی حزب اختلاف کو برداشت نہیں کیا۔ بلوچستان کی منتخب حکومت کو توڑنا ایک بہت ہی آمرانہ فعل تھا اور اگر توڑ بھی دیا تھا تو مرکز کو نئے انتخابات کرانے چاہئیں تھے۔ تاکہ عوامی ردعمل کا اندازہ ہو

سکتا۔ لیکن پیپلز پارٹی نے رشوت اور غنڈہ گردی کے ذریعے بلوچستان اسمبلی کے اراکین کو خریدا اور سرحد اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی حکومتیں بنوا دیں افسوس اس بات کا ہے کہ اس غلطی سے کوئی سبق نہیں سیکھا گیا۔ آج بھی بچگانہ بیانات کے ذریعے پنجاب کی حکومت کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کچھ بھی ہو نواز شریف منتخب نمائندے ہیں اور وزارت اعلیٰ کی کرسی پر ان کا جمہوری حق ہے۔ ویسے بھی بقول نورانی میاں جماعت اسلامی جس کے ساتھ ہو اسے دشمن کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مختلف ہفت روزہ رسالوں نے بھی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مسلم لیگ نے موچی دروازے کے جلسے میں جماعت اسلامی کو دور رکھا لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جماعت اسلامی نے خود اس جلسے میں شرکت سے پرہیز کیا۔ جماعت کا یہ طریقہ واردات بہت پرانا ہے۔ یہی کھیل جے یو پی کے ساتھ ۱۹۷۷ء میں کھیلا گیا۔ تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ نورانی میاں کی پارٹی نے چلائی اور فائدہ جماعت اسلامی نے ضیاء الحق کے دور میں اٹھایا۔ اب بیچاری مسلم لیگ کی باری ہے۔ جماعت کے لئے نواز شریف ایک خطرہ تھے۔ چنانچہ بڑی خوبصورتی سے ان کے ساتھ ایک اتحاد بنایا گیا۔ نورانی میاں کو جان بوجھ کر دور رکھا گیا تا کہ جب نواز شریف کو چھوڑا جائے تو ان کو سہارا دینے کے لئے کوئی نہ رہے۔ اب حالات یہ ہیں کہ نواز شریف اسلامی جمعیت طلباء اور جماعت اسلامی کے رحم و کرم پر ہیں۔ جیسے ہی جماعت اپنی دی ہوئی زمین کھسکائے گی میاں نواز شریف دھڑام سے نیچے آ گریں گے اور مقابلہ جماعت اور پیپلز پارٹی میں رہ جائے گا جس کو اسلام کے سہارے بڑی آسانی سے لڑا جا سکے گا۔ ذرا غور کیجئے اپنے محسن صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی برسی سے جماعت کے اول درجے کے قائدین کیوں غیر حاضر رہے۔ موچی دروازے کے جلسے کو کیوں نظر انداز کیا گیا حالانکہ یہ جلسہ تو قائداعظم کی یاد میں منایا جا رہا تھا۔ اس سے ایک اور بات واضح ہو جاتی ہے جماعت اسلامی کو مولانا مودودی کے علاوہ کوئی اور نظر نہیں آتا۔ ورنہ قائداعظم کی برسی میں شرکت نہ کر ان کی اس طرح بے حرمتی نہیں کی جاتی۔ ایم ایس ایف اور اسلامی جمعیت طلباء کا تصادم بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس بات کے ذکر سے مجھے آج کل کے چند رسالے یاد آ رہے ہیں جو بڑی محنت اور لگن سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جماعت اسلامی ہمیشہ سے مسلم لیگ

کی حلیف رہی ہے۔ ان رسالوں کے بقول قائداعظم نے مولانا مودودی کو ریڈیو پر آنے کی دعوت دی۔ یہ سراسر غلط بیان ہے۔ میں نے پچھلے تمام مضامین میں مولانا مودودی کی مسلم لیگ دشمنی کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اگر مولانا مودودی قرار واقعی قائداعظم کے قریب ہوتے تو یقیناً ان سے کبھی نہ کبھی ملاقات تو کرتے جبکہ تحریک پاکستان کا ہر سپاہی ان سے ملنے کا آرزو مند تھا۔ اس سلسلے میں مولانا مودودی کا ایک انٹرویو پیش خدمت ہے۔ یہ انٹرویو پندرہ روزہ "آتش فشاں" کے قائداعظم نمبر میں شائع کیا گیا۔ یہ بات ۱۹۷۶ء کی ہے۔ جس سال قائد کی صد سالہ سالگرہ منائی گئی۔

سوال: مولانا آپ کی کبھی قائداعظم کے ساتھ ملاقات ہوئی؟

جواب: نہیں۔

سوال: کبھی نہیں؟

جواب: کبھی نہیں۔

سوال: قائداعظم کے ساتھ آپ کی خط و کتابت ہوئی؟

جواب: میری ان سے کبھی خط و کتاب بھی نہیں ہوئی۔

یہ تھا جماعت کے قائد اور پاکستان کے قائد کا تعلق۔ نہ۔ ملے نہ کوئی میل مگر جماعت کے موجودہ قائدین نہ جانے کیوں یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ جماعت کا مسلم لیگ سے بڑا گہرا تعلق تھا۔

جہاں تک ریڈیو پاکستان کا تعلق ہے ہر کنٹریکٹ پر گورنر جنرل کے دستخط لازمی تھے۔ یہ ایک قانون تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ گورنر جنرل نے خود درخواست کی ہے۔ اگر اس بات کو اس پیرائے میں لیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ تمام گویوں اور بھانڈ برادری سے گورنر جنرل خود درخواست کرتے تھے۔ یہ ایک بہت ہی مضحکہ خیز بات ہے جسے اسلامی جمعیت طلبہ کے معصوم کارکن اور جماعت اسلامی کے حمایتی تو ہضم کر سکتے ہیں لیکن کوئی ذی شعور آدمی اس پر یقین نہیں کرے گا۔ مسلم لیگ فرقہ واریت سے پاک جماعت تھی۔ اس لئے ہر مکتبہ فکر کے عالم کو تبلیغ کا موقع دیا گیا۔ لیکن جب مولانا مودودی سیاست میں کود پڑے تو مسلم لیگ کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنا پڑی۔ بات صرف اتنی ہے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء میں آئین سازی کا کٹھن کام اپنے انجام کو پہنچا۔ پیپلز پارٹی نے جو آئینی مسودہ اسمبلی میں پیش کیا اس سے تقریباً تمام سیاست دانوں نے اختلاف کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے زیادہ تر ان شقوں کی مخالفت کی جن کے زیر اثر اسلامی دفعات، بنیادی حقوق اور عدلیہ کے نکات تھے۔ مولانا نے بڑے واضح الفاظ میں دستور کو مزید اسلامی بنانے کی درخواست کی اور رپورٹ پر اپنے اختلافی نوٹ لکھے۔ کوٹہ سسٹم، بنیادی حقوق اور عدلیہ کے اختیارات میں کمی کو بھی مولانا نے تنقید کا نشانہ بنایا۔ پروفیسر غفور احمد نے بھی اسلام کے حوالے سے بعض شقوں پر اختلافی نوٹ لکھے تھے۔ حزب اختلاف کے تمام رہنماؤں نے آئینی رپورٹ سے اختلاف کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے عوام کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء کو راولپنڈی میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ یہ جلسہ متحدہ جمہوری محاذ کی زیر نگرانی ترتیب دیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ حزب اختلاف کی ان جماعتوں کا اتحاد تھا جو اسمبلی کے اندر اور باہر موجود تھیں۔ مندرجہ ذیل جماعتیں اس کا حصہ تھیں۔

(۱) جمعیت علمائے پاکستان (۲) جمعیت علماء اسلام (۳) نیشنل عوامی پارٹی (۴) مسلم لیگ (۵) جماعت اسلامی (۶) پاکستان جمہوری پارٹی (۷) خاکسار تحریک۔

عوام جوق در جوق جلسہ گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ ۲۳ مارچ کا دن اس لئے بھی اہم تھا کہ اس دن قرارداد پاکستان پیش ہوئی تھی۔ جلسہ بظاہر پرسکون انداز میں رواں تھا کہ اچانک پیپلز پارٹی کے غنڈوں نے گورنر پنجاب غلام مصطفےٰ کھر کی ایماء پر پرسکون حاضرین پر حملہ کر دیا۔ کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ متحدہ محاذ کے تمام قائدین بال بال بچے۔ اس سانحے کے بعد حزب اختلاف نے اسمبلی اجلاسوں کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ ۲ سے ۴ اپریل تک بھٹو نے ان قائدین سے مذاکرات کئے اور بالآخر کافی بحث ومباحثے کے بعد آئین میں چند بنیادی تبدیلیوں کا اعلان کر دیا گیا۔

☆ وزیراعظم کے خلاف تحریک عدم اعتماد کے لئے ۲/۳ اکثریت ضروری نہیں لیکن اگر کسی رکن اسمبلی نے اپنی پارٹی کے خلاف ووٹ دیا تو وہ منظور نہیں کیا جائے گا۔

☆ اسلامی دفعات کو مزید موثر بنایا گیا۔

☆ مارشل لاء قوانین کو جو آئینی تحفظ دیا گیا تھا وہ صرف دو سال تک محدود کر دیا گیا۔

☆ یہ منظور ہوا کہ اگر کوئی قانون بنیادی حق کو مجروح کر رہا ہو گا تو عدالت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ ایسے قانون کو ختم کر سکے۔

یہ بات میں یہاں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی اور حزب اختلاف کے درمیان کئی معاہدے ہوئے لیکن تین معاہدے بہت اہم ہیں۔

پہلا معاہدہ یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء میں آئین کے سلسلہ میں ہوا۔ اس کے تحت عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ الیکشن کمیشن کو انتظامیہ سے الگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ انتخابات منصفانہ ہو سکیں۔ بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت دی گئی۔ نظربندی کے خلاف تحفظ فراہم کیا گیا۔ یہ بات قابل توجہ ہے اس معاہدہ کو پیپلز پارٹی نے پورا نہیں کیا۔

دوسرا معاہدہ جون ۱۹۷۳ء میں پیپلز پارٹی اور اپوزیشن کے درمیان طے پایا۔ اس کے اہم نکات یہ تھے:

☆ صحافت کی مکمل آزادی۔

☆ دفعہ ۱۴۴ کا بے جا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

☆ فیڈرل سیکورٹی فورس کا استعمال صرف اسمگلنگ کی روک تھام اور حادثات کے موقع پر کیا جائے گا۔

☆ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے حزب اختلاف کی کردار کشی نہیں کی جائے گی۔

☆ اراکین اسمبلی کے تحفظ کے لئے قوانین بنائے جائیں گے۔

ان نکات سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ پیپلز پارٹی نے بہت سی باتوں کی ضمانت دی ہے۔

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان پر عمل نہیں کیا گیا۔ شورش کاشمیری اور دیگر صحافیوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔ صحافت کو قید کر دیا گیا۔ ایف ایس ایف کے ذریعے حزب اختلاف کے کارکنوں کو زدوکوب کیا گیا۔ اس کا سارا استعمال اپوزیشن کے خلاف کیا گیا۔ اغوا اور ڈکیتی کی وارداتوں میں اضافہ ہوا لیکن یہی ایف ایس ایف بعد میں بھٹو کے گلے کا پھندہ بن گئی اس کے ذریعے بھٹو حکومت نے احمد رضا قصوری کو ختم کرانا چاہا لیکن ان کے بجائے ان کے والد ہلاک ہو گئے جس کا خمیازہ بھٹو کو آخرکار بھگتنا پڑا۔ تیسرا معاہدہ فروری ۱۹۷۵ء میں ہوا اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

اس معاہدے سے پہلے ۲ سے ۴ اپریل تک بھٹو اور حزب اختلاف میں معاہدے ہوئے بہت سی ترمیمات منظور کی گئیں سب سے اہم یہ تھیں:

☆ اسلام ملک کا سرکاری مذہب ہوگا۔

☆ صدر مملکت کا مسلمان ہونا لازمی ہوگا۔ نیز اسے مسلمان ہونے کا حلف اٹھانا پڑے گا۔

☆ کوئی قانون اسلام، قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔

☆ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔

☆ صوبائی خودمختاری کا مسئلہ باہمی اتفاق رائے سے طے پا گیا۔ ولی خان اور غوث بخش بزنجو نے بھی اس پر دستخط کیے تھے۔

حزب اختلاف کا بائیکاٹ چند روز بعد ختم ہوگیا اور آئین سازی کا کام ۱۰ اپریل کو اختتام پذیر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد آئین بالاتفاق پاس ہوگیا۔ تمام حضرات نے اس کی حمایت کی اور صدر مملکت خداداد پاکستان کو ایک مستقل آئین مل گیا۔

۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو یہ آئین نافذ کر دیا گیا۔ اس کے تحت ذوالفقار علی بھٹو نے وزارت عظمیٰ کا انتخاب لڑا۔ ان کی یہ کوشش تھی کہ وہ بلا مقابلہ منتخب ہوں لیکن حزب اختلاف نے اپنا نمائندہ کھڑا کرنا ضروری سمجھا تاکہ جمہوری روایات کا آغاز احسن طریقے سے ہو سکے۔ اس سلسلے میں پوری حزب اختلاف کی نگاہ صرف ایک شخص پر پڑی، جس نے بڑی جوانمردی، جرات اور ہمت سے پیپلز پارٹی کی اکثریت کا مقابلہ کیا تھا اور آئین میں حزب اختلاف کی ترمیمات منظور کروانے کا مقدمہ بڑی تندہی اور وقار سے لڑا تھا۔ وہ ایسے ہی رکن اسمبلی کو بھٹو کے مقابلے میں کھڑا کرنا چاہتے تھے جو بادِ مخالف سے ڈرے بغیر دلیری کے ساتھ اکثریت کا مقابلہ کر سکے اور یہ مرد مومن صرف مولانا شاہ احمد نورانی ہی تھے۔ اس بات کو جانتے ہوئے کہ حزب اختلاف اسمبلی میں نہ ہونے کے برابر ہے اور شکست یقینی ہے اس جمہوریت پرست عالم دین نے بھٹو کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور بھٹو کی بلا مقابلہ منتخب ہونے والی خواہش کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ (باقی آئندہ)

(ہفت روزہ احوال، ۱ اکتوبر 1989ء صفحہ 54 تا 57)

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معاشی انقلاب

عثمان نوری ☆

تاریخ عالم میں اسلام ہی کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے کہ اس نے انسانیت کے بنیادی مسئلہ (معاش) کی جانب سب سے زیادہ توجہ دی ہے۔ قرآن وحدیث میں توحید کے بعد سب سے مواد اسی موضوع پر ملتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ جب تک معاشرہ معاشی لحاظ سے خوشحالی اور طبقاتی گروہ بندیوں سے آزاد نہیں ہوگا اخلاق و روحانیت کے درس اور وعظ اس پر بالکل اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

اسلام نے ملکیت کا اس قدر جامع، عالمگیر اور انقلابی تصور پیش کیا جو ہر دور کے لئے قابل عمل ہے۔ اگر قرآن کریم اور سنت نبوی کو ماخذ تسلیم کیا جائے تو معاشی میدان میں دنیا کا کوئی (جدید ترین) نظام اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ملکیت کے بارے میں اسلام کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہر فرد کو اپنی صلاحیت کے مطابق کمانے اور اس کمائی سے فائدہ اٹھانے کی تو اجازت حاصل ہے۔ اگرچہ اس میں بھی حلال ذرائع کی پابندی موجود ہے۔ لیکن بنیادی طور پر وہ فرد ان چیزوں کا مالک نہیں ہے اسے صرف حق انتفاع حاصل ہے اور یہ حق اسے صرف اس وجہ سے حاصل ہے کہ اس نے محنت کی ہے۔ رہی ملکیت تو وہ صرف اور صرف اللہ کی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ترجمہ: "اور اللہ ہی کے لئے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی۔ بلاشبہ اللہ ہی کی ہے، وارث بناتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔" دوسری آیت سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ صرف زمین سے متعلق ہے۔ معاشی اصطلاح میں وہ تمام عطیات خداوندی جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے زمین کہلاتے ہیں۔ انھیں سطح زمین کے اوپر پائی جانے والی اشیاء دھوپ، روشنی بارش وغیرہ سطح زمین پر موجود پہاڑ، دریا، سمندر، جنگلات، نباتات، حیوانات وغیرہ اور زمین کے اندر معدنیات، گیس پٹرول وغیرہ شامل ہیں۔

☆ سابق رکن قومی اسمبلی۔ سابق مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام (محمد عثمان خان نوری)

اس سلسلے میں یہ حدیث شریف بھی پیشِ نظر رہے۔ ترجمہ: "عروہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمادیا تھا کہ زمین خدا کی ہے اور بندے بھی خدا کے ہیں جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ فیصلہ ہم تک انہی لوگوں کے ذریعے پہنچا۔ جن کے واسطے سے پنج وقتہ نماز پہنچی ہے۔" مفکرِ اسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نظریۂ ملکیت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی بنیاد بھی ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ مال تمام کا تمام اللہ کا ہے اور حقیقت میں اس میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس سے پیدا شدہ اشیاء سے نفع اٹھانے کو مباح قرار دیا ہے تو لوگوں میں حرص پیدا ہوئی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر کسی چیز پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ اس سے چھینی نہ جائے اور اگر کسی شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا ہے تو چونکہ وہ شخص پہلے پہل اس پر قابض ہوا اور اس نے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچایا پس اس سے یہ زمین نہ چھینی جائے گی اور تمام زمین مسجد یا مسافر خانوں کی طرح ہے جسے مسافروں پر وقف کر دیا جاتا ہے اور تمام لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں اور ہر مقدم کو اپنے مؤخر پر حقِ تقدم حاصل ہوتا ہے اور آدمی کی ملکیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ دوسرے کی بہ نسبت اس سے نفع حاصل کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الناد زمینیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہیں۔ اس کے بعد میری طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں۔ (حجۃ البالغہ) ملکیت کے بارے میں یہ نظریہ صرف لفظی بحث نہیں بلکہ اسلام کے مکمل معاشی پروگرام کی عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نظریے کو عملاً قبول کرنے کے بعد انسان دولت کا بے قید مالک نہیں بلکہ امین، نگران اور اصل مالک کا نمائندہ قرار پاتا ہے۔ اسے ہر قدم پر اس بات کا احساس رہتا ہے کہ میں کہیں اس امانت میں خیانت اور بددیانتی کا مرتکب تو نہیں ہو رہا جو مجھے قدرت کی طرف سے سونپی گئی ہے۔ پھر اگر کوئی شخص صریحاً اس امانت میں بددیانتی اور خیانت کا مرتکب ہو تو خلافت (حکومت) کو بجا طور پر اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ بزور ان اصولوں پر عمل کرائے گی جو پہلے سے طے شدہ ہیں تاکہ زمین پر معاشی گروہ بندی اور استحصال نہ ہو سکے۔

اسلامی تصورِ ملکیت میں بنیادی ضروریاتِ زندگی کی کفالت اور ذمہ داری حکومت

کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: "اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق" دوسری جگہ فرمایا "اور بے شک تمہارے لیے یہ ہے کہ نہ بھوک لگے یہاں اور نہ ننگے ہو گے" تیسرے مقام پر فرمایا "اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی۔" ایک اور مقام پر فرمایا "ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور خرچ کرو ان مالوں میں سے جن میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔"

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ قدرت نے اپنے اس نظام میں ہر ذی روح کے رزق کی ذمہ داری قبول کی ہے جو اس نے اختیاری طور پر بندوں کے سپرد کی ہے۔ گویا جس طرح قدرت نے خیر و شر، نیکی و بدی، اچھائی و برائی کے درمیان امتیاز قائم کرنے کے باوجود کسی ایک راستے پر چلنے کا انسان کو اختیار دے دیا ہے تاکہ اس دنیا کا مقصدِ تخلیق پورا ہو سکے۔ ٹھیک اسی طرح سے اس نے انسانی معاش کے صحیح اور غلط راستے بھی متعین کر دیے۔ البتہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی مہلت دے دی۔ مگر ساتھ ہی ہر راستے پر چلنے کے نتائج و عواقب سے بھی آگاہ کر دیا۔

اب اگر کچھ لوگ غربت و افلاس کا شکار ہیں اور کچھ عیاشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، کچھ لوگ بنیادی ضرورتوں کے لئے ترس رہے ہیں اور ایک طبقے کو دولت خرچ کرنے کا مصرف نظر نہیں آتا تو ظاہر ہے یہ اسلامی منشور اور قرآنی پروگرام کے سراسر خلاف ہے۔ اب اس موقع پر اسلام اپنی نمائندہ حکومت (خلافت) کی ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے اور معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور قول اسی ذمہ داری کا آئینہ دار ہے کہ "اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو قیامت کے دن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو باز پرس ہو گی۔" اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی اسی سے متعلق ہے کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بعض امور کا نگراں بنا دے اور وہ لوگوں کی ضروریات اور احتیاجات سے لاپرواہی برتے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور احتیاجات سے لاپرواہی برتے گا۔ اس ساری تمہید کا مقصد و مقصود یہ ہے کہ اسلامی نمائندہ حکومت جس طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کی پابند ہے بالکل اسی طرح وہ عوام کی کفالت کی بھی ذمہ دار ہے۔ عوام کو

بنیادی ضروریات زندگی، رہائش، روٹی، کپڑا، علاج معالجہ فراہم کرنے کی پوری طرح پابند ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان قرآنی آیات کا جن میں یہ ذمہ داری قبول کی گئی ہے کیا معرف ہے؟ اگر یہاں پر یہ کہا جائے کہ جائز ذرائع سے ہر شخص جتنی دولت چاہے رکھ سکتا ہے تو یہ سوچ سراسر خلاف اسلام جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ ذہن کی عکاسی کرتی ہے۔

اسلام میں ضرورت سے زیادہ اشیاء رکھنے کی ممانعت

قرآن مجید میں ارشاد ہوا "اور پوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا خرچ کریں۔ فرما دیجئے جو ضرورت سے زیادہ ہو۔" ظاہر بات ہے جب زائد از ضرورت رکھنے ہی کی ممانعت ہے تو اس کے لئے اندھا دھند ذرائع استعمال کرنا اور دولت سمیٹنا کس طرح جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ زائد از ضرورت دولت کا دے دینا استحباناً ہے یا حکماً اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس بات کا یقیناً حکم ہے اور خلافت راشدہ میں اس کی نظیریں موجود ہیں، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن میں سے اکثر کے پاس زاد راہ ختم ہو گیا۔ جن کے پاس زاد راہ موجود تھا ان سے لے کر آپ نے سب میں برابر تقسیم کر دیا اور صحابہ میں سے کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد از ضرورت سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس نہیں ہے اور جس کے پاس زائد از ضرورت زاد راہ موجود ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے کئی ایسی ضروریات کی چیزیں بتائیں کہ ہمیں گمان ہوا کہ ہمارے پاس جو بھی زائد سامان موجود ہے اس پر ہمارا کوئی حق نہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

اسلام کے پورے معاشی نظام کے مطالعے سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ ہے ہر شخص بقدر ضرورت اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کی اسے اجازت نہیں۔ اسلام کے نزدیک تمام لوگ ایک کنبے کے افراد ہیں۔ لہٰذا اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ان میں کوئی ایک شخص اپنے پاس دولت یا دیگر وسائل رزق کا اتنا حصہ روک لے جس سے

دوسرے افراد کنبہ متاثر ہوں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا "تمام لوگ اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہیں۔ اللہ کو تمام مخلوق میں وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ احسان کرے۔"

اجتماعی مفاد کی خاطر نجی ملکیت ختم کی جا سکتی ہے

نبی رحمت ﷺ کی ذات اقدس کو نمونہ کامل اور اسوۂ حسنہ بنا کر بھیجا گیا۔ آپ نے اپنے طرز عمل سے جو نقوش چھوڑے ہیں، ملت اسلامیہ کے لئے انہیں فلاح کا بلند ترین درجہ قرار دیا گیا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کل کے لئے بچا کر کچھ نہ رکھتے تھے۔" اس کے ساتھ یہ مشہور حدیث شریف کہ "ہم گروہ انبیاء ہیں ہماری جائیداد وراثت نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔" اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین کی زندگیاں جو ہماری عقیدت کا مرکز و محور ہیں مگر جب اسلام کے معاشی نظام کی بات ہوتی ہے تو ہم اسوۂ حسنہ، عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل اولیاء میں سے کسی چیز کو بھی معاشی نظام کی بنیاد بنانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مذکورہ بالا ارشاد گرامی کو ہم نے صرف مسئلہ فدک تک محدود کر رکھا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی مثالی زندگی کا یہ مبارک حصہ ہمارے نظام کی بنیاد قرار نہ پائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب عراق کا علاقہ فتح ہوا تو مجاہدین نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ یہ علاقہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا ایسی صورت میں تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو کیا ملے گا؟ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سواد کے باشندوں کو بحال رکھا ان پر فی کس جزیہ اور ان کی زمینوں پر لگان لگا دیا اس طرح یہ زمینیں ان میں تقسیم کی بجائے اجتماعی مفاد کی خاطر بیت المال کی ملکیت میں رہنے دیں۔

"یشون کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طاقت کے ذریعے مفتوحہ علاقوں کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ زمین ہمارے درمیان تقسیم فرما دیجئے اور اس کا خمس ۱/۵ آپ رکھ لیجئے۔ انہوں نے فرمایا یہ تو اصل سرمایہ ہے۔ میں اسے وقف رکھوں گا اور اس سے مجاہدین اور دوسرے مسلمانوں کو وظیفے دیئے جائیں گے۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا "الٰہی! مجھے بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے نجات دے۔" ایک

روایت کے مطابق زمین تقسیم نہ کرنے اور اسے مشترکہ مقاصد کے لئے وقف رکھنے کا مشورہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیا تھا۔ مذکورہ اقدامات کی روشنی میں اگر آج بھی خوراک، لباس، رہائش، علاج معالجہ اور ذرائع مواصلات کو مشترکہ ملکیت میں لایا جائے تو یہ اقدام نہ صرف اسلام کے مطابق ہوگا بلکہ اس سے عام معاشرتی بے چینی بھی دور ہو سکتی ہے۔ اسلام سے قبل عرب میں دستور تھا کہ بعض افراد یا قبائل اپنے مفاد کے لئے زمین کا کچھ حصہ چراگاہ کے طور پر محفوظ کر لیتے تھے اس میں دوسرے قبائل یا افراد کو دخل کا حق نہیں ہوتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی کے لئے کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہے۔"

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں سرکاری حمی بنایا تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ان زمینوں کے لئے ہم جاہلیت میں لڑتے رہے ہیں اور قبول اسلام کے وقت یہ ہماری ملکیت تھیں۔ آپ کس بنا پر ہم سے چھین رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تمام مال اللہ کا ہے اور تمام بندے اللہ کے بندے ہیں۔ واللہ! اگر مجھے راہ خدا میں مجاہدین کے لئے سواریاں مہیا کرنا نہ ہوتیں تو میں بالشت بھر زمین بھی حمی کے لئے نہ روکتا۔" رسول کریم ﷺ کا چراگاہوں کو اللہ اور رسول ﷺ کی ملکیت قرار دینا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مملوکہ زمینوں کا اپنی تحویل میں لینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حالات کا تقاضہ ہو تو ایسا اقدام نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام مورخین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ واقدی کی روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انصاب حرم کی تجدید نیز مسجد حرام میں اضافہ کیا اور توسیع دی۔ کچھ لوگوں نے آپ کا حکم مان لیا اور بعض نے انکار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے مکان مسمار کرا دیئے اور ان مکانوں کی قیمتیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف احتجاج کیا اور شور مچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں حراست میں لینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو تمہیں کس بات نے اتنی جرأت دی وہ صرف میری نرم طبیعت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تمہارے ساتھ یہی کیا تھا لیکن تم نے ان کے خلاف احتجاج نہ کیا۔ بالآخر عبداللہ بن خالد بن ولید نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور لوگوں کو آزاد کرایا۔ ان واقعات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسری اجتماعی

ضرورت کے لئے انہیں مالکان اراضی کی زمینیں حکماً خریدنے کی ضرورت پڑتی تو وہ اس میں قطعاً تامل نہ کرتے۔ مذکورہ واقعات سے اسلامی حکومت اور اس کی ہیئت حاکمہ کا یہ حق ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس قسم کے قوانین بنانے کی مجاز ہے جن کے ذریعہ سے کسی خاص طبقے کو حکومت کے ہاتھ اپنی جائیداد فروخت کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس کی عملی صورتیں کیا ہوں گی انہیں طے کیا جا سکتا ہے۔ اتنی بات بلادلیل و حجت ثابت ہو گئی کہ اگر کسی دور کے مسلم معاشرے کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ انفرادی ملکیت صنعت یا دیگر بڑے ذرائع پیداوار کو معاشرے کی اجتماعی ملکیت بنانا ضروری ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ آخر پٹرول، گیس، کوئلہ، جپسم، سونا وغیرہ بھی تو زمین سے نکلتا ہے۔ کیا کوئی حکومت ایک لمحہ کے لئے بھی ان چیزوں کو نجی ملکیت میں دے گی۔ اگر یہ ذخائر کسی خاص شخص کی نجی زمین میں نکل آئیں تب بھی اجتماعی مفاد کی خاطر اس کی مالک حکومت ہوا کرتی ہے۔

ان دلائل سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسلامی حکومت عمومی مفاد میں ہر قسم کا اقدام کر سکتی ہے۔ جب استحصالی طبقہ عوام کے حقوق پامال کرنے لگے۔ نظام دولت بگڑ جائے۔ گردش زر رک جائے اور کسی بڑے اقدام کے بغیر اصلاح احوال ممکن نہ ہو تو اسلامی حکومت جو اقدام مناسب سمجھے کر سکتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بلال بن حارث، مزنی کو وادیٔ عقیق کا پورا علاقہ بطور عطیہ دیا تھا۔ ان سے یہ پورا علاقہ آباد نہ ہو سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا یقین جانیے رسول اللہ ﷺ نے یہ علاقہ تمہیں اس لئے نہیں بخشا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کر بیٹھ جاؤ۔ آپ ﷺ نے یہ علاقہ آباد کرنے کی خاطر دیا تھا لہٰذا اس حصے میں جتنا آباد کر سکتے ہو وہ رکھو باقی واپس کر دو۔ ایک روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسا کرنے پر آمادہ نہیں تھے مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ زمین حکماً واپس لے کر مستحقین میں تقسیم کر دی۔ اسی قسم کی ایک روایت خود حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

ایک انصاری کے باغ میں حضرت سمرہ بن جندب کے کھجوروں کے درخت تھے۔ اس کے ساتھ ہی انصاری کا مکان تھا جس میں ان کے اہل و عیال رہتے تھے۔ سمرہ بن جندب باغ میں آتے تو اس گھر سے گزرنا پڑتا جس سے انصاری کو تکلیف ہوتی تھی۔ انصاری

نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے سمرہ کو بلایا اور فرمایا کہ یہ درخت اس انصاری کے ہاتھ بیچ دو۔ وہ نہ مانے آپ ﷺ نے اس پر فرمایا۔ اچھا یہ درخت انصاری کو بخش دو۔ اس پر آپ ﷺ نے سمرہ کو رغبت بھی دلوائی مگر انہوں نے اسے بھی قبول نہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ایذا پہنچانے والا ہے۔ انصاری کو حکم دیا اس کے درخت کاٹ ڈالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے حق تصرف کی وجہ سے عوام کے لئے تکلیف کا سبب بن رہا ہو یا اس نے وسیع جائیداد بلا وجہ روک رکھی ہو چاہے اسے یہ جائز ذرائع سے ہی حاصل ہوئی ہو، حکومت اسلامی ایسے اشخاص کے حقوق تصرف کو ختم کر سکتی ہے۔

انگریز سامراج کے دور حکومت میں تقسیم دولت کا نظام بری طرح بگڑ چکا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام نے کروڑوں عوام کو مجبوری اور بے بسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر آج مسلم معاشرہ نظام مصطفےٰ ﷺ کی تشکیل کے ذریعے سارے معاشرے کی فلاح اور بہتری کے لئے سرکش جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا حق تصرف زائل کر دے تو مثالی معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔

بلاشبہ دور رسالت مآب ﷺ میں بالکلیہ نجی ملکیتوں کے خاتمے کا اعلان نہیں کیا گیا مگر حرمت سود، زکوٰۃ، صدقات، حرمت مزارعت کرایہ پر مکان یا زمین دینے کی ممانعت، خود کاشتی کے نظریہ کا فروغ، جاگیرداری پر پابندی، غیر حاضر زمیندار کے تصور کا استحصال، بلاوجہ زمینوں کو روک رکھنے کی ممانعت، تین سال تک جو زمین آباد نہ کرے اس سے جبراً زمین کی وصولی، زائد از ضرورت مال رکھنے کی ممانعت، ایسے زریں اصول جنہیں اپنا کر آج بھی آقا و مولیٰ، شاہ و گدا، غریب اور امیر کا طویل فاصلہ ختم کیا جا سکتا ہے۔

اگر دانشوران ملت نے مذکورہ بنیادوں پر معاشی مسئلے کا جلد از جلد حل تلاش نہ کیا تو اندیشہ ہے کہ معاشی محرومیوں کا شکار طبقہ بزور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے میدان عمل میں آ جائے گا۔ لہٰذا ملک و ملت کو لادینیت سے بچانے کی خاطر قرآن و سنت کے مطابق معاشی نظام کو استوار کیا جائے کیونکہ موجودہ نظام جو اس ملک میں انگریز بہادر کا عطیہ اور تحفہ ہے زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔

(ہفت روزہ احوال، ۱۰ اپریل ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۷ تا ۲۹)

اعتراف

نظام مصطفےٰ ﷺ کا نعرہ جمعیت علماء پاکستان کا اپنا تھا!!

چیئرمین استقلال یوتھ لیگ اور تحریک استقلال کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن عمر اصغر خاں سے اکرام قریشی کی گفتگو

عمر اصغر خان نے ملک کو درپیش خطرات و خدشات کی تمام تر ذمہ داری سیاستدانوں پر عائد کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے قوم کو مایوس کیا۔ مگر زیادہ ذمہ داری حکمران جماعت پیپلز پارٹی پر عائد ہوتی ہے۔ یہ جماعت بھی قومی جمہوری سوچ سے محروم ہے۔ اس کی قیادت دور رس مثبت فیصلے کرنے کی اہلیت سے محروم ہے۔ سندھ کے حالات میں حکمران جماعت کے وڈیروں نے بڑا گھناؤنا کردار ادا کیا۔ ان وڈیروں نے ڈاکو پال رکھے ہیں جنہوں نے وہاں کا امن و امان درہم برہم کر رکھا ہے۔ سندھ میں لوٹ مار، دہشت گردی اور مایوسی کا دور دورہ ہے۔ مگر حکمران مسائل کو غیر منطقی انداز میں حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ماضی میں بھی مشرقی پاکستان کے سیاسی مسائل کے حل کے لئے نادان حکمرانوں نے ڈنڈے کے زور پر انہیں ساتھ رکھنے کی حمایت کی اور پھر جبر کی کوشش میں ردعمل انسانی فطرت کا خاصا ہے کیونکہ طاقت کے بل بوتے پر آپ چند برس تک تو کامیابی حاصل کر سکتے ہیں مگر ملک کو زیادہ دیر تک مستحکم نہیں رکھ سکتے۔ جماعتوں کی ناکامی کے بعد لوگ دیگر راستے اختیار کر لیتے ہیں جن میں سرفہرست دہشت گردی کا راستہ ہے۔ موجودہ مہذب دور میں بھی ہمارے ترقی پسند حکمران سیاسی مسائل کا حل غیر سیاسی انداز میں تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ سپر پاور روس نے بھی ستر برس تک ڈنڈے کے زور پر مطلق العنانی قائم رکھی مگر اب وہاں بھی انہیں

پالیسیاں نرم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ روس کے مقابلے میں ہماری حیثیت ہی کیا ہے کہ ہم سیاسی مسائل کو طاقت کے بل بوتے پر حل کریں۔

عمر اصغر خان نے انکشاف کیا کہ حال ہی میں اندرون سندھ انگریزی زبان میں ایک اشتہار تقسیم کیا گیا جس میں کچھ یوں درج تھا:

"ایسے نوجوانوں کی ڈاکوؤں کے گروہ میں فوری ضرورت ہے جو بی اے، ایم اے پاس ہوں۔ جن کی عمریں پچیس سے تیس برس کے درمیان ہوں، وہ رائفل سمیت دیگر اسلحہ استعمال کرنا جانتے ہوں، وہ فوری رجوع کریں۔ گروہ میں شامل ہونے والے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو معقول ادائیگی کی جائے گی۔ تاہم پولیس مقابلہ میں موت کی صورت میں ورثاء کو پانچ پانچ لاکھ نقد ادا کیے جائیں گے۔"

انہوں نے استفسار کیا کہ جب آپ اشتہارات کے ذریعے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو ڈاکوؤں کے گروہ میں شمولیت کی ترغیب دیں گے تو پھر ملک کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ کون امن و سلامتی کی ضمانت مہیا کر سکتا ہے؟

عمر اصغر خان نے بتایا کہ یہ اشتہار سندھ کے ایسے وڈیروں اور جاگیرداروں نے شائع کرائے جو مختلف سیاسی جماعتوں میں اہم عہدوں پر تعینات ہیں اور یہ بھی ٹھوس حقیقت ہے کہ ایسے عناصر بالخصوص حکمران جماعت پیپلز پارٹی میں موجود ہیں اور انہیں پولیس، انتظامیہ اور حکمرانوں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ وڈیرہ شاہی نے سندھ میں علیحدگی اور نفرت کے بیج بوئے اور جب تک وڈیرہ شاہی کی موذی بیماری کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جاتا اس وقت تک ملکی سالمیت خدشات سے دوچار رہے گی۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ گذشتہ انتخابات میں پیپلز پارٹی نے سندھ میں منافرت اور تعصب کی بنیاد پر کامیابی حاصل کی۔ پنجاب، کالاباغ اور پنوں عاقل کے خلاف مظاہروں کی قیادت کرنے والے آج وفاق کے چیمپئن بنے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے مارشل لاء کے امکان کو فی الحال مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ہر دور میں فوج میں ایسے طالع آزما رہیں گے جو کسی بھی راستے سے اقتدار تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور ایسا تب ہی ہوگا جب سیاست دان قومی ذمہ داریاں نبھانے میں

ناکام ہوں گے۔ غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنائیں گے تو سیاسی خلا جنم لے گا اور پھر ایسی صورت میں تیسری قوت اپنا کردار ادا کر جائے گی اور اگر ایسا ہوا تو یہ ملک کے لئے ہولناک اور بھیانک سانحہ ثابت ہوگا۔

عمر اصغر خان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اسلامی اتحاد اور پیپلز پارٹی دونوں اقتدار کے بچاؤ کے لیے غیر سیاسی، غیر جمہوری اور غیر اخلاقی حربے استعمال کر رہی ہیں۔ دونوں طرف سے ارکان اسمبلی کو لاکھوں روپے کی پیش کشیں، پلاٹ اور پرمٹ دیئے جاتے ہیں۔ ایک گروہ فی رکن ۱۵ لاکھ روپے نقد اور دو پلاٹ تو دوسرا دھڑا بیس لاکھ نقد اور ایک پلاٹ کی پیش کش کر دیتا ہے۔ دونوں قوتوں کے مقاصد ایک ہی ہیں مگر فرق صرف "ریٹ" کا ہے۔

انہوں نے سیاسی استحکام کے لئے صوبائی خودمختاری کے احترام کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے کہا کہ پیپلز پارٹی نے ایم آر ڈی میں عوام سے وعدے کیے تھے مگر اب اس طے شدہ اصول سے گریز کیا جا رہا ہے۔ بلکہ صوبوں کے ساتھ تو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت محاذ آرائی پیدا کر دی گئی ہے۔ صوبائی خودمختاری دیئے بغیر وفاق کو مستحکم نہیں بنایا جا سکتا بصورت دیگر نفرتوں کی خلیج گہری اور وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔

انہوں نے تحریک استقلال کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ہم نے خود کو عوام کے سامنے پیش کرنے کا پہلا موقعہ گذشتہ انتخابات میں ایک اتحاد میں شامل ہو کر گنوا دیا کیونکہ اس وقت کی فضاء میں دو قوتیں اسلامی اتحاد اور پیپلز پارٹی "شہداء" کے نام پر دست و گریباں تھیں۔ دونوں نے نومبر کا انتخاب دو مزاروں کے نام پر لڑا۔ اگر یہ انتخابات مردوں کی بجائے زندہ لوگوں اور منشور کے حوالے سے لڑا جاتا تو تحریک استقلال بلاشبہ اپنا مقام ضرور بنا لیتی۔ انہوں نے کہا کہ تحریک استقلال نے ایسے حالات میں عوامی اتحاد قائم کیا جب دیگر سیاسی قوتیں مرحومین کی نعشوں کو اٹھا کر سیاست کی بازی گری میں مصروف تھیں۔ ایک گروہ بھٹو کو شہید قرار دے رہا تھا تو دوسرا دھڑا ضیاء الحق کی شہادت پر بضد تھا۔ ایسے مخدوش سیاسی حالات میں ہم نے عوامی اتحاد تشکیل دیا۔ جس کے لئے ہمیں اپنے سیاسی پروگرام سے تھوڑا سا انحراف بھی کرنا پڑا۔ اقتصادی معاملات میں الگ الگ موقف کے باوجود

خارجہ پالیسی، پارلیمانی نظام سیاست اور جنیوا معاہدے پر عمل درآمد کے بارے میں تحریک استقلال جمعیت علماء پاکستان اور محمد خان جونیجو کی مسلم لیگ پوری طرح سے متفق تھیں۔

انہوں نے استفسار پر بتایا کہ عوامی اتحاد پارلیمانی اتحاد تھا جس میں ہم لوگ اسمبلیوں تک پہنچنے میں ناکام رہے جس کے سبب یہ اتحاد اب برقرار نہیں رہا اور اگر نام سے باقی رہے تو اس میں صرف جمعیت علماء پاکستان ہی شامل ہے اور عوامی اتحاد کے نام کا استعمال اس کی مجبوری ہے۔

انہوں نے اس الزام کی بھی تردید کی کہ تحریک میں ان کی پالیسیوں کو بالادستی حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ الیکشن میں ناکامی کے باوجود تحریک کی ایک آواز ہے جسے عوامی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہے۔ تحریک استقلال میں تمام فیصلے جمہوری طریقوں سے کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ملکی معیشت کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان کی تمام پالیسیاں بیرون ملک بنتی ہیں۔ پاکستان کے مستقبل کے دو بجٹ بھی تیار ہو چکے ہیں۔ ادھر ملکی سیاسی حالات غیر یقینی ہیں۔ سندھ کے واقعات نے بھی معاشی ترقی پر منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ کراچی کی ۴۴ صنعتیں بند پڑی ہیں اور صنعت کار اپنا سرمایہ پنجاب لے آئے ہیں تو کراچی کے میمن، بوہرہ صنعت کار سرمائے کو سنگاپور اور تائیوان منتقل کر رہے ہیں جس سے ملک کی مجموعی صنعتی اور معاشی صورتحال انتہائی مخدوش ہے۔

(ہفت روزہ احوال، اگست ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۸، ۱۹)

پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی لیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

(علامہ کفایت علی کافی شہید مراد آبادی ۱۸۶۱ء)

روشنیوں کے شہر سے

کراچی کے عوام تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو زندہ کریں...... مولانا نورانی

جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ دہشت گردی کے واقعات حکومت اپنی نگرانی میں کرا رہی ہے، سخت چیکنگ، سیکورٹی کے سخت انتظامات کے دعووں کے باوجود رینجرز اور پولیس کی موجودگی میں دہشت گردوں کا کھلے عام اسلحہ کا استعمال اور عبادت گاہوں پر حملے اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ قتل و غارت گری کے واقعات میں حکومت ملوث ہے۔ صوبائی انتظامیہ اور حکومت عوام کے جان و مال کی حفاظت میں ناکام ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب عبادت گاہیں، صحافتی ادارے اور گھر کوئی ایسی جگہ نہیں بچی جہاں پناہ حاصل کی جا سکے۔ موجودہ حکمران اللہ تعالیٰ کے عذاب کو بھول گئے۔ انہوں نے انسانی جانوں کی پرواہ کئے بغیر اپنی خواہشوں اور یہودی صیہونی سازشوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پاکستان کی سلامتی کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ انہوں نے کہا اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان خصوصاً کراچی کے عوام اس حکومت کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں اور ایک مرتبہ پھر تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو زندہ کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ مقامی روزنامہ میں توڑ پھوڑ کرنے اور ملازمین کو یرغمال بنائے جانے کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمام پاکستانی مسلمان خصوصاً کراچی کے عوام آیت کریمہ کا ورد کریں اور قیام امن و دہشت گردوں اور حکومت سے نجات کے لئے خصوصی دعا کریں۔

(ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت، مارچ ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۳)

اے اسلام کے فرزندو! بائیکاٹ کردو

☆ ان سب سیاسی جماعتوں کا جو لادینیت کی علمبردار ہیں۔

☆ ان سب سیاستدانوں کا جنہیں سیکولر ہونے پر فخر ہے۔

☆ ان سب وڈیروں کا جن کی جاگیروں میں ظلم اور ناانصافی کی تاریخ رقم ہو رہی ہے۔

☆ ان سرمایہ داروں کا جو ڈاکو، لٹیرے، ظالم، قاتل، غنڈے اور نوسر باز سیاستدانوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

☆ ان تمام مولویوں کا جو خدا کی رضا جوئی کی بجائے دنیا دار سیاسی راہنماؤں کا طواف کرنے میں مصروف ہیں۔

☆ ان تمام پیران عظام کا جو جاگیرداروں کو سپورٹ کرنے کے لئے انہیں ووٹ دلاتے ہیں اور جاگیرداری نظام کے استحکام کا باعث چلے آ رہے ہیں۔

☆ ان تمام مفتیوں، مولویوں کا جو دین کی اصل ترجمانی کی بجائے صلح کے علمبردار بنے ہوئے ہیں اور دین کی آڑ میں پیٹ کے دھندے چلا رہے ہیں۔

☆ ان تمام فاسق و فاجر قیادتوں کا جو یہودی و نصرانی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم پر بزور قوت مسلط ہیں۔

☆ ان بری رسومات کا جو ہمیں خدا اور اس کے رسول a کی تعلیمات سے دور لے جا رہی ہیں۔

☆ اس غیر اسلامی نظام کا جو اقتصادی و ثقافتی اور فکری غلامی کی زنجیروں میں ہمیں جکڑے ہوئے ہے۔

☆ ان نام نہاد مسلمانوں کا جو علمائے حق کی مخالفت پر کمر باندھے ہوئے ہیں اور سیاست کی آڑ میں علماء کو گالی دیتے ہیں۔

☆ ان بہروپیوں، فقیروں اور ملنگوں کا جو دین فروشی کا دھندا چلا رہے ہیں۔

☆ ان رسومات اور فیشنوں کا جو نوجوان نسل کو عیاش، بدمعاش، چور، ڈاکو، نشئی اور بزدل مجرم بنا رہی ہیں۔

☆ ان فراڈیوں، چندہ خوروں اور چلہ کشوں کا جو نت نئے نظریات و اختراعات نکال کر قوم کو مسلسل گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

☆ ان نعروں کا جو نئی نسل میں نیشنلزم، علاقہ پرستی، لسانیت پرستی کو ہوا دے رہے ہیں۔

☆ ان نظریات کا جو ہماری نئی پود میں سرمایہ داری نظام کی جڑیں مضبوط بنا کر اسے صرف ایک مادیت زدہ امت بنا دینے کے متمنی ہیں۔

☆ ان فحش تحریروں کا جنہوں نے قوم ملک اور اسلام کی بیٹیوں کو غیر ذمہ دار، فیشن پرست، بے حیا اور مادیت زدہ بنا دیا ہے۔

☆ ان بدکردار، ظالم اور مرتشی بیوروکریٹوں کا جو ہم سب کو کمر توڑ مہنگائی اور لاقانونیت کے بے رحم ہاتھوں میں دے کر بے بس کئے ہوئے ہیں۔

☆ ان جوئے کے اڈوں، چکلوں، شراب خانوں، سینماؤں کا جنہوں نے قوم کے افراد کو بے حس، غافل، بے غیرت، بدمعاش اور شرابی بنا دیا ہے۔

☆ ان فضول خرچیوں کا جنہوں نے ہماری اقتصادی بدحالی کے ساتھ ساتھ ہماری عزت بھی چھین لی ہے۔

☆ اس کافر تہذیب کا جس نے خیر اور شر کی تمیز ہی مٹا دی ہے۔

☆ ان بدقماش، خائن، کذاب اور فریبی لیڈروں کا جنہوں نے لیڈری کو بطور بزنس اپنایا ہوا ہے۔

☆ ان اقدار، افکار اور عزائم کا جو ملک پاکستان کو نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کا گہوارہ بنانے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

(ہفت روزہ احوال و آثار، فروری ۱۹۹۷ء، صفحہ نمبر ۳۶)

خلافت کا قیام مسلمانوں کے دل کی آرزو ہے

مولانا الشاہ احمد نورانی کا خصوصی انٹرویو

جمعیت علماء پاکستان اور ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے "ضرب حق" سے اپنے ایک حالیہ خصوصی انٹرویو میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت اسلامی ممالک کے سربراہوں میں سے اکثر امریکی اور انگریزوں کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ خلافت ہونی چاہئے یا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ خلافت ہونی چاہئے اور وہ اس طرح کہ "الائمۃ من القریش و خلافتہ فیہ" کے اعتبار سے۔

انہوں نے تاریخی حقائق بتاتے ہوئے کہا کہ دراصل خلافت اسلامیہ کو انگریزوں اور یہودیوں نے سازش کر کے توڑا اور مسلمانوں ہی سے تڑوایا۔ ان میں کمال اتاترک، شریف مکہ، عبدالعزیز بن مسعود وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے سازشوں کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ قومیت پرستی کو پروان چڑھایا گیا کہ ترکی ترکوں کا ہے، شام شامیوں کا، عرب عربوں کا کہہ کر اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا گیا اور وحدت ختم کر دی گئی اور بعد میں آپس میں ان علاقوں کی بندر بانٹ کر دی۔ حالانکہ اس سے پہلے سارا عالم اسلام ایک تھا۔ اب بات دراصل یہ ہے کہ آج ہر جگہ ان انگریزوں، یہودیوں کے ایجنٹ قابض ہیں اور غور طلب بات دیکھیں کہ حضور پرنور ﷺ نے آخری ایام میں فرمایا کہ "یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے۔" اور اب چودہ سو برس بعد آل سعود نے ماشاء اللہ ان کو وہاں داخل کر دیا ہے۔ ۴۲ ہزار امریکن فوج وہاں موجود ہے اور اللہ اسامہ بن لادن کو جزائے خیر دے کہ وہ ان کے خلاف صف آراء ہوئے ہیں۔ ان کی عظیم قربانیاں ہیں۔ انہوں نے عیش و عشرت کی قربانی دی ہے وہ

واقعی مجاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ان کی حفاظت فرمائے۔ آج وہاں امریکن فوج کے ساتھ سیکس فری زون (Sex Free Zone) ضرور جاتے ہیں۔ موبائل چرچ ہوتا ہے جس سے وہ مسلمانوں کو اس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ آج کہیں بھی مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے حتیٰ کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ان کا بالواسطہ قبضہ ہے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سے۔ لیکن یہ سب لوگ فاسق و فاجر ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ قرآن پاک میں سورہ محمد کی آیت ۳۸ کے شان نزول میں دی گئی روایت کہ "ایمان اگر ثریا پر بھی پہنچ جائے گا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قوم کے افراد اسے لے آئیں گے" کے بارے میں کہا کہ ہم حنفی اسے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ جب "ضرب حق" کے اہداف و مقاصد پیش کئے تو علامہ صاحب نے کہا کہ اللہ آپ لوگوں کو جزائے خیر دے اور ہم بھی اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ ہم امریکہ کے خلاف جہاں تک ممکن ہوتا ہے بات کرتے ہیں۔ طالبان کے لئے بھی میرے انٹرویو آچکے ہیں۔ جس میں کہا تھا کہ ان کے خلاف جو بھی پروپیگنڈا ہو رہا ہے وہ سب امریکن پروپیگنڈا ہے۔ افغانستان مسلمانوں کا ملک ہے جس طرح چاہیں حکومت بنائیں۔ انگریزوں اور امریکیوں کو کیا حق ہے۔ آج عالم اسلام میں جتنی قیادتیں ہیں الا ماشاء اللہ وہ سب کیا ہیں اور جو کام درست کرنا چاہتے ہیں، وہ نہیں کر سکتے۔ سب بے بس ہیں۔ خلافت اسلامیہ دوبارہ قائم کرنے سے متعلق انہوں نے کہا کہ آج جہاں جہاں امریکن ایجنٹ اسلامی ممالک پر قابض ہیں انہیں ہٹا دیا جائے تو خلافت قائم ہو جائے گی۔ خلافت کا قیام تو سب مسلمانوں کے دل کی آرزو ہے۔

ملی یکجہتی کونسل کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے انکشاف کیا کہ اندرونی طور پر یہ معاہدہ تمام مکاتب فکر جس میں تحریک جعفریہ، سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کے قائدین سمیت قاضی حسین احمد وغیرہ سب شامل تھے باقاعدہ دستخط ہوئے ہیں کہ آئندہ ایک دوسرے پر کفر کے الزامات نہیں لگائے جائیں گے اور ایک دوسرے کی

تکفیر نہیں کی جائے گی اور پھر خلافت راشدہ کو بھی باقاعدہ تسلیم کیا گیا کہ خلافت راشدہ حق ہے۔ ایک منتخب امیر کے تقرر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے کہا کہ آج پورا عالم اسلام چاروں طرف سے یہودیوں اور نصرانیوں نے گھیرا ہوا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب تک ان سے چھٹکارا نہیں مل جاتا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج نوجوان نسل ناچ گانے میں لگ گئی ہے۔ ٹی وی کو کنجر خانہ بنا دیا گیا ہے جو فحاشی اور عریانی میں لگانے والا کردار بن گیا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کے سامنے جب سید عتیق الرحمٰن گیلانی صاحب کا مرتب کردہ اعلان برائے امر بالمعروف ونہی عن المنکر سنایا گیا تو اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ جب مولانا صاحب کی توجہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث شریف کی طرف کروائی گئی کہ جس کے اندر آپ ﷺ نے جبری حکومتوں کے خلاف خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی خوشخبری دی ہے تو جناب نورانی صاحب نے اس پر کہا کہ انشاء اللہ وہ ضرور قائم ہو گی۔ انہوں نے اس بات کی بھرپور تائید کی کہ جب ہم سب تمام مکاتب فکر ایک ہو جائیں گے تو خلافت اسلامیہ قائم ہو جائے گی اور کہا کہ اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا نورانی صاحب کے استفسار پر جب "ضرب حق" کے وفد نے امام مہدی سے متعلق مختلف مکاتب فکر کی کتب میں مروی احادیث کے حوالہ جات عرض کئے اور بتایا کہ لوگ اس وقت مایوس ہیں اور اسلامی انقلاب کے حوالے سے امام مہدی کے منتظر ہیں تو مولانا صاحب نے کہا کہ ہمیں ان میں نہیں الجھنا چاہئے بلکہ جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ عضو معطل بن کر رہنے کی بجائے کام کرتے رہنا چاہئے۔ ہاں جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو ہم انہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ انشاء اللہ۔

(ماخوذ ماہنامہ ضرب حق ماہ فروری ۱۹۹۹ء، کراچی، ہفت روزہ احوال وآثار، مارچ ۹۹، صفحہ ۱۰، ۱۱)

تعمیر ملت اور جے یو پی

پاکستانیات

- ☆ قیام پاکستان کی غرض وغایت نفاذ شریعت ہے انحراف قیام، بقا واستحکام پاکستان کی نفی ہے .... (مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ غیر ملکی قرضہ جات اور ہمارا قومی تشخص .... (مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ ہم ملک کو فلاحی اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں ....
  (میزبان: ارشاد احمد عارف .... رپورٹ: خواجہ ثاقب غفور)
- ☆ تحریک پاکستان میں علماء حق کا کردار اور آج .... (میر نادر خان مروت)
- ☆ قائد اعظم کی واردات اس وقت صرف اور صرف جمعیت علماء پاکستان ہے ......



تحفظِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

اہلسنت کا ووٹ صرف اہل سنت ہی کی امانت ہے

ووٹ بہت بڑی طاقت ہے اس کا درست استعمال آپ کی اجتماعی قوت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے

موجودہ ملکی حالات میں جس طرح اہل سنت کا مسلکی استحصال ہو رہا ہے سابقہ ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

سُنی بھائیو! وقت بہت ضائع ہو چکا ہے مزید ضائع نہ کریں اپنی سیاسی قوت کو اکٹھا کر کے ملک میں اپنی شناخت بنائیے۔

اپنے نمائندے اسمبلیوں میں بھیجیے

تا کہ آپ کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تحفظ یقینی بن سکے

یاد رکھیے! سیاسی استحکام کے بغیر آپ کے وقار کی بحالی ناممکن ہے۔

مولانا قاری محمد امین الحسنی (ناظم) جامعہ غوث الاعظم تحفیظ القرآن (للبنات)

جامع مسجد غوث اعظم۔ غلہ منڈی بلاک نمبر 5 جوہر آباد 0300-6072053, 0343-6650700

قیامِ پاکستان کی غرض و غایت نفاذِ شریعت ہے انحراف قیامِ بقاو استحکام پاکستان کی نفی ہے

تحریر...... مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ دنوں (جولائی ۲۰۱۲ء) مجاہد ملت کمپلیکس (نزد روکھڑی موڑ) میانوالی اور خانقاہ حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا تو کچھ دیر حضرت کے علمی ذخیرے کو دیکھنے کے لیے آپ کی لائبریری میں گیا۔ خانقاہ کے متولی حاجی عطا اللہ خان نیازی ایک جی دار، مخلص اور بڑے جہاندیدہ انسان ہیں ڈبل ایم اے کے بعد اپنے زمیندارہ اور مجاہد ملت پٹرولیم ہی میں محو و مگن رہتے ہیں لیکن مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی محبت اٹوٹ انگ ہے۔ ملک میں بجلی کی بے ہنگم لوڈ شیڈنگ نے ماحول کو دو آتشہ کر رکھا تھا۔ بند کمرے میں شدید گرمی اور حبس کے سبب دم گھٹ رہا تھا اور فائلوں، کتابوں کو اٹھانے سے اڑنے والی گرد، مٹی اور کالک اپنا کام دکھا رہی تھی بڑی ہمت کر کے دو گھنٹے یہاں گزارے۔ اسی اثناء میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی فائلوں سے زیر نظر اہم مضمون ہاتھ لگا جو تحریک پاکستان کے ایک معمار کی سوچ اور فکر کا آئینہ دار بھی ہے اس پر عمل درآمد ملکی بقاء کی ضمانت بھی ہے اور ماہ قیام پاکستان (رمضان المبارک، اگست) کی مناسبت سے ہمارے قارئین کے لئے ایک بہترین تحفہ بھی ہے۔ اسے پڑھیے البتہ یہ خیال رہے کہ یہ مضمون حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے آخری سالوں مئی جون ۱۹۹۸ء کی یادگار ہے لہٰذا اسے اسی تناظر میں ہی پڑھا جائے۔ شکریہ

(محبوب قادری، مدیر اعلیٰ)

یہ امر واضح اور متحقق ہے کہ مطالبۂ پاکستان کی غرض و غایت اور مقصد و منتہاء اس ملک میں شریعت محمدی کی دینی، سیاسی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی اور بین الاقوامی اقدار و نظریات کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

سقوطِ دہلی ۱۸۵۷ء میں حکومتِ برطانیہ نے ایک طرف ہمارا نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم بدل کر اپنے اغراض و مقاصد کے مطابق نیا معاشرہ ڈھالنا تھا اور دوسری طرف ہماری انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کو وحی ربانی کی اساس پر قائم رکھنے کی بجائے اُسے غیر اسلامی فرنگی معاشرت کا پیکر عطا کرنا تھا۔ نظامِ تعلیم میں قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور معرفتِ ربانی کے علماء فضلاء کو یکسر اور یک قلم مسترد کر کے غیر اسلامی تصور دیا کہ صرف اسی شخص کو حکومت میں کوئی رتبہ مقام و مرتبہ اور حیثیت دی جائے گی جو انگریزی جانتا ہو۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے علماء و فضلاء، محدث، مفسر، فقہاء، مجتہدین اور دین و معرفت کے ماہرین کو قلی بنا دیا گیا۔ اگر ہمارے علماء صبر و توکل اور قناعت و غیرتِ ملی کو اپنے قلوب میں جگہ دیتے ہوئے سوکھی روٹیاں کھا کر اور چٹائیوں پر بیٹھ کر دینی تعلیم اور جمعہ، جماعت کے نظام کو برقرار رکھتے ہوئے بے مثال قربانی نہ دیتے اور اہلِ اسلام اپنے دینی نظام کو قائم رکھنے کے لئے ایثار اور جرأت مندی سے کام نہ لیتے تو اسلامی معاشرہ ختم ہو چکا ہوتا بہرحال دورِ غلامی میں بھی ہمارے علماء نے نہ صرف اپنا مکمل دینی نظام قائم رکھا بلکہ قضا اور افتاء کی تدریس سے قاضی اور مفتی بھی پیدا کئے۔ جو دیوانی اور فوجداری مقدمات کے علاوہ زندگی کے تمام مسائل و معاملات میں رہبری کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں ہمارے نمائندگان نے وراثتِ اوقاف اور تہذیبِ معاشرت میں اسلام کے مطابق قانون سازی کی خدمات بھی سرانجام دیں۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں تقریباً گیارہ سو سال ہماری حکومت رہی جس میں ہماری انتظامیہ عدلیہ مقننہ کا مکمل نظام قائم رہا اور سارے برصغیر میں ایک ہی قانون رائج رہا۔ علی ھذا القیاس دولتِ عثمانیہ میں بھی "مجلۃ الاحکام" کے عنوان سے ساری مملکت میں ہمارا قانون جاری رہا۔ حتیٰ کہ شام میں بعث پارٹی کے اقتدار میں آنے سے قبل "مجلۃ الاحکام" کا مجموعہ قانون نافذ العمل رہا ہے۔

ماضی میں خلافتِ راشدہ، خلافتِ بنو امیہ، خلافتِ بنو عباسیہ، خلافتِ بنو امیہ اندلس بلکہ سارے عالمِ اسلام میں ہمارا اپنا انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کا جامع نظام قائم رہا۔ فرنگی حکمرانوں کے تسلط اور غلبہ سے مسلمانوں میں دو قسم کے ذہن اور فہم کے حامل طبقات پیدا ہو

گئے۔ ایک وہ طبقہ تھا جس کے افراد دینِ اسلام کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار تھے مگر فرنگی ٹیکنالوجی سے بے بہرہ تھے۔ ان کو مذہبی جنونی (ZEALOTS) کہا جاتا تھا۔ دوسرے جو فرنگی تہذیب و تمدن اور سیاسی اقتدار کے پابند تھے۔ انہیں دو غلے (HERODIANS) کہا جاتا تھا۔ یہ غیر مسلم اقوام کے ذہنی اور فکری غلام بن کر اپنے برادرانِ اسلام پر کافروں سے زیادہ ظلم و جبر اور شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہ اینگلو محمڈن، امریکی محمڈن، فرنیکو محمڈن اور رشو محمڈن بن گئے تھے افسوس ہے کہ یہی دوغلی نسل فرنگیوں کی معنوی اولاد آج عالمِ اسلام میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے مثلاً الجزائر میں شریعتِ محمدی کے حامیوں نے الیکشن میں اکثریت حاصل کی مگر فرنکو محمڈن یعنی "فرانسیسی دوغلے مسلمان" شریعت کے حامیوں کو قتل کر رہے ہیں اور کافروں کے آلۂ کار بن چکے ہیں۔ آج جب آئینِ پاکستان کی اسلامی دفعات قراردادِ مقاصد، شریعت ایکٹ، تحفظِ ناموسِ رسالت ایکٹ، بیت المال ایکٹ جیسے اسلامی قوانین کے نفاذ میں نہ صرف رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں بلکہ غیر اسلامی معاشرتی اقدار کو رواج دینا چاہتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ایک بے اصل، بے نسل، یتیم اور بے بنیاد قوم تھے جس طرح انگریز نے ۱۸۵۷ء میں ہمارے نظامِ حیات کو بدل کر اسے فرنگی جامہ پہنا دیا تھا اور اخلاقی و ایمانی اقدار مسخ کر دی تھیں قیامِ پاکستان کے بعد ہمیں غیرتِ اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرنگی نظامِ تعلیم، فرنگی نظامِ عدل اور فرنگی نظامِ معاشرت کو مسترد کر کے فی الفور بلا تاخیر اپنے پاکیزہ نظام کو نافذ کرنا تھا مگر ہم ابھی تک ان دوغلے مسلمانوں کے زیرِ اثر کافرانہ تہذیب و تمدن، ثقافت و روایات کی نحوستوں میں گرفتار ہیں اور کفر کی ملاوٹ سے ایک دوغلا خبیث نظام لانا چاہتے ہیں۔ اخبارات میں فرنگیوں کی یہ معنوی اولاد شریعت کے خلاف خرافات پھیلا رہی ہے اور کافرانہ نظام کے چنگل میں مبتلا ہو کر نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے خلاف لغو اور ناپاک نظریات کا پرچار کر رہے ہیں اسی ذہن کی مذمت کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

چنیں دور آسمان کم دیدہ باشد — کہ جبریل امیں را دل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کردند آنجا — پرستد مومن و کافر تراشد

"ایسا زمانہ آسمان نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا جس میں جبریل امین علیہ السلام کا دل بھی

ریزہ ریزہ و پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ اس ملک میں کیسا بت خانہ بنایا گیا ہے جو بناتا کافر ہے اور اس کی پرستش مسلمان کرتا ہے۔"

آج ہماری فرنگیت ماب دوغلی نسل کافرانہ نظامِ سیاست، نظام معیشت اور نظام تہذیب وتمدن کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔

جہاں خار نہیں زن تنگ لباس نہیں جہاں حرام بتاتے ہیں شغل بے خواری
نظر وران فرنگی کا ہے یہی فتوی کہ وہ سرزمین مدنیت سے ہے ابھی عاری

اب یہ لوگ بے پردگی بے حیائی رقص وسرور اور فحاشی و بدکاری کا نظام رائج کرنا چاہتے ہیں۔ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظام سے پناہ مانگی ہے اور مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ اس سے نجات حاصل کریں۔

فریاد ز افرنگ و دلاویزی افرنگ فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں، خیز از خواب گراں خیز!

ترجمہ: فرنگی نظام نے فریب سے ہمیں تباہ کر دیا ہے جس کی فریاد ہے اے مسلمان تو معمار حرم ہے، خواب سے بیدار ہو اور اسلام کا پابند ہو کر نیا نظام جہاں پیدا کر"

سودی نظام معیشت بقول وزیراعظم میاں محمد نواز شریف بروئے قرآن، خدا و رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے اور جو اس نظام کو رواج دینا چاہتے ہیں۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

از ربا آخر چہ می زاید فتن کس نداند لذت قرض حسن
آدمی درندہ بے دندان وچنگ

ترجمہ: سود سے فتنے پیدا ہوتے ہیں کوئی شخص قرضہ حسنہ کی لذت سے آشنا نہیں حالانکہ انسان سود کے ذریعے بغیر اعضاء چیر پھاڑ کے درندہ بن جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں نفع ونقصان میں شراکت کا نظام معیشت، مشارکت مضاربت و مرابحت کو پاکستان میں نافذ کرنا چاہیے۔ قائداعظم نے اسٹیٹ بنک کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے مورخہ یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو فرمایا تھا کہ "فرنگی تصور معیشت یعنی سودی

معیشت انسانیت کے لئے تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی کا باعث ہے اور یہی پلید تصور معیشت دنیا کی دو عالمگیر جنگوں کا سبب بنا رہا ہے۔ آج دنیائے مغرب اپنی ترقی، صنعتی کامیابی اور مکینک انقلاب کے باوجود تاریخ میں تباہی کا ذمہ دار بن گیا ہے۔ فرنگی اقتصادی نظریہ اور اس پر عمل ہمیں ایک خوشگوار اور مطمئن انسانی زندگی کو نصب العین قرار دینے میں کوئی مدد نہیں دے گا۔

ہمیں اپنا نصب العین اپنے طریقے پر بنانا ہوگا اور دنیا کو ایسا معاشی نظام دینا ہوگا جو اسلامی تصور، مساوات انسانی اور عدل وعمرانی کی بنیاد پر قائم ہوگا۔ ہم بنابریں بحیثیت مسلمان اپنے مشن کو پورا کریں گے اور انسانیت کو امن وسلامتی کا پیغام دیں گے۔ اسلام انسانیت کو سلامتی، بھلائی، مسرت اور خوشحالی عطا کرے گا۔"

علاوہ ازیں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار ایسوی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کا ایک طبقہ دانستہ ایسی خباثت پھیلا رہا ہے اور پروپیگنڈہ کر رہا ہے کہ آئین پاکستان شریعت کی بنیاد پر نہیں بنے گا ان کو معلوم ہو کہ اسلامی اصول زندگی دنیا کے مسائل پر آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جیسے آج سے تیرہ سو سال قبل واجب العمل تھا۔ اسلام صرف روحانی روایاتی نظریات نہیں دیتا، بلکہ یہ ہر مسلمان کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو اس کی زندگی عادات و اوصاف سیاست اقتصادیات وغیرہ تمام مسائل کو منظم کرتا ہے۔

۲۔ بحوالہ روزنامہ ڈان ۳۰ جون ۱۹۴۷ء پشاور۔

جب خان عبدالغفار خان نے شک وشبہات کا اظہار کیا کہ مسلم لیگ اس دعویٰ میں مخلص نہیں ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کے بارے میں فرمایا کہ ان کے اس اعتراض میں کوئی صداقت نہیں ہے اور یہ بے وقعت ہے کیونکہ پاکستان کی آئین ساز اسمبلی جو مسلمانوں کی غالب اکثریت پر مشتمل ہے وہ کبھی بھی شریعت کے بنیادی اصولوں اور قرآنی قوانین کو نظر انداز نہیں کرے گی۔ بلکہ قرآنی قوانین اور شریعت کے بنیادی اصولوں کو ضرور نافذ کرے گی۔

یکم مئی ۱۹۹۸ء اداریہ نوائے وقت بعنوان "اسلامی نظام اور دینی قیادت کی ذمہ

داری" اور نوائے وقت ۹ مئی ۱۹۹۸ء مشہور کالم نویس الطاف گوہر صاحب نوائے وقت میں بعنوان "آ رہا ہے نظامِ اسلام آ رہا ہے" اور ارشاد احمد حقانی نے ۶ مئی ۱۹۹۸ء کو روزنامہ جنگ میں بعنوان "حرف تمنا" نفاذ شریعت کے متعلق مشکلات کا ذکر کیا ہے اور اس اعلیٰ مقصد کے نفاذ کے لئے مؤثر انداز میں محرکین کے ارشادات پر بحث کی ہے نیز انہوں نے پاکستان کو نفاذ اسلام کے چند انتہائی بنیادی عملی تقاضے کیا ہو سکتے ہیں پر غور کرنے کا مشورہ دیا ہے نیز انہوں نے پاکستان میں نفاذ اسلام کے چند انتہائی بنیادی عملی تقاضے کیا ہو سکتے ہیں پر غور کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "پاکستان میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرہ وجود میں لایا جائے ایسا معاشرہ جس میں جرم اور گناہ کے محرکات اور اسباب موجود نہ رہیں۔ ظالمانہ سماجی اور معاشی اونچ نیچ کو انتہائی حد تک کم کر دیا جائے۔ تمام باشندگان وطن کو زندگی کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا اہتمام کیا جا سکے۔ قانون کی حکمرانی اور قانونی مساوات ہو۔ نظام تعلیم ایسا ہو کہ تمام نوجوان طلبہ و طالبات زندگی کی دوڑ میں مساوی طور پر شریک ہو سکیں۔ اسلام کی اخوت و مساوات کی تعلیمات پر عمل درآمد کا ایسا اہتمام ہو کہ قانون اور معاشرے کا ماحول بھی اس میں مددگار ہو۔"

انہوں نے تفصیلات سے اسلامی نظام کا نقشہ پیش کیا ہے اور لیبیا میں صدر معمر قذافی کی اصلاحات کو بھی بطور مثال پیش کیا ہے۔

نظام مصطفےٰ ﷺ کا مفصل خاکہ ہمیں خلافت راشدہ میں ملتا ہے بلکہ خلیفہ اول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ خلافت میں جو اصول مرتب کئے ہیں وہ تاقیام قیامت ہمارے لئے رہبر ہیں انہوں نے فرمایا "اے لوگو! مجھے تمہارا والی یا سردار بنا دیا گیا ہے مجھے تم پر کوئی قانونی ترجیح نہیں ہے۔ اگر میں کتاب و سنت کے مطابق حکم دوں تو میری اتباع کرو اور اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں یا غلط اقدام کروں تو مجھے سیدھا کر دو یعنی مجھے سزا دو ہٹا دو یہ بھی سن لو کہ تم میں جو طاقتور "پھنے خان" یا متجبر ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے۔ کیونکہ میں اس کے دماغ کا خناس نکالنے کے لئے یہاں موجود ہوں۔ علیٰ ھذا القیاس تم میں سے جو کمزور اور ضعیف ترین ہے وہ طاقتور ہے کیونکہ میں اس کی امداد کے لئے یہاں موجود ہوں، صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے صدق کا علمبردار ناجی اور کامیاب ہے اور دروغ گو کے لئے

ہلاکت ہے۔ خطبۂ خلافت کے بعد بھی انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جامع پروگرام دیا ہے اپنی زندگی بلکہ اپنا سب کچھ اسلام کے لئے وقف کر دیا ہے۔

اسی بنیاد پر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ

میری سنت اور میرے خلفاء (جو راشدین اور مہدیین ہیں) کی سنت کی اتباع تم پر لازم ہے۔

المختصر ارشاد احمد حقانی صاحب نے ایک مثالی اسلامی سلطنت کا جو خاکہ پیش کیا ہے۔ وہ ہمیں نظام خلافت راشدہ میں مل جاتا ہے۔ تفصیلات کے لئے آپ کو کتاب الخراج (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) اور کتاب الاموال وغیرہ بنیادی کتب میں یہ تصور مل جاتا ہے ایک دفعہ منہاج نبوت پر یہ نیابت رسول ﷺ کا نظام قائم ہو جائے تو ایک آئیڈیل نظام وجود میں آ جاتا ہے جو ساری کائنات کے لئے باعث رحمت و شفقت ہوگا۔

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ خلافت کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے۔

ضعیف اگر نظر پڑے رسول ﷺ کا جمال بن
قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
تو خشمگروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن
وطن کے ساتھ دین بھی اگر عزیز ہے تجھے
جو بن گیا ہے پہلوی تو ساتھ ہی بلال رضی اللہ عنہ بن

الطاف گوہر صاحب نے ارشاد احمد حقانی صاحب کے خیالات کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے "دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے" مگر افسوس ہے کہ ان کے ذہن میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کا کوئی جامع نقشہ موجود نہیں۔ اور اصلاح پسند و بنیاد پرست کی اصطلاحات میں خود فریبی قفس میں مبتلا ہے۔ بنیاد پرست کی اصطلاح دشمنانِ اسلام کی ایجاد ہے اسے قبول کرنا سراسر گمراہی و خود فریبی ہے اسی طرح اصلاح پسندی بھی ایجاد بندہ ہے۔ انہوں نے صدر مملکت رفیق احمد تارڑ کی اسلام پسندی کا ہی مذاق اڑایا ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جج اور بیئر کے بعد صدر مملکت کی ذمہ داری خصوصی اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ ہمارے وفد کی ان سے ملاقات ۲۱ فروری ۱۹۹۸ء کو مفصل ہوئی جس میں ہم نے آیات قرآ

کے واضح اور جید احکام "جو لوگ شریعت کے مطابق نظام قائم نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ ظالم ہیں اور فاسق ہیں نیز جو لوگ زندگی اور آخرت کے تمام مسائل اور مشکلات میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کو آخری جج اور حکم اور فیصل نہیں مانتے اور آپ ﷺ کا فیصلہ خلاف ہی کیوں نہ ہو اُسے شرح صدر کے ساتھ قبول نہیں کرتے اور دل میں کوئی جلن، چبھن اور تنگی محسوس کرتے ہیں وہ ایماندار نہیں ہیں۔" اس پر انہوں نے فرمایا کہ پہلے جب میں شریعت کی بات کرتا تھا اور اُس کے نفاذ کا مطالبہ کرتا تھا تو مجھے ثواب کی توقع رہتی تھی مگر اب میں بحیثیت صدر اگر نفاذ شریعت کے لئے کوئی اقدام نہیں کرتا تو اس پر میرا محاسبہ ہوگا اور خطا پر عذاب لاحق ہوگا۔ اسی ملاقات میں ہمارے وفد نے تین مطالبات پیش کیے۔

اول: سپریم کورٹ میں فیڈرل شریعت کورٹ کے سودی معیشت کے خلاف فیصلہ کی اپیل واپس لی جائے۔

دوم: ملک میں غیر سودی نظام معیشت قائم کیا جائے اور اس کے لئے مضاربت مشارکت اور مرابحت کی بنیاد پر غیر سودی بینک قائم کیے جائیں اور اس سلسلہ میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے گزٹ نوٹیفکیشن کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

سوئم: ایک خصوصی آئینی ترمیم کے ذریعے قرآن وسنت کو سپریم لا بنایا جائے۔

۳۱ مارچ ۱۹۹۸ء کو ہمارے الٹی میٹم کی آخری تاریخ تھی اسی روز وزیر اعظم سے ساڑھے تین گھنٹے مفصل ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہمارے مطالبات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مہلت مانگی۔ ۱۵ اپریل ۱۹۹۸ء مہلت کی آخری تاریخ تھی اس تاریخ کو وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے اسپیشل سیکرٹری جناب انور زاہد صاحب اور پرنسپل سیکرٹری قمر زمان سے بات چیت ہوئی۔ انہوں نے وزیر اعظم کا پیغام دیا کہ میں آپ کے مطالبات کو مانتا ہوں مجھے کچھ مزید توقف درکار ہے اس کے علاوہ ایک صوبائی وزیر اور ایم این اے پر مشتمل وفد بھیجا اس مرحلہ پر صدر مملکت سے ہمارا رابطہ ہوا۔ انہوں نے ہمارے مطالبات کے بارے وزیر اعظم سے مفصل گفتگو کی بالآخر ۱۵ اپریل کو رات ساڑھے گیارہ بجے صدر نے مجھے یقین دہانی کرائی کہ تینوں مطالبات منظور کر لئے گئے ہیں اور وزیر اعظم نے انہیں یقین دہانی کرا دی ہے۔ رات پونے بارہ بجے ریڈیو اور ٹی وی پر ہمارے مذکورہ مطالبات کو تسلیم کرنے کا اعلان

ہوا اور اگلے روز اخبارات میں ہمارے مطالبات تسلیم ہونے کی خبریں شائع کرائی گئیں میں الطاف گوہر صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان مذاکرات کے بعد صدر اور وزیر اعظم نے ہمارے مطالبات کو عملی جامہ پہنانے کا موثق وعدہ کر لیا ہے، اس لیے اس کا تذکرہ غیر متعلق نہیں اب اگر صدر اور وزیر اعظم نفاذ شریعت کا اعلان کرتے ہیں تو احکام قرآن کی اتباع اور آئین پاکستان کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔

الطاف گوہر صاحب نے میرے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے بلکہ "پھبتی" کسی ہے کہ "اس عزم کی تکمیل کے لئے تارڑ صاحب نے مولانا محمد عبدالستار خان نیازی سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ سبحان اللہ" نیز یہ بھی فرمایا کہ "عبدالستار خان نیازی صاحب کا نام تو ہم اس زمانے سے سنتے آرہے ہیں جب آپ وزیر خان کی مسجد میں بیٹھے قادیانیوں کے خلاف تحریک کی رہنمائی فرما رہے تھے اور اب تک یہ عقدہ نہیں کھلا کہ جس نظام اسلام کا وہ ذکر کرتے رہتے ہیں اس کا تصور کیا ہے؟" حیف ہے کہ الطاف گوہر صاحب امت محمدیہ کی عالمگیر تحریک تحفظ ختم نبوت جس میں سینکڑوں مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔ ہزاروں پابند زندان سلاسل ہو گئے اور مولانا نیازی اور مولانا مودودی کو اس تحریک میں سزائے موت سنائی گئی۔ اس لیے یہ کچھ اہمیت نہیں دے رہے اور تصور تلاش کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ منسٹر ظفر اللہ نے آئین پاکستان میں قانون سازی کے لئے قرآن وسنت کی بالادستی میں مرزا غلام قادیانی کی سنت کو فیصلہ کن قرار دیا تھا جس پر تحریک ختم نبوت نے مطالبہ کیا تھا کہ چودھری منسٹر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے برخاست کیا جائے۔ نمبر ۲ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ نمبر ۳ اور کلیدی اسامیوں پر کسی قادیانی کو مقرر نہ کیا جائے۔

۱۹۵۳ء میں یہ مطالبات پورے نہ ہوئے کیونکہ اینگلو محمڈن کی دوغلی نسل والے ختم نبوت کی آئینی قانونی اور اعتقادی اہمیت کو نہیں سمجھتے تھے۔ بہرحال بیورو کریٹ الطاف گوہر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ بالآخر تحریک تحفظ ختم نبوت کے مطالبات کو تسلیم کر لیا گیا اور ستمبر ۱۹۷۵ء میں ایک خصوصی آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ بہرحال اُسے اہمیت ختم نبوت کا علم ضرور ہو گیا ہے ختم نبوت کی تشریح یہ ہے کہ مسودہ آئین خلافت پاکستان کی تمام معتقدات کی تعبیر اور تحدید شریعت اسلام کے چھ مثبت اور تین حتمی

ز اجتہاد عالمان کم نظر اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر
تنگ بر ما راہ گزار دین شد است ہر لئیمے راز دار دین شدہ است

بر خور و غلط مجتہد بنے نظام مصطفےٰ ﷺ کی تعریف، وضاحت اور تشکیل کے لئے من مانی تعبیرات پیش کر کے اعلیٰ تصور کو چیستان بنا دیا ہے اور پبلک میں بے یقینی اور تذبذب پیدا کر دیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ قرآن، سنت اجماع اور قیاس کے اصول چہارگانہ کی پابندی قبول کی جائے اور جو لوگ ان اصول چہارگانہ کی بابت وسیع و عمیق علم و تجربہ کے ساتھ امانت، دیانت، اخلاص، عمل اور تقویٰ و طہارت کی حامل ہے ایسی شخصیات کی تلاش کرے جو خلافت علیٰ منہاج نبوت کی پاکیزہ خصوصیات اور مضبوط و مستحکم تجربہ رکھتے ہوں اور اجتہاد کی تمام شرائط پوری کرتے ہوں۔ الطاف گوہر کو معلوم ہونا چاہیے کہ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کرنے اور قیام پاکستان کے بعد ہم نے ملک میں نفاذ شریعت کے لئے جامع پروگرام پیش کیا ہے اور خلافت راشدہ کو اپنے لئے نصب العین قرار دے کر قانون سازی کے لئے چھ مثبت اور تین منفی اصول مرتب کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ ان میں سے پہلے دو مثبت اصولوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

چھ مثبت اصول

۱۔ قطعیت فرامین کتاب

حقیقی خالق مالک حاکم اور منصف اللہ ہے قرآن اللہ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے اس لئے قانون سازی، عدالت، نظم و نسق اور حکومت کے ہر فیصلہ کے لئے قرآن اولین منبع اقتداء اور برترین فرماں روا ہوگا۔

۲۔ حتمیت احکام رسالت ﷺ

زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اللہ کے احکام پہنچانے کے لئے اس کے آخری بلاواسطہ نائب خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ اسلام ان کے احکام، اعمال و روایات، حدیث و سنت سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبہ کے

لئے دوسرا واجب التعمیل ماخذ اور واسطہ اقتدا ہوگے۔

۳۔ توسل منہاج، خلافت

جب کبھی کتاب و سنت کا مفہوم متعین کرنے یا ان سے احکام مستنبط کرنے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اجماع فقہا اور سلف صالحین کی تفاسیر، تصریحات اجتہادات اور فتاویٰ کے جو تقاضے ہنگامی نہ تھے فقہ کے اصولوں کے مطابق بتدریج مدون اور مرتب کر کے بحیثیت ایک ایسے اجماع ماضیہ کے ترجمان کے جو آج بھی اسلامی اعتقاد کے مطابق سرکار پاکستان کے سیاسی اقتدار کے جواز کا تسلسل رسول اللہ ﷺ اور پھر اللہ سے اخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا رتبہ رکھتا ہے۔ منفرد فیصلوں یا نتائج تک پہنچنے میں بطور تیسرے ماخذ اور بنائے نفاذ کے قابل تقلید ہوگے۔

۴۔ اتباع مسلک اجماع

مذکورہ تینوں اصولوں کے ماتحت مخصوص یا قطعی قوانین کا استخراج کرنے میں ہر قسم کے اختلاف رائے کا تصفیہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان اصحاب الرائے (رائے دہندگان) کی کثرت رائے کے مطابق کیا جائے گا۔ جنہوں نے اپنی عادات میں پیروی رسول اللہ ﷺ اور ضروری علوم دینی و دنیاوی میں دستگاہ کی بنا پر اہل الرائے کا منصب حاصل کر لیا ہو۔

۵۔ اطاعت فتویٰ و فیصلہ

ہر مقدمہ میں مسلک اجماع کے مفہوم کے متعلق ہر قسم کے اختلافات کا آخری فیصلہ آئینی یا قانونی امور میں مفتی کے متعلقہ عدالت اور واقعاتی امور میں قاضی کی متعلقہ عدالت بحیثیت ایک آزاد اور واجب الاطاعت منصف کے کرے گی جس کا احاطہ اختیارات حکومت ارباب حکومت اور ہر ادارے یا فرد پر حاوی ہوگا۔

۶۔ تمسک میثاق بیعت

ہر معاشرتی، سیاسی، آئینی، قانونی اور انتظامی ذمہ داری اور اختیار کی بنا پر میں مسلمہ انفرادی اور اجتماعی میثاق بیعت پر ہوگی جو ریاست کا ہر باشندہ شہریت کے رجسٹر میں

نام درج کرواتے وقت آئین کے چھ مثبت اور تین منفی بنیادی اصولوں کی وفاداری اور فرمانبرداری کا حلف اٹھا کر قبول کرے گا ان مثبت اصولوں کے بعد مندرجہ ذیل تین منفی اصولوں کا تذکرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

تین منفی اصول

ا۔امتناع فرعونیت (شرک واستبداد)

سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے یا انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادی کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون یا معاہدۂ قانونی کی تعمیل کے عائد نہ کی جائے گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جبر کی نوعیت مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز ہے۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بیداد کی غرض سے استعمال کرے بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اقتدار کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔ قرآن مجید میں شرک کی ممانعت اور فرعون کی مثال استبداد کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۲۔امتناع قارونیت (ظلم واستحصال)

سرکاری دولت، سرکاری دولت کا اثر یا انفرادی دولت کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کے لئے استعمال نہ کی جائے نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر کوئی پابندی حائل ہونے دی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون، یا معاہدہ قانونی کی تعمیل میں اس کی جائز ضرورت محسوس ہو۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کارروائی کی نوعیت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانیت طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کی مرتکب ہو

بشرطیکہ استعمال یا ذخیرہ کا عدم جواز اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت متعلقہ عدالت میں ثابت ہو جائے۔ قرآن مجید میں ظلم، اکتناز اور سود کی مخالفت اور قارون کی مثال دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۳۔امتناع یزیدیت (تلبیس دین ومنافقت)

اسلامی اصطلاحات کسی شخص، گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تفریق فروغ کے لئے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کی تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلامی معلومات کو ناجائز مقاصد کے لئے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت اور تلبیس کی ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کر دیتی ہے کہ اسلامی اصلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر ان کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے مذکورہ بالا چھ مثبت اور تین منفی اصولوں پر ہم نے یکم دسمبر ۱۹۵۲ء کو پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک جامع منظم مسودہ آئین خلافت پاکستان پیش کیا جس کے ذریعے ہم اپنے معاشرتی اساس وحی ربانی کے ذریعے نازل ہونے والے ایمان، عرفان، تقویٰ، مساوات، اخوت اور آخرت کے ازلی و ابدی اصولوں پر ہوا ورجان سے انسانیت کو اوہام باطلہ، گناہ، نسلی وقومی تعصب اور اس زبوں حالی سے نجات دلانے کے لئے عالمگیر انقلاب کا آغاز کیا جائے جو مختلف حیلوں بہانوں سے انسان پر انسان کے استبداد اور بیداد کا نتیجہ ہے۔ مسودہ آئین خلافت پاکستان کو انگریزی اُردو میں چھاپ کر ہم نے ملک میں تقسیم کیا۔ ازاں بعد اس کے مطابق اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کو آئین دینے کے لئے ہم نے مسلسل جدوجہد کی۔ تمام مسالکِ فکر کے نمائندہ ۳۳ علماء کے ذریعے بائیس نکاتی پروگرام پیش کیا جس کی بنیاد پر قرارداد پاکستان مرتب ہوئی اور مختلف مراحل طے کر کے ۱۹۷۳ء موجودہ آئین متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

قرارداد مقاصد چونکہ آئین کے مقدمہ یا دیباچہ کی حیثیت رکھتی تھی اس لئے بطور آئینی ضابطہ مؤثر نہ تھی بالآخر ہمارے علماء امت کے مطالبہ پر اس قرارداد کو آئین کی باضابطہ دفعہ قرار دے کر اس کو مؤثر بنا دیا گیا ہے۔

الطاف گوہر صاحب کو صرف تحریک تحفظ ختم نبوت میں ہماری سرگرمیوں کا علم ہے ۱۹۵۳ء سے لے کر آج تک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہم نے شریعت کی بالادستی منوانے کے لئے جو مسلسل جدوجہد کی ہے اسکو انہوں نے نظر انداز کر کے ۱۹۹۸ء میں صدر مملکت کے ساتھ ہمارے گٹھ جوڑ کا ذکر کر کے تعجب کا اظہار کیا ہے شریعت ایکٹ، تحفظ ناموس رسالت ایکٹ اور بیت المال ایکٹ میں ہماری جدوجہد کا انہیں علم نہیں میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے زمانہ وزارت میں مذہبی امور اوقاف و اقلیت میں ہم نے (الف) اتحاد بین المسلمین (ب) نفاذ شریعت اور قیام اسلامی فلاحی مملکت کے لئے پاکستان کے تمام مسالک کے جید علماء، فقہاء مجتہدین، سفراء، وزراء، ارکان قومی اسمبلی وسینٹ پر مشتمل جو سرکاری کمیٹیاں بنائی تھیں جن میں اتحاد بین المسلمین کے لئے ضابطہ اخلاق سفارشات آل پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ، نفاذ شریعت کے لئے جامع تجاویز اور آئینی ترامیم نیز اسلامی فلاحی مملکت کے لئے جو جامع پروگرام پیش کیا جس پر فرقہ وارانہ اختلافات کے باوجود تمام فرقے اور مسالک آج بھی متفق ہیں۔ وہ ایسی تاریخی دستاویزات ہیں جن کو حکومت پاکستان نے گزٹ کیا آج بھی ان تینوں کمیٹیوں کی سفارشات پر میاں نواز شریف وزیر اعظم پاکستان متفق ہے اور اس کے نفاذ کے لئے ہمیں یقین دہانی کرائی ہے اسے کوئی مخلص محب قائد نظر انداز نہیں کر سکتا۔ الطاف گوہر صاحب نفاذ شریعت کی اسی (۸۰) صفحات پر مشتمل جامع رپورٹ تجاویز آئینی ترامیم اور سفارشات کا مطالعہ کریں گے تو انہیں گٹھ جوڑ کی بجائے ایک باوقار مؤثر انداز میں نفاذ شریعت کا پروگرام مل جائے گا۔ ہماری ان شرعی سفارشات کے علاوہ اپنے زمانہ وزارت میں جارج بش سابق صدر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے جواب میں میں نے بیس صفحات پر مشتمل "اسلامک ورلڈ آرڈر" پیش کیا ہے جسے انگریزی، اردو، عربی، فارسی اور ترکی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے اور تقسیم کیا ہے۔ اسلامک ورلڈ آرڈر میں بھی میں نے نفاذ شریعت اتحاد بین المسلمین عالم اسلام میں تجارت ذرائع

ابلاغ عامہ، دفاع اور عالم اسلام کی مرکزی قوت اور وقار کا پروگرام پیش کیا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی نفاذ شریعت کے لئے مسودات مرتب کر کے رکھے ہیں میں آخر میں ملت کے ان طبقات کو جو فرنگی سیاست، تہذیب وتمدن، معاشرت ومعیشت سے مرعوب ہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اخوت بشری، حریت انسانی، مساوات محمدی اور امن وسلامتی کے لئے رحمت کائنات ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں جو منشور پیش کیا ہے وہ رنگ نسل زبان علاقائیت کے تعصبات کو دور کرنے کے لئے وحدت انسانیت اور احترام آدمیت کا جو پروگرام ہے۔ آج ساری دنیا اسی کی منتظر ہے۔ اینگلو محمڈن سیاسی قائدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ یورپ اور امریکہ کے پھیلائے ہوئے فسق وفجور رنگ ونسل کے تعصبات اور مکر عیاری کی نیرنگیوں کو مسترد کریں اور بقول علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

اے اسیر رنگ پاک از رنگ شو مومن خود کافر افرنگ شو
افرنگ ز خود بے خبرت کرد وگرنہ اے بندۂ مومن تو بشیری تو نذیری

کے مصداق کفر کے ذہن فکر، روایات، رجحانات، میلانات کو مسترد کر کے:

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

بہرحال اینگلو محمڈن دوغلے مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ فرنگی تصورات کو نسل انسانی کی تباہی کا ذمہ دار قرار دے کر ناقص علم، منطقی استدلال اور عالمی مفسدانہ تصورات کو قطعی طور پر مسترد کر دیں۔ فرنگی فکر نے انہیں وحی ربانی کی اتباع سے نکالنے کی سازش کر رکھی ہے۔ اس باطل رنگ کا جرأت ومردانگی سے مقابلہ کر کے ایمان وعرفان کی دولت سے فیض یاب ہوں اور حضور ﷺ کی غلامی کو اپنی زندگی کا حتمی، قطعی اور آخری نصب العین قرار دیں۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست رحمۃ للعالمینی انتہا است
ہو کجا بینی جہان رنگ و بو آنکہ از خاکش بروید آرزو ست
یا ز نور مصطفےٰ او را بہا ست یا ہنوز اندر تلاش مصطفےٰ است

(نوٹ:۔ یہ مضمون اگست [illegible]۹ء میں ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور میں بھی شائع ہوا ہے)

قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ایک معلومات افروز تحریر

غیر ملکی قرضہ جات اور ہمارا قومی تشخص

مولانا شاہ احمد نورانی

اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ ہمارے بجٹ کا دو تہائی سے زیادہ حصہ غیر ملکی امداد اور قرضہ جات پر مشتمل ہوتا ہے جو پاکستان نے وقتاً فوقتاً دو طرفہ یا کثیر طرفہ بین الاقوامی معاہدوں کے تحت دیگر ممالک خصوصاً امریکہ اور یورپی ممالک کے ساتھ کئے ہیں۔ ان میں تکنیکی امداد کے معاہدے بھی شامل ہیں۔ ظاہری سطح پر یہ قرضہ جات و امداد تجارت معاشیات، دفاع اور دیگر سماجی بہبود کے پراجیکٹ کے لئے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن در حقیقت قرضہ دینے والے ممالک اس طرح اپنی خارجہ پالیسی اور قومی مقاصد کے دور رس حصول کے لئے تیسری دنیا کے ممالک میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ امداد تعاون، انسانی ہمدردی، عالمی امن اور بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے دی جا رہی ہے جبکہ یہ قرضہ و تعاون قرض دہندگان کی ظالمانہ شرائط پر قومی انا کے منافی اصولوں پر ہوتا ہے۔

اس امر سے انکار نہیں کہ آج کل معاشی، اقتصادی اور سماجی مجبوریوں کے تحت دیگر اقوام سے عالمی اور علاقائی سطح پر تعاون ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن تیسری دنیا میں امریکی یورپی استعمار نے اپنے استحصالی نظام کی اس طرح پرورش کی ہے کہ ہم ابھی تک جہالت، پسماندگی، رجعت اور غربت کے جال سے ہی نہیں نکل سکے۔ قرضوں کی واپسی کے بوجھ تلے نام نہاد ترقی پذیر ممالک جو دراصل پاورٹی لائین سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں مغربی ممالک کی تجوریوں کو بھر رہے ہیں۔ ان کے مظلوم عوام اپنی حکمران اقلیت اور ان کے پروردوں کے استبدادی پنجے تلے سسک رہے ہیں۔ پاکستان جیسے کئی ممالک تعلیم، سائنسی ترقی، صحت عامہ جیسے مسائل سے اس طرح دوچار ہیں کہ ناتوانی میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مغرب کا معاشی جبر اب فاشزم کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ تیسری دنیا میں سامراج کے پالتو ریموٹ کنٹرول حکمران اپنی ذاتی کرسی کے تحفظ کی قیمت پر ملکی خام مال اور افرادی قوت اپنے آقاؤں کی سستی منڈیوں

میں بیچ کر خوشی محسوس کرتے رہے اور اہل وطن کو زر مبادلہ کی کمائی کا مژدہ سناتے رہے۔ سامراج کے ان پروردہ اور ساختہ طبقوں نے اقتصادی غلامی، نمائشی بود و باش رہن سہن سیاسی آزادی اور ادھار اسلحہ و آہن نے جہاں بے روزگاری میں اضافہ کیا وہیں مشرقی و مغربی سامراج نے تیسری دنیا میں جغرافیائی، نسلی، قومیتی نظریات کی آبیاری کی۔ آج ان کی یہ فصل بہار دکھا رہی ہے۔ آج دونوں سامراج یک جاں دو قالب ہیں۔ تیسری دنیا ان کی زر خرید لونڈی اور جنگ و جدل کی دلدل۔ تیسری دنیا کے ہر خطے میں باہمی تنازعوں کی وجہ سے موت کا رقص ہو رہا ہے۔ گولہ و بارود کی خریداری کو اولیت دی جا رہی ہے اور مغربی استعمار کما رہا ہے۔ ہمارے حکمران اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے استعماری دنیا کے دروازے پر جھولی پھیلائے بیٹھے ہیں۔ اہل مغرب نے اپنے اطلاعاتی نظام کے ذریعہ تیسری دنیا میں بزدلی، تحقیر، تکبیر، برادر کش، غلامانہ ذہنیت، جمہوریت دشمنی، انصاف فروشی جیسی لعنتوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ اس کے نتیجے میں کالے آقاؤں کی ایک متبادل جماعت سیاست دانوں اور افسر شاہی کی صورت میں تیار ہو گئی۔ اس جماعت نے مغرب کے استحصالی نظام کو تحفظ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے دیئے ہوئے نظام تعلیم نے بزدل، باغی اور ذہن و عقل سے عاری انسان پیدا کئے۔ ہماری سیاست اور اقتصادیات غرض زندگی کی ہر شے قیدی ہو گئی ہے۔

پاکستان بھی تیسری دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جس کے عوام دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم ہونے والے عالمی نظام کی نئی تشریح نیو ورلڈ آرڈر میں اپنی قومی آزادی اور دینی حمیت کو برقرار رکھنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ہمارے حکمران طبقے نے شروع سے ہی زرعی، صنعتی، معاشی، اقتصادی، سائنسی اور تکنیکی ترقی کے حصول کے لئے غیر ملکی امداد پر انحصار کرنا شروع کر دیا۔ سامراج نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ہمیں دل کھول کر گرانٹ ان ایڈ، قرضے، موٹر کاریں، گندم، گھی، خشک دودھ، ماہرین نظریات، تعلیمی پالیسی، حکمران اور احکامات دینے شروع کر دیئے۔ حکمران دو طرفہ تعلقات کو تقویت دینے اور افسران بالا غیر ملکی تربیت کے بہانے بیرون ملک بال بچوں سمیت سیر کو جانے لگے۔ ٹیکنالوجی درآمد کرنے کی بجائے غیر ملکی سامان آسائش درآمد ہونے لگا۔ نتیجتاً ہماری زراعت اور صنعت مستقل بیماری کا شکار ہو گئی۔ ستر فیصد آبادی کا پیشہ زراعت ہے لیکن گندم و دودھ باہر سے منگوا کر لاتے ہیں۔ تعلیم و خواندگی کی

جگہ جہالت نے ڈیرے ڈال لئے۔ پاکستان میں خواندگی کی شرح دنیا میں سب سے کم ہے۔ پجارو اور کلاشنکوف کلچر کی ریل پیل نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ امریکہ اور مغربی سرمایہ دار ممالک نے ہماری سیاسی آزادی، آزاد خارجہ و دفاعی پالیسی اور اقتصادی نظام چھین لیا۔ آج ہماری نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں پر اغیار کے نظریات کی یلغار ہے۔ ہماری قوم ذہنی طور پر اب اتنی کھوکھلی ہو چکی ہے کہ وہ اپنی امنگوں کے قبرستان کی خاموشی کو سیاسی و اقتصادی استحکام سمجھ بیٹھی ہے۔ امریکہ، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور مغربی ممالک نے ہماری معیشت و صنعتی ترقی کے لئے جو صنعتی بنیادیں فراہم کی ہیں وہ ہم سب پر عیاں ہیں۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ اگر لنڈے کے کپڑے بند ہو جائیں تو آدھی قوم ننگی پھرتی نظر آئے گی۔ آج ہمارا مستقبل مغرب کے پاس گروی ہے۔ قرضوں اور امداد کے معاہدوں میں شرمناک خفیہ شرائط نے قرض دینے والے ممالک کو مداخلت کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ پاکستان کو اپنا کاروبار ریاست چلانے کے لئے سالانہ ۲۱۰۵ ملین ڈالر سے زائد غیر ملکی امداد کی ضرورت ہوتی ہے جس میں صرف امریکہ ۶۴۔۵ ملین ڈالر قرضہ دیتا ہے۔ جس میں امریکہ کا حصہ پندرہ تا بیس فیصد ہوتا ہے۔ باقی قرضے ہم دیگر ممالک جن میں یورپی ممالک کی اکثریت ہے سے حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے کل قرضوں کا تخمینہ ۴ سے ۵۴ کروڑ ڈالر ہے۔ ان قرضوں پر سالانہ ۱۸۰ ارب روپے سے زائد سود ادا کیا جاتا ہے۔ اس وقت ہم دنیا کے مقروض ممالک میں بارھویں نمبر پر ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ہم پر کوئی قرضہ نہ تھا۔ ۱۹۵۰ء میں ۳۰۰ ملین ڈالر ۱۹۸۷ء میں ۱۶۰۰۰ ملین ڈالر سے بڑھ کر چار ہزار کروڑ روپے تک پہنچ گیا۔ بیرونی قرضے ہماری کل قومی آمدنی کا ۳۶ فیصد ہیں۔ سٹیٹ بینک پر حکومتی کنٹرول ہے۔ ہم اپنا کاروبار ریاست نوٹ چھاپ چھاپ کر چلا رہے ہیں۔ حکومتی ذرائع ابلاغ ان قرضوں کو امداد کا نام دیتے ہیں اور قوم خوش ہو جاتی ہے۔ قرضے دینے والے ممالک، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے شکنجوں نے ہماری معیشت کو کس رکھا ہے۔ ہماری روزمرہ اشیاء ضرورت کی قیمتوں کا تعین، تعلیمی پالیسی، ٹرانسپورٹ کے کرائے اور پینے کے پانی کی فراہمی غرض ہر شعبہ زندگی پر قرض دینے والے ممالک اور ایجنسیوں کی عملداری ہے۔ ہمارا حساب کتاب انہی کے پاس ہے۔ ہمارے سیاسی عمل کا کارڈ، حال و مستقبل اور حق حکمرانی کی سند بھی کے مالک وہ ہیں۔ ہمارے

ملک کی بگڑتی ہوئی امن و امان کی صورت حال سے مغرب کے کارخانے چلتے ہیں۔ جبکہ اندرون ملک غریب کے باورچی خانے کی آگ بجھتی ہے۔ ہمارا سوشل سیکٹر اپاہج ہو کر رہ گیا ہے۔ آہیں، سسکیاں، فاقے، بن بیاہی بیٹیاں، بے دودھ کے شیر خوار بچے، بغیر دوا کے مریض اور اسپتال اور بغیر تعلیم کے نسل کب تک ہمارا مقدر بنی رہے گی؟ آج ہمارے ملک میں قلم، کاغذ، قانون، آئین، معصومیت، شرافت اور علم کی جگہ کلاشنکوف، لوٹ مار، قبضہ گروپ، بھیرو اور ہتھیار برداروں کو عزت مل رہی ہے۔ ہمارے ہاں اٹھارہ ہزار ایسے سکول ہیں جن کی چھت نیلا آسمان ہے۔ جبکہ امراء کے محلوں کے خالی کمرے بھائیں بھائیں کر رہے ہیں۔ سولہ ہزار سے زائد سکولوں کو صرف ایک کمرہ نصیب ہے اور پانچ جماعتوں کو صرف ایک استاد میسر ہے جبکہ حکمرانوں اور افسروں کو چوکیدار، چپڑاسی، ڈرائیور، باورچی، مالی، دھوبی، گاڑی، ہوائی جہاز بھی نصیب ہیں۔ ان کے بچے اعلیٰ سکولوں میں پندرہ ہزار روپے ماہانہ تک خرچ کرتے ہیں اور ملک کے سیاست کے بازار میں داخل ہونے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ اس طبقے کے ہر فرد کے لئے ایک ڈاکٹر اور نرس موجود ہے۔ جبکہ عام آدمی کے لئے ۱۲۲۰۰ افراد پر ایک ڈاکٹر موجود ہے۔ پاکستان جیسے مقروض نظریاتی ملک کو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا۔ ہم اپنی قومی غیرت کو نیلام کر چکے ہیں۔ اس غیر معمولی سناٹے کو امن سے تشبیہ دینا خود فریبی ہے۔

امریکہ اور مغربی ممالک ٹیکنالوجی کے تبادلے کو سیاسی و معاشی غلامی کے عوض بھی ہمیں دینے کو تیار نہیں۔ امداد و تعاون کے نام پر اپنی مصنوعات کی منڈی بنانا ان کا کام ہے۔ ہر قسم کا فوجی ساز و سامان فروخت کرتے ہیں اور ان کے فاضل پرزہ جات جن میں معمولی نٹ بولٹس بھی شامل ہوتے ہیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ نتیجتاً ہمارے کارخانے اور بیڑے معمولی چیزوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے بے حرکت ہو جاتے ہیں۔ یہ قرض دہندگان یہ فاضل پرزے اپنی شرائط پر مہیا کرتے ہیں۔ بعض اوقات بے اثر ٹیکنالوجی کا تبادلہ اس وقت کرتے ہیں جب پسماندہ ملک اپنی تحقیق کے ذریعہ اسے حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ فوجی ساز و سامان میں اگر ایک کو ٹینک دیتے ہیں تو اس کے مخالف کو ٹینک شکن مہیا کر دیتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک نے ٹیکنالوجی کا تبادلہ نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ ہمارے ملک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے جو رقم مختص کی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ رقم کتوں اور ریچھوں کی لڑائیوں پر شرط لگا

کر ضائع کر دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کتب کی درآمد پر خرچ ہونے والی رقم سامان تعیش پر خرچ ہونے والی رقم سے بہت کم ہے۔ زراعت کا سبز انقلاب، تعلیم و امن کا سفید انقلاب اور صنعت و حرفت کا دھواں دار انقلاب ابھی تک ایک خواب ہے ایک سراب ہے۔

ہمارے حکمران طبقے کی گیدڑ بھبکیوں اور نورا کشتیوں نے ہمیں اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں ہم ہارے ہوئے جواریوں کی طرح اپنی عزت کو بھی نیلام کرنے لگے۔ غیر ملکی امداد قرضہ ہماری تعمیر و ترقی کے لئے نہیں بلکہ زندہ رہنے کے لئے ضروری ہو گیا ہے۔ ان غیر ملکی قرضہ جات کی وجہ سے اخلاق، نیکی اور انسانی ہمدردی کے تصورات ہمارے معاشرے سے پھسل کر نکلتے جا رہے ہیں۔

غیر ملکی قرضہ ایسی شرائط پر ملتا ہے کہ ہم ان کی ادائیگی کرتے کرتے گھس گھسا کر ختم ہو رہے ہیں مگر ان کا قرضہ اور سود بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ قرضہ جات سود کے گرد گھومتے ہیں۔ سود اسلام میں حرام ہے اور ہم اس حرام کاروبار میں پوری تندہی سے محو اور مصروف ہیں کیونکہ ہم اپنے ملک کے لئے خود مختار سیاسی و معاشی نظام متشکل ہی نہیں کر سکے۔ ان قرضوں کی وجہ سے پبلک سکول، مربعے، زمین، کارخانے بڑھنے لگے اور مستری، مزدور، مالی، معلم، مدبر، مفکر اور دانشور کم ہونے لگے۔ زمین کے اصل مالک تعلیم، صحت، آزادی اور انصاف سے بیگانہ ماحول میں جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں جبکہ استحصالی اقوام ہماری محنت پر عیش کر رہی ہیں۔ پاکستانی ریاست کے پاس نیشنل پاور کے تمام عناصر وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ہمیں غیر ملکی قرضوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنی خود مختاری کا تحفظ کرنا ہے۔ ہمیں دور رس تبدیلیاں لانا ہیں۔

داخلہ اور خارجہ پالیسیوں میں متحرک منصوبہ بندی کے ذریعہ ایک باعمل نظام متشکل کرنا پڑے گا جو ہمیں غیر ضروری غیر ملکی قرضہ جات سے چھٹکارا دلا دے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مختصر عرصے میں ایک مضبوط، مستحکم، آزاد اور خود مختار پاکستان کو اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے قابل بنا دے۔ ان سب چیزوں کے لئے باعزم قیادت کی ضرورت ہے۔ اللہ کرے کہ پاکستان کے حکمران طبقے کو یہ خیال آئے کہ یہ قیادت اجتماعی سطح پر تیار کی جائے جس میں پسماندہ اور درمیانہ طبقہ بھی شامل ہو۔ نہیں تو طوفان نوح کے آثار تو پیدا ہونا شروع ہو ہی گئے ہیں۔ (بشکریہ: "روزنامہ پاکستان" ندائے اہلسنت، جون ۱۹۹۱ء صفحہ نمبر ۱۰)

جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی ایوان وقت میں

ہم ملک کو فلاحی اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں

میزبان: ارشاد احمد عارف...... رپورٹ: خواجہ ثاقب غفور

میزبان: مولانا! ایوان وقت میں ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ انتخابات کا زمانہ ہے سب سے پہلے آپ ہمیں جمعیت علماء پاکستان کے منشور کے چیدہ چیدہ نکات سے آگاہ کریں۔

جواب: ہمارے منشور کی بنیادی بات نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہے۔ آج کے نظام میں تبدیلی کیسے آئے گی یہ ہمارا منشور بتاتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے لئے اسلامی فلاحی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاحی ریاست تو مغربی ممالک ناروے، سویڈن، ڈنمارک، انگلینڈ میں بھی ہے۔ میرے خیال میں وہاں کچھ باتیں ضرور ہیں لیکن اخلاقی و معاشرتی حالت درست نہیں ہے۔ ہماری مراد فلاحی ریاست سے یہ ہے کہ پرائمری سے یونیورسٹی تک تعلیم مفت ہو، صحت و علاج کی سہولتیں، دوا خانے، ہسپتال قائم ہوں، ایسا طرز زندگی جو دنیاوی و روحانی پہلو سے مکمل ہو ہم مکمل قسم کا مادی و روحانی سکون قائم کرنا چاہتے ہیں۔ دنیاوی زندگی کی ہر سہولت عوام کو میسر ہو۔

ہم حکومت کے قبضہ میں پڑی بیکار اراضی غریبوں میں تقسیم کریں گے۔ بورڈ آف ریونیو کی اراضی، ریلوے کی اراضی وغیرہ۔ آج کل جاگیردار، وڈیرے، سرمایہ دار مختلف ہتھکنڈوں سے حکومت سے زمین لے لیتے ہیں مثلاً گھوڑیال سکیم کے تحت ۷ یا ۵ مربع لے لیتے ہیں۔ جاگیرداروں سے ایسی زمین واپس لے لی جائے گی۔ ہم ایسی زرعی زمین شہریوں کو دے دیں گے جو وہ کاشت کریں گے۔ یہ ان کی ملکیت ہو گی۔ ہم تمام بیکار پڑی ہوئی بنجر زمین کاشت کار کو دے دیں گے۔ جس سے خوشحالی آئے گی۔ اسلام کے اصول بڑے سنہرے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اگر کسی شخص نے سرکاری (بنجر) زمین کو آباد کر لیا تو وہ اس کا مالک ہے۔" ہم اس اصول کو ریاست میں لاگو

کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: کیا یہی اصول نجی ملکیت میں ایسی اراضی پر بھی لاگو ہوگا جو بیکار پڑی ہے؟ اور جاگیردار نہ تو اسے خود کاشت کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے دیتے ہیں؟

جواب: حکومت جاگیرداروں کی بیکار پڑی زمین کو قبضہ میں لینے کا حق رکھتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے بھی ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو زمین دی وہ کاشت نہیں کر سکے تو آپ ﷺ نے واپس لے لی۔ اس کے بہت شرعی نظائر موجود ہیں۔ ایک اصول بنایا جا سکتا ہے کہ ۲۵ ایکڑ زمین کوئی کاشت کرے تو وہ اسے دے دی جائے گی۔ طویل عرصے سے بیکار پڑی زمین حکومت لے بھی سکتی ہے۔ اسلامی حکومت زمین کی حد ملکیت بھی مقرر کر سکتی ہے۔ ہم مزدوروں کو کارخانے، ملوں، فیکٹریوں میں باقاعدہ حصہ دار بنائیں گے۔ لازمی فوجی تربیت ہر ۱۸ سال کا نوجوان لے گا۔

سوال: پچھلے کئی برس سے عوام مطالبہ کر رہے ہیں کہ بڑے جاگیردار، زمیندار قومی آمدنی میں کوئی حصہ نہیں ڈالتے۔ ایک اندازے کے مطابق ۶ ارب روپے زرعی ٹیکس وصول ہو سکتا تھا۔ آپ کے خیال میں زرعی ٹیکس کا نفاذ ہونا چاہیے؟

جواب: حکومت اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے ٹیکس لگا سکتی ہے، زرعی ٹیکس بھی لگنا چاہیے لیکن ہمارے ہاں وصولی کا نظام درست نہیں ہے۔ نظام ٹیکس میں انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس نظام کے تحت تو حکومت ۶ ارب ہرگز وصول نہیں کر سکے گی۔ مختلف اہلکار ٹیکس کھا جاتے ہیں، رشوت کا بڑا منظم و سنگین نظام ہے۔ ہمارے ہاں ٹیکس مقرر نہیں ہے جبکہ دنیا کے اکثر ممالک میں ٹیکس فکس ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں تو ۱۹۲۱ء کا انکم ٹیکس آرڈیننس انگریز کا بنایا ہوا نافذ ہے اس میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی گئی۔ آج کل ۳۰ ہزار سے زائد آمدنی پر ٹیکس ہے۔ بے شمار پیشے ایسے ہیں جن پر ٹیکس لگتا ہی نہیں مثلاً حلوہ پوری بیچنے والا روزانہ ۵۰۰۰ روپے کماتا ہے لیکن ٹیکس نہیں دیتا۔ ہمیں آمدنی مقرر کر کے ٹیکس نافذ کر دینا چاہیے مثلاً ۵ فیصد ایک لاکھ پر دینا ہوگا۔ ہمارے ہاں ٹیکس چوری سے قومی خزانہ خستہ حال ہے۔ یہ کینسر زدہ ہو گیا ہے۔ اگر پورے ٹیکس وصول ہوں تو خزانہ بہت بھر سکتا ہے۔ ایک سابق وزیر خزانہ ورلڈ بینک کے ملازم، ماہر اقتصادیات نے یہ تو کہا کہ سالانہ ۴۰، ۵۰ ارب ٹیکس چوری ہوتا ہے

لیکن اس ٹیکس چوری کو روکنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔ ہم ٹیکس نظام کو بالکل تبدیل کر دیں گے۔ چونگی ٹیکس ختم کر دیں گے۔ ہر چند میل پر چونگی ٹیکس زیادتی ہے۔ ہم اس کا خسارہ صوبائی حکومت کے کھاتے سے پورا کریں گے۔ مرکزی و صوبائی ٹیکسوں کے علیحدہ علیحدہ نظام نے عوام کو پریشان کر دیا ہے۔ انہیں بہت مشکلات درپیش ہیں۔ حکومت مرکزی طور پر ٹیکس جمع کرے، بعد میں خود علیحدہ علیحدہ محکموں کو دے دے۔ عوام کو سہولت دی جائے کہ تمام ٹیکس ایک ہی وقت، ایک ہی جگہ اکٹھے جمع کرائیں۔

سوال: آپ نے فوجی تربیت کے بارے میں فرمایا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے اس سے اخراجات بڑھ جائیں گے۔ اس کے علاوہ یہ خطرہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ تربیت یافتہ نوجوان تخریب کاری میں ملوث ہو جائیں۔

جواب: بعض اوقات غیر ذمہ داری کا مظاہرہ ہو سکتا ہے لیکن پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ ہمارے ہاں تو فوجی تربیت ضروری ہے۔ ہمارا ملک خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ ہمارے ملک پر اب تک ۳ جنگیں مسلط کی جا چکی ہیں۔ افغانستان و روس سے ہم غیر محفوظ ہیں۔ افغان مسئلہ اور پھر واخان کی پٹی پر روسی قبضہ سے پاکستان کی سرحدیں روس سے مل گئی ہیں۔ اسلام میں تو جہاد کی تعلیم ہے۔ ہر شخص کو تیار کرنا چاہیے۔ فرانس، ہالینڈ، جرمنی، بیلجیم، وغیرہ میں فوجی تربیت لازمی ہے۔ ۱۸ برس کا نوجوان ایک سال فوجی تربیت ضرور لیتا ہے۔ ہم منصوبہ بندی کریں۔ کالج کے ایک ایک لاکھ یا ۵۰ ہزار نوجوانوں کو منتخب کریں۔ ہمارے فوجی اخراجات بچ سکتے ہیں۔ ہماری فوج کو ہر سال نئے افراد بھرتی کرنا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ وہاں بنے بنائے جائیں گے۔ ہر سال ۲۵، ۵۰، ۷۵ ہزار تیار کر سکتے ہیں۔

سوال: جمعیت علماء پاکستان کا پروگرام عملی صورت میں نافذ کرنے کے لئے اقتدار میں آنا ضروری ہے تاکہ اسلامی نظام کی راہ ہموار ہو سکے لیکن موجودہ حالات میں اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ بظاہر نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ کیسے ہوگا؟

جواب: پارلیمنٹ میں اگر ہم تھوڑے بھی ہوں تو اچھی لابی بنا سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ دینی جماعت اکثریت میں برسر اقتدار آئے۔ دوسری جماعتوں سے مل کر کام چل جاتا ہے۔ بشرطیکہ اخلاص ہو۔ مثلاً ماضی میں جمعیت علمائے پاکستان کے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کل 8

ممبر منتخب ہوئے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ۸ ویں رکن تھے۔ الیکشن پٹیشن کی کامیابی کی وجہ سے ۷ ممبران رہ گئے۔ تین حضرات پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ باقی چار رہ گئے۔ ایک ممبر مولانا محمد ذاکر فالج کی وجہ سے معذور تھے لیکن دینی جذبے، حمیت و غیرت کی وجہ سے اسمبلی تشریف لائے تھے۔ یہ دستور سازی کا زمانہ تھا۔ میں نے مشترکہ طور پر کام کرنے کی تجویز پیش کی۔ پارلیمنٹ نے 25 رکنی کمیٹی بنائی۔ میں بھی ممبر تھا۔ میں نے کہا کہ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب آئینی طور پر بنوایا جائے۔ ہماری مشترکہ جدوجہد سے یہ کام ہو گیا۔ پھر میں نے تجویز پیش کی کہ آئین میں مسلمان کی تعریف نہیں لکھی اسے بھی درست کیا جائے۔ آئین میں یہ تو لکھا تھا کہ صدر مسلمان ہو گا لیکن مسلمان کسے کہتے ہیں یہ نہیں لکھا تھا۔ اس پر اختلاف ہو گیا کہ آپ ہنگامہ کروا دیں گے۔ مسلمان کی تعریف پر علماء متفق نہیں ہوں گے۔ میں نے دوسرے دن ہی مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کر دی۔ یہ دونوں دستوری ترامیم پہلے کسی آئین میں درج نہ تھیں۔ ہم نے یہ کام پیپلز پارٹی کی اکثریتی حکومت سے کرایا۔ کبھی بائیکاٹ کی دھمکی، کبھی بات چیت، کبھی واک آؤٹ وغیرہ سے بات منوا لیتے تھے۔ پھر میں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی۔ اس پر ۲ ماہ بحث ہوئی۔ حزب اختلاف نے اسے متفقہ قرارداد بنا دیا۔ ہم نے یہ کام بھی کروا لیا اگرچہ پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔

سوال: کیا دینی جماعتوں کے لئے اقتدار حاصل کرنا ضروری نہیں؟

جواب: اگر اقتدار میں آ جائے تو بہتر ہے لیکن نہ آئے تو کام چل سکتا ہے۔ آخر ہماری پارلیمنٹ میں مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو باعمل کرنے کے لئے جدوجہد کی جا سکتی ہے۔

سوال: صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے بحث چھیڑی تھی کہ موجودہ جمہوریت مغربی نظریہ ہے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام میں ایسی جمہوریت نہیں ہے۔ آپ کے خیال میں اسلام میں جمہوریت کی گنجائش ہے اور آج کل عوام کو حکومت کے مشورے میں کیسے شریک کیا جا سکتا ہے؟ نیز کیا اسلامی مملکت میں فوج سیاسی کردار ادا کر سکتی ہے؟

جواب: جمہوریت میں پارلیمانی و صدارتی نظام ہوتے ہیں۔ اسلام میں تو جمہوریت کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ مسلمان کا کام تو مشورے کے بغیر نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضور

اکرم ﷺ سے فرمایا کہ مشورے کے بغیر کام نہ کرو حالانکہ ان کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اسلام میں آمریت نہیں ہے نہ ہی وراثتاً منتقل ہو سکتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ جلال الدین سیوطی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں بیعت ہوئی۔ ظاہر ہے عوام کی رائے لی گئی۔ اس وقت یہی رواج تھا۔ بیلٹ، ووٹ، مشینیں نہ تھیں۔ عرب میں قبائلی نظام تھا۔ اس کو بھی حضور ﷺ نے ختم کر دیا۔ ہر شخص کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلفاء نے رائے کا موقع دیا۔ مسلمانوں میں اظہار رائے کا طریقہ بیعت عامہ کا طریقہ تھا۔ تو اسلام میں جمہوریت تو ہے البتہ فوج کو حکومت کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا تھا نہ اقتدار میں شریک کیا گیا تھا نہ حکومت میں حصہ مقرر ہوتا تھا ایسا خلافت راشدہ میں ممکن تھا لیکن کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایسا ہونے نہیں دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج سول حکومت کے ماتحت تھی۔ خلفاء سپریم کمانڈر تھے۔ فوج کے کمانڈر حکم لیتے تھے، حکمران کو دیتے نہیں تھے۔ جیسا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ثابت کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نامور فوجی جرنیل عمر ابن العاص، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم اور دوسرے بے مثال فاتح حکومت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ حالانکہ دو دن مکمل خلاء رہا۔ وہ سرحدوں کی حفاظت اور دفاع کی ذمہ داریوں و جہاد میں مشغول رہے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ہوا۔

سوال: اسلام میں ایمرجنسی کا کوئی تصور ہے جس میں بنیادی حقوق معطل ہوں؟

جواب: حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ہی روم جیسی طاقت سے جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں، آپ نے دونوں طاقتوں کو چیلنج کر دیا تھا۔ اندرونی سطح پر سرداری قبائلی نظام ختم کر دیا تھا دوسری طرف بادشاہوں کو چیلنج کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے جاگیرداری نظام کو جڑوں سے ہلا کر رکھ دیا جبکہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں ایران کی طاقت ختم کر دی گئی۔ دوسری بڑی طاقت کو حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں اکھاڑ دیا گیا۔ شہنشاہیت ختم کر دی گئی۔ حضور اکرم ﷺ مدنی زندگی میں مسلسل حالت جنگ میں رہے لیکن کبھی عوام کے بنیادی حقوق معطل نہیں کئے گئے۔ عوام کو اختیار تھا کہ وہ حکمران سے بھی بدلہ لے سکتے ہیں اور ایسا ہوا، بعد میں ۴ خلفاء بھی دین کی دعوت و جہاد میں مصروف رہے لیکن کبھی ایمرجنسی نافذ نہیں ہوئی۔ اسلام میں ملوکیت،

آمریت نہیں ہے۔ عوام کی بالادستی کا واضح تصور موجود ہے۔

سوال: آج کل بحث چل رہی ہے کہ خواتین کی نشستیں کیوں ختم کی گئیں اور ۵۱ فیصد آبادی کی نمائندگی نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ ماضی میں عورت کے خلاف شرح حکمرانی کی بحث چل پڑی۔ جبکہ ماضی میں محترمہ فاطمہ جناح کی واضح مثال سامنے ہے۔ ہمارے ہاں اس مسئلے کو کس طرح حل کیا جائے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: جہاں تک عورت کے کاروبار حکومت میں شرکت کا تعلق ہے تو ان سے مشورہ تو لیا جاسکتا ہے لیکن عورتوں کے لئے نشستیں مخصوص نہیں کی جاسکتیں۔ ایسا کسی مغربی جمہوری ملک میں بھی نہیں ہے۔ یہ تو بہت اچھا ہوا کہ عورتوں کی نشستیں ختم کر دی گئی ہیں۔ امریکہ ایک جمہوری، ملک ہے وہاں کوئی عورت سربراہ مملکت نہ بن سکی۔ ایک خاتون نے کوشش کی تھی لیکن بری طرح ناکام رہیں۔ البتہ انگلینڈ میں مارگریٹ تھیچر "آئرن لیڈی" کی مثال ہے۔ وہاں بھی بادشاہوں کے حقوق محدود ہیں۔ اسرائیل کی گولڈا میئر۔ بھارت کی اندرا گاندھی۔ سری لنکا، فلپائن کی مثالیں موجود ہیں میں اپنے نقطہ نظر سے علماء کے نقطہ نظر سے متفق ہوں کہ اسلام میں عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی۔ اگر عورت گھر چھوڑ دے تو معاشرت تباہ ہو جائے گی۔ خاندانی نظام تباہ ہو جائے گا۔ ہمارے ہاں سربراہ مملکت بے نظیر نہیں تھی جیسا کہ صدر اسحاق خان کے حکم کے نفاذ سے معاملہ واضح ہو گیا۔ اصل سربراہ اسحاق خان تھے، بے نظیر نہیں تھی۔ اس کے علاوہ عورت کے لئے پردہ واجب ہے۔ سر کا ڈھانکنا، سینے کا چھپانا وغیرہ تو سورۃ نور اور احزاب سے واضح ہے۔ عورتوں کو مردوں میں لاکھڑا کرنا شعائر اسلام کی بے حرمتی ہے۔ عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی۔ علماء کا یہ فتویٰ بالکل درست ہے۔

ہمارے ہاں اور اہم مسائل بھی ہیں۔ سود کا سنگین مسئلہ ہے۔ طوائفوں کے بازار، زنا کے اڈے۔ یہ غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ یہ تمام مطلق حرام ہیں اور قرآنی احکام کا انکار کفر ہے۔

سوال: سیاسی حالات سے واضح ہے کہ اب تو زیادہ برے اور کم برے کا معاملہ رہ گیا ہے۔ کیا دینی جماعتوں کے اقتدار میں آنے سے کچھ موقع مل سکتا ہے کہ عوام میں تبدیلی آسکے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر گزرنے والا دن تباہی کی طرف جا رہا ہے اور اصلاح کی گنجائش نہیں

رہی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: ابھی کچھ موقع باقی ہے کیونکہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ ہمارے بگاڑ کا سبب انگریز کی سازشیں بھی ہیں۔ ہمارے معاشرے کی حالت بہت خراب ہے۔ ہیروئن کے "نسخہ کیمیا" نے راتوں رات امیر بننے کے خواب دکھائے اور زہر پھیلایا۔ ناجائز اسلحہ کلاشنکوف کلچر کا فروغ ہوا، ملک میں بھرمار کر دی گئی۔ اخلاقی بے راہ روی، معاشرتی مسائل، وی سی آر کی لعنت، ننگی مغربی فلمیں، بھارتی فلمیں عروج پر پہنچ گئیں۔ اخلاقی انحطاط بہت بڑھ گیا اس میں شک نہیں کہ حالات بہت خراب ہیں لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔

سوال: بعض حلقے یہ کہہ رہے ہیں کہ کاروبار حکومت میں فوج کے کردار کا تعین ہونا چاہئے ورنہ ہر دو ایک سال بعد جمہوری ادارے ختم ہوتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں یہ تجویز رہی کہ فوج کا آئینی کردار متعین کیا جائے۔ آپ کے خیال میں آئینی طور پر فوج کا کوئی کردار متعین ہونا چاہئے؟

جواب: اگر ہم نے ایک مرتبہ یہ غلطی کر لی تو پھر کوئی راستہ نہیں رہے گا۔ فوج کی بالادستی تسلیم کرنے سے اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ اپنا آئینی کردار ادا کر کے رخصت ہو جائیں گے۔ انہیں ہرگز آئینی کردار نہ دیا جائے کیونکہ قیام پاکستان ایک جمہوری عمل کا نتیجہ تھا۔ فوج کا کوئی کردار نہیں تھا البتہ ہمارے سابقہ جرنیل انگریز کی فوج میں ملازم تھے اور ان کے مفادات کے لئے کام کرتے تھے۔ ہمارے ہاں فوج کو کوئی کردار نہیں دیا جاسکتا۔ ترکی میں خلافت عثمانیہ جب ختم ہوئی تو مصطفیٰ کمال اٹھے اور عوام کو متحد و منظم کیا۔ اس فوج نے اتحادی قوتوں کا مقابلہ کیا اور مصطفیٰ کمال نے ان کو بھگا دیا۔ آئین بھی بنایا۔ اس طرح فوج اقتدار میں رہی۔ اب اگر فوج ترکی میں حصہ مانگے تو جواز موجود ہے کیونکہ آزادی افواج نے دلوائی تھی۔ اس کے علاوہ سوئیکارنو نے جاپان کے خلاف فوجی طاقت کو منظم کیا۔ جاپان انڈونیشیا پر قابض ہو گیا تھا۔ سوئیکارنو نے "ڈچ" کو شکست دی اور آزادی حاصل کی۔ ان کی افواج نے جدوجہد آزادی میں بڑا کردار ادا کیا تو ان کا تو حق بنتا ہے لیکن پاکستان کی تاریخ میں افواج کا کوئی کردار نہیں ہے۔ یہ بیلٹ کے ذریعے بنا۔ بلٹ کے ذریعے نہیں۔ یہاں پرچی چلے گی برچھی نہیں۔ افواج کا ملکی معیشت میں آئینی کردار غیر جمہوری، غیر اسلامی اور غیر اخلاقی ہے۔

خلفاء رضی اللہ عنہم کے دور میں فوج سول حکومت کا مضبوط ستون ہوتا تھا۔

سوال: بعض لوگوں کا مشورہ ہے کہ موجودہ حالات کی وجہ سے فوج کا کچھ عرصے کے لئے کردار ہو سکتا ہے تاکہ محاذ آرائی نہ بڑھے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: فوج صرف اپنے کام سے کام رکھے جیسے ہندوستان میں ہے۔ وہاں افواج اور سیاست الگ الگ ہے۔

سوال: کشمیر اور خلیج کے مسائل پر آپ کا کیا موقف ہے؟ عراق، کویت، سعودی عرب تنازعہ میں کون ذمہ دار ہے؟ شملہ معاہدہ کی اہمیت کیا ہے؟ ہمارا کشمیر و خلیج پر کیا موقف ہونا چاہئے؟

جواب: کشمیری مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ اخلاقی و ہر طرح کی امداد ہمارا دینی اخلاقی فریضہ ہے کیونکہ انہوں نے بے شمار قربانیاں دی ہیں اور اس مرتبہ وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور بھارتی مظالم کے سامنے سینہ سپر ہوئے ہیں۔ ہمیں خود غیر جذباتی انداز اختیار کرنا چاہئے اور اس مسئلے کو پاک بھارت جنگ میں تبدیل نہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں کشمیریوں کی جدوجہد کو مغرب کے عوام سے متعارف کرانا چاہئے تاکہ ہندوستان پر سفارتی دباؤ پڑے۔ اسلامی ممالک ہندوستان کا تجارتی اقتصادی بائیکاٹ کریں۔ حکومت خارجہ پالیسی بہتر کرے لیکن یہ ہوگا نہیں کیونکہ بھارت کے سیاسی، تجارتی، اقتصادی روابط بہت مضبوط ہیں۔

خلیج کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ایک نیا گھمبیر مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ عراق کویت تنازعہ بڑا پرانا ہے۔ یہ دو ملکوں کا تنازعہ ہے لیکن اسے بین الاقوامی مسئلہ نہیں بنانا چاہئے تھا جو کہ عرب ممالک کی غلطی ہے۔ شاہ فہد کو اپنے تحفظ کی دعوت امریکہ کی بجائے اسلامی ممالک کو دینی چاہئے تھی۔ جو اسلامی ملک ۵ ہزار فوج بھیج سکتا تھا بمعہ جدید اسلحہ کے، حرمین شریفین کے لئے تمام مسلمان قربانی دینے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ جھگڑا عرب لیگ میں طے ہو سکتا تھا ورنہ اسلامی کانفرنس اس کا کوئی حل نکالتی جس کا ہیڈ کوارٹر بھی جدہ میں ہے۔ پہلے بھی ایران عراق تنازعہ چلا۔ پھر شط العرب پر قبضہ کا مسئلہ یہ علاقائی مسائل تھے لیکن اس مرتبہ اسے عالمی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مالی مسائل کے حل کے لئے ایک

مسلمان پر ایک روپیہ ٹیکس لگاتے تو ارب روپیہ اکٹھا ہو جاتا۔ حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے اگر ایک روپیہ مانگا جائے تو عوام ۵ دیں گے۔ اب سعودی عرب میں یہودی و عیسائی داخل ہو رہے ہیں۔ کیا مسلمان حفاظت نہیں کر سکتے؟ غیر ملکی کون ہوتے ہیں۔ مقامات مقدسہ میں دخل دینے والے میرے خیال میں عراق نے کوئی جارحیت نہیں کی۔ ان کے تیل کے کنوئیں اور پٹرول چوری ہو رہا تھا۔ مسلمان خود طے کریں کہ مسئلہ کیسے حل کرنا ہے۔ مسلمانوں کو صلح کرنی چاہئے۔

سوال: ہماری قومی سیاست دو متنازعہ اشخاص کے گرد گھوم رہی ہے جمہوری عمل بہت کمزور ہے۔ سیاسی خلا موجود ہے تو سیاسی استحکام و حل کیا ہوگا؟ اینٹی بھٹو و اینٹی ضیاء قوتیں سیاست میں متصادم ہیں؟ دوسری طرف سیاسی اتحاد بڑے کمزور ہیں۔ مسائل کیسے حل ہوں گے؟

جواب: انتخابات کی موجودہ صورت بڑی گھمبیر ہے۔ آج کل صرف جاگیردار، صنعت کار، وڈیرے اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ پی پی میں بڑے جاگیردار ہیں۔ جتوئی بہت بڑے جاگیردار ہیں۔ آئی جے آئی میں جاگیردار، صنعت کار ہیں۔ انہوں نے اپنے مفادات کے لئے سیاسی ہتھکنڈے بڑی کامیابی سے استعمال کئے ہیں۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب عوام ان جاگیرداروں، وڈیروں، صنعت کاروں کو اٹھا کر پھینک دے گی۔ یہ جنگ کے قابل ہی نہیں رہیں گے۔ یہ نوشتہ دیوار پڑھ لیں۔ عوام کا زبردست ریلا ان کو بہا کر لے جائے گا۔ ملک میں سیاسی استحکام کے لئے جمہوری اصولوں کو اپنانا ہوگا اور جمہوری عمل کے استحکام کے لئے سیاست دانوں کو با اصول سیاست کرنا ہوگی۔ آج کل تو نشستوں کی تقسیم بڑی متنازعہ ہے۔ اتحادی سیاست بڑی کمزور ہے۔ نشستوں کی تقسیم پر اختلافات ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی آئی جے آئی اور پی پی پی نے رابطہ کیا لیکن بات طے نہ ہو سکی۔ ماضی میں بھی وہ اصغر خان سے الجھے اور انہیں حق نہیں دیا۔ ہمارے ساتھ بھی زیادتی کرنے کی کوشش کی گئی اس لئے اتحاد نہیں ہو پاتے۔ بڑے سربراہوں کو وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذاتی مفاد پر قومی مفادات کو ترجیح دینی چاہئے۔ ایک بات طے ہے کہ اس ملک میں جمہوری عمل کے علاوہ کچھ نہیں چل سکتا۔

(ہفت روزہ احوال، ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۲ تا ۲۳)

تحریک پاکستان میں علماء حق کا کردار اور آج

میر نادر خان مروت ☆

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت اور مشائخ عظام کا کردار مثالی رہا ہے بلکہ قیام پاکستان اکابرین اہلسنت کی جہد مسلسل اور عظیم قربانیوں کا مرہون منت ہے۔ مملکت اسلامیہ پاکستان بظاہر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں معرض وجود میں آئی لیکن اس کی بنیاد پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ بطل حریت مرد مجاہد حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے زیر قیادت ۱۹۵۷ء کی لڑی جانے والی جنگ آزادی درحقیقت ایک الگ اسلامی مملکت کی جانب اہم پیش رفت تھی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب سے ۱۸۹۷ء میں پیش کیا جانے والا دوقومی نظریہ قیام پاکستان کے لئے سنگ میل ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ بنارس سنی کانفرنس میں علماء اہلسنت نے اس عزم مصمم کا اظہار کیا کہ اگر قائداعظم بھی قیام پاکستان سے مکر گئے تو ہم پاکستان بنا کر دم لیں گے۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی اس وقت بیرونی ممالک کے طوفانی دورے کر رہے تھے جبکہ غیر مسلم ممالک تو کجا اسلامی ممالک بھی پاکستان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آپ نے برادر اسلامی ممالک کے سربراہوں کو ٹھوس دلائل کے ساتھ پاکستان اور برصغیر کے مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی حقانیت ثابت کر دی اس طرح آپ نے باہر ممالک کے لیڈروں اور عوام سے اسلامیان برصغیر کا مطالبہ تسلیم کیا۔ آپ کی علمی قابلیت اور مدبرانہ سیاست سے متاثر ہو کر قائداعظم نے مبلغ اسلام کو "سفیر اسلام" کے لقب سے نوازا۔ اس کے علاوہ علماء اور مشائخ اہلسنت نے کانگریسی فرنگی ملاؤں کے ان تمام مکروہ چالوں کو ناکام بنا دیا جس سے وہ ہندو اور فرنگی کی نمک حلالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو گمراہ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہندو

☆ صدر سنی یوتھ فورس پاکستان

سامراج کا غلام بنانا چاہتے تھے۔ کانگریسی ملاؤں نے ہندو لیڈروں کو منبر رسول ﷺ پر بٹھا کر وہ ناپاک جسارت کی جو سادہ لوح مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ بن گیا۔ لیکن علماء اہلسنت نے جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانگریسی فرنگی تنخواہ دار ملاؤں کو ببانگ دہل للکارا۔ مسلمانوں پر ان کے ناپاک عزائم کا پردہ چاک کیا۔ علماء اہلسنت اور مشائخ عظام نے شہر شہر قصبہ قصبہ اور قریہ قریہ پھر کر رائے عامہ کو ہموار کیا۔

۱۹۳۷ء کے الیکشن میں صوبہ سرحد میں کانگریس کو بھاری اکثریت سے کامیابی ہوئی تھی۔ فرنگی سامراج نے مسلم صوبہ کو کانگریس اور ہندوؤں کے حوالے کرنے کی عیارانہ کوشش میں ریفرنڈم کا اعلان کیا کہ صوبہ سرحد کے غیور عوام جس سے الحاق کرنا چاہیں اپنی مرضی سے فیصلہ کریں۔ کیونکہ فرنگی اور ہندو سامراج کو یہ یقین کامل تھا کہ صوبہ سرحد کے غیور پٹھانوں کو کانگریسی ملاؤں نے ہندوؤں کا ہمنوا بنا لیا ہے اور ان کے سامنے اس سے پہلے ہونے والے انتخابات کا خاکہ تھا جس میں کانگریس نے بھرپور کامیابی حاصل کی تھی۔ لیکن علماء اور مشائخ اہلسنت نے ان کی اس مکروہ چال کو بھی ناکام بنانے کا تہیہ کر لیا اور علماء اہلسنت اور مسلم لیگ نے پشتون علماء پر مشتمل ایک وفد کو مسلمانان سرحد کو مسلم لیگ کی حمایت اور ریفرنڈم میں پاکستان کے حق میں فیصلہ دینے کے لئے روانہ کیا۔ پیر آف مانکی شریف حضرت امین الحسنات، حضرت مولانا عبدالحامد خان بدایونی، پیر آف زکوڑی شریف حضرت شاہ عبداللطیف، شیخ المشائخ خواجہ قمرالدین سیالوی اور دیگر علماء کرام نے صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں و شہروں قصبوں کا طوفانی دورہ کیا۔ غیور پٹھانوں کو کانگریس سے متنفر کر کے مسلم لیگ کی حمایت کے لئے نہ صرف تیار کیا بلکہ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہوتے رہے تھے ریفرنڈم کے دن گرین کلر بکس بھرے پڑے تھے جبکہ ریڈ کلر کے بکسوں میں نام کی پرچیاں تھیں۔ اس طرح ان علماء حق اور مشائخ عظام کی کوششوں سے صوبہ سرحد کے عوام نے پاکستان کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور یوں مسلم لیگ کو سرخروئی و کامرانی اور کانگریس کو ذلت و رسوائی نصیب ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد علماء حق نے چین کا سانس لیا اور اپنے دینی کاموں میں مصروف ہو گئے اور قائد اعظم اور دوسرے سیاسی لیڈروں کے حوالے پاکستان کی باگ ڈور دے دی۔ کیونکہ ان علماء حق کی منزل اقتدار نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی آزادی اور ایک علیحدہ اسلامی ریاست کی تشکیل تھی جو انہوں نے اپنا دینی وملی فریضہ سمجھتے ہوئے ادا کیا۔ لیکن بدقسمتی سے قائد اعظم کی رحلت کے بعد اور علماء اہلسنت کے ملک کو سیاسی لیڈروں کے رحم وکرم پر چھوڑنے پر دشمنان دین وملت کو درمیان میں گھسنے کا موقع فراہم ہوا جس سے فائدہ اٹھا کر اور بھیس بدل کا کانگریسی ملاؤں نے مسلم لیگ اور پاکستان سے وفاداری کا منافقانہ نعرہ بلند کیا اور دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر اور گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر ملت اسلامیہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور شریعت مطہرہ کی بالادستی کی راہیں مسدود کر دیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں علماء اہلسنت نے مثالی کردار ادا کیا اور مرتدین و منافقین کے خلاف جہاد کر کے باطل کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ ۱۹۷۳ء میں علماء اہلسنت نے وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جو تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین اور اس وقت کے قومی اسمبلی میں اپوزیشن کے پارلیمانی لیڈر قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیت کو للکارا۔ قومی اسمبلی کے اندر اور باہر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کی پرزور تحریک شروع کی۔ اپوزیشن کی چند جماعتیں جو سیکولر ازم کی حامی تھیں ان کے اراکین اسمبلی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر تیار کیا۔

پیپلز پارٹی ایک سیکولر پارٹی ہے اس لئے اس کو ایک خالص دینی و مذہبی اور اتنے بڑے کام کے لئے آمادہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن قائد اہلسنت نے سب کو ٹھوس دلائل سے قائل کیا اور سب یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اس کے بعد قائد اہلسنت نے اسمبلی میں بل پیش کیا جس کو بھاری اکثریت سے منظور کر لیا گیا اور یوں قادیانی غیر مسلم قرار دیئے گئے۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ اس عملی جدوجہد کا نام ہے جس میں سینکڑوں

جیالے نوجوانوں نے سینے پر گولیاں کھائیں۔ اسلامی نظام لائیں گے کا نعرہ مستانہ بلند کیا اور جام شہادت نوش کر گئے۔ علماء اہلسنت اور مشائخ عظام نے نفاذ نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز کیا اور اس جدوجہد میں کئی علماء شہید ہوئے۔ قائد تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ مولانا نورانی صاحب کو سندھ کے گرم ترین علاقہ گڑھی خیرو میں جھلتی دھوپ میں اور گرمیوں کے موسم میں بغیر چھت کے کمرے میں رکھ کر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی۔ تحریک پاکستان کے رہنما مولانا عبدالستار خان نیازی، مشیر اہلسنت مرد مجاہد صاحب زادہ محمد جمال الدین شاہ کاظمی اور دیگر رہنماؤں کو پابند سلاسل کیا گیا۔ جے یو پی کے ایک نوجوان رہنما صاحب زادہ فضل کریم (فیصل آباد) پر جو ظلم وتشدد کیا گیا وہ ظلم کی انتہا تھی جیسے جیسے ظلم بڑھتا گیا نوجوانوں کے جذبہ جہاد اور شوق شہادت میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخرکار حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور اقتدار کی منتقلی کے لئے مذاکرات شروع ہو گئے۔ نظام مصطفےٰ ﷺ پاکستان کا مقدر بنا ہی چاہتا تھا کہ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے اقتدار پر قبضہ جما لیا۔

اب ذرا ماضی کی اپنی درخشندہ تاریخ سے اپنے زوال پذیر حالات کا موازنہ ضروری سمجھتا ہوں۔ ہمارے اکابرین کی موجودہ روش باشعور اور مخلص سنی کے لئے لمحہ فکریہ بن گئی ہے۔ مقام غور وفکر ہے ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟ اب ہم صرف عظیم ماضی پر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور اپنے زوال پذیر حالات پر سوچنا تک گوارا نہیں کرتے تو پھر تابناک مستقبل کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ باطل قوتیں اور جماعتیں متحد ہو رہی ہیں جبکہ سواد اعظم اہلسنت والجماعت منتشر در منتشر ہو رہے ہیں۔ تحریک جنگ آزادی، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت ﷺ تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ تک علماء اہلسنت کا ایک پلیٹ فارم تھا۔ عوام اہلسنت متحد تھے آخر اس انتشار کے اسباب کیا ہیں؟ علماء اہلسنت کیوں منتشر ہو گئے؟ کیا علماء کرام اس گنہگار، سیاہ کار، کم علم اور ناتجربہ کار نوجوان کو جواب دینے کی زحمت گوارا کریں گے؟

(ہفت روزہ احوال، اکتوبر ۱۹۹۱ء، صفحہ ۲۲ تا ۲۳)

جرمنی سے مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیر اعجاز ہاشمی سے ٹیلی فونک گفتگو

قائد اعظم کی وارث اس وقت صرف اور صرف جمعیت علماء پاکستان ہے

ملک میں کوئی شیعہ سنی فساد نہیں حکومت لڑوا رہی ہے

وفاقی کابینہ کا سالانہ خرچ ۱۵ کروڑ روپے ہے

لاہور۔ جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ پاکستان کی وفاقی کابینہ کی فوج ظفر موج پاکستانی بجٹ پر بے جواز اضافہ اور قومی خزانہ سے بددیانتی ہے کیونکہ کابینہ پر کم از کم ڈیڑھ کروڑ خرچ ہوگا اور کم از کم پندرہ کروڑ روپے سالانہ وزیروں کی شاہ خرچیوں میں اڑا دیئے جائیں گے۔ جس ملک میں کم از کم تیس لاکھ افراد بے روزگار ہوں اس ملک میں اس طرح کی فضول خرچیاں شرمناک اور قابل مذمت ہیں۔ مولانا نورانی جرمنی کے شہر ہمبرگ سے جمعیت کے سیکرٹری اطلاعات پیر اعجاز احمد ہاشمی سے ٹیلی فون پر گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے پڑھے لکھے نوجوانوں کو روزگار ملے یا نہ ملے کم از کم پچاس وزیروں کو روزگار مل گیا ہے۔ اگر یہ رقوم عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتیں تو سینکڑوں گھرانوں کو اس پندرہ کروڑ روپے میں روزگار مل سکتا تھا مگر خود انحصاری کے دعوے کرنے والی حکومت نے اپنے ذاتی اقتدار کے لئے قومی خزانہ کو لوٹا ہے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ امن وامان کا مسئلہ برباد ہو چکا ہے۔ ملک میں کوئی شیعہ سنی فساد نہیں ہے۔ حکومت صرف اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے مختلف گروپوں کو لڑا رہی ہے تاکہ لوگ امن وامان سے پریشان رہیں اور حکومت کے محاسبہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے خود پہلے جھنگ کو کربلا بنایا اب پورے ملک کو کربلا بنا

کر شہیدوں کی لاشوں پر اتفاق برادرز کی چمنیاں روشن کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دین، اسلام، شریعت کے بلند بانگ دعوے کرنے والی حکومت علماء کو قتل کروا کر دین کی خدمت کر رہی ہے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ موجودہ مسلم لیگ کا قائد اعظم سے کوئی تعلق نہیں یہ قائد اعظم کے دشمنوں کا ٹولہ ہے کہ وہ قائد اعظم کے سنہری اصولوں ایمان اتحاد اور تنظیم کو برباد کر رہی ہے۔ ہارس ٹریڈنگ نواز شریف حکومت کا بنیادی اصول ہے۔ اس کے خلاف عوام کو سڑکوں پر آنا عوام کی مجبوری بنتا جا رہا ہے۔ جمعیت علماء پاکستان جمہوری عمل جاری رہنے کے حق میں ہے مگر موجودہ حکومت نے اپنے وجود کی خود ہی نفی کر دی ہے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ قائد اعظم کی حقیقی وارث اس وقت ملک میں صرف جمعیت علماء پاکستان ہے جو محنت، دیانت اور شرافت کے سنہری اصولوں پر عمل کر رہی ہے۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا نورانی نے کہا کہ جو لوگ اسلام کے نام پر اسلامی جمہوری اتحاد میں گئے تھے انہیں اپنی قیمت معلوم ہو گئی ہے اور انہیں ماننا پڑے گا کہ آئی جے آئی سے متعلق پہلے دن سے جو موقف جمعیت علماء پاکستان نے اپنایا تھا وقت نے اسی کو صحیح ثابت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی نے آئی جے آئی کو اسلامی قوت قرار دے کر اس کا ساتھ دیا تھا مگر آج یہ عالم ہے کہ آئی جے آئی کے غلام حیدر وائیں جیسے بے وقعت لوگ قاضی حسین احمد کے منہ آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی سے متعلق ہمارے نظریات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں مگر آئی جے آئی میں اس کی اب جو رسوائی ہو رہی ہے اس سے ہر دیندار شخص کو دکھ پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں وطن واپس پہنچیں گے۔ مولانا فضل الرحمٰن، جماعت اسلامی اور دیگر مذہبی قوتوں سے کسی مشترکہ لائحہ عمل پر بات چیت کریں گے۔ پیر اعجاز احمد ہاشمی نے مولانا نورانی کو مولانا فضل الرحمٰن سے اپنی گفتگو سے آگاہ کیا۔ مولانا نورانی نے کہا کہ حکومت، پاکستان کے جوہری پروگرام کو امریکہ کے پاس بیچنا چاہتی ہے مگر پاکستان کے غیور عوام اس کو اجازت نہیں دیں گے۔ مولانا نورانی نے جمعیت کے سیکرٹری جنرل جناب جنرل کے ایم اظہر خان، جنرل ایم ایچ انصاری، علامہ شبیر احمد ہاشمی، سید محمد محفوظ مشہدی، حاجی جاوید اقبال کی فرداً فرداً خیریت دریافت کی۔ (حمایت اہلسنت، ستمبر ۱۹۹۱ء، صفحہ نمبر ۱۶)

تعمیر ملت اور جے یو پی

......دینی و سیاسی تگ و تاز

کے چند نمونے......

☆ خالق دینا ہال کراچی میں "کشمیر کانفرنس"

☆ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا دورۂ پنجاب

☆ یوم بدر کے موقع پر دہشت گردی اور نسل پرستی کے خلاف امام احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان جہاد

☆ سیاسی اتحادوں کی ضرورت......مختلف مکاتیب فکر کے اتحاد............ (علامہ سید شبیر احمد ہاشمی کے قلم سے)

☆ اسلامی جمہوری محاذ میدان عمل میں............(محمد اکرم بٹ)

☆ اسلامی جمہوری محاذ کا قیام اور حکومت کی پریشانی............(محمد اکرم بٹ)

☆ دس انفارمیشن سیل کی کارگزاریوں کا پردہ چاک

☆ ایم کیو ایم کے بارے میں علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی؟ (محمد اکرم بٹ)

☆ اسلامی جمہوری محاذ کا پشاور میں پہلا عوامی جلسہ

☆ نگران حکومت نے مولانا نورانی پر شکست تھوپ دی.............(ڈاکٹر جاوید اختر)

☆ حلقہ این اے ۱۹۰......مولانا نورانی کی یقینی فتح پر ایم کیو ایم کی بوکھلاہٹ

☆ چوک گھنٹہ گھر ملتان میں جے یو پی کا عظیم الشان جلسہ عام......

☆ ملی یکجہتی کونسل کا قیام..................مولانا شاہ احمد نورانی صدر منتخب

☆ ایک دانشمندانہ تجویز......مولانا نورانی علماء و مشائخ کو ان کے فرائض یاد کروا رہے ہیں...............(عامر رضا)

گل ہائے عقیدت بہ حضور قائدِ ملت اسلامیہ

امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

ندیم احمد ندیم قادری نورانی

فاتحِ مرزائیت ہیں شاہ نورانی میاں | شیرِ ختمی مرتبت ہیں شاہ نورانی میاں
قادیانیت کو تارے دن میں دکھلاتے رہے | باکرامت شخصیت ہیں شاہ نورانی میاں
کیسے کیسے کارناموں سے بھی اُن کی حیات | نازشِ صدیقیت ہیں شاہ نورانی میاں
حربِ کافر کے لیے، سلطانِ جابر کے لیے | ہیبتِ فاروقیت ہیں شاہ نورانی میاں
ان کو اللہ نے بنایا صاحبِ جود و عطا | اسوۂ عثمانیت ہیں شاہ نورانی میاں
مظہرِ شیرِ خدا جن کو شجاعت میں کہیں | وہ بہادر شخصیت ہیں شاہ نورانی میاں
فکر و کردار حسینی کا بکھیرے نور، وہ | مشعلِ نورانیت ہیں شاہ نورانی میاں
وارثِ حضرت امام اعظم و غوث الوریٰ | مہرِ علم و معرفت ہیں شاہ نورانی میاں
اشرفی، رضوی، علیمی نسبتوں سے فیض یاب | صاحبِ روحانیت ہیں شاہ نورانی میاں
غیر بھی اُن کی قیادت پر کیا کرتے ہیں ناز | افتخارِ سنیت ہیں شاہ نورانی میاں
رحمتِ رحمٰن سے میرے بھی سر پر، اے ندیم! | ایک ظلِّ عاطفت ہیں شاہ نورانی میاں

کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی سے

بھارت روس کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا

جمعیت علماء پاکستان کراچی ڈویژن کے زیر اہتمام خالق دینا ہال کراچی میں ۱۱ جنوری ۱۹۹۲ء کو کشمیر کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، نیشنل پیپلز پارٹی، تحریک استقلال، پاکستان جمہوری پارٹی، مہاجر رابطہ کونسل، نیشنل تھنکر فورم، تحریک حریت کشمیر اور جمعیت علماء پاکستان کے قائدین نے خطاب کیا۔ یہ کشمیر کانفرنس اس حوالے سے اہم تھی کہ تمام تر سیاسی اختلافات کے باوجود مسئلہ کشمیر کے عنوان اور جدوجہد میں تمام سیاسی جماعتیں ایک آواز تھیں اور تمام سیاسی جماعتوں نے جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے کشمیر کانفرنس کے انعقاد کو سراہا اور کہا کہ جے یو پی نے کشمیر کانفرنس میں تمام سیاسی جماعتوں کو جمع کر کے قوم کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ گذشتہ دورِ حکومت میں کشمیر کے مسئلے پر عوام کو اعتماد میں لینے کے لئے سیاسی جماعتوں کی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں مختلف سیاسی جماعتوں نے اپنا نکتہ نظر بیان کیا تھا۔ اس کانفرنس کے بعد میں کچھ نتائج بھی سامنے آئے لیکن موجودہ دورِ حکومت میں ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جے یو پی کراچی ڈویژن کے زیر اہتمام کشمیر کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جس میں مختلف سیاسی جماعتوں نے شرکت کی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ حیرت کی بات یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں بھی اس مسئلے پر بحث نہیں کی گئی اور نہ ہی عوام کو اعتماد میں لیا گیا۔ عوام کو نہ یہ بتایا گیا کہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اور حکومت کیا کرنا چاہتی ہے اور کیا کر رہی ہے؟ اور اگر حکومت ایسا کرتی تو اسے عوام کی تائید و حمایت حاصل ہوتی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کشمیر کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کشمیری حریت پسندوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری مجاہدین نے مسئلہ کشمیر کو زندہ رکھا ہے اور انشاء اللہ کشمیریوں کی مسلح جدوجہد رنگ لائے گی اور اگر کشمیری مجاہدین کا یہ عمل، مزید ایک سال جاری رہا تو بھارت کو سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ اگر

کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی جاری رہی تو بھارت بھی روس کی طرح تباہ ہو جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا بھارت کا مکمل تجارتی بائیکاٹ ہونا چاہیے اور پورے عالم اسلام سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ بھارت کا تجارتی بائیکاٹ کریں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ۱۹۹۲ء کو آزادی کشمیر کا سال قرار دیا جائے۔ پارلیمنٹ میں مسئلہ کشمیر پر بحث کی جائے، پوری قوم کو اعتماد میں لیا جائے اور اقوام متحدہ میں بھی اپنے موقف کے لئے بھرپور آواز بلند کی جائے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ گلگت اور بلتستان کو کشمیر کا حصہ قرار دیا جائے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کشمیری مجاہدین کی جدوجہد اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا اور امید ظاہر کی کہ شہیدوں کا لہو رنگ لائے گا اور انشاء اللہ کشمیر میں آزادی کا سورج طلوع ہوگا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ حکومت کشمیر کے مسئلے پر اپنے مفادات کے لئے خاموش ہے اور صرف اور صرف اپنے ذاتی مفادات کے لئے کام کر رہی ہے۔

کشمیر کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جماعت اسلامی کے مرکزی نائب امیر پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ جے یو پی کے زیر اہتمام آج کی کانفرنس اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ پاکستان کی دینی اور سیاسی جماعتیں مسئلہ کشمیر پر ایک ہیں۔ پروفیسر غفور احمد نے کشمیر میں بھارتی مظالم پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ سیکولر ازم کے دعویدار بھارت نے کشمیری مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ مظلوم کشمیری مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔

کشمیر کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل پروفیسر این ڈی خان نے کہا کہ حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ عوام برقرار رہتے ہیں اور سیاسی جماعتیں نظام کے تحت چلتی ہیں اور یہ بات خوش آئند ہے کہ اس مسئلے پر عوام اور سیاسی جماعتوں کی رائے ایک ہے۔ پروفیسر این ڈی خان نے کہا کہ اقوام متحدہ کا دوہرا معیار اس کے زوال کا سبب بنے گا۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل سے مطالبہ کیا کہ ۱۹۹۲ء کو کشمیر کی آزادی کا سال قرار دیا جائے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جے یو پی کے مرکزی سینئر نائب صدر پروفیسر

شاہ فرید الحق نے کہا کہ موجودہ وزیر اعظم نے عراق اور کویت کے مسئلہ پر بڑی سرگرمی اور تیزی دکھائی تھی اور اسلامی ممالک کے دورے کئے تھے اور امریکہ سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ کر کام کیا لیکن نہ جانے کیا وجہ ہے کہ آج موجودہ وزیر اعظم پاکستان مسئلہ کشمیر پر خاموش ہیں اور تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے وزیر اعظم پاکستان کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ مسئلہ کشمیر کے نیک کام کے لئے آگے بڑھیں پوری قوم ان کے ساتھ ہو گی۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے حکومت کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی قوم اب جاگ چکی ہے، وہ کشمیری مظلوم مسلمانوں پر مزید ظلم و ستم برداشت نہیں کرے گی اور اگر حکومت نے اپنی پالیسی نہیں بدلی تو عوام حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

تحریک حریت کشمیر کے رہنما ڈاکٹر غلام قادر وانی نے کہا کہ کشمیر غلامی کی بدترین زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے لیکن اب کشمیر کے مظلوم مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ دنیا سے اپنا تسلیم شدہ حق جدوجہد سے منوا کر دم لیں گے۔ انہوں نے کہا بھارت نے کشمیری مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ۳۰ ہزار نوجوانوں اور سیاسی کارکنوں کو جیلوں اور عقوبت خانوں میں ڈال رکھا ہے۔ ۲۰ ہزار سے زائد کشمیری اب تک آزادی کشمیر کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر چکے ہیں۔

مزدور کسان پارٹی کے رہنما فتح یاب علی خان نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خالق دینا ہال وہ تاریخی ہال ہے جس میں آزادی کے متوالوں کے خلاف مقدمہ بغاوت چلا۔ انہوں نے کہا کہ "مسئلہ کشمیر" پاکستان کے عوام نے زندہ کر رکھا ہے۔ فتحیاب علی خان نے مظلوم کشمیری مسلمانوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر کے عوام اب فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ ہندوستان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان جمہوری پارٹی کے رہنما مشتاق مرزا نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کی اصل وجہ مسلمانوں کی اپنی کمزوری ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کی آزادی کے لئے عالم اسلام کو متحد ہو کر آواز بلند کرنا ہو گی۔ انہوں نے جے یو پی کی جانب سے کشمیر کانفرنس کو ایک جرات مندانہ اقدام قرار دیا اور خراج تحسین پیش کیا۔

پاکستان مسلم لیگ کے صدر شیخ لیاقت حسین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر

میں بھارت نے ظلم کی انتہا کر دی ہے اور انسانی قدروں کو پامال کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لیاقت نہرو معاہدے کے تحت حکومت ہندوستان اس بات کی پابند ہے کہ وہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرے۔ نیشنل پیپلز پارٹی کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات ضیاء عباس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کو مل بیٹھ کر مسئلہ کشمیر پر لائحہ عمل طے کرنا چاہئے کیونکہ یہ مسلمانان عالم کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ امریکہ نئے عالمی نظام کے تحت کشمیر کو مشروط آزادی دینا چاہتا ہے۔

مہاجر رابطہ کونسل کے رہنما نصرت مرزا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر جو ایشیا کا سوئٹزر لینڈ اور جنت ارضی کہلاتا ہے آج ظلم و ستم کی آگ میں جل رہا ہے۔ تحریک استقلال کے رہنما محفوظ یار خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آزادی کشمیر کے لئے آواز بلند کرنا آئی جے آئی کے منشور اور پروگرام کا حصہ تھا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد آئی جے آئی اپنے منشور سے انحراف کر رہی ہے۔

جے یو آئی کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل خواجہ شرف الاسلام ایڈووکیٹ نے کہا کہ آج کی یہ کشمیر کانفرنس کشمیری مسلمانوں پر بھارتی مظالم کے خلاف احتجاج بلند کرنے کے لئے بلائی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر کشمیر کی آزادی کے لئے عملی جدوجہد کرنی چاہئے۔

نیشنل تھنکرز فورم کے چیئرمین جاوید احمد صدیقی نے کہا کہ عالم اسلام کے حقوق کے لئے آواز حق بلند کرنا مولانا شاہ احمد نورانی کا شعار ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کا سیاسی موقف اور آنے والے سیاسی واقعات پر رائے پیشن گوئی کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ جس طرح اقوام متحدہ نے کویت کی قرارداد پر عمل درآمد کرایا اسی طرح کشمیر کی قرارداد پر عمل درآمد کرائے۔

کشمیر کانفرنس میں کراچی بار ایسوسی ایشن کے صدر شمشاد عالم لاری، مفتی غلام قادر کشمیری، جے یو آئی کے مرکزی رہنما قاری شیر افضل، جے یو پی کے مرکزی رہنما صوفی ایاز خان، مولانا جمیل احمد نعیمی، عثمان خان نوری، سابق قائد حزب اختلاف بلدیہ عظمیٰ کراچی صدیق راٹھور ایڈووکیٹ، سید ارشاد علی، محمد احمد صدیقی، السید عقیل انجم، طارق محبوب، ہاشم صدیقی ایڈووکیٹ، محمد الیاس ایڈووکیٹ، اسد شاہ نورانی، اسلام الدین ایوبی، وزیر رہبر، سید

برکت علی، کونسلر عبدالرزاق سانگانی، مفتی جان محمد نعیمی، مجاہد اشتیاق، سلیم الدین قریشی ایڈووکیٹ، سید محمد اعظم، شاہد مہر، اسمٰعیل کارا، شمیم صدیقی اور حاجی اورنگ خان نیازی نے شرکت کی۔ (ہفت روزہ احوال، جنوری ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

جھلکیاں

☆ شرکاء کشمیر کانفرنس کو جے یو پی کراچی ڈویژن کے زیر اہتمام خالق دینا ہال میں انعقاد تحریک آزادی کے عظیم رہنما مولانا محمد علی جوہر کے اس تاریخی ہال میں ۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء کے مشہور مقدمہ بغاوت کی یاد دلا رہا تھا۔

☆ کانفرنس کا آغاز قاری محمد رفیق اشرفی کی تلاوت قرآن پاک اور کلیم سرور کی نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔

☆ کانفرنس میں آخری آنے والے مہمان قاری شیر افضل تھے۔

☆ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض جے یو پی کراچی ڈویژن کے صدر سید ارشاد علی نے انجام دیئے۔

☆ کانفرنس گاہ میں جے یو پی کے سبز گنبد خضراء والے پرچم لہرا رہے تھے۔

☆ مولانا شاہ احمد نورانی جب ہال میں داخل ہوئے تو شرکاء احتراماً کھڑے ہو گئے۔

☆ استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین اسد شاہ نورانی مہمانوں کو اسٹیج پر لا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ اراکین اسلام الدین ایوبی ایڈووکیٹ، ڈاکٹر یونس انصاری، محمد عرفان مالکانی، محبوب سلطان بھٹی، محمد اسلام، محمد محمود احمد قادری نورانی پیش پیش تھے۔

☆ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

☆ کانفرنس کے شرکاء نعرے لگا رہے تھے۔

ہندو بنیا کا ایک ہی علاج

الجہاد۔ الجہاد۔۔ لبیک۔ لبیک

☆ کانفرنس ہال کے تمام انتظامات جے یو پی کے رضا کاروں نے مستعدی سے سنبھالے ہوئے تھے۔

☆ کانفرنس کے اختتام پر مفتی کشمیر غلام قادر کشمیری نے دعا کی۔

☆ نماز عصر باجماعت ہال میں ادا کی گئی۔

راجستھان سیکٹر سے بھارتی ایجنٹ پاکستان میں داخل ہورہے ہیں

قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی

کا دورۂ پنجاب

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ قائد اہلسنت امام انقلاب حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی اپنے دورہ فیصل آباد ڈویژن کے سلسلہ میں ۱۴ جولائی بروز ہفتہ جے یو پی کے مرکزی سیکریٹری جنرل ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل کے ایم اظہر کے ہمراہ ۱۰:۱۴ کی فلائیٹ سے فیصل آباد پہنچے تو ایئرپورٹ پر جمعیت کے مرکزی جوائنٹ سیکریٹری علامہ شبیر احمد ہاشمی صوبائی جنرل سیکریٹری سردار محمد خان لغاری، صوبائی سیکریٹری مالیات حاجی جاوید اقبال، صوبائی آرگنائزر شبیر احمد سلطان ضلع فیصل آباد کے صدر صاحبزادہ پیر محمد انوار حسین قادری اور ضلعی جنرل سیکریٹری حاجی خالد پرویز کی قیادت میں ہزاروں کارکنوں نے اپنے قائد کا فقید المثال استقبال کیا اور سیکڑوں کاروں، موٹر سائیکلوں اور ویگنوں کے عظیم الشان جلوس میں قائد اہلسنت کو ایئرپورٹ سے جے یو پی کے ضلعی دفتر واقع کچہری بازار لایا گیا۔ اس موقع پر جلوس کا نظم وضبط اور کارکنوں کا جوش وجذبہ دیدنی تھا۔

سخت دھوپ کے باوجود کارکن اپنے قائد کے ترانے گاتے اور نعرے لگاتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اپنی آمد کے فوراً بعد قائد اہلسنت نے جے یو پی کے ضلعی دفتر کا افتتاح کیا اور وہاں پر ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سندھ کی صورتحال ایک انتہائی اہم قومی مسئلہ ہے جس پر ہر محب وطن پاکستانی شہری پریشان ہے۔ پورے سندھ میں آگ وخون کی ہولی کھیلی جارہی ہے اور بھارت ایک منظم منصوبہ کے تحت سندھ کے حالات خراب کر رہا ہے۔ راجستھان سیکٹر سے بھارتی ایجنٹ

پاکستان میں داخل ہورہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ راجستھان سیکٹر فوری طور پر سیل کر دیا جائے تاکہ ہندوؤں کی غیر قانونی آمدورفت روکی جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ میں قیام امن کے لئے ضروری ہے کہ لسانی تنظیموں ایم کیو ایم اور جئے سندھ جنہیں گیارہ سال تک اسلحہ سے منظم کیا جاتا رہا ان سے ہتھیار واپس لئے جائیں اور یہ کارروائی بغیر کسی امتیاز کے ہونی چاہئے۔

انہوں نے کہا کہ سردار عبدالقیوم خان حصول اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس جنگ کے بعد ان کی سرداری اور قیادت ختم ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ سردار قیوم خان کی جماعت نے کبھی کشمیری عوام کی بھلائی کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔

وزارت خارجہ پر تنقید کرتے ہوئے قائد اہلسنت نے کہا کہ حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہم چھیالیس میں سے صرف چھ اسلامی ممالک کی مسئلہ کشمیر کے لئے حمایت حاصل کر سکے ہیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ حکومت اس مسئلہ پر ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر ان سے کام لے تاکہ عوامی رابطہ کے ذریعے عالم اسلام پر دباؤ ڈالا جائے۔

ایک سوال کے جواب میں امام نورانی نے کہا کہ نواز شریف نے ضیاء الحق کی تقلید کرتے ہوئے پنجاب کو پولیس اسٹیٹ بنا رکھا ہے اور اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ کی حیثیت سے اسلامی نظام نافذ کرنے کی بات کر کے بے گناہ شہریوں کو پولیس کے ذریعہ سے قتل کروایا جارہا ہے۔ پریس کانفرنس کے بعد مختصر قیام کے بعد امام انقلاب کا قافلۂ عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے چنیوٹ تشریف لے گیا۔ اس کے علاوہ ۱۴ تا ۱۹ جولائی آپ نے جھنگ، بھوانہ، شورکوٹ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ، کمالیہ اور رجانہ میں قائد اہلسنت نے بڑے بڑے عوامی اجتماعات پریس کانفرنسوں بار ایسوسی ایشن اور کارکنوں کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ اس کے بعد ۱۹ جولائی بروز جمعرات بوقت صبح دس بجے آپ فیصل آباد کے دو روزہ دورہ پر دوبارہ تشریف لائے تو فیصل آباد کی حدود میں داخل ہوتے ہی اڈا مرید والا پر جے یو پی فیصل آباد کے ضلعی صدر صاحبزادہ پیر محمد انوار حسین قادری اور سابق

ضلعی صدر پیر سید امیر علی شاہ کی قیادت میں کارکنوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے قائد کا شاندار استقبال کیا۔

اس موقع پر آپ نے پیر سید امیر علی شاہ کی مزاج پرسی کی اور دارالعلوم سلطانیہ رضویہ اڈا امرید والا پر اپنے مختصر خطاب میں علامہ نورانی نے کہا کہ دینی مدارس اور خانقاہیں علم و فضل کے عظیم مرکز ہیں۔ لوگوں کو نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے میں ان مراکز نے اہم کردار ادا کیا اور جامعہ سلطانیہ رضویہ بھی اس علاقہ میں علم و فضل کی شمع کو روشن کئے ہوئے ہے۔ اڈا امرید والا سے قائد اہلسنت کا قافلہ فیصل آباد کی طرف روانہ ہوا جہاں پر طعام کے بعد قائد اہلسنت اور آپ کے رفقاء فیصل آباد کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالرشید ارشد کی رسم چہلم میں شرکت کے لئے گلفشاں کالونی تشریف لے گئے اور وہاں پر اپنے مختصر خطاب میں آپ نے مولانا کی بے وقت موت کو ایک عظیم نقصان قرار دیا۔

اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان فیصل آباد کی طرف سے نڑوالا چوک میں ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ شام چھ بجے سے لے کر رات دس بجے تک بارش ہوتی رہی مگر کارکنان جمعیت جلسہ کے انتظامات میں مصروف رہے۔ رات دس بجے بارش تھمی تو اہلیان فیصل آباد کی ایک بڑی تعداد امام انقلاب کا خطاب سننے کے لئے جلسہ گاہ میں موجود تھی۔ دس بجے قائد اہلسنت اسٹیج پر تشریف لائے۔

جلسہ کی باقاعدہ کارروائی قاری غلام رسول کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔

نعت رسول مقبول ﷺ غلام غوث قادری نے پیش کی جبکہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض راقم (خالق جاوید نورانی) نے انجام دیئے۔

سب سے پہلے ضلعی جنرل سیکریٹری حاجی خالد پرویز اور ضلعی صدر ابو الحقائق صاحبزادہ پیر محمد انوار حسین قادری نے قائدین جمعیت کو فیصل آباد پر خوش آمدید کہا اور قائد کے ہر حکم پر ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا۔

جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ندائے اہلسنت کے ایڈیٹر قاری زوار بہادر نے کہا کہ پنجاب حکومت صوبہ سے فحاشی، عریانی اور بدامنی ختم کرنے کی بجائے جماعت

اسلامی کی ملی بھگت سے عوام اہلسنت پر ظلم و ستم کر رہی ہے۔ انہوں نے عوام اہلسنت سے اپیل کی کہ وہ جے یو پی کے پرچم کے تلے جمع ہوں۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے جے یو پی پنجاب کے جنرل سیکریٹری سردار محمد خان لغاری نے کہا کہ آج ہمارا ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے۔ ایک طرف پیپلز پارٹی کی حکومت ہے تو دوسری طرف معجون مرکب آئی جے آئی کی حکومت ہے۔ پیپلز پارٹی نے جمہوریت اور آئی جے آئی نے اسلام کے نام پر ووٹ حاصل کیے۔

مگر نہ پی پی نے جمہوریت سے وفا کی اور نہ آئی جے آئی نے اسلام سے بلکہ ان کا نعرہ اسلام منافقانہ ہے۔ انہوں نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ اب آزمائے ہوئے لوگوں کو مسترد کر دیں اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے قیام کے لئے جدوجہد کریں۔ جلسہ میں جناب شبیر احمد سلطان میاں رفعت قادری ایڈووکیٹ مولانا محمد جمیل الوری، محمد اسلم سعیدی اور محمد صدیق قادری نے مختلف قراردادوں کی منظوری حاصل کی۔

جمعیت کے مرکزی ڈپٹی سیکریٹری جنرل صاحبزادہ محمد اکرم شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اکثریت غلامان مصطفیٰ ﷺ کی ہے جو کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ چاہتے ہیں۔ مگر وڈیرا شاہی اور بیوروکریسی نظام مصطفےٰ ﷺ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

انہوں نے کہا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ ہی وہ واحد نظام ہے جو تمام مسائل کا جامع اور واضح حل پیش کرتا ہے۔ جلسہ عام میں جب امام انقلاب قائد تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو خطاب کی دعوت دی گئی تو فضا جیوے شاہ نورانی کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور تمام حاضرین کھڑے ہو گئے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت نے ظلم و بربریت کی انتہا کر دی ہے وہاں پر آج مسلم خواتین کسی محمد بن قاسم کو پکار رہی ہیں مگر ہمارے حکمران اپنے ذاتی مفادات کے لئے لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت بنگلہ دیش کے بعد اب سندھ میں بھی وہی کھیل کھیل رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوم نے نومبر ۱۹۸۸ء کے انتخاب میں غلط لوگوں کا انتخاب کر کے سنگین غلطی کی بھاری سزا آج

پوری قوم بھگت رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل ضیاء الحق نے ایم کیو ایم اور جئے سندھ کی سرپرستی کی اور انہیں اسلحہ سے مسلح کیا اور اب پنجاب حکومت اپنے مخالفین کو انتقام کا نشانہ بنا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام آئندہ انتخابات میں وڈیروں اور سرمایہ داروں کو مسترد کر کے نظام مصطفےٰ ﷺ کو ووٹ دیں۔

جلسہ کے آخر میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے مخصوص انداز میں صلوٰۃ وسلام پڑھایا اور حضرت مولانا معین الدین شامی نے دعائے خیر کی۔ دوسرے دن قائد اہلسنت نے فیصل آباد کے علماء، وکلاء اور تاجر نمائندوں کے مختلف وفود سے ملاقات کی اور بعدازاں جامعہ قادریہ رضویہ میں خطبہ جمعۃ المبارک دیا اور بعد از نماز عصر سمن آباد میں علیہ لائبریری کا افتتاح کیا اور وہاں پر خطاب کرتے ہوئے ملکی اور بین الاقوامی حالات پر روشنی ڈالی۔ بعد از نماز مغرب ناندلیانوالہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ناندلیانوالہ پہنچنے پر نہر پل بنگلہ پر جمعیت کے ضلعی صدر صاحبزادہ محمد انوار حسین قادری اور مقامی صدر رانا محمد نعیم کی قیادت میں کارکنوں نے اپنے قائد کا استقبال کیا۔

بعد نماز عشاء قندھاری چوک ناندلیانوالہ میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ نورانی نے کہا کہ نومبر ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں قوم نے جذبات میں آ کر غلط فیصلے کئے۔ جس کی سزا آج پوری قوم مہنگائی، بدامنی اور عدم تحفظ کی صورت میں بھگت رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوم نے سرمایہ داروں، وڈیروں اور برادری ازم کو آزما لیا اور یہ تمام لوگ عوامی مسائل حل کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں اور ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے وطن عزیز شدید اندرونی اور بیرونی خطرات کا شکار ہے۔ اگر اس ملک کی تقدیر کو بدلنا ہے تو یہاں نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ نہایت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئی۔ جے۔ آئی اور پی۔ پی۔ پی سے خیر کی توقع فضول ہے۔ کیونکہ اسلامی جمہوری اتحاد میں نہ اسلام ہے اور نہ جمہوریت۔ بلکہ یہ ایک آمر کے جانشینوں کا ٹولہ ہے اور پی پی پی نے بھی عوام کو کھوکھلے نعروں کے سوا کچھ نہیں دیا اور ان جماعتوں کے منتخب نمائندے قومی خزانہ لوٹنے میں مصروف ہیں۔

جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے جے یو پی صوبہ پنجاب کے صدر اور رکن قومی

اسمبلی ریٹائرڈ جنرل حافظ محمد حسین انصاری نے کہا کہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ جلسہ عام سے جے یو پی کے۔ مرکزی ڈپٹی سیکریٹری جنرل صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، ضلعی صدر پیر انوار حسین قادری، صوبائی شوریٰ کے رکن خالق جاوید نورانی، مقامی صدر رانا محمد نعیم اور اے ٹی آئی پنجاب کے ناظم خالد محمود قادری نے بھی خطاب کیا۔

جلسہ عام کے بعد قصر دستگیر پر مختصر قیام کے بعد قائد اہلسنت اور آپ کا قافلہ فیصل آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔

بروز ہفتہ بوقت ساڑھے نو بجے قائد اہلسنت اور آپ کے ساتھیوں نے دنیا اہلسنت کے عظیم محسن محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے مزار پُر انوار پر حاضری دی۔ بعدازاں بار ایسوسی ایشن فیصل آباد کے گیانی ہال میں بار کے ممبران کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے امام نورانی نے کہا کہ اندرونی اور بیرونی خطرات کے مقابلے اور اسمبلیوں میں رشوت کے خاتمے سمیت تمام ملکی مسائل کا حل متناسب نمائندگی کی بنیاد پر فوری وسط مدتی مدت کے انتخابات ہیں۔ بصورت دیگر موجودہ سیاسی انتشار کبھی ختم نہ ہو سکے گا۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ سیاسی حالات جس تیزی سے بگڑ رہے ہیں اسے سنوارنے کے لئے مارشل لاء یا ایمرجنسی کا نفاذ حل نہیں ہے بلکہ جمہوری عمل کو مضبوط بنانا ازحد ضروری ہے۔ اگر خدانخواستہ ملک میں مارشل لاء لگا تو بھارتی حکومت فوراً ہی تھرپارکر کی سرحد کے ساتھ ساتھ امدادی کیمپ کھول دے گی۔ جس میں سندھ سے ہندو تخریب کاروں کو بلا کر پاکستان کے خلاف راہ ہموار اور رائے عامہ کو گمراہ کیا جائے گا اور یہاں بھی مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا کر کے فوجی مداخلت کی راہ ہموار کی جائے گی اور پھر اس سے جو صورت حال پیدا ہو گی اس سے ہم سب واقف ہیں۔ جنرل ضیاء کے دور حکومت پر تنقید کرتے ہوئے مولانا نورانی نے کہا کہ سندھ کے موجودہ حالات آج کے نہیں بلکہ اسی دور کے پیدا کردہ ہیں۔ سندھ میں کلاشنکوف کلچر، رشوت، اقربا پروری کا دور دورہ ضیاء کے عہد حکومت میں کئے گئے اقدامات کا نتیجہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگر جنرل ضیاء اپنے دور میں لسانی، مذہبی منافرت اور برادری ازم کو پروان چڑھانے والوں کی سرپرستی نہ کرتے تو آج ایم کیو ایم اور جئے سندھ جیسی تحریکیں جنم نہ لیتیں کیونکہ ان تنظیموں کے سربراہ ضیاء الحق کی کار کا دروازہ کھول کر مؤدبانہ انداز میں اشیرباد حاصل کرتے تھے اور انہی کے دورِ حکومت میں افغانستان کی طرف سے اسلحہ کی کھلی آمد و رفت ہوئی وہ محض اس لئے خاموش رہے کہ اس گھناؤنے کاروبار میں ان کے اپنے حواری شامل تھے جس کی سزا آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ علامہ نورانی نے مطالبہ کیا کہ راجستھان کی سرحدوں کو بند کر کے باہر سے آئے ہوئے تخریب کاروں کو گرفتار کیا جائے اور صوبہ سے تمام ناجائز اسلحہ برآمد کیا جائے اور صوبائی لسانی اور علاقائی تنظیموں کے عقوبت خانوں کو ختم کیا جائے۔

بعد میں چک جھمرہ میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے کہا کہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں باہمی کشمکش کی وجہ سے عوام کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت میں بری طرح ناکام ہو چکی ہیں۔ وفاق اور صوبوں کی محاذ آرائی کے باعث عوام میں بے چینی اور مایوسی جنم لے رہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان سمیت دنیا کے تمام مسائل کا واضح اور جامع حل صرف اور صرف نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ میں مضمر ہے اور یہی وہ اعلیٰ و ارفع نظام ہے جو تمام انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق عطا کرتا ہے۔ چک جھمرہ میں قائد اہلسنت کے ہمراہ جمعیت کے مرکزی ڈپٹی سیکریٹری جنرل صاحبزادہ محمد اکرم شاہ صوبائی صدر ریٹائرڈ جنرل حافظ محمد حسین انصاری، صوبائی صدر ریٹائرڈ جنرل حافظ محمد حسین انصاری، صوبائی جنرل سیکریٹری سردار محمد خان لغاری، مرکزی سیکریٹری مالیات چوہدری محمد یعقوب اور ضلع فیصل آباد کے صدر صاحبزادہ پیر محمد انوار حسین قادری بھی تھے۔

بعدازاں قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی صدیقی اپنا کامیاب دورہ فیصل آباد ڈویژن مکمل کر کے فیصل آباد سے واپس اسلام آباد روانہ ہو گئے۔

(ہفت روزہ احوال، اگست ۱۹۹۰ء، صفحہ ۴۰ تا ۴۲)

دہشت گرد اور نسل پرست تنظیموں نے صرف تباہی دی

یوم بدر کے موقع پر افطار پارٹی سے مولانا شاہ احمد نورانی کا خطاب

۱۷ رمضان المبارک کو جمعیت علماء پاکستان (حلقہ لائنز ایریا) کے زیر اہتمام یوم بدر روایتی شان سے منایا گیا۔ اس سلسلے میں خداداد کالونی میں ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا، کراچی میں لسانی جماعتوں کے عروج کے بعد جو بات پہلی مرتبہ دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ اس جلسے میں کوئی لسانیت پر مبنی مخالف نعرہ نہیں لگایا گیا۔ اس بات سے کراچی کے عوام کے بدلتے ہوئے سیاسی موڈ کا اندازہ ہوتا ہے۔ حق آخر حق ہے وہ جلد یا بدیر خود کو منوا لیتا ہے۔

یوم بدر کے جلسے کی صدارت جناب صوفی ایاز خان نیازی نے کی جبکہ مہمان خصوصی امام شاہ احمد نورانی تھے جن کی خدمت اقدس میں سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے جے یو پی حلقہ لائنز ایریا کے جنرل سیکریٹری مقبول پاشا نے کہا:

”ہمارے لئے یہ امر باعث صد افتخار ہے کہ محترم المقام قائد اہلسنت حضرت امام شاہ احمد نورانی دام البرکاتہ عالیہ نے ہماری درخواست کو قبول کرتے ہوئے یوم بدر کے موقع پر منعقد ہونے والی اس تقریب میں تشریف لا کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔ ہم مرد حق پروفیسر شاہ فرید الحق، مجاہد تحریک نبوت صوفی ایاز خان نیازی اور دیگر قائدین کی تشریف آوری پر ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔“

قائد اہلسنت آپ اور آپ کے رفقاء نے تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے جو جرأتمندانہ جدوجہد کی ہے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ تاریخ اسلام کا روشن باب ہے جس پر تمام

مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔ وہ اس تاریخی جدوجہد میں آپ کی حوصلہ مند قیادت کو سلام پیش کرتے ہیں اس دور میں جبکہ طاغوتی قوتوں نے وطن عزیز کو اپنی شر پسندانہ سرگرمیوں کی آماجگاہ بنا رکھا ہے آپ کی بصیرت اور بیباک قیادت اندھیروں میں ایک مینارۂ نور ہے اور خوف ناک طوفان میں کشتی نوح کے مثل ہے۔ محترم قائد ہمیں آپ کی بے مثال قیادت پر فخر ہے اور انشاء اللہ ہمیں یقین ہے کہ ایک دن اس کرۂ ارض پر نظام مصطفےٰ ﷺ کا ہی بول بالا ہوگا کیونکہ انسانی نظام ناکارہ ہو چکے ہیں اور دنیا کو ان سے سکون وچین کی زندگی میسر نہ آسکی۔ اب صرف اللہ ہی کا نظام اسلام انشاء اللہ انسانیت کا مقدر ہوگا جو دنیا کو انصاف مساوات اور بھائی چارے کی دولت سے مالا مال کرے گا اور اس جدوجہد میں آپ نے نبیؐ کے پرچم تلے جس عظیم الشان سفر کا آغاز کیا ہے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کو امن کا گہوارہ بنائے گا۔ تو آیئے ہم سب مل کر آپ کی قیادت میں اس جھنڈے کو بلند سے بلند تر کریں۔ نبی کا جھنڈا، امن کا جھنڈا اونچا رہے گا۔

مرد حق مرد حق، فرید الحق، فرید الحق کے نعروں کی گونج میں جے یو پی کے سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق مائیک پر تشریف لائے اور غزوۂ بدر کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"یہ واقعہ جس کی یاد تازہ کرنے کے لئے یہ اجتماع منعقد کیا گیا ہے ۲ھ، ۱۷ رمضان المبارک کا ہے۔ اس دن جمعہ کا دن تھا۔ یہ ہماری اور آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آج بھی ۱۷ رمضان اور جمعہ کا دن ہے۔ اس مبارک یوم پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظمت عطا فرمائی تھی۔ اس لئے ساری دنیا کے مسلمان اس دن کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے یوم بدر کے نام سے مناتے ہیں۔ اس دن رسول اللہ ﷺ کو پہلی شاندار کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ جو تاریخ عالم کا ایک روشن باب ہے۔ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو جو شاندار فتح ونصرت عطا فرمائی وہ ایک طرف اسلام کی حقانیت کی دلیل بنی اور دوسری طرف قیامت تک لوگوں کو اور بالخصوص مسلمانوں کو یہ درس دیا گیا کہ اگر آپ ایمان کے جذبے سے سرشار ہیں تک تعداد پر آپ نہ جائیں کم تعداد بھی اگر ہو مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کامل ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کو بڑے سے بڑے معرکے میں بھی فتح ونصرت سے ہمکنار کرے گا۔ مسلمانوں کے لیے

تو ضروری ہے کہ وہ اپنی طاقت مجتمع کریں اور جنگی نقطۂ نظر سے ساری تیاری کریں لیکن دشمن کی آبادی ملکی وسعت اور فوجی ذرائع سے خواہ اس میں آٹھ گنا کا فرق ہی کیوں نہ ہو اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کامل ہو، رسول اللہ ﷺ کی ذات سے محبت ہو اور دل جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو تو مسلمان ہر اس دشمن پر حاوی ہوگا جو اس کی آزادی چھیننے کے لئے اس پر حملہ آور ہوگا۔ جنگ بدر اس حقیقت کا روشن ثبوت ہے۔ غزوۂ بدر ہمیں یہی درس دیتا ہے۔ تحریک پاکستان میں مسلمانوں نے غزوۂ بدر کے جذبے سے کام لیا۔ جب وہ انگریز کی طاقت اور ہندوؤں کی عددی اکثریت کو خاطر میں نہیں لائے اور پاکستان حاصل کر لیا۔ اللہ کے حکم سے ان کا مقدمہ لڑنے کے لئے انہیں ایک ذہین ترین لیڈر بھی مل گیا جو بظاہر کوئی صوفی، کوئی ولی اور کوئی عالم نہیں تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے وہ جس سے چاہے اپنا کیس لڑوا لے۔ قائداعظم نے پاکستان کی وکالت کی اور مسلمانوں نے متحد ہو کر خود کو ایک مسلم قومیت میں ڈھال کر بیسویں صدی کا ایک درخشاں کارنامہ "تخلیق پاکستان" کی شکل میں انجام دے دیا۔ جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

لیکن پاکستان کی شکل میں جو ہمیں نعمت غیر مترقبہ ملی تھی اسے ہم نے اپنی بداعمالیوں سے ۱۹۷۱ء میں آدھا کر دیا۔ ہم آپس میں لڑنے لگے۔ اس رمضان کے مہینے میں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح قتل وغارت گری ہو رہی ہے۔ جب تک ہم پاکستانی مسلمان متحد نہیں ہوں گے اس وقت تک کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے مواقع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس میں ظالم کا ظلم ختم کیا جا سکے حقوق غصب کرنے والوں سے حقوق کو چھینا جا سکے اور جو دوسروں کو کمزور سمجھ کر ان پر اپنی بندوق تانتے ہیں ان کی بندوقوں کو چھین کر کمزوروں کے دفاع کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ جب ایسی صورت حال پیدا ہوگی تب ہمیں غزوۂ بدر کی برکات حاصل ہوں گی۔

نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت اور حق وصداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی کے فلک شگاف نعروں کے درمیان حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مائیک پر تشریف لائے۔ آپ نے حاضرین جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے کافروں کے خلاف جنگ کی تھی۔ اس جنگ میں

مسلمانوں نے عرب نسل پرستوں کے قائد ابوجہل کو شکست دی تھی جس کی قیادت میں مکہ کے کافروں اور مشرکوں کی فوج آئی تھی۔ آج ۱۴۰۸ سال بعد ہم پاکستان میں یوم بدر اس طرح سے منا رہے ہیں کہ مسلمان، مسلمان کو مار رہا ہے۔ اس سے زیادہ شرم اور دکھ کی بات کیا ہو سکتی ہے؟ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا مگر جہاں مسلمان کو مسلمان یہ کہہ کر قتل کر رہا ہے یہ پنجابی بولتا ہے اس کو مارو، یہ سندھی بولتا ہے اس کو مارو، یہ پشتو بولتا ہے اس کو مارو اور یہ اردو بولتا ہے لہٰذا اس کو مارو۔

۱۴۰۸ سال پہلے زمانہ جاہلیت میں حضور پرنور سید العالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بدر میں جس وقت جنگ لڑی اس وقت مسلمان ایک قوم تھے اور جن کے خلاف لڑی وہ عربی بولتے تھے اور ان کے ہموطن تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عربی بولتے تھے اور کافروں کا سردار ابوجہل بھی عربی بولتا تھا، پھر لڑائی کس بات کی تھی؟ اسی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ کے رہنے والے تھے اور ابوجہل بھی مکہ کا رہنے والا تھا پھر جنگ کس بات پر تھی؟ دراصل لڑائی اس بات پر تھی کہ ہم مسلمان ہیں، تم کافر ہو، جو غلام مصطفےٰ ﷺ ہے وہ ہمارا بھائی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا غلام نہیں ہم اس کے دشمن ہیں۔ یہی پیغام اللہ رب العالمین کا ہے۔ یہی پہچان اللہ نے مسلمان کی رکھی ہے۔ مگر ہندو کے ایجنٹ پاکستان کے مسلمانوں سے کہتے ہیں تمہاری شناخت پنجابی ہے، سندھی ہے، بلوچی ہے، پٹھان اور مہاجر ہے۔ جبکہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ تمہاری شناخت مسلمان ہے جو اس کے علاوہ مسلمانوں کی دوسری شناخت بناتا ہے وہ ہندو کا ایجنٹ اور دلال ہے۔ ہم مسلمان ہیں ہمیں اس پر فخر ہے کیونکہ قبر میں ہم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم مہاجر ہو بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہیں وہاں اہل قبر کہے گا یہ میرے آقا ہیں اور میں ان کا غلام ہوں، ان کا کلمہ پڑھتا تھا، میں مسلمان ہوں، ان سے مجھے اسلام ملا، ان سے مجھے قرآن ملا، ایمان ملا اور رحمٰن ملا۔

مسلمانو! ہوش کرو تم جب ہندوستان میں ایک قوم بن گئے تو تم نے پاکستان لے لیا۔ اب اگر مختلف قومیتوں میں بٹ کر پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھان اور مہاجر بن گئے تو

پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اب اگر پاکستان کو ٹکڑوں میں بانٹنا ہے تو بٹ جاؤ لیکن اگر پاکستان کو ایک رکھنا ہے تو مسلمان رہو۔ تم جب مسلمان بن گئے تو الحمد للہ کملی والے آقا کے صدقے میں ۲۶ رمضان المبارک، ستائیسویں شب کی بابرکت رات میں اللہ تعالیٰ نے پاکستان کا تحفہ ہمیں دے دیا۔ پاکستان عطیہ خداوندی ہے۔ امت مسلمہ پر اللہ کا احسان ہے۔ قائداعظم نے اپنی ولولہ انگیز قیادت میں ہندو اور انگریز سے پاکستان کی جنگ مسلم قومیت کی بنیاد پر لڑی۔ آج یہودیوں اور ہندوؤں کے ایجنٹ مسلمانوں کو بانٹ رہے ہیں جبکہ جمعیت علماء پاکستان مسلمانوں کو قرآن کا پیغام دے رہی ہے۔ قرآن کا پیغام ہے۔

ترجمہ: "اس سے بہتر کون آدمی ہے جس نے عمل صالح کیا، سب سے بہتر بات کیا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

مگر لوگوں نے اس وقت یہاں اپنی پہچان بدل لی۔ مگر یاد رکھو کہ اگر یہاں پہچان بدل لی گئی تو پھر قبر میں بھی یہی پہچان ہو گی۔ تو پھر سیدھا دوزخ کا راستہ اور یہاں وہی پہچان رکھی جو کملی والے نے مقرر کی ہے۔ آپ مسلمان ہیں تمام ایمان والے آپ کے بھائی ہیں تو یہ فلاح کا راستہ ہے۔ جنت کا راستہ ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو قومیتوں کی بنیاد پر یہاں فساد پیدا کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ وہ ہندوؤں کے ایجنٹ ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ مسلمان کو مسلمان کا خون بہانا حرام ہے۔ جو مسلمان دوسرے مسلمان کا خون بہاتا ہے وہ جہنمی ہے، مسلمان کے خون کی عزت میرے آقا سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے کہ "مسلمان کا قتل کرنے والا جہنمی ہے۔ مسلمان کے خون کی حرمت کعبۃ اللہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ انہیں فتح و نصرت سے ہمکنار کیا، اس لئے کہ وہ سب پکے مسلمان تھے۔ باہم متحد تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں غزوہ بدر سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس میں یہ درس پنہاں ہے کہ نسل و زبان کی بنیاد پر کوئی دشمنی نہیں ہوتی جو کلمہ پڑھتا ہے اور غلام مصطفےٰ ﷺ ہے وہ تمہارا بھائی ہے۔

(ہفت روزہ احوال، اپریل ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۲، ۱۳)

سیاسی اتحادوں کی ضرورت؟

مختلف مکاتب فکر کے اتحاد پہلے بھی بنتے رہے ہیں

علامہ سید شبیر احمد ہاشمی کے قلم سے

جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام نے ایک تیسرا اتحاد "اسلامک ڈیمو کریٹک فرنٹ" (اسلامی جمہوری محاذ) جس کا مخفف آئی ڈی ایف ہے قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی اور سیکریٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن ہیں۔ اس خبر کا انتظار تو بڑی دیر سے تھا مگر دونوں جماعتوں کی ذیلی کمیٹیوں نے مختلف تنظیمی امور کی زلف سنوارنے کے لئے خاصا وقت صرف کیا۔ مسلسل میٹنگوں کے بعد اتفاق رائے سے تنظیمی دستور اور انتخابی منشور کے تعین میں دونوں جماعتیں متفق ہوئی ہیں۔ ان جماعتوں کی سیاسی ہمسفری کیا نتائج مرتب کرے گی اس کا حقیقی جواب تو وقت خود دے گا مگر ایک سیاسی کارکن اس خبر سے اپنے ذہن پر جو تاثر قائم کرتا ہے اس کا تجزیہ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

ان جماعتوں کی تازہ دوستی کا جائزہ لینے سے قبل ان کی دینی اور سیاسی تاریخ پر نظر ڈالنا بھی حقیقی تجزیہ کے لئے مفید ہوگی تو آیئے سب سے پہلے دونوں جماعتوں کا تاریخی اور سیاسی پس منظر دیکھتے ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان

جمعیت علماء پاکستان کا قیام تو ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ملتان میں اس کے سب سے پہلے سیکریٹری جنرل علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ملتان کے دینی دار العلوم مدرسہ انوار العلوم میں ہوا مگر سیاسی اعتبار سے یہ جماعت تحریک آزادی کے نامور رہنما

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے افکار و نظریات کی امین ہونے کی مدعی ہے۔ روحانی و علمی طور پر اس جماعت کا تعلق حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر سے ہے۔ برصغیر میں یہ جماعت صوفیا کے عقیدہ مسلک کی ترجمان ہونے کی دعوے دار ہے۔ فکری اعتبار سے برصغیر میں مسلمانوں کی بڑی اکثریت اس کے عقیدہ و فکر سے متعلق ہے۔ اس جماعت نے برصغیر کی تقسیم سے قبل آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے مسلم لیگ کی حمایت کی۔ اس وقت اس کے قائدین میں علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی پیر سید جماعت علی شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر و علماء شامل تھے۔ برصغیر میں پھیلے ہوئے روحانی آستانے اجمیر، دہلی، کچھوچھہ، مارہرہ، بدایوں، رام پور، پنجاب میں تونسہ، سیال شریف، گولڑہ، علی پور، شرقپور جیسے روحانی مراکز اس جماعت کے فکری مراکز ہیں۔ تحریک پاکستان میں اس عقیدہ اور فکر کے کسی ذمہ دار عالم یا شیخ طریقت نے مسلم لیگ کی مخالفت یا کانگریس کی حمایت نہیں کی۔ ان حضرات میں سے صرف دو تین حضرات مولانا حشمت علی خان، مولانا طیب دانا پوری یا علامہ سید ابو البرکات نے بعض سوالوں کے جواب میں صرف مسلم لیگ یا اس کی قیادت کے ذاتی یا اعتقادی نظریات کے خلاف فتوے بھی دیئے۔ مگر اس کے باوجود یہ حضرات بھی قیام پاکستان کے حامی تھے۔ کانگریس کی مخالفت بھی شد و مد سے کرتے تھے۔ ہندو مسلم مشترکہ معاشرہ کے بھی سخت مخالف تھے۔ متحدہ قومیت کو بھی کفر قرار دیتے تھے۔ لیکن اس مسلک اور فکر کی بھاری اکثریت نے ان حضرات کی اس جزوی مخالفت کی بھی حمایت نہیں کی بلکہ موخر الذکر بزرگ علامہ سید ابو البرکات نے تو مسلم لیگ کی حمایت بھی کی اس کے امیدواروں کے لئے ووٹ دینے کا بھی فتویٰ دیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی اس جماعت نے قائداعظم کی مسلم لیگ سے تعاون کیا۔ متحدہ سیاسی جدوجہد میں کبھی پیچھے نہیں رہی۔ اس جماعت کے بزرگوں نے تمام مکاتب فکر کے علماء سے مل کر علماء کے بائیس نکات منظور کروائے۔

قرارداد مقاصد کی منظوری میں مشترکہ جدوجہد میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس جماعت کے پہلے صدر علامہ سید ابو الحسنات قادری (رحمۃ اللہ علیہ) نے مولانا عطا اللہ شاہ بخاری، مولانا سید داؤد غزنوی اور شیعہ رہنما علامہ مظفر علی شمسی کو ساتھ لے کر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم

نبوت میں کردار ادا کیا۔ قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ اس جماعت نے مولانا مودودی کی مخالفت کے باوجود ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر کے حق میں فتویٰ دیا۔ اس وقت کے صدر آزاد کشمیر سردار ابراہیم آج بھی خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ گواہی دے سکتے ہیں کہ مجاہدین کشمیر کے لئے لاکھوں روپیہ بطور امداد دیا۔ جے یو پی کے پہلے ناظم اعلیٰ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ سے سب سے پہلے قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد منظور کروائی۔ علامہ کاظمی نے اس وقت کے دو بڑے اہل قلم مولانا مودودی اور جناب غلام احمد پرویز سے علمی مباحثے کیے۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں پرویز صاحب کتاب کے ساتھ لفظ سنت کی مخالفت کرتے تھے۔ تمام علماء ان کے اس نکتہ نظر سے متفق نہ تھے۔ مگر علامہ کاظمی نے یومیہ اخبارات میں پرویز صاحب کے نکتہ نظر کے خلاف بھرپور مضامین لکھے۔ مولانا مودودی اولاً پبلک لاء کے طور پر فقہ حنفی کے قائل نہ تھے۔ اس وقت ملتان میں واقع پھول ہٹ کی مسجد میں دیوبندی اکابر سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا مفتی محمود نے علامہ کاظمی کو اپنا ترجمان تسلیم کیا اور دونوں جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے علامہ کاظمی نے مولانا مودودی کو قائل کر لیا کہ پبلک لاء کے طور پر فقہ حنفی نافذ ہونی چاہیے۔ ۱۹۴۳ء میں سندھ کے نامور روحانی اور علمی رہنما حضرت پیر صبغت اللہ شہید قدس سرہ جو موجودہ پیر پگاڑا کے والد ماجد تھے اور ان کا فکری تعلق بریلی شریف سے تھا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی سے خصوصی عقیدت و محبت رکھتے تھے اپنے علمی ادارہ جامعہ راشدیہ کے لئے بریلی شریف سے اساتذہ منگواتے تھے۔ چنانچہ مولانا تقدس علی خاں صاحب کا ابھی چند سال پیشتر وصال ہوا ہے بریلی سے آئے تھے۔ حضرت پیر صاحب جہاں ایک روحانی رہنما اور حریت کا شعلہ جواہر و حر جماعت کے قائد تھے وہاں وہ انگریزی استعمار کے زبردست دشمن تھے۔ وہ مولانا فضل حق خیر آبادی اور امام احمد رضا کی سامراج دشمنی کے امین تھے۔ ان کو جرم حریت میں پھانسی دے دی گئی اور وہ شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ ان کے صاحبزادگان کو ملک بدر کر دیا گیا۔

حر جماعت کی گدی بھی خلاف قانون قرار دے دی گئی۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی یہ گدی بحال نہیں ہوئی چنانچہ خواجہ ناظم الدین مرحوم کی حکومت میں جمعیت علماء

پاکستان نے مولانا شاہ احمد نورانی کی اپیل پر حر آستانہ بحال کروانے کی جدوجہد کی۔ اس جماعت نے مسلم لیگ کا ہر ممکن ساتھ دیا مگر جب مایوس ہو گئی تو اس وقت جمعیت علماء پاکستان کو باقاعدہ منتقل کیا۔ کھلا پھر بھی نہ کیا۔ اس جماعت نے سیاسی طور پر اپنی جدوجہد ۱۹۷۰ء کو لاہور میں علامہ سید ابوالبرکات کی دعوت پر اس جماعت کے تمام رہنماؤں کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس وقت یہ جماعت کئی گروپوں میں بٹی ہوئی تھی۔ پہلی مرتبہ مولانا شاہ احمد نورانی اس جماعت میں اس دن نمایاں ہوئے۔ اس سے قبل وہ ون یونٹ بننے کے ساتھ ہی مغربی پاکستان میں جمعیت کے نائب صدر تو منتخب ہوئے تھے مگر دینی تبلیغی مساعی کی بناء پر وہ پہلی مرتبہ پاکستان میں سیاسی طور پر نمایاں ہوئے۔ اس اجلاس کی صدارت مولانا نورانی نے کی۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن، علامہ عبدالغفور ہزاروی اور دیگر رہنماؤں نے اپنے اپنے گروپ ختم کر دیئے۔

۱۳، ۱۴ جون ۱۹۷۰ء کو اس جماعت نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سنی کانفرنس سے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء میں انتخابی عمل میں حصہ لیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پارلیمانی پارٹی کے لیڈر بنے۔ یہ جماعت جو درویشوں، صوفیوں، گوشہ نشینوں کی جماعت کہلاتی تھی ملک کی صف اول کی سیاسی جماعت ہو گئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے اپوزیشن کا بھرپور کردار ادا کیا۔ بھٹو سے سیاسی پنجہ آزمائی میں مولانا نے بڑا نام کمایا۔ مولانا نے قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی جو منظور ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۷۳ء کے دستور کے لئے قائم کی گئی ۲۵ رکنی کمیٹی کے رکن تھے۔ متحدہ جمہوری اتحاد بھی جمعیت علماء پاکستان کی دعوت پر قائم ہوا۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اس جماعت نے کبھی آمریت یا مارشل لاء کی حمایت نہ کی۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں اس جماعت کا بنیادی کردار تھا۔

۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخاب کا بائیکاٹ کیا۔ ۱۹۸۸ء کے جماعتی انتخاب میں یہ جماعت وسائل نہ ہونے پر انتخابی ضروریات سے محرومی کے باعث ناکام ہو گئی۔ ۲۰۷ کے ایوان میں اسے صرف چار نشستیں ملیں۔ خود مولانا شاہ احمد نورانی کامیاب نہ ہو سکے۔

مولانا شاہ احمد نورانی ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء سے جمعیت کے صدر ہیں۔ انہیں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کے استعفیٰ کے بعد صدر چنا گیا تھا۔ مگر اس انتخاب میں ناکامی سے اس جماعت کو شدید نقصان پہنچا۔ اسمبلی میں اس کے چار میں سے تین ارکان نے بے نظیر کو اعتماد کا ووٹ دیا۔ اس فیصلہ پر اس کے خلاف اٹھنے والے پروپیگنڈہ کا یہ جماعت توڑ نہ کرسکی اسی واقعہ سے یہ جماعت فکری طور پر انتشار کا شکار ہوگئی۔ صدر اور سیکریٹری جنرل میں ہم آہنگی نہ رہی بالآخر حلقہ نمبر این اے ۹۹ لاہور کے ضمنی انتخاب پر یہ جماعت صدر اور سیکریٹری کی جدائی سے دوچار ہوگئی۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں بھی یہ جماعت اپنا وزن بڑھا نہ سکی بلکہ حصوں میں تقسیم ہو کر پریشانیوں کا شکار ہوگئی۔ ۱۹۸۸ء کے انتخاب میں اس جماعت کو ۱۰ لاکھ ووٹ ملے تھے مگر ۱۹۹۰ء میں یہ معیار مزید گھٹ گیا۔ ۱۹۷۰ء کے بعد اس جماعت کی خارجہ پالیسی میں امریکہ دشمنی کو اولیت حاصل ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی جہاد افغانستان میں امریکہ دشمن نکتہ نظر رکھتے تھے۔ عراق اور لیبیا کی حمایت بھی مسلمان ہونے کے ساتھ امریکہ دشمنی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کی جماعت امریکہ کو عالمی سامراج سمجھتے ہیں۔ عالم اسلام کی موجودہ قیادت کو امریکہ کی طرف سے مسلط قیادت قرار دیتے ہیں۔ جمعیت کے نظریات میں ایران عراق جنگ میں عراق حق پر تھا مگر اس کے باوجود جمعیت نے غیر جانبداری کا کردار ادا کیا۔ عراق نے عالمی رہنماؤں کی کانفرنس منعقد کی اور ایک وفد تشکیل دیا گیا جو اقوام متحدہ کے اس وقت کے سیکریٹری جنرل پیریز دی کویار سے اس جنگ کو بند کروانے کی اپیل کرے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس وفد میں شامل تھے انہوں نے کوئیار سے کامیاب مذاکرات کئے۔ اس وقت یہ جماعت لیبیا کے خلاف سلامتی کونسل کی قرارداد کی سخت مخالفت کر رہی ہے اور چین کو پاکستان کا مخلص دوست قرار دینے کے باوجود اس کے عالمی کردار سے مایوسی کا اظہار کر رہی ہے کہ وہ اپنی مجبوریوں کی بناء پر امریکہ کی اس ظالمانہ قرارداد کو ویٹو نہ کرسکا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مطالبہ کیا ہے کہ دنیا کے ۴۵ مسلمان ممالک کو بھی ویٹو پاور دی جائے۔ اس طرح یہ اسلامی جمہوری محاذ کے قیام تک ان نظریات اور افکار کی حامل جماعت ہے۔

جمعیت علماء اسلام

یہ نام اصل میں دیوبند کے نامور فاضل علامہ شبیر احمد عثمانی کی ۱۹۴۶ء میں قائم ہونے والی اس جماعت کا ہے جس نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات سے مسلم لیگ کی حمایت کی۔ ویسے یہ جماعت برصغیر کی تقسیم سے قبل متحدہ قومیت کے نظریہ کے حامی علماء کی جانشین ہے۔ اس جماعت کا بھی یہ دعویٰ بلند آہنگ سے موجود ہے کہ وہ انگریزی استعمار کے خلاف بھرپور جدوجہد کرتی رہی ہے۔ اس کا تعلق برصغیر کے نامور عربی اور مذہبی ادارہ دارالعلوم دیوبند سے ہے۔ دارالعلوم دیوبند ۱۸۴۸ء میں قائم ہوا۔ اس کے علمی اور دینی اکابرین میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمود الحسن دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی شامل ہیں۔ مولانا گنگوہی، مولانا تھانوی اور ان علماء کی بڑی تعداد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مرید ہے۔ حضرت حاجی صاحب دونوں مکاتب فکر کے مشترکہ بزرگ ہیں۔ ان علماء کے عقائد و نظریات کے بعض پہلوؤں سے مولانا احمد رضا خان نے شدید اختلاف کیا حتیٰ کہ حسام الحرمین جیسی کتاب منظر عام پر آئی۔ مگر سیاسی طور پر اس جماعت کے اکابرین کے دعوے کے مطابق انہوں نے ریشمی رومال کی تحریک شروع کی۔ برطانوی سامراج کے خلاف بغاوت کی۔ قربانیاں دیں۔ مولانا محمود الحسن مالٹا میں اسیر رہے۔ یہ علماء یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ان کی علمی خدمات بھی بے پناہ ہیں۔ ان کے بے شمار مدارس ہیں ان میں طلباء کی بڑی تعداد ہے۔ برصغیر میں دیوبند سہارنپور، نانوتہ گنگو، تھانہ بھون، دریا آباد، مظفر نگر، بلند شہر، رائے بریلی، چاند پور وغیرہ میں اس جماعت کے علمی اور فکری اکابرین ہوئے ہیں۔ اس جماعت میں یہ بھی دعویٰ موجود ہے کہ بے شمار اس کے مصنفین ہیں۔ مترجمین کی کافی تعداد ہے۔ درسی کتابوں پر حاشیہ لکھنے والے حضرات بھی کافی ہیں۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل یہ جماعت جمعیت علماء ہند کے ساتھ تھی۔

جمعیت علماء ہند تقریباً ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی تھی اس نے کانگریس سے تعلقی اختلافات کی وجہ سے اپنا علیحدہ پلیٹ فارم بنایا تھا۔ اس جماعت میں مولانا احمد رضا خان رحمۃ

اللہ علیہ کی فکر سے حنفی علماء بھی شامل تھے۔ پھر ۱۹۲۰ء میں انہیں حضرات میں سے کچھ حضرات نے مجلس احرار کی بنیاد رکھی۔ یہ علماء متحدہ قومیت کے حامی تھے۔ مولانا حسین احمد کا علامہ اقبال سے بھی معرکہ مشہور ہے۔ عقیدہ میں یہ حضرات دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ایک بڑی تعداد تو علمائے بریلی سے زیادہ قریب ہے۔ وہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی حدیث شریف کی وہی تشریح کرتی ہے جو علمائے بریلی کرتے ہیں نعت نبوی ﷺ سے تعلق ہے مگر چند علماء ان حضرات میں بڑے سخت بھی ہیں وہ علماء بریلی کو مشرک تک قرار دیتے ہیں۔ عمومی طور پر پاکستان میں پہلی قسم کے اکثر علماء کے حامی حضرات کی ہے۔ جے یو آئی میں زیادہ تعداد ان علماء کی ہے جو مولانا حسین احمد کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء اپنے مرشد کی طرح متحدہ قومیت کے حامی ہیں۔ علماء دیوبند سے علمی اختلافات بھی ہیں مگر مولانا حسین احمد کے شاگرد مسلم لیگ سے سخت اختلاف کرتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس میں رہ کر متحدہ قومیت کے حامی تھے۔ جب کہ مولانا مدنی باہر رہ کر اسی متحدہ قومیت کے ساتھی تھے۔ برصغیر کی تحریک آزادی میں بہرحال مسٹر کرم چند، گاندھی، مسٹر موتی لال نہرو، مسٹر جواہر لال نہرو کی خدمات میں مولانا مدنی کے شاگرد اور ساتھی علماء بھی سیاسی طور پر گاندھی اور نہرو کے ہمنوا رہے ہیں مگر ان کا جذبہ ان کے اپنے بقول انگریز سے نفرت اور آزادی سے محبت بتایا جاتا ہے۔

ان علمانے قائداعظم اور پاکستان کی شدید سے شدید تر مخالف کی مگر پاکستان بن جانے کے بعد فوری طور پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے برملا اعلان کیا کہ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں اور اب پاکستان کی حفاظت کی جائے گی۔ ان کے بیان کے مطابق مولانا حسین احمد مدنی نے بھی اپنے ایک مکتوب میں پاکستان کو مضبوط بنانے کی تلقین کی ہے۔ مگر ان کے صاحبزادے اسعد مدنی کے نظریات ابھی تک پاکستان کی حمایت کے نہیں ہیں۔ اس جماعت کا اعتقادی سلسلہ سطور بالا میں مذکور ہوا ہے۔ ابھی تک یہ علماء متنازعہ عبارات کے بارے میں اپنے سے اختلاف کرنے والے اکابر علماء اہلسنت کو مطمئن نہیں کر پائے لیکن سیاست میں دونوں جماعتوں کے افکار میں بعض جگہ ہم آہنگی ہے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان نے فوراً بعد انتخاب کے مرحلہ سے گزری۔ چونکہ اس کے بانی علامہ شبیر احمد عثانی تھے وہ پہلی نامزد اسمبلی

میں چلے گئے۔ اس جماعت کی صدارت پر حضرت علامہ سید ابوالحسنات کا انتخاب ہو گیا مگر جب جمعیت علماء پاکستان کی صدارت ان کو تفویض ہوئی تو یہ جماعت گوشہ گمنامی کی نذر ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد مولانا احمد علی لاہوری جو اس جماعت میں بڑے مفسر قرآن مانے جاتے تھے جیسے ہمارے ہاں حضرت علامہ سید ابوالبرکات، شیخ الحدیث حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی مانے جاتے تھے۔ مولانا لاہوری بھی اس جماعت میں ایسے محترم تھے۔ ان کی تحریک پر مولانا شبیر احمد عثانی کی جماعت پر ان کے ہم عقیدہ مگر سیاسی طور پر اختلاف کرنے والے علماء کا قبضہ ہو گیا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کچھ عرصہ تو دفاع کرتے رہے مگر مولانا مدنی کے شاگرد غالب آ گئے۔ اس جماعت نے سیاست وراثت میں پائی تھی اس لئے یہ لوگ فوراً متحرک ہو گئے۔ تحریک ختم نبوت کا پہلا معرکہ ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ اس میں ان حضرات نے بڑی سرگرمی دکھائی مگر قومی اسمبلی میں ایوب خان کے بالواسطہ انتخاب میں پہلی مرتبہ مفتی محمود صاحب منتخب ہو کر گئے۔ مغربی پاکستان اسمبلی میں مولانا غلام غوث ہزاروی کامیاب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء کے آئین کو ووٹ دینے پر اس جماعت کی حکایات بھی سیاست میں معروف ہو گئیں۔ مفتی محمود صاحب کو زیادہ شہرت ایوب خان کی گول میز کانفرنس میں ملی۔ ۱۹۷۰ء میں جب ۱۱۳ علماء نے بھٹو کے سوشلزم پر فتویٰ دیا یہ جماعت اس فتویٰ میں شامل نہ ہوئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے لئے اس کا جھکاؤ اس وقت کے بائیں بازو کے عناصر کی طرف رہا۔ ۱۹۷۰ء میں اس جماعت نے بھی جے یو پی کی طرح کل ۷ نشستیں حاصل کیں۔ صوبہ سرحد میں اس وقت صوبائی نشستیں کل چالیس تھیں۔ جے یو آئی کو پانچ نشستیں ملیں مگر ولی خان سے اتحاد کر کے مفتی صاحب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ ہو گئے۔ اسی طرح بلوچستان میں عطاء اللہ مینگل سے اتحاد کر کے حکومت میں شریک ہوئی مگر مرکز میں بھٹو سے اختلاف رہا کچھ دن تک سہ جماعتی اتحاد رہا یعنی پیپلز پارٹی، جے یو آئی اور نیپ نے اتحاد کر لیا لیکن یہ تھوڑے دن چلا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مفتی محمود نے بھٹو کو ڈیرہ اسماعیل خان کی سیٹ پر شکست دی تھی۔ اس وجہ سے بھی ان کا سیاسی مقام بہت بلند ہوا۔ مفتی صاحب بھی مولانا نورانی کی طرح یحییٰ خان کے ... ہار مولے کے مخالف تھے جس کے ذریعہ قومی اسمبلی کا

اجلاس یحییٰ خان نے ملتوی کیا۔ مفتی محمود بھی مجیب الرحمٰن کو انتقال اقتدار کے حامی تھے۔ قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن پارٹیوں نے سردار شوکت حیات کو قائد حزب اختلاف بنایا مگر مسلم لیگ بھٹو کے سامنے زیر ہو گئی۔ دولتانہ سفیر ہو گئے۔ قیوم خان وزیر داخلہ بن گئے۔ دیگر مسلم لیگی پیپلز پارٹی میں چلے گئے۔ شوکت حیات خود "حیدری کی تلوار" سے ذبح ہو گئے۔ جمعیت علماء پاکستان کے سات ارکان میں سے غلام حیدر بھروانہ، صاحبزادہ نذیر سلطان، محمد ابراہیم برق بھٹو کے چرنوں میں چلے گئے باقی مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا محمد ذاکر علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری اور سید محمد علی رضوی رہ گئے۔ یہی حادثہ مفتی محمود صاحب سے ہوا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق پیپلز پارٹی میں چلے گئے۔ اس جماعت کے ارکان بھی مفتی صاحب سمیت چار رہ گئے مگر ولی خان بھی سات ارکان لے کر آئے تھے۔ آخر وقت تک وہ ان کے ساتھ رہے۔ اسی وجہ سے مولانا نورانی اور مفتی محمود کی مشترکہ رائے سے ولی خان قائد حزب اختلاف ہو گئے۔ جب ولی خان کو شیر پاؤ قتل کیس کے موقع پر گرفتار کرلیا گیا تو مفتی محمود قائد حزب اختلاف ہو گئے۔ جے یو آئی کے سربراہ مفتی محمود صاحب نے مولانا نورانی کو وزیر اعظم کے لئے بھٹو کے مقابلہ میں ووٹ دیا اور اس وقت ان کا یہ تاریخی جملہ بھی سماعت نواز ہوا کہ میں فاسق و فاجر کے مقابلہ میں عالم دین اور عاشق رسول ﷺ کو ووٹ دے رہا ہوں۔

متحدہ جمہوری محاذ کی سب سے پہلی دعوت مولانا شاہ احمد نورانی نے دی تھی۔ یہ جماعت بھی اس میں شامل ہوئی۔ قومی اتحاد کی ولادت باسعادت کے پہلے دن سے مفتی صاحب اس کے صدر ہو گئے۔ بھٹو کے خلاف تحریک میں مفتی صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔ بھٹو سے مذاکرات کی کمیٹی کے سربراہ ہوئے بھٹو کے زوال کے بعد مفتی صاحب پھر قومی اتحاد کے صدر رہے۔ اس موقع پر جمعیت علماء پاکستان نے ان سے شدید اختلاف کیا۔ مفتی صاحب نے ضیاء کی وزارت بھی قبول کی ان کی پارٹی کے دو رکن کابینہ میں تھے مگر بعد میں ایک بہادر آدمی کی طرح اپنی اس غلطی کا برملا اعتراف کیا لیکن خدا کے فضل سے مولانا شاہ احمد نورانی سے یہ غلطی بھی نہیں ہوئی۔ مفتی صاحب بعد میں ضیاء الحق کے سخت مخالف تھے۔ مفتی صاحب کی وفات کے وقت ایم آر ڈی بن رہی تھی

مگر وہ اس سے پہلے ہی اس دنیا سے چل بسے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے نوجوان فاضل مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے باپ کی سجادگی کا حق ادا کر دیا۔ میرا پہلا تعارف مولانا فضل الرحمٰن سے نیو سینٹرل جیل ملتان میں ہوا تھا میں اس وقت جامع مسجد دادو آباد بورے والا ضلع وہاڑی میں خطیب تھا۔ یہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کا زمانہ تھا مگر اس وقت مولانا قاسم العلوم ملتان میں طالب علم تھے۔ لیکن اپنے والد کی وفات کے بعد وہ صف اول کے سیاست دان بن کر ابھرے۔ ایم آر ڈی میں انہوں نے نظر بندی جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔ سیاست میں خوب متحرک ہوئے۔ جب جمعیت علماء پاکستان نے گول میز کانفرنس کراچی میں طلب کی۔ مولانا فضل الرحمٰن نے اس میں شمولیت کا وعدہ کیا۔ اس کانفرنس کو ضیاء الحق کی حکومت نے نہ ہونے دیا مگر بعد میں یہی نام مولانا فضل الرحمٰن نے استعمال کیا ان کی گول میز کانفرنس منعقد ہو کر ناکام ہو گئی۔ جے یو پی نے اس میں شمولیت نہ کی اس موقع پر دونوں جماعتوں کے درمیان بیانات کی ہلکی پھلکی فائرنگ بھی ہوئی۔ مگر لمبا جھگڑا نہیں چلا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے پیپلز پارٹی سے اتحاد بھی کیا اختلاف بھی۔ اتحاد کے وقت تو بے نظیر بھٹو ان کے گھر بھی گئیں اور مولانا حج پر جا رہے تھے کہ ایم آر ڈی کے اجلاس کی دعوت ملی۔ احرام کی حالت میں ہی اجلاس میں شامل ہوئے۔ اس پر مولانا نورانی نے کئی مرتبہ اخباری بیانات میں یہ جملہ بھی کہا کہ بے نظیر کی خدمت میں حالت احرام میں حاضر ہو گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن ۱۹۷۸ء کے انتخابات میں کامیاب ہو گئے۔ مگر ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں ناکام کر دیئے گئے۔ یوں وہ بھی آئی جے آئی کی اسلامی تلوار سے ذبح ہو گئے۔ ان کو ہرانے میں خود دیوبندی اکابر کا ہاتھ ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن کے استاذ قاضی عبداللطیف ان کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا فضل الرحمٰن کا مقابلہ جے یو پی کے صوبائی سیکریٹری عصمت اللہ خان مستی خیل سے ہوتا ہے اس طرح یہ جماعت بعض معاملات میں جے یو پی سے ہم آہنگ بھی ہوتی ہے۔ بعض امور سے مخالف سمت میں بھی مگر حنفی فقہ کے پبلک لاء بنانے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر نئے انتخابات کرانے، ملک کی سیاست جو اس وقت روپیہ کی سیاست ہو چکی ہے کو نظریاتی سیاست بنانے، سیاست سے فسق و فجور کو دور کرنے کے

علاوہ امریکہ کو عالم اسلام کا سب سے بڑا دشمن سمجھنے میں دونوں جماعتیں متحد الخیال ہیں۔ دونوں جماعتوں کے نزدیک نواز شریف کی حکومت اسلام کے خلاف سازش ہے۔ ضیاء کی باقیات سے مارشل لاء کا تسلسل ہے۔ دھاندلی اور فراڈ کی پیداوار ہے۔ اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی باعث ہے۔ داخلہ اور خارجہ امور میں دونوں جماعتیں ہم خیال ہیں۔ نظام انتخاب کو بدلنا چاہتی ہیں اس لئے دونوں جماعتوں کے قائدین نے مل کر اسلامی جمہوری محاذ قائم کیا ہے۔

محاذ کے اثرات

اس محاذ کے اثرات کیا ہوں گے یہ فیصلہ بھی وقت ثابت کرے گا مگر بظاہر اس اتحاد کے قیام نے مذہب سے تعلق رکھنے والے طبقہ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ ہر چند کہ نواب زادہ نصر اللہ خان مذہبی سیاستدان نہیں ہیں مگر وہ لادین سیاست کے بھی خلاف ہیں۔ اس لئے اس اتحاد کو سب سے پہلا خراج تحسین انہوں نے ہی پیش کیا ہے۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد اور فقہ جعفریہ کے قائد ساجد نقوی بھی اس اتحاد کا خیر مقدم کر چکے ہیں۔ یہ اتحاد ۲۰ اپریل ۱۹۹۲ء کو قائم ہوا۔ اب تک اس اتحاد نے جس کو تکلیف پہنچائی ہے وہ بے چارا نوائے وقت ہے وہ مذہبی جماعتوں کی سیاست ہی کے خلاف ہے۔ عجب بات ہے کہ نوائے وقت عورتوں کی قومی اسمبلی میں کوٹہ دینے کی تبلیغ فرماتا ہے۔ عورت کی سربراہی کی حمایت کرتا ہے مگر مذہبی جماعتوں کی سیاست کو پسند نہیں کرتا۔ نوائے وقت کئی مرتبہ یہ لکھ چکا ہے کہ وہ عورت کی سربراہی کے خلاف نہیں ہے۔ مگر مولانا نیازی اس کے باوجود اس اخبار کو اسلامی قرار دیتے ہیں۔ مگر مولانا نورانی ہزار مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ وہ عورت کی سربراہی کے خلاف ہیں۔ مگر مولانا نیازی اس کے باوجود اسی الزام کو دوہرائے جا رہے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن بھی عورت کی سربراہی کے خلاف ہیں مگر سیاست میں سب سے ملنا پڑتا ہے۔ ان کے علاوہ دونوں جماعتوں کے مابین ملک کی سلامتی دفاع قرضوں سے آزادی ملک کی خوشحالی جیسے بہت سے امور پر اتفاق ہے۔ اسی لئے اتحاد قائم ہوا ہے۔ میرے نزدیک اس اتحاد سے موثر نقوش ثبت ہوں گے۔ اولاً ملک سے غیر سنجیدہ سیاست کی کمر ٹوٹے گی جیسے کہ سپاہ صحابہ کی نام

نہاد سیاست ہے۔ یہ اتحاد ایسی خود رو پارٹیوں کی بے لگام سیاست کے سامنے بند باندھے گا۔ ثانیاً اس اتحاد کی تپش تہران میں محسوس کی جائے گی کہ تہران کے موجودہ حکمران اپنے امام خمینی کی امریکہ دشمنی کی سیاست کو چھوڑ کر امریکہ پرستی کی سیاست کر رہے ہیں مگر اپنے اس جرم کو چھپانے کے لئے ساجد نقوی جیسے ایجنٹوں کے ذریعہ لوگوں کی زبانوں پر گولیاں مارنے کا پرتشدد پروپیگنڈہ کروا رہے ہیں۔

اس اتحاد سے ایسے موسنوں کی حوصلہ شکنی ہوگی اور بے لگام ذاکروں کو محسنین اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بالخصوص مراد مصطفےٰ ﷺ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف پلید زبان استعمال کرنے میں لازماً جھجک محسوس ہوگی۔ یوں فرقہ واریت کی دیوار گرانے میں یہ اتحاد مفید ہو سکتا ہے۔ ثالثاً کئی جگہوں پر علاقہ کے عوام کی اعتقادی نہج کے مخالف آئمہ منافقت کا جامہ پہن کر مسجدوں پر قابض ہو جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اپنے کل پرزے نکال کر مسجد ہتھیا لیتے ہیں۔ پھر انہیں ہٹانے کے لئے فتنہ و فساد کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس اتحاد سے ایسے امور پر آسانی سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ رابعاً کوئی جماعت بھی اقتدار میں آ کر محض اقتدار کے بل بوتے پر دوسری جماعت کے مذہبی نظریات کی معانت نہیں کر سکے گی۔ جیسا کہ مفتی محمود صاحب کے وزیراعلیٰ سرحد ہونے کے دور میں مولانا عزیز الرحمٰن کی صوبہ بدری رہی اور سرحد کے سنی بریلوی علماء کے الزام کے مطابق ان کے مدارس کو کچلا گیا۔ اگر یہ اتحاد برسر اقتدار آ گیا تو دونوں جانب سے ایسی شکایات پیدا نہیں ہوں گی۔ خامساً اس کے خارجی اثرات میں دنیا بھر کے اسلام دشمن عناصر کے لئے ایک نیا خطرہ محسوس ہوگا۔ امریکہ جو انسانیت اور اسلام کا دشمن اعظم ہے۔ اس کے حواری موالی عناصر پر اس اتحاد سے لرزہ طاری ہوگا۔ سادساً علامہ فضل حق خیر آبادی اور تحریک آزادی کے دوسرے اکابر نے انگریز دشمنی کا جو پودا کاشت کیا تھا مگر سیاسیات کے شور و غل میں اس کی آبیاری سے امت غافل ہو گئی تھی۔ اس اتحاد سے اس پودے کی پھر آبیاری ہوگی اور انگریز دشمنی کا خیر آبادی اور رضوی جذبہ پھر بیدار ہو جائے گا۔ سابعاً عراق اور لیبیا کے مظلوم مسلمانوں سے اظہار ہمدردی کا جذبہ فروغ پذیر ہوگا۔

ثامناً اس وقت جمعیت علماء پاکستان کا اثر و رسوخ عملی طور پر سندھ اور پنجاب

میں ہے۔ سرحد اور بلوچستان میں نہیں ہے۔ اسی طرح جمعیت علماء اسلام کا اثر و رسوخ صرف بلوچستان اور سرحد میں ہے۔ پنجاب اور سندھ میں نہیں ہے۔ اگر یہ اتحاد قائم رہے تو پنجاب و سندھ میں جمعیت علماء اسلام کے اثرات پیدا ہو سکتے ہیں جو یقیناً الطاف حسین، جی ایم سید، نواز شریف سے بہرحال بہتر ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان کو اس میں تعاون کرنے میں نقصان نہیں بلکہ لادین اور دین فروشوں سے نجات میں تعاون ہوگا۔ اسی طرح اگر سرحد اور بلوچستان میں جمعیت علماء پاکستان کے اثرات مرتب ہو جائیں تو ولی خان، اکبر بگٹی، بزن بزنجو اور نام نہاد مسلم لیگیوں سے بہرحال بہتر ہوگا۔ جمعیت علماء اسلام کے متعصب مولوی کو اس مسئلہ پر بہرحال سوچنا ہوگا۔ تاسعاً دونوں جماعتیں اگر مل کر حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو ملک قرضوں سے نجات پائے گا۔ عیاشی اور بدکاری کی موت ہوگی۔ نیکی کو فروغ حاصل ہوگا۔ قومی خزانہ محفوظ ہاتھوں میں جائے گا۔ دفاع مضبوط ہوگا۔ ایٹمی پروگرام جاری رہے گا۔ اقوام متحدہ میں ایک مشترکہ اور اسلامی آواز گونجے گی۔ سامراجیوں کے استبدادی پنجہ کو مروڑنے میں مدد ملے گی۔ عالم اسلام پر مسلط قیادت کی امریکہ نواز ذہنیت تبدیل ہوگی۔ دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوگی۔ اسلامی جمہوریت کا پھریرا لہرائے گا۔ پریس آزاد ہوگا۔ فکر و نظر کی آزادی ہوگی۔ بنیادی حقوق کا تحفظ یقینی ہوگا۔ آمریت کے تمام ہتھکنڈے دم توڑ جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

عاشراً ملک کے اندر دونوں جماعتوں کے غیر ذمہ دار عناصر کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ کوئی بھی شخص اسلام کی بنیادی اقدار کا مذاق نہ اڑا سکے گا۔ سرور دو جہاں ﷺ کی بے ادبی خلاف قانون قرار پائے گی۔ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہنے کی بدعت ختم ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے علماء دیوبند اور امام احمد رضا کے نام لیوا مشائخ اور علماء اپنے مابین اصلی اور بنیادی اختلاف یعنی متنازعہ عبارات کا تصفیہ کرنے کی طرف بڑھ سکیں۔ ان دس وجوہات کی بنیاد پر اس اتحاد کو امت کے لئے مفید کہا جا سکتا ہے مگر اس کو ناکام کرنے کے لئے حکومتی سازشیں شروع ہو چکی ہیں۔ ان پر نظر رکھنا دونوں جماعتوں کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً اس اتحاد سے سب سے بڑی تکلیف تو نوائے وقت کو ہوئی ہے کہ اس نے اپنے

اداریہ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء میں دیوبندی بریلوی کا مسئلہ نماز چھیڑ کر لڑانے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس اتحاد کے دینی مفادات کے باوجود دونوں جماعتوں نے اس کی بنیاد سیاسی رکھی ہے۔ دینی اور مسلک کا اتحاد قرار ہی نہیں دیا مگر چونکہ دونوں جماعتیں دینی ہیں اس لئے ان کی سیاست کا فائدہ بھی دین متین ہی کو ہوگا۔ دونوں جماعتوں کا انضمام نہیں ہوا اتحاد ہوا ہے۔ اس واضح اعلان کے بعد نوائے وقت نے اپنے من کی شرارت کو پھیلایا ہے۔ مولانا فضل الرحمن اور ان کے ساتھیوں نے نماز کا مسئلہ چھیڑا ہی نہیں۔ اتفاق رائے سے ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء جب پہلی سربراہی ملاقات ہوئی تھی اور اس اتحاد کی ابتدائی بات چیت ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا فضل الرحمن کے مابین یہ اجلاس جمعیت علماء پاکستان کے سیکریٹری اطلاعات پیر سید اعجاز احمد ہاشمی کے بنگلہ پر ہوا تھا۔ دوسرا سربراہی اجلاس ۲۰ اپریل ۱۹۹۲ء کو دفتر جمعیت علماء پاکستان میں ہوا۔ دونوں موقعوں پر پہلی مرتبہ نماز عصر اور دوسری مرتبہ نماز مغرب کے وقت آئے۔ دونوں مرتبہ میں نے نماز پڑھائی۔ دونوں جماعتوں کے اکابرین نے پڑھی۔ نوائے وقت شرارت سے اس مسئلہ کو اچھال رہا ہے دونوں جماعتوں کو اس پروپیگنڈہ سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اسی طرح ہمارے مسلک کے سرکاری پیر اور مولوی اس مسئلہ کو ابھار رہے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی علماء کے ساتھ وہ زکوٰۃ کمیٹیوں میں بیٹھتے ہیں، متحدہ علماء کونسل میں شریک ہوتے ہیں، رویت ہلال کمیٹی کے ارکان ہیں اور خود مولانا عبدالستار خان نیازی، متحدہ اسلامی محاذ کے صدر ہیں جس کی تشکیل منصورہ میں ہوئی تھی۔ اس میں ساجد نقوی شیعہ بھی ہے، ساجد میر اہلحدیث بھی اور سمیع الحق دیوبندی بھی اس کے علاوہ مولانا نیازی کے مکان پر یہ واقع ہو چکا ہے کہ ساجد نقوی نے تمام مکاتب فکر کو نماز پڑھائی۔ خود مولانا نیازی نے عبدالقادر آزاد کی اقتداء میں صدر ضیاء الحق کی والدہ کا جنازہ پڑھا ہے۔ سرکاری حج کے موقع پر حجاز تشریف لے گئے اور وہاں کے وہابیوں کو سنی قرار دیا اس کے باوجود اس اتحاد کو بھولے بھالے سنیوں کے سامنے اس طرح پیش کر رہے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ نیت دین نہیں دنیا ہے۔

(ہفت روزہ احوال، مئی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۸ تا ۲۲)

اسلامی جمہوری محاذ بھی میدان میں آ گیا

عوامی رابطہ کے لئے مرحلہ وار پروگرام کا اعلان

محمد اکرم بٹر☆

اسلامی جمہوری محاذ کی قیادت نے بھی میدان عمل میں نکلنے کا اعلان کر دیا ہے۔ پچھلے دنوں لاہور میں جمعیت علماء پاکستان اور اسلامی جمہوری محاذ کی مجلس عاملہ کے علیحدہ علیحدہ اجلاس ہوئے جن میں عوامی رابطہ کے پروگرام کی توثیق کر دی گئی۔

اسلامی جمہوری محاذ کے سربراہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی ان دنوں بیرون ملک تبلیغی دورہ پر ہیں۔ امکان ہے کہ جنوری کے آخری عشرہ میں واپس تشریف لے آئیں گے۔ چنانچہ اجلاس کی صدارت کے لئے محاذ کی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین اور قائم مقام صدر مفکر اسلام پروفیسر شاہ فرید الحق 3 جنوری کو صبح 9 بج کر 50 منٹ پر لاہور تشریف لائے ان کے ہمراہ احوال کے ایڈیٹر اور اسلامی جمہوری محاذ کی مجلس عاملہ کے رکن جناب محمد احمد صدیقی بھی تشریف لائے۔ ایئرپورٹ پر جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے صدر میجر جنرل ریٹائرڈ ایم ایچ انصاری ضلع شمالی کے صدر مولانا خادم حسین شرقپوری، وسطی کے صدر علامہ اقبال احمد فاروقی، جنوبی کے صدر قاری زوار بہادر، علامہ سید طالب حسین گردیزی، مولانا انوار السلام رضوی، سردار محمد اکرم بٹر، عبدالستار غازی، حافظ فدا محمد وقاص سمیت جمعیت علماء پاکستان اور انجمن طلباء اسلام لاہور کے سینکڑوں کارکنوں نے پروفیسر شاہ فرید الحق کا والہانہ استقبال کیا۔

حق وصداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی۔ تیری امید میری امید شاہ فرید الحق، جمعیت علماء پاکستان زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ وہاں شاہ فرید الحق صاحب نے کارکنوں سے مختصر گفتگو کی۔ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل جناب کے ایم اظہر خاں

☆ (نمائندہ خصوصی احوال) لاہور، علاقہ کی معروف دینی وسماجی اور سیاسی شخصیت

بھی شاہ صاحب کے ساتھ کراچی سے تشریف لائے تھے۔ یہ قافلہ مرکزی دفتر پہنچا۔ جے یو پی کے دفتر میں علماء کرام اور کارکنوں کی کثیر تعداد اپنے قائدین سے ملاقات کے لئے پہنچی۔

پھر جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس شروع ہو گیا۔ جس کی صدارت جناب پروفیسر شاہ فرید الحق نے کی۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی محاذ آرائی سے عوام تنگ آ چکے ہیں اور تیسری قوت کے انتظار میں ہیں جو عوام کی فلاح وبہبود اور مسائل کے لئے حل تلاش کرے۔ انہوں نے کہا کہ ملک چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے مگر حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو جرات مند حکمرانوں کی ضرورت ہے جو یہود وہنود کے مظالم پر اقوام متحدہ میں بھرپور احتجاج کریں۔ جنرل کے ایم اظہر خاں نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری دنیا میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں مگر امت مسلمہ اس وقت نہ جانے کیوں خاموش ہے۔
اجلاس میں ریٹائرڈ جنرل کے ایم اظہر خاں میجر جنرل حافظ ایم ایچ انصاری، محمد احمد صدیقی، سید محفوظ مشہدی، سردار محمد خاں لغاری، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، چوہدری محمد یعقوب، محمد عثمان خاں نوری، عصمت اللہ مستی خیل، اورنگ زیب تحولی سمیت دوسرے اراکین مجلس عاملہ نے شرکت کی۔

اجلاس میں منظور کی جانے والی قراردادوں میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ سانحہ بابری مسجد پر تمام اسلامی ممالک کا فوری اجلاس طلب کر کے بھارت پر دباؤ ڈالا جائے کہ بابری مسجد دوبارہ تعمیر کی جائے۔

دوسری قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وزیروں کی فوج کم کی جائے اور غیر ضروری اخراجات سے حکومت گریز کرے۔

اجلاس میں سیلف ایمپلائمنٹ اسکیم کو بے معنی اور نامکمل قرار دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے ٹھوس اقدامات کرے۔

تیسری قرارداد میں بوسنیا، کشمیر اور فلسطینی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی مذمت کی گئی اور ان مظالم کو حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی کا سبب قرار دیا گیا۔ اجلاس میں یہ بھی

مطالبہ کیا گیا کہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دینے کی افواہوں کی تردید کرے اور پاکستانی سفیر عابدہ حسین کو برطرف کرے۔

3 جنوری 1992ء کو جمعیت علماء پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے بعد اسلامی جمہوری محاذ کی مرکزی عاملہ کا اجلاس بھی پروفیسر فرید الحق کی صدارت میں ہوا۔ جو دو روز تک جاری رہا۔ اجلاس میں تمام ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر تفصیل سے غور کیا گیا اور محاذ کے احتجاجی پروگرام کا جائزہ لیا گیا۔

اسلامی جمہوری محاذ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں جنرل کے ایم اظہر خاں، جنرل ایم ایچ انصاری، مولانا فضل الرحمٰن، سینیٹر حافظ حسین احمد، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی ایم این اے، محمد احمد صدیقی، عثمان خان نوری، سید امیر حسین شاہ گیلانی، چوہدری محمد یعقوب، قاضی فضل اللہ، سید محفوظ مشہدی، سید عبدالمالک شاہ، امیر نواز مروت، عصمت اللہ مستی خیل، قاری شیر افضل جعفری، مولانا عبدالرزاق عزیز، محمد خاں لغاری، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، قاری زوار بہادر، میاں محمد اجمل قادری، صاحبزادہ امجد خان، مولانا غلام ربانی اور اورنگ زیب تحولی نے بھی شرکت کی۔

دو روزہ اجلاس کے بعد قائم مقام صدر پروفیسر شاہ فرید الحق اور سیکریٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے مرکزی دفتر میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ محاذ نے وزیراعظم نواز شریف کے خلاف متعدد الزامات کیخ تحت ریفرنس دائر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ریفرنس تیار کر لیے گئے ہیں اور جلد ہی ملک کی اعلیٰ عدالتوں میں رٹ اور قومی اسمبلی کے اسپیکر اور الیکشن کمیشن آف پاکستان کو ریفرنسوں کی صورت میں ارسال کر دیئے جائیں گے۔ اجلاس میں عوامی رابطہ مہم کے مرحلہ وار پروگرام کا بھی اعلان کر دیا گیا جس کے تحت ۲۵ جنوری کو حیدر آباد میں ایک بڑا جلسہ عام منعقد کیا جائے گا۔ ۴ فروری کو ملتان اور ۱۱ فروری کو فیصل آباد میں جلسے کیے جائیں گے۔ ۱۰ فروری کو مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس لاہور میں ہوگا جس میں آئندہ پروگرام کا اعلان کیا جائیگا۔ رمضان المبارک کے بعد پورے ملک میں عوامی رابطہ مہم بھرپور انداز میں شروع کی جائے گی۔

مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ اسلامی جمہوری محاذ کی مجلس عاملہ نے تفصیل سے

حالات پر غور کیا ہے جس میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ موجودہ حکومت شریعۃ کے نفاذ کے بارے میں قوم سے کیے گئے وعدوں سے منحرف ہو چکی ہے۔ اس کے برعکس جس عظیم مقصد کے لئے قوم سے ووٹ مانگے تھے اس سے منافقت کا رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسی حکومت کو برقرار رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ اسمبلیوں میں موجود اکثریت دھاندلی کی پیداوار ہے اور دھاندلی سے قائم حکومت کو آئینی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا موجودہ حکومت کو توڑ کر قومی اتفاق رائے کی عبوری حکومت قائم کی جائے جو متناسب نمائندگی کی بنیاد پر عام انتخابات کرائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم شناختی کارڈ میں مذہب کے الگ خانے کے فیصلہ کو واپس لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اسلامی جمہوری محاذ جمعۃ المبارک ۸ جنوری کو پورے ملک کی مساجد میں اس بارے میں قراردادیں منظور کرائے گا اور پھر ۱۵ جنوری کو پورے ملک میں جلوس نکالے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وزارت داخلہ کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کابینہ کے منظور کردہ فیصلہ کو تبدیل کرے۔

اسلامی جمہوری محاذ کی تنظیم سازی کا مرحلہ رمضان المبارک سے پہلے مکمل کر لیا جائے گا۔ وزیر اعظم کے خلاف ریفرنس دائر کرنے کی ذمہ داری مولانا سید حامد سعید کاظمی ایم این اے اور سینیٹر حافظ حسین احمد کو سونپی گئی ہے۔ یہ ریفرنس حکومت کی جانب سے غیر اسلامی قوانین بالخصوص سود کو تحفظ دینے، اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں سے روگردانی کرنے اور آئینی خلاف ورزیوں پر دائر کیے جائیں گے۔ شاہ فرید الحق نے کہا کہ حکومت آئین سے غداری کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اس الزام کے تحت بھی عدالت سے رجوع کیا جائے گا۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا فضل الرحمان نے کہا کہ اسلامی جمہوری محاذ کسی دوسرے اتحاد میں مدغم نہیں ہوگا۔ البتہ ان قومی معاملات جن پر مکمل اتفاق رائے ہے پر کسی بھی اتحاد یا جماعت سے تعاون کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ہم کسی کے دم چھلا بن کر نہیں رہیں گے۔

انہوں نے اسلامی جمہوری محاذ میں دوسری دینی جماعتوں کی شمولیت کا جائزہ لینے کے لیے رابطہ کمیٹی کو ہدایت کی کہ ۱۰ فروری کے اجلاس سے قبل اپنی رپورٹ مکمل کریں۔

متحدہ دینی محاذ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ حکومت کے اشارہ پہ تشکیل دیا گیا ہے۔ شاہ فرید الحق نے کہا کہ یہ محاذ تنظیمی سطح پر کہیں بھی موجود نہیں ہے اور یہ صرف پی ڈی اے اور این ڈی اے کو کمزور بنانے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم کرسی اقتدار نہیں چاہتے۔ ہم نظام تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم کرسی حاصل کریں اور نظام کو نہ بدل سکیں تو پھر کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا فیصلہ واپس لینا پوری قوم کی دینی غیرت کو للکارنے کے مترادف ہوگا۔

حکومت نے مذہب کا خانہ واپس لیا تو ہم حکومت کے خلاف زبردست تحریک چلائیں گے اس فیصلے کی واپسی کا مطلب یہ ہوگا کہ 12 کروڑ مسلمان اپنی سرزمین پر اپنی مرضی کے فیصلے نہیں کر سکتے بلکہ یہ فیصلے بیرونی قوتوں کی ایماء پر ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اجلاس میں متحدہ عرب امارات سے پاکستانیوں کے انخلاء کی مذمت کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں متحدہ عرب امارات کی طرف سے بتائی گئی وجوہات کو بے بنیاد قرار دیا گیا۔

اجلاس نے عراق کے شمالی علاقہ میں عراقی طیارہ گرانے کے امریکی اقدام کی بھی شدید مذمت کی اور اقوام متحدہ کو ایسی قانونی خلاف ورزیوں کا نوٹس لینے کا مطالبہ بھی کیا۔

اجلاس میں مقبوضہ بیت المقدس سے ۴ سو فلسطینیوں کے انخلاء کی مذمت کی گئی اور عالمی برادری سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اسرائیل کو عالمی دہشت گرد قرار دے۔

اسلامی جمہوری محاذ کے احتجاجی پروگرام کا اعلان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دینی قوتیں ملک کی تیزی سے بگڑتی ہوئی صورت حال سے غافل نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے موجودہ حکمرانوں کی دو سالہ حکومت کے دوراں ہونے والے تمام غیر اسلامی کاموں کا بغور جائزہ لینے کے بعد میدان میں نکلنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس وقت حالات یہ ہیں کہ تمام دینی قوتیں اپنے اپنے اختلافات بھلا کر مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں متحد ہو جائیں کیونکہ امام نورانی کی ہی شخصیت اس وقت ایسی ہے جو جابر اور ظالم حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتی ہے۔ ویسے بھی جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام ایسی سیاسی

جماعتیں ہیں جن کے پاس حقیقی نظریاتی کارکنوں کی ایک کھیپ ہے اور یہ وہ کارکن ہیں جو اپنے مشن کی خاطر کٹ مرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور جن کا جینا مرنا اپنے مشن کے لیے ہوتا ہے۔ ان جماعتوں میں فصلی بٹیروں کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

ویسے بھی یہ جماعتیں ایسے مکاتب فکر کی نمائندگی کرتی ہیں جن کے بغیر کوئی بھی مذہبی یا سیاسی تحریک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اگرچہ دونوں جماعتوں کے چند افراد نے حکمرانوں کے اشارہ پر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی ہے لیکن پھر بھی 95 فیصد اکثریت مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے مولوی سمیع الحق تو نواز شریف اینڈ کمپنی کے ہاتھوں بدنام زمانہ طاہرہ سیکس اسکینڈل کے ذریعہ صلہ حاصل کر چکے ہیں مگر دوسرے بزرگ مولانا عبدالستار خان نیازی ابھی تک حکومت کے کباب میں ہڈی بنے ہوئے ہیں۔

شاید وہ بھی عنقریب کسی اسکینڈل میں پھنسا دیے جائیں۔ کیونکہ پچھلے دنوں ایک حساس ترین وفاقی ادارے کے ایک ملازم نے دوستوں کی ایک محفل میں انکشاف کیا تھا کہ مولانا نیازی کے خلاف بھی طاہرہ اسکینڈل کی طرح "سیکس اسکینڈل" کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ مولانا کو اس کی تفصیلات سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ پچھلے کچھ عرصہ سے حکمرانوں کی وکالت کرتے ہوئے عتاب کا شکار ہو رہے ہیں مگر سرکار کے سامنے اف نہیں کرتے۔ بہرحال اب بھی اگر یہ دونوں بزرگ اپنی اپنی جماعت میں واپس آ جائیں تو انہیں ایک مرتبہ پھر خدمت گار اور جان نچھاور کرنے والے کارکنوں کا ساتھ نصیب ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری دینی و سیاسی جماعتوں سے بھی رابطے ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب اسلامی جمہوری محاذ ایک بہت بڑی سیاسی قوت بن کر ابھرے گا۔ ویسے حکمران اکثر "ڈس انفارمیشن سیل" کے ذریعہ کئی قسم کی خبریں اور شوشے چھوڑتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا اس لیے یہ افواہیں جلد ہی دم توڑ جاتی ہیں۔

(ہفت روزہ احوال، جنوری ۱۹۹۳ء، صفحہ ۳۳ تا ۳۵)

اسلامی جمہوری محاذ کا قیام اور نواز حکومت کی پریشانی

محمد اکرم بٹر ☆

قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی پنجاب کے ایک ہفتہ کے دورہ پر ۱۸ اپریل ۱۹۹۲ء کو شام آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر جب پروفیسر شاہ فرید الحق کے ہمراہ کراچی سے لاہور ایئرپورٹ پر پہنچے تو ان کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں جنرل کے ایم اظہر خان، جنرل حافظ محمد حسین انصاری، پیر اعجاز ہاشمی، سید محمد محفوظ مشہدی، علامہ شبیر احمد ہاشمی اور سردار محمد خاں لغاری کے علاوہ ضلعی و علاقائی تنظیموں کے عہدیدار اور کارکن بڑی تعداد میں شامل تھے۔

ایئرپورٹ پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ نواز شریف حکومت اب تھوڑے وقت کی مہمان ہے کیونکہ یہ اپنی داخلی اور خارجی پالیسیوں میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے اور اس کے اتحادی بھی اب ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں۔ آئی جے آئی نے جس انتخابی منشور پر عام انتخابات میں عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی اس پر عمل درآمد نہ کر کے اپنی نااہلی اور بددیانتی کا خود ہی اعتراف کر لیا ہے اور اب حکومت عوام کی رہی سہی تائید سے بھی محروم ہو چکی ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ سندھ کی صورت حال سنگین تر ہو چکی ہے۔ وفاقی حکومت کے تعاون سے تشکیل کردہ موجودہ سندھ حکومت بھی بری طرح ناکام ہو گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ سید مظفر حسین شاہ سندھ کابینہ میں وزیر قانون کی حیثیت سے ناکام رہے تھے تو اب ان سے وزیر اعلیٰ سندھ کے طور پر کیا توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم اس بات پر حیران ہیں کہ ایم کیو ایم، پی پی پی اور این پی پی کی قیادت نے کن وجوہات کی بنا پر مظفر حسین شاہ کو قائد ایوان تسلیم کر لیا ہے جب کہ یہ سب ان کی سابقہ کارکردگی سے آگاہ تھے۔

☆ (نمائندہ خصوصی احوال) لاہور، علاقہ کی معروف دینی و سماجی اور سیاسی شخصیت

علامہ نورانی نے نواز شریف کی افغان پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اور خطرہ یہ ہے کہ کہیں خانہ جنگی پاکستان تک نہ پھیل جائے جس سے سنگین مسائل پیدا ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ عرصہ سے افغانستان میں امریکہ کی دلالی کر رہے ہیں اور حکومت پاکستان کو بھی بلیک میل کرتے رہتے ہیں انہیں بے نقاب کیا جائے۔ لیبیا پر سلامتی کونسل کی قرارداد کے تحت لگائی گئی پابندیوں کی مذمت کرتے ہوئے علامہ نورانی نے کہا کہ اس طرح امریکہ عالمی تھانیدار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی ممالک کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر دنیا بھر کی مظلوم اقوام امریکی جارحیت کا شکار ہوں گی۔

آپ نے حکومت کی حالیہ قرضہ اسکیم کو بے روزگار نوجوانوں کے ساتھ سنگین مذاق قرار دیتے ہوئے کہا کہ نواز شریف کا یہ عید گفٹ اس دور کا سب سے بڑا فراڈ ہے جس میں ساڑھے ۱۷ فیصد سود پر قرضہ فراہم کرنا ہی اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے کافی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی ایئرپورٹ سے سیدھے جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما اور نامور سنی عالم دین سید طالب حسین شاہ گردیزی کے مدرسہ برکات العلوم مظفر گڑھ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے سالانہ جلسہ دستار فضیلت سے خطاب کیا جب کہ فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی پروفیسر شاہ فرید الحق نے کی۔ سید محمد محفوظ مشہدی، جنرل ایم ایچ انصاری، پیر اعجاز ہاشمی، علامہ الٰہی بخش ضیائی، علامہ شبیر احمد ہاشمی، مولانا خادم حسین شرقپوری، سید شاہد حسین گردیزی اور علاقہ بھر کے علماء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ علامہ نورانی نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ حکمران عیاش بھی ہیں اور لٹیرے بھی۔ ان کے دور میں عوام کو سکون نہیں ہے۔ مگر یہ لوگ بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے اپنی بڑی بڑی کوٹھیوں میں آرام سے سوتے ہیں۔ ان کے دور میں ہر طرح کے جرائم میں ۶۰ فیصد اضافہ ہوا ہے یعنی ان سے پہلے اگر ایک قتل ہوتا تھا تو اب ۶۰ قتل ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سال رمضان المبارک میں پورے اندرون سندھ کی مسجدوں میں نماز تراویح اور نماز فجر ادا نہیں کی جا سکی۔ لوگ ڈاکوؤں کے خوف سے گھر کو کنڈیاں لگا کر گھروں میں چھپے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود نواز شریف امن کی بانسری بجا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نواز شریف نے انتخابات سے قبل وعدہ کیا تھا کہ وہ امریکہ کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کریں گے اور

کشمیر کا مسئلہ حل کروائیں گے۔ بھارت کے خلاف جہاد کریں گے۔ مگر اقتدار حاصل کرنے کے بعد امریکہ سے تعلقات درست کرنے کے لئے عورت کا سہارا لیا گیا اور ایک خاتون کو سفیر بنا کر امریکہ بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات سے قبل نواز شریف اور ضیاء الحق نعت شریف سن کر جو آنسو بہاتے یا مزار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتے تھے اس سے اہلسنت کے بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکہ دیا گیا۔ مگر اقتدار میں آنے کے بعد وہ بدستور شراب کے پرمٹ دے رہے ہیں۔ چکلے اور زنا کے اڈے موجود ہیں۔ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے اور ابھی مزید مہنگائی ہونے والی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف کی ڈیڑھ سالہ حکومت ہم پر عذاب خداوندی ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے آئی جے آئی کو ووٹ دیئے تھے وہ توبہ کریں کیونکہ یہ حکومت یہود و ہنود کی سازشوں سے برسر اقتدار آئی تھی اور اسلامی اتحاد دراصل امریکی اتحاد ہے۔

دوسرے روز مورخہ ۱۹ اپریل بروز اتوار علامہ شاہ احمد نورانی اپنے دیرینہ رفیق اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی راہنما ملک محمد اکبر ساقی مرحوم کی تعزیت کے لئے ان کی رہائش گاہ سمن آباد لاہور تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی اور صوبائی راہنما بھی موجود تھے۔ آپ نے اکبر ساقی کے صاحبزادے ملک جاوید اکبر ساقی سے ان کے والد کی تعزیت کی اور مرحوم کی روح کے لئے ایصال ثواب کیا۔ اس کے بعد آپ نے سارا دن جمعیت علماء پاکستان کے دفتر میں کارکنوں سے ملاقات کرنے میں گزارا اور پھر سہ پہر ۲ بجے ضلع لاہور کی تنظیموں کی طرف سے اپنے اعزاز میں دیئے جانے والے استقبالیہ میں شرکت کی جبکہ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام کی کمیٹیوں کے درمیان تیسرے سیاسی اتحاد کے لئے مذاکرات سارا دن جے یو پی کے دفتر میں ہوتے رہے۔ جے یو پی کی مذاکراتی کمیٹی میں پروفیسر شاہ فرید الحق کے علاوہ جنرل کے ایم اظہر، جنرل ایم ایچ انصاری، پیر اعجاز احمد ہاشمی، محمد احمد صدیقی اور صاحبزادہ محمد اکرم خان شامل تھے۔ جب کہ جے یو آئی کی مذاکراتی ٹیم مولانا محمد شیرانی، مولانا زاہد الراشدی، سید امیر حسین گیلانی، حافظ محمد یوسف ایڈووکیٹ اور مولانا رشید جہاں پر مشتمل تھی۔ مذاکرات میں اتحاد کے لئے تمام قواعد و ضوابط طے کیے گئے۔ اپنے اعزاز میں دیئے جانے والے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے علامہ نورانی نے فرمایا کہ مغرب اس وقت ان مسلمان ملکوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے جو اس

کے مفادات کے لئے کام نہیں کرتے۔ عراق کے صدام حسین اور لیبیا کے کرنل قذافی کو امریکہ نے اس لئے نشانہ بنایا ہوا ہے تاکہ مسلم امت کی یہ ابھرتی ہوئی طاقتیں دم توڑ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ صدام اور قذافی کے یورپ میں کوئی مفاد نہیں ہیں۔ اس لئے یورپی حکمران ان کو برداشت نہیں کر رہے۔ انہوں نے کہا کہ لیبیا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ اس کی کل آبادی ۲۵ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ یعنی آبادی کے لحاظ سے وہ لاہور سے بھی چھوٹا ہے۔ مگر اس کا رقبہ ۷ لاکھ مربع میل ہے۔ جبکہ پاکستان کا کل رقبہ ۳ لاکھ مربع میل ہے۔ اس طرح لیبیا صحرا پر مشتمل ہے مگر دنیا کے سب سے بڑے سامراج سے جنگ کر رہا ہے۔ جب کہ پاکستان کی آبادی ۱۲ کروڑ ہے لیکن ہمارے حکمران امریکی سامراج کے غلام بن چکے ہیں۔ علامہ نورانی نے کہا کہ تیل مسلمانوں کی دولت ہے جس سے انسانی زندگی میں روانی ہے۔ سامراجیوں نے تیل کی قیمت ۳۲ ڈالر فی بیرل سے گھٹا کر ۲۰ ڈالر فی بیرل کرا دی ہے۔ اس کے مقابلہ پر ایک یہودی کمپنی کا مشروب کوکا کولا کی قیمت ساٹھ ڈالر فی بیرل ہے۔ گویا مسلمانوں کا تیل سستا اور یہودی مشروب مہنگا۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف گروپ نے ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ آپ نے آئی جے آئی کو ڈوبتا ہوا سفینہ قرار دیا اور کہا کہ جو آج بھی اس میں سوار ہے وہ اپنی عقل کا علاج کرائے۔ استقبالیہ کی صدارت مولانا خادم حسین شرقپوری نے کی اور علامہ شبیر احمد ہاشمی، حمایت علی چوہدری، عبدالرؤف مصطفائی اور عبدالرشید غازی نے بھی خطاب کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے اس رات کو جنرل کے ایم اظہر خاں کے صاحبزادے کی شادی میں شرکت کی اور نکاح پڑھایا۔

۲۰ اپریل سوموار کو علامہ شاہ احمد نورانی اور مولانا فضل الرحمٰن کے مابین تیسرے سیاسی اتحاد کی تشکیل کے لئے مذاکرات کا آخری دور ہوا اور پھر سہ پہر دونوں قائدین نے پریس کانفرنس میں قوم کو اسلامی جمہوری محاذ کے نام سے ایک سیاسی اتحاد کی نوید سنائی۔ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اسلامی جمہوری محاذ کے سربراہ اور جے یو آئی کے مولانا فضل الرحمٰن مرکزی سیکریٹری جنرل ہوں گے۔ چنانچہ مولانا فضل الرحمٰن نے اسلامی جمہوری محاذ کے تنظیمی ڈھانچہ کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ محاذ کا مرکزی سیکریٹریٹ لاہور میں ہوگا۔ اس میں شامل جماعتیں اپنا علیحدہ تشخص برقرار رکھیں گی وہ

اپنی رکنیت سازی اور انتظامی معاملات میں آزاد ہوں گے۔

نئے اتحاد کی مرکزی شوریٰ ۲۴ ارکان پر مشتمل ہوگی جس میں ہر جماعت کو مساوی نمائندگی دی جائے گی۔ سربراہی کونسل سب سے اعلیٰ ادارہ ہوگا اور اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کے سربراہ اس کے رکن ہوں گے۔ اتحاد کے بنیادی مقاصد ناقابل تبدیل ہوں گے اور دیگر امور پر فیصلے دو تہائی اکثریت سے ہوں گے۔ اتحاد کے چار مرکزی نائب صدر، چار جوائنٹ سیکریٹری، سیکریٹری مالیات اور سیکریٹری اطلاعات اور رابطہ سیکریٹری ہوں گے۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ میں چیئرمین اور سیکریٹری کے علاوہ ہر جماعت کا ایک ایک نمائندہ ہوگا۔ پارلیمانی بورڈ کے خلاف اپیل سربراہی کونسل میں کی جائے گی۔ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام کے بعد جو پارٹیاں اتحاد میں شامل ہوں گی ان کی شمولیت کے لئے دونوں جماعتوں کا رضامند ہونا ضروری ہے اور اس طرح کسی بھی پارٹی کو نکالنے کے لئے سربراہی کونسل کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ مولانا فضل الرحمن نے پروفیسر شاہ فرید الحق کی قیادت میں ایک چھ رکنی رابطہ کمیٹی کے قیام کا اعلان بھی کیا ہے جو اتحاد سے باہر دوسری جماعتوں سے رابطہ کرے گی۔ اس کمیٹی کے ارکان میں شاہ فرید الحق کے علاوہ مولانا زاہد الراشدی، حافظ محمد یوسف ایڈووکیٹ، جنرل ایم ایچ انصاری، پیر اعجاز احمد ہاشمی اور مولانا محمد اجمل قادری شامل ہوں گے۔

ایک سوال کے جواب میں اتحاد کے سربراہ علامہ نورانی نے فرمایا کہ آئی جے آئی اور پی ڈی اے میں شامل کسی بھی جماعت کو اس وقت تک شامل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ پہلے اتحاد سے علیحدہ ہو کر شمولیت کی درخواست نہ دے۔

انہوں نے کہا کہ اگر غلام مصطفےٰ جتوئی اور ملک غلام مصطفےٰ کھر نے اسلامی جمہوری محاذ میں شمولیت کی درخواست دی تو سنجیدگی سے غور کیا جائے گا۔ اسلامی جمہوری محاذ اور اسلامی جمہوری اتحاد میں ناموں کی مشابہت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نورانی نے فرمایا کہ ہمارا اصل مقابلہ اسلامی جمہوری اتحاد سے ہی ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے اتحاد کا نام اسلامی جمہوری محاذ رکھا ہے۔ جسے انگریزی میں اسلامک ڈیموکریٹک فرنٹ اور اردو میں آئی جے ایم کہا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اتحاد میں شامل جماعتوں کے دوسرے دھڑے جے یو پی نیازی گروپ اور جے یو آئی سمیع الحق گروپ حکومت کی گود میں

بیٹھے ہیں انہیں ہم سے الگ کیا گیا ہے اور آج ہماری راہیں جدا جدا ہیں۔

انہوں نے بریلوی اور دیوبندی مکاتب فکر کے اس اتحاد کے حوالہ سے مساجد پر قبضے کے جھگڑوں کے بارے میں کہا کہ یہ اتحاد ایسے جھگڑوں کی حوصلہ شکنی کرے گا جب ان سے سوال کیا گیا کہ اب آئی جے آئی کی موجودگی میں جے یو آئی کی بلوچستان حکومت میں شمولیت کے بارے میں آپ کیا کریں گے تو مولانا نورانی نے کہا کہ ہم نے کچھ فیصلے صوبوں کی تنظیموں پر چھوڑ دیئے ہیں۔ وہاں کی مقامی تنظیم علاقائی اور مقامی حالات کے مطابق فیصلہ کرے گی۔

اسلامی جمہوری محاذ کے قائدین نے پریس کانفرنس میں اپنے منشور کا بھی اعلان کر دیا جس کے مطابق (۱) غیر اسلامی نظام اور غیر اسلامی وغیر جمہوری قوانین کا خاتمہ کیا جائے گا۔ (۲) نظام حکومت اور زندگی کے ہر شعبہ میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا مکمل نفاذ۔ (۳) تمام شعار اسلام اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ۔ (۴) ملک کے ہر شہری کے اسلام کے مطابق بنیادی حقوق کا تحفظ اور عدالتی ضمانت (۵) ملک میں متناسب نمائندگی کی بنیاد پر آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرانا (۶) ہر شہری کی بنیادی ضرورتوں، غذا، لباس، مکان، تعلیم اور صحت کی فراہمی کی ہر ممکن کوشش (۷) بیروزگاروں کو ہر ممکن روزگار کی فراہمی اور بے روزگاری کے دوران گزارہ الاونس دینا (۸) تنخواہوں میں فرق کو کم سے کم کر کے تناسب کو ایک اور دس تک لانے کی کوشش (۹) لوگوں کی قوت خرید اور اشیائے فروخت کی ضرورت میں توازن پیدا کرنے کے لئے ایک مستقل جائزہ کمیٹی کا قیام (۱۰) زراعت کو شرعی اصولوں کے مطابق رائج کریں گے اور ملک کی لاکھوں ایکڑ اراضی کو قابل کاشت بنا کر بے زمین کاشتکاروں میں منصفانہ تقسیم۔ (۱۱) بے گھر افراد کو مناسب قیمت پر زمین اور تعمیر کے لئے قرض حسنہ کی فراہمی نیز کچی آبادیوں کے مکینوں کو جائز مالکانہ حقوق کی فراہمی (۱۲) دیہاتوں سے شہروں کی طرف انتقال آبادی کو روکنا (۱۳) مزدوروں اور محنت کشوں کے آئینی حقوق کا تحفظ اور ان پر عملدرآمد کی ضمانت (۱۴) پریس اینڈ پبلیکیشنز سے متعلق تمام غیر جمہوری قوانین کا خاتمہ (۱۵) نوجوانوں کے لئے لازمی فوجی تربیت کا انتظام (۱۶) عالم اسلام کے اتحاد کی کوشش مسئلہ کشمیر، مسئلہ فلسطین اور مسئلہ بیت المقدس کی آزادی کے لئے قابل عمل اقدام (۱۷) آزاد اور خود مختار عدلیہ کا قیام (۱۸) خواتین کے جائز حقوق کا تحفظ (۱۹)

انتظامیہ اور پولیس کے موجودہ نظام میں انقلابی تبدیلی (۲۰) حکمرانوں اور عوام کے احتساب کا ہر سطح پر موثر انتظام (۲۱) استعماری قوتوں کی سازشوں کے خلاف عالم اسلام میں رائے عامہ کی بیداری (۲۲) مسلم ممالک میں نفاذ اسلام کی تحریکات کے درمیان روابط، مشاورت اور باہمی استفادہ کا انتظام۔ تاریخی پریس کانفرنس میں دونوں جماعتوں کے مرکزی رہنما موجود تھے۔

اسلامی جمہوری محاذ کی تشکیل سے جہاں محب وطن سیاسی حلقوں میں خوشی کی اور امید کی لہر دوڑ گئی ہے وہاں حکومتی حلقوں نے پریشانی کا اظہار کیا ہے کیونکہ آئی جے آئی کی حکومت کا اصل ہدف اور نشانہ مولانا نورانی کی ذات رہی ہے اور پچھلے ڈیڑھ سالہ دور حکومت میں سرکاری طائفہ نے مولانا نورانی کو سیاسی میدان سے نکالنے کے لئے تاریخی جھوٹ بولے۔ عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور پھر علامہ نورانی کے پرانے ساتھیوں کو خرید کر ان کی خدمات حاصل کی گئیں تاکہ قائد اہلسنت کو عوام الناس میں بالعموم اور اہلسنت میں بالخصوص اس قدر بدنام کر دیا جائے کہ آئندہ یہ شخص ملکی سیاست سے نکل جائے اور طالع آزماؤں کو اپنی مرضی سے لوٹ کھسوٹ کرنے سے روکنے والا کوئی نہ ہو۔

مگر دشمن کی ہزار کوششوں کے باوجود علامہ نورانی آج بھی لاکھوں سنیوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ اندرون اور بیرون ملک نام نہاد سنی مولوی بھی اپنا تعارف جب تک حضرت نورانی کے حوالے سے نہ کروائیں انہیں اہلسنت عوام تسلیم ہی نہیں کرتے۔

چنانچہ کچھ عرصہ قبل جب جمعیت علماء پاکستان کی قیادت نے جے یو آئی سے ملکی سلامتی کے کچھ مشترکہ نکات پر بات چیت شروع کی تو نواز شریف حکومت تڑپ اٹھی۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف دو مرتبہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے دور افتادہ گاؤں پنیالہ میں مولانا فضل الرحمن سے ملنے ان کے آبائی گھر گئے اور انہیں شیشے میں اتارنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر آفرین ہے اس نوجوان پر بھی کہ اس نے سرکاری انعام و اکرام کی بارشوں کو چھوڑ کر مولانا نورانی کے ساتھ کو ترجیح دی۔ حکومت نے مولانا فضل الرحمن کو تنگ کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ تعلیمی وزراء جن کی ڈیوٹی صرف ناراض دوستوں کو منانا ہے وہ بھی بار بار خصوصی اشارے، پیشکش اور اظہار ہمدردی کے پیغامات لے کر حاضر ہوتے رہے مگر مولانا فضل الرحمن کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور بالآخر انہوں نے سنیوں کے قائد حضرت

علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہوئے قبول کر لیا۔

اب ان دو جماعتوں کا اکٹھے مل کر چلنا اسلام کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں کے لئے سخت پریشانی کا باعث ہے چنانچہ حکومت نے اپنے زیر اثر اخبارات اور ریڈیو پاکستان سے اسلامی جمہوری محاذ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے۔

چنانچہ جمہوری آزادیوں کے ایک نام نہاد علمبردار اخبار نے اپنے ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء بروز بدھ کے ادارتی صفحات پر یوں رقمطراز ہے کہ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام نے اسلامی جمہوری محاذ کے نام سے سیاسی اتحاد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی اور سیکریٹری مولانا فضل الرحمن ہوں گے۔ ملک میں پہلے سے بڑے سیاسی اتحاد موجود ہیں۔ جن میں سے آئی جے آئی برسر اقتدار ہے۔ اور پی ڈی اے پارلیمانی اپوزیشن کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ان دو اتحادوں کے ہوتے ہوئے کسی نئے اتحاد کا کوئی موثر کردار فی الحال نظر نہیں آ رہا۔ نئے اتحاد میں شامل دونوں پارٹیاں دو فرقوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ جن کے لوگ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنے کے بھی روادار نہیں ہیں کو آج کے اخبارات میں اجتماعی نماز کی تصویر شائع ہوئی ہے جس میں جے یو پی کے ایک راہنما کی امامت میں مولانا فضل الرحمن اور ان کے ساتھی بھی صف باندھے کھڑے ہیں۔ تاہم لوگ اس نماز کے منتظر ہیں جس میں مولانا فضل الرحمن کی امامت میں مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے پیروکار نماز ادا کریں۔ اسلام کے ساتھ ستم ظریفی یہ ہوئی ہے کہ اسے لاتعداد فرقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر فرقہ اپنے سوا دوسروں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔

جہاں تک اتحاد میں شامل جماعتوں کے ماضی اور سیاسی اثرات کا تعلق ہے تو ماضی کے انتخابات کے آئینہ میں ان کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ مولانا نورانی کی جماعت کو پہلے سندھ (اور وہ بھی کراچی اور اس کے نواح میں) اور پنجاب میں چند نشستیں مل جایا کرتی تھیں اب سندھ میں ایم کیو ایم نے اس کو ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا اس جماعت کو اب صرف پنجاب میں نمائندگی حاصل ہے۔ جہاں یہ دو گروپوں میں تقسیم ہے۔ مولانا فضل الرحمن کو ہمیشہ سرحد اور بلوچستان میں نمائندگی حاصل رہی ہے جبکہ سندھ اور پنجاب کی سیاست سے یہ باہر ہیں۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ اب پارلیمانی نظام کے تقاضوں کے تحت دونوں جماعتیں مستقل طور پر ایک

جماعت کی تشکیل کریں اس نئے سیاسی اتحاد کو جس کی اساس مذہبی ہے فنڈا منٹلسٹ کے طور پر بدنام کیا جائے گا کیونکہ امریکہ اور روس کے حواری احیائے مذہب کی امنگوں سے بے رہ الرجک ہیں۔ لہٰذا بہتر ہوگا کہ پہلے یہ جماعتیں معاشرہ میں اخلاقیات کو درست کریں، لوگوں کو باعمل مسلمان بنائیں اور پھر سیاست میں اپنے کسی کردار کی توقع کریں۔

اس اخبار کی پالیسی اسلامی جمہوری محاذ کے سلسلہ میں جو ہے وہ ان سطور سے ظاہر ہو گئی ہے کہ کس طرح اس نے بریلوی، دیوبندی تنازعات کو چھیڑنے کی ناکام کوشش کی ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اتحاد کی قیادت ان مسائل سے بے خبر ہے؟ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اتحاد راتوں رات کسی مقصد و اشارے یا ڈنڈے کی طاقت سے نہیں بلکہ دو سیاسی جماعتوں نے ایک طویل عرصہ تک بات چیت کرنے کے بعد کیا ہے اور تمام اختلافی باتوں کا حل بھی نکالا ہوگا اور جب تک تمام بنیادی اختلافی مسائل پر مکمل سیر حاصل گفتگو نہیں ہوتی اتحاد کا اعلان بھی نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اب مخالفین جو مرضی کریں انشاء اللہ اسلامی جمہوری محاذ پاکستانی اور عالمی سیاسی مسائل کے حل کے لئے اپنا موثر کردار ادا کرے گا۔

اس دورہ کے دوران وزیراعظم کے کزن میاں اسلم بشیر نے قائد اہلسنت علامہ الشاہ احمد نورانی کو اپنی رہائش گاہ پر ناشتہ دیا چنانچہ علامہ نورانی جنرل کے ایم اظہر خان، پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر اعجاز احمد ہاشمی اور نوابزادہ نصر اللہ خان نے اکٹھے ناشتہ کیا اور میاں اسلم بشیر نے انہیں ان مظالم سے آگاہ کیا جو وزیراعظم نے اپنے خاندان پر روا رکھے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح نواز شریف نے کاروبار میں شریک اپنے رشتہ داروں کو تنگ کر رکھا ہے۔

مولانا نورانی نے ۲۲ اپریل کو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں انجمن طلباء اسلام کی سلور جوبلی کی تقریبات میں شرکت کی اور ایک عظیم الشان میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس سے خطاب کیا اور پھر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن فیصل آباد سے بھی خطاب فرمایا۔ ۲۲ اپریل کو آپ ملتان روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ نے ۲۴ اپریل جمعۃ المبارک کو علی پور اور خان گڑھ میں دو تاریخی جلسوں سے خطاب کیا۔ آپ کے علاوہ نوابزادہ نصر اللہ خاں، سردار فاروق خاں لغاری، جے یو پی کے پارلیمانی لیڈر صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی اور ایم این اے سردار عبدالقیوم جتوئی نے بھی خطاب کیا ہے۔ (ہفت روزہ احوال، مئی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۵ تا ۱۸)

"ڈس انفارمیشن سیل" کی کارگزاریوں کا پردہ چاک

آئی جے آئی شریعت بل کا نفاذ کرے

جمعیت علما پاکستان کی پارلیمانی پارٹی نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے آئی جے آئی کی حکومت سے بھرپور تعاون کرے گی اور قوم کی نمائندگی کا حق ادا کرے گی۔ ان خیالات کا اظہار جمعیت علماء پاکستان کے صدر قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے جمعیت کے نو منتخب اراکین قومی اسمبلی کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ میں کیا۔ جس میں کارکنوں کی بہت بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ہماری جدوجہد خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہے اور آخرت کی سرخروئی ہمارا مطمع نظر ہوتی ہے۔ اس لیے ہم فتح و شکست کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے کیونکہ فتح و شکست انتخابی عمل کا حصہ ہے اور جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد صاحبزادہ حامد سعید کاظمی ارکان میاں عطا محمد قریشی، سردار عبدالقیوم جتوئی ایوان میں یہ ثابت کر دیں گے کہ ہم نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے داعی ہیں اور یہ آواز انشاء اللہ پورے ملک میں گونجے گی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کارکنوں پر زور دیتے ہوئے کہا کہ موجودہ انتخابی نتائج کو سامنے رکھ کر اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ کہیں ہم سے کسی جگہ کمی تو نہیں رہ گئی اور اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت کے امیدواران کو کثیر تعداد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی اس کے باعث مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مایوسی کفر ہے اور مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ ہماری جدوجہد اس نظام پاک کے لیے ہے جس کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا اور وہ دن دور نہیں جب اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پی پی پی کے دور حکومت میں لوگ کہتے تھے کہ مولانا نورانی عورت کی حکمرانی جائز قرار دیتے ہیں مگر ہم نے کبھی یہ بات نہیں کہی اور نہ ہی اب اس کے حق میں ہیں کیونکہ شریعت میں عورت کی حکمرانی حرام ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آئی جے آئی کو یہ موقع عطا فرمایا

ہے کہ دستور میں ترمیم کرے کہ عورت حکمران نہیں ہو سکتی اور شریعت بل کا فوری نفاذ کرے۔ جمعیت علماء پاکستان بھرپور ساتھ دے گی کیونکہ سینٹ میں شریعت بل پہلے ہی منظور ہو چکا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نیک کام کے لیے ہر کسی کے ساتھ تعاون کیا ہے اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ جمعیت کے پارلیمانی قائد صاحبزادہ حامد سعید کاظمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عزت و ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ کسی عہدے یا مرتبے کی متقاضی نہیں ہوتی۔ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے ملتان اور کراچی سے انتخابات میں حصہ لیا اور ان دونوں حلقوں کے نتائج میں تحریف کی گئی۔ انتظامیہ نے نتائج کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کا حوصلہ دیکھ کر ہمارا حوصلہ بڑھتا ہے اور گذشتہ روز مقامی اخبار میں ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق کے بارے میں علامہ شاہ احمد نورانی کے بیان کو غلط انداز میں شائع کرنے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ جو کہانی اخبار میں بنا کر شائع کی گئی وہ جھوٹ کا پلندہ تھی اور میں خود موجود تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایسی کوئی بات نہیں کی یہ عوام کو گمراہ کرنے کے اوچھے ہتھکنڈے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ شاہ احمد نورانی پاکستان کے پہلے سیاسی لیڈر ہیں جنہوں نے آنے والی حکومت کو اسلامائزیشن کے بارے میں کوششوں کو تعاون کا بھرپور یقین دلایا ہے اور ہم کم تعداد میں ہونے کے باوجود جمعیت کی بھرپور نمائندگی کریں گے اور قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کے مشوروں کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر اسمبلی میں تہلکہ مچا دیں گے۔ نو منتخب رکن قومی اسمبلی میاں عطا محمد قریشی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت کے جھنڈے تلے اسمبلی میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہر ممکن کوشش کروں گا۔ یہ جمعیت کی مہربانی ہے کہ ان کے کارکنوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور میں نے ملک کے بہت بڑے سیاستدان کو شکست دے کر جمعیت علماء پاکستان کے جھنڈے کو بلند کیا۔ انہوں نے کہا کہ میرا مد مقابل امیدوار جو اپنے آپ کو بابائے جمہوریت کہلواتے ہیں انہوں نے کبھی پاکستان زندہ باد کا نعرہ نہیں لگایا اور کبھی بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کا نام پورا نہیں لیا۔ صرف مسٹر جناح کہا اور نہ ہی کبھی بانی پاکستان کے مزار پر حاضری دی اور نظریہ پاکستان کی بھی مخالفت کی۔ مگر ہماری قوم کی بدقسمتی ہے کہ ایسے سیاست دانوں کو اپنے اوپر

مسلط کر رکھا ہے اور دوسری طرف قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کا کردار ایک محب وطن قومی راہنما کے طور پر روز روشن کی طرح عیاں ہے اور ہم انشاء اللہ علامہ شاہ احمد نورانی کے بے مثال پارلیمانی کردار اور مشوروں کو سامنے رکھ کر جمعیت علماء پاکستان کا نام روشن کریں گے۔

علی پور سے رکن قومی اسمبلی سردار عبدالقیوم خان جتوئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی حلقہ نمبر ۱۳۵ پاکستان کا واحد انتخابی حلقہ تھا جہاں پی پی پی اور آئی جے آئی نے اکٹھے ہو کر میرا مقابلہ کیا اور میں نے نبی کریم ﷺ کا جھنڈا تھام کر صبر و تحمل کے ساتھ دونوں کو شکست سے دوچار کیا۔ موجودہ انتخابات میں اسلامی نظریات رکھنے والی جماعتوں کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ہم اپنی جماعت کے منشور کو سامنے رکھ کر غربت جہالت اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے حکومت سے تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کا ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء تک قومی اسمبلی اور سینٹ میں عظیم کردار ہمارے سامنے رہے گا اور مشکل وقت میں آپ کے مشوروں سے مستفید ہو کر ملک و قوم کی خدمت کریں گے۔

جمعیت علماء پاکستان کے صوبائی نائب صدر ڈاکٹر محمد بدر قریشی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے آئی جے آئی کی متوقع حکومت کو ان کے انتخابی وعدوں کو پورا کرنے کا عزم یاد دلا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم ملک و قوم کی بہتری کے لئے سوچنے والوں سے تعاون کریں گے اور ہم مخالفت برائے مخالفت کے قائل نہیں اور آئی جے آئی کی حکومت کی دین کے بارے میں اصلاحات میں غیر مشروط تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم قافلہ غلامان حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے اور انتخابات میں ہار جیت ہوتی ہے اور ہمیں ہارنے کا کوئی افسوس نہیں ہم نے اصولوں کی جنگ جیتی ہے۔ تقریب سے صوبائی جنرل سیکریٹری سردار محمد خان لغاری، مفتی ہدایت اللہ پسروری، صاحبزادہ احمد میاں خان، صاحبزادہ محمد اقبال اظہری اور محمد قاسم خان ایڈووکیٹ نے بھی خطاب کیا۔

(ہفت روزہ احوال، نومبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۳ تا ۱۴)

ایم کیو ایم کے بارے میں

امام شاہ احمد نورانی کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی

محمد اکرم بٹ☆

عروس البلاد کراچی جسے مین (Main) پاکستان کہا جاتا ہے کبھی روشنیوں کا شہر تھا۔ ہر طرف محبت، پیار اور دینی جذبہ کی مہکار تھی۔ لوگ امن اور بھائی چارہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کراچی میں تقریباً ہر علاقہ اور نسل کے لوگ رہتے ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ مسلمان اور پاکستانی کہلانا پسند کرتے تھے اور اس پہچان پر انہیں فخر تھا۔ اہل کراچی اتنے باشعور تھے کہ اپنی سیاسی نمائندگی کے لئے علماء کا انتخاب فخر سے کیا کرتے تھے۔ جمعیت علماء پاکستان اور جماعت اسلامی ۸۰ فیصد ووٹ حاصل کرتی تھیں اور باقی ۲۰ فیصد پی پی کے ووٹ تھے۔ اہل کراچی نے ہمیشہ ملکی سلامتی اور قومی یکجہتی کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کیا ہے اور انہوں نے کبھی بھی ایسی سوچ کو پذیرائی نہیں بخشی جو ملکی مفاد کے منافی ہو۔ ۱۹۷۷ء میں جب جنرل محمد ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے اپنے ۹۰ روزہ اقتدار کو طول دینے کے لئے مختلف منصوبوں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ جس کے لئے انہوں نے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو استعمال کیا۔ سب سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ جمہوریت کے بڑے بڑے علمبردار بھی بھٹو دشمنی میں فوج کے ہاتھوں استعمال ہوئے۔ بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا مفتی محمود، پگاڑا اور میاں طفیل محمد وغیرہ اپنی اپنی جماعتوں کو لے کر ایوان وزارت میں پہنچ گئے اور پھر یہی لوگ مارشل لاء اور جنرل ضیاء کے استحکام کا باعث بنے۔ اس وقت پاکستان قومی اتحاد کی نو جماعتوں میں سے صرف علامہ شاہ احمد نورانی، اصغر خان اور سردار شیر باز مزاری کی جماعتیں ہی ایسی تھیں جنہوں نے چور دروازوں سے اقتدار میں آنا پسند نہ کیا۔ بلکہ اس کو قومی سلامتی کے لئے زیرو سیٹ کا نقصان قرار دیا۔

☆ نمائندہ احوال لاہور

علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی نے اس وقت جنرل ضیاء کو روکنے کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ مگر اقتدار پرست طبقہ نے راستے میں روڑے اٹکائے۔ علامہ نے ہمیشہ کہا کہ جنرل محمد ضیاء الحق صرف ان لوگوں کو سابق وزیر اعظم کی موت کے پروانہ پر دستخط کرنے کے لئے استعمال کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو کو پھانسی دینے کے بعد انہیں وزارتوں سے نکال باہر کیا۔ اقتدار سے علیحدگی کے بعد جمہوریت کے علمبردار ایک بار پھر متحد ہونا شروع ہوئے اور بحالی جمہوریت کے نام سے متحدہ پلیٹ فارم تشکیل دیا تو جنرل ضیاء نے قومی جماعتوں کو ختم کرانے کے لئے صف بندی کی۔ چنانچہ انہوں نے سندھ میں مختلف علاقائی اور لسانی تنظیموں کی سرپرستی کی۔ جی ایم سید ملک دشمن کو گلدستے پیش کیے گئے۔ اس سے سندھو دیش کے نعرے لگوائے گئے مگر قوم چونکہ اس زہریلے ناگ سے واقف تھی اس لیے یہ حربہ بھی ناکام ہوا۔ ۱۹۸۳ء میں ایم آر ڈی نے بحالی جمہوریت کے لئے تحریک چلائی تو نامعلوم وجوہات کی بناء پر تحریک کا اثر اندرون سندھ میں زیادہ ہوا۔ جس کو دبانے کے لئے بے گناہ سندھیوں پر ہیلی کاپٹروں سے فائرنگ کی گئی۔ عورتیں قرآن کا واسطہ دے کر پناہ مانگتی تھیں لیکن ان کی حرمت فوجی بوٹوں کے ٹھڈوں اور ڈنڈوں سے کی جاتی۔ اس صورت حال سے سندھ کے حالات بہت زیادہ خطرناک موڑ کی طرف بڑھنے لگے۔ اس بات کا خطرہ تھا کہ بھارتی ایجنٹ مظلوم سندھی عوام کو غلط راستہ پر لگا کر ملکی سلامتی کو نقصان پہنچائیں گے۔ چنانچہ لوگوں کو سمجھانے اور انہیں صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں سندھ یونٹی بورڈ بنایا گیا۔ جس نے مولانا نورانی کی قیادت میں اندرون سندھ کا دورہ کیا۔ عوام کو حوصلہ دیا اور انہیں قومی یکجہتی کی خاطر پرامن رہنے اور ملک دشمن عناصر سے بچنے کی تلقین کی۔

صدر ضیاء الحق نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ سندھ سید غوث علی شاہ کی ڈیوٹی لگائی کہ کراچی اور حیدرآباد سے جے یو پی، جماعت اسلامی اور پی پی کو ختم کیا جائے۔ لہٰذا اس مخصوص پس منظر میں ایم کیو ایم بنائی گئی۔ الطاف حسین کو متعارف کرایا اور پھر روشنیوں اور پھولوں کا شہر کراچی اندھیروں میں ڈوب گیا۔ بھائی ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ ابتداء میں پنجابی پختون جھگڑا کرایا گیا۔ پھر سندھی مہاجر قتل عام شروع ہوا۔ ہر طرف لاشیں گرنے

لگیں۔ محلوں کے محلے خون کے دریا بن گئے۔ ایک دن میں سینکڑوں لوگوں کو قتل کیا گیا۔ ہر طرف خوف و ہراس کی فضاء قائم ہو گئی۔ سرمایہ کاروں نے سندھ سے بھاگنا شروع کیا۔ انڈسٹری اور تعلیم تباہ ہو گئیں۔ میدان کارزار سے جان بچا کر بھاگنے والے قتل کر دیئے۔

اس طرح ضیاء الحق صاحب سکون سے تخت پر بیٹھے رہے۔ لوگوں کا دھیان مارشل لاء مظالم سے ہٹ کر اپنی جان بچانے کی فکر میں لگ گیا۔ کراچی کو آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور پھر ۱۹۸۸ء میں اسلحہ اور دہشت گردی کے زور پر قومی سیاسی جماعتوں کا صفایا کرایا گیا۔

ان حالات میں قومی سیاستدان بھی خاموش ہو گئے۔ پی پی کی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے دہشت گردوں سے رابطہ کیا۔ عزیز آباد کے طواف شروع ہو گئے۔

ہماری تاریخ کا یہ المناک باب ہے کہ پی پی جیسی وفاق پرست جماعت نے صرف اپنے اقتدار کے لئے ایم کیو ایم کو ساتھ ملایا۔ حالانکہ ایم کیو ایم کے مظالم سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔

دوسری طرف نواز شریف کی حامی قوتیں بھی عزیز آباد یاترا کے لئے بڑی بے چین تھیں۔ پھر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا جب نواب زادہ نصر اللہ خان سے لے کر قاضی حسین احمد تک الطاف حسین کے ساتھ ساتھ ایک ہی اسٹیج پر کھڑے تھے۔ مینار پاکستان لاہور کے سائے تلے اس ننگ انسانیت کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر ساتھ نبھانے کا اعلان کیا۔ قاضی حسین احمد اور الطاف حسین ایک ہی پلیٹ میں چاول کھاتے نظر آئے۔ غرضیکہ ہر چھوٹا بڑا سیاستدان اس بدکردار اور ملک دشمن کے ساتھ تصویر بنانے میں فخر محسوس کرنے لگا۔

ایسے حالات میں صرف ایک ہی شخصیت ایسی نظر آتی ہے جس نے بڑی پامردی سے ان دہشت گردوں کا مقابلہ کیا۔ وہ ہیں امام الشاہ احمد نورانی صدیقی۔ علامہ نورانی نے ۱۹۸۸ء سے آج تک ایک لمحہ کے لئے بھی الطاف اینڈ کمپنی سے صلح کی بات نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے ہمیشہ اس کی بدکرداریوں سے فوج کو آگاہ کیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی پر قاتلانہ حملے کرائے گئے۔ گھر پر فائرنگ ہوئی۔ جے یو پی اور اے این آئی کے کارکنوں پر مظالم کے پہاڑ

توڑے گئے۔ کارکن شہید ہوئے لیکن علامہ شاہ احمد نورانی کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ آپ نے ہمیشہ یہ کہا کہ ہم ختم ہو جائیں گے لیکن پاکستان کی سلامتی کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔

جمعیت علماء پاکستان کو ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں شکست دینے کے لئے پورا زور لگایا گیا اور ساتھ یہ پیشکش بھی کی گئی کہ اگر مولانا نورانی مہاجر قومیت کے خلاف بات نہ کریں تو ہم ان کی سیٹیں ان کو دیتے ہیں۔ وہ الیکشن جیت جائیں اور بعض لوگوں نے مولانا نورانی کو یہ مشورہ بھی دیا کہ حضرت ہمیں الطاف کی بات تسلیم کر لینی چاہیے تاکہ ہمارا سیاسی طور پر وقار قائم رہ سکے۔ مگر علامہ شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ یہ کہا کہ یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں، انسانیت کے قاتل ہیں۔ انہوں نے عقوبت خانے بنا رکھے ہیں۔ ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگا رہے ہیں لہٰذا ہم ان کی حمایت نہیں کر سکتے۔ آپ نے کئی مرتبہ فرمایا تھا کہ الطاف گروپ کا انجام بڑا عبرتناک ہوگا اور یہ لوگ بہت جلد تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ حالانکہ بظاہر ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ مگر علامہ شاہ احمد نورانی اپنی چشم بصیرت سے آنے والے وقت کا درست اندازہ لگا رہے تھے اور آج ان کی پیشین گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی ہیں۔

چنانچہ پی پی کی حکومت کے بعد نواز شریف نے الطاف کو گلے لگایا۔ جام صادق اور عرفان مروت کی نگرانی میں ایم کیو ایم کو مزید طاقتور بنایا گیا۔ نواز شریف نے الطاف کو ۵ کروڑ روپیہ دیا۔ جس کے متعلق اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اس پانچ کروڑ سے ٹارچر سیل بنائے گئے تھے جن میں تاریخ انسانی کے بدترین مظالم ڈھائے گئے۔

جب سندھ کے حالات بد سے بدتر ہوئے تو حکومت نے دستور کے آرٹیکل ۱۴۷ کے تحت فوج کو سندھ میں آنے کے لئے کہا اور فوج کو یہ ٹاسک دیا گیا کہ تم نے سندھ سے ڈاکوؤں کا صفایا کرنا ہے۔

فوج نے جیسے ہی آپریشن کا آغاز کیا اور ایم کیو ایم کے طالبعلم راہنما شہود ہاشمی کو گرفتار کیا تو ایوان اقتدار ہل گیا۔ وزیر اعظم اور وزیر داخلہ نے ذاتی مداخلت کر کے اس کو رہا کروا دیا اور نواز شریف صاحب دو مرتبہ لندن میں الطاف سے ملنے گئے۔ اس کو ایک ساتھ رہنے کا یقین دلایا۔ شہود ہاشمی کی رہائی سے فوج بڑی پریشان ہوئی۔ بہر حال آپریشن اندرون

سندھ سے شروع کیا گیا اور وہاں ابتدائی مرحلہ میں بعض افسوسناک واقعات کی وجہ سے ناقابل رشک صورت حال پیدا ہو گئی اور آپریشن کے غیر جانبدار نہ ہونے کے متعلق لوگوں کے شکوک مضبوط ہونے لگے۔ محبِ وطن حلقے پریشان تھے کہ اگر خدانخواستہ فوج بھی ناکام ہو گئی تو پھر سندھ کا کیا بنے گا۔

اور مولانا نورانی نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اگر آپریشن کسی مخصوص گروپ کے خلاف کیا گیا تو پھر بھارت فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

راجستھان کی سرحد کے ساتھ مہاجر کیمپ کھل جائیں گے اور پھر مشرقی پاکستان والی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا ان کو انتہائی محتاط انداز میں آپریشن کرنا چاہئے۔

چنانچہ جامشورو کے سانحہ کے فوراً بعد جنرل آصف نواز نے حیدر آباد کے سینئر فوجی حکام کو تبدیل کر کے ایک دانشمندانہ اقدام کیا جس سے آپریشن میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات بڑی حد تک دور ہو گئے ہیں اور اب آپریشن اپنی فطری رفتار سے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ تادم تحریر فوج نے کراچی میں اپنی کارروائی جاری رکھی ہے۔ اب تک جو حاصل کیا ہے وہ ایم کیو ایم کی سرپرستی میں چلنے والے عقوبت خانوں پر اس کا قبضہ ہے۔ شہر میں بنائے گئے آہنی گیٹ کھول دیئے گئے ہیں اور اب ایسی ایسی داستانیں اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں جنہیں سن کر زمین و آسمان کانپ جاتے ہیں۔ ان عقوبت خانوں سے ایسے ایسے ظالمانہ ہتھیار برآمد ہوئے ہیں جن سے زندہ انسانوں کی کھال ادھیڑی جاتی تھی۔

چنانچہ چیف آف دی آرمی اسٹاف جنرل آصف نواز نے بی بی سی کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کھل کر کہا ہے کہ عوام ایم کیو ایم کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے۔ لوگ دھونس، دھمکی اور ایذا رسانی سے عاجز تھے۔ پورے شہر میں لوہے کی دیواریں کھڑی کر کے غریبوں سے زبردستی بھتے وصول کیے جاتے تھے۔ عوام کو ان ٹارچر سیلوں میں اذیتیں دینے کا آخر کیا جواز تھا؟ آخرکار لوگوں پر یہ مظالم کیوں ڈھائے جاتے تھے۔

عقوبت خانوں اور غم والم کی داستانوں کے بعد لوگ یہ جاننے کے لئے بے چین ہیں کہ ان کے سرپرست کون ہیں اور ابھی چند دن پہلے کون لوگ انسان نما درندہ الطاف کی مدح سرائی کر رہے ہیں؟

افسوس کا مقام ہے کہ صدر پاکستان اور وزیراعظم پاکستان ایم کیو ایم کے متعلق خاموش ہیں۔ بلکہ الطاف کو خوش کرنے کے لئے مذاکرات کی باتیں کی جارہی ہیں۔

وفاقی وزیر جنرل مجید ملک نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت ایم کیو ایم کو کچلنا نہیں چاہتی۔ لہٰذا ایم کیو ایم کے وزراء بدستور اپنے فرائض انجام دیتے رہیں۔ چنانچہ قوم پریشان ہے کہ اگر ان ظالموں کو ڈکیتیاں کرنے، تاوان لینے، جسموں میں سوراخ کرنے اور پھانسی دینے کی سزا اسی صورت دینی تھی کہ وہ حکومت میں شامل رہیں اور اس کے وزراء دفاتر میں بیٹھیں ساتھ ہی ساتھ اپنا دھندہ بھی جاری رکھیں تو پھر کراچی میں فوجی آپریشن کی کیا ضرورت تھی اور اگر واقعہ ہی اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ایم کیو ایم حکومت میں شامل رہے تو اس سے مضحکہ خیز صورت حال اور کیا ہو سکتی ہے۔

اور اب تو غلام حیدر وائیں، چوہدری نثار اور تاج محمد جمالی جیسے لوگوں سے پاک فوج پر تنقید کروائی جارہی ہے۔ جس سے محبِ وطن افواج کا امیج خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

دراصل یہ لوگ مارشل لاء کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہماری افواج کو سیاست سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔ اس لئے محبِ وطن حلقوں کا مطالبہ ہے کہ آپریشن غیر جانبدارانہ انداز میں بلا امتیاز جاری رہنا چاہئے۔ تمام ذمہ دار عناصر کو گرفتار کر کے کڑی سزائیں دی جائیں۔ پوری قوم فوج کے ساتھ ہو گی۔

لہٰذا اس کے لئے مندرجہ ذیل اقدام ضروری ہیں:

۱۔ سندھ آپریشن سے متعلق تمام سیاسی قوتوں کو اعتماد میں لیا جائے۔

۲۔ ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین کو لندن سے گرفتار کر کے واپس لایا جائے تاکہ اس پر ملک و قوم سے غداری کا مقدمہ چلایا جا سکے۔

۳۔ فوج کی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی مجرم کو بیرون ملک روانہ نہ ہونے دے۔ جی ایم سید کا بیٹا امیر حیدر ملک سے فرار ہو گیا ہے اسے واپس لایا جائے۔

۴۔ سندھ اسمبلی کو فوری طور پر توڑ کر فوج اور عدلیہ کی نگرانی میں انتخابات کرائے جائیں۔

۵۔ سپریم کورٹ کے جج کی سربراہی میں اعلیٰ عدالتی کمیشن قائم کیا جائے جو ایم کیو ایم

کے سرپرست افراد اور اداروں کا تعین کر کے انھیں سزا دے۔

۶۔ تمام ملک دشمن اور علیحدگی پسند تنظیموں کے خلاف سپریم کورٹ میں ریفرنس دائر کیے جائیں تا کہ ان پر پابندی لگائی جاسکے۔

۷۔ جام صادق (مرحوم) نے اسلحہ بڑی مقدار میں تقسیم کیا تھا۔ اس لئے فوج کو چاہئے کہ کراچی سے لے کر کشمور تک بلا امتیاز تمام اسلحہ اکٹھا کرے۔

۸۔ راجستھان کی سرحد کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا مستقل کرفیو لگا دیا جائے تا کہ را کے ایجنٹ سندھ میں داخل نہ ہوسکیں۔

۹۔ دوران آپریشن فوج کسی قسم کا سرکاری دباؤ قبول نہ کرے۔

۱۰۔ آپریشن مکمل طور پر غیر جانبدارانہ ہونا چاہئے۔ مجرم کا تعلق چاہے مسلم لیگ سے ہو یا پی پی سے ہو، ایم کیو ایم کا کارکن ہو یا کسی دوسری جماعت سے ہو سب کے ساتھ بلا امتیاز آپریشن ہونا چاہئے۔

۱۱۔ آپریشن اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک سندھ میں مکمل طور پر امن و سکون نہیں ہو جاتا۔ (ہفت روزہ احوال، جولائی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۲۱ تا ۲۳)

بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے ' حدیث پاک

نوائے وقت

منگل' 7 رشعبان المعظم 1420ھ' 16 نومبر 1999ء — مسلسل اشاعت کے 59 سال

کڑا احتساب کیا گیا تو معیشت مضبوط ہوگی: محبوب الرسول

خوشاب (نمائندہ نوائے وقت) جمعیت علماء پاکستان (مولانا نورانی) کی مرکزی شوریٰ کے رکن ملک محمد محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ احتساب کا عمل کڑا، مسلسل اور ہر ایک کے لئے رکھا گیا تو اس سے نہ صرف یہ کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں گے بلکہ ملکی معیشت پر مثبت اثرات مرتب ہونے کے ساتھ ساتھ نفاذ اسلام کی راہ بھی ہموار ہوگی اور جنرل پرویز مشرف ملک و قوم کے لئے اللہ کا انعام ثابت ہونگے اور اگر خدانخواستہ انہوں نے بھی سابقہ حکمرانوں کی طرف یک طرفہ ٹریفک چلائی تو پھر انکا بھی معاشرے میں وہی مقام ہوگا جو پہلوؤں کو نصیب ہوا ہے۔ اس لئے چیف ایگزیکٹو رضائے رب کے حصول کے لئے نظام مصطفی کے نفاذ کے سلسلہ میں بسم اللہ کریں۔ خدا تعالیٰ انکا حامی و ناصر ہوگا۔

اسلامی جمہوری محاذ کا پشاور میں

پہلا عوامی جلسۂ عام

پشاور کے جلسہ عام سے مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر مقررین کا خطاب

اسلامی جمہوری محاذ کے قیام کے بعد محاذ کا پہلا عوامی رابطہ کا سلسلہ صوبہ سرحد سے شروع ہوا۔ پشاور میں ۲۹ مئی کو محاذ کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی اور سیکریٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کیا جس کی روداد قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

اسلامی جمہوری محاذ کے مرکزی صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی امیر علامہ شاہ احمد نورانی نے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے عوام کے ساتھ کیئے گئے وعدوں کو پورا نہیں کیا اور امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے بجائے وہاں عورت کو بھجوا دیا۔ ایٹمی پروگرام پر عملدرآمد روک دیا۔ کشمیر کا مسئلہ اٹھا ہوا ہے اور اندرون ملک رشوت ستانی، بدامنی اور خیانت کا بازار گرم ہے۔ انہوں نے کہا کہ پی پی کی حکومت بھی عوام نے دیکھ لی ہے اور پی پی پی، آئی جے آئی کھوٹے سکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت خطرات میں گھرا ہوا ہے جس کے حل کے لئے چہروں کی نہیں نظام کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ وہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب خیبر بازار پشاور میں منعقد جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی جمہوری محاذ کی قیادت نے پشاور سے عوام رابطہ مہم کا آغاز کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت خطرات میں گھرا ہوا ہے اور وہ اپنے باشندوں سے مطالبہ کر رہا ہے کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔ مجھے بچایئے۔ آج یہاں اسلام اس اعتبار سے مظلوم ہے کہ اسلام کا نام بھی لیتے ہیں وہ لوگ جو اس ملک میں حکومت ... رہے ہیں انہوں نے قدم قدم پر اسلام کے نفاذ کا مطالبہ

کیا اور قوم نے ان کی حمایت کی کیونکہ قوم جانتی تھی کہ ملک میں اسلام نافذ ہو۔ لیکن جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو اسلامی جمہوری اور متحد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے انہوں نے قوم سے انتخابی مہم میں وعدہ کیا کہ ہم ایسی خارجہ پالیسی دیں گے کہ جس میں امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں گے۔ ایٹمی پروگرام جاری رہے گا اور کشمیر آزاد کرایا جائے گا اور ان نعروں اور وعدوں پر وہ اقتدار میں آئے لیکن امریکہ سے جب مقابلے کا وقت آیا تو انہوں نے امریکہ کا مقابلہ کرنے کے بجائے عورت کو امریکہ بھیج دیا۔ یہ اسلامی جمہوری اتحاد کی خارجہ پالیسی تھی۔ ایٹمی پروگرام پر عملدرآمد روک دیا گیا اور کشمیر کا مسئلہ بھی وہیں اٹکا ہوا ہے۔ اندرون ملک رشوت، بددیانتی اور امانت میں خیانت کے مظاہرے ہوئے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ آئی جے آئی نے بددیانتی کا ثبوت دیا اور قوم کے ساتھ کیئے گئے وعدوں کو پورا نہ کیا۔ موجودہ قیادت نے قوم کو مایوس کیا ہے اور اس سے پہلے کی قیادت نے بھی عوامی توقعات پر دونوں نے قوم کو مایوس کیا۔ یہ دونوں کھوٹے سکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی جمہوری محاذ کی قیادت قوم کے سامنے ایک پروگرام لے کر آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ایسی قیادت کا فقدان ہے جس کے دل میں دیانت ہو۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ بددیانت قیادت کے دل میں خوف خدا نہیں اور ان کے گھروں میں شریعت نافذ نہیں۔ ان سے لوگوں میں خوف خدا لانے اور اسلامی نظام لانے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک میں سرمایہ دار روز بروز امیر ہو رہا ہے۔ جاگیرداروں اور خوانین کی دولت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دھاندلی اور رشوت ستانی عام ہے اور اصل خرابی اوپر سے پیدا ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چہرے بدلنے سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں اقتدار چاہئے تھا تو حکومت میں شامل ہو چکے ہوتے۔ ماضی کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ہم اس ملک میں نظام اسلامی کا اقتدار چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت پاکستان خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ سندھ میں منتخب نمائندوں کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ ڈاکوؤں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے اور لسانی تنظیموں کی سرپرستی کی گئی۔ آج مجبور ہو کر الیکشن کی بات ہو رہی ہے۔ اصل بات الیکشن کی نہیں نظام بدلنے کی ہے جس کے بغیر مسائل حل نہ ہوں گے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے بغیر ہمارے زخموں کا

مداوا نہ ہو گا اور نہ ہی ملک کی قسمت بدلے گی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ہم وہ نظام دیکھنا چاہتے ہیں کہ جس میں رعایا سکون کی نیند سوئے اور حکمران جاگ کر پہرہ دے اور جس میں کوئی بھیک مانگنے والا نہ ہو۔ یہ اسلامی معاشرہ ہو گا جس کے قیام کے لئے ہم کوششیں کر رہے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے مطالبہ کیا ہے کہ اسمبلیاں توڑ کر فوج کی نگرانی میں آزادانہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر سندھ میں جاری اپریشن بلیو فاکس کو صرف اندرون سندھ تک محدود رکھا گیا تو پھر سندھو دیش کو بننے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ راجستھان کی سرحد سیل کر کے پورے سندھ میں بلا امتیاز ڈاکوؤں، تخریب کاروں اور دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کی جائے اور نسل پرست لسانی تنظیموں کے عقوبت خانوں کا خاتمہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ بوگس اسمبلیاں ووٹوں سے نہیں بلکہ نوٹوں سے وجود میں آئی ہیں۔ نواز شریف مارشل لاء کی مہربانی سے وزارت عظمیٰ تک پہنچے ہیں اور ایم کیو ایم کی موجودہ حیثیت کلاشنکوف اور دہشت گردی کے ذریعے بنی ہے۔ آزادانہ منصفانہ انتخابات ہوئے تو ایم کیو ایم ۱۹۸۵ء سے پہلے کی پوزیشن پر آ جائے گی۔

مولانا فضل الرحمٰن

اسلامی جمہوری محاذ کے مرکزی سیکریٹری جنرل اور جمعیت علماء اسلام (ف) کے قائد مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ اگر پاکستان میں انتخابات نظام کی تبدیلی کا راستہ نہیں رہے تو جہاد افغانستان نے ہمیں نیا راستہ دکھا دیا ہے۔ اگر افغانستان میں ایک نظام کی تبدیلی کے لئے جہاد کامیاب ہو سکتا ہے، کشمیر میں آزادی کے لئے لڑنے والوں کو مجاہدین کہا جا سکتا ہے تو ہم بھی پاکستان میں ظالمانہ نظام کی تبدیلی کے لئے جہاد کا راستہ اختیار کریں گے۔ اگرچہ یہ لوگ ہمیں مجاہدین کے بجائے دہشت گرد کہیں گے۔ مگر ہم موجودہ ظالمانہ نظام سے قوم کو نجات دلائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اس جہاد کا آغاز آج پشاور سے کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت ملک میں خصوصاً سندھ

اور بلوچستان میں امن وامان قائم کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ ملکی وسائل پر قابض افراد کے ہاتھوں انتخابی ادارے تباہ ہو رہے ہیں۔ غریبوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جارہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ جو حکمران امن قائم نہیں کر سکتے، عوام کو تحفظ اور روزگار نہیں دلا سکتے، انہیں اقتدار میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ صحافی بھائی سوال کرتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے ساتھ کیا کرو گے؟ تو میں انہیں کہتا ہوں کہ اسلامی جمہوری محاذ کوئی یتیم خانہ تو نہیں کہ ہر کسی کو شامل کرے۔ جماعت اسلامی آئی جے آئی کے ساتھ ان مظالم میں شریک رہی ہے جو ملک میں اسلامی نظام کے لئے کام کرنے والوں کے خلاف ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سندھ کا مسئلہ فوجی ایکشن سے نہیں حل ہوگا۔

اسلامی جمہوری محاذ کے زیر اہتمام پشاور میں عوام رابطہ مہم کے سلسلے میں منعقدہ پہلے جلسہ عام میں متفقہ طور پر منظور ہونے والی قراردادوں کے ذریعے قومی بجٹ کو مسترد کر کے اسے غریب عوام کا قاتل قرار دیا ہے۔ دوسری قراردادوں کے ذریعے قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ کرنے، متناسب طریقہ انتخاب کو رائج کر کے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ ہموار کرنے کے لئے اسلامی جمہوری محاذ کی حمایت کرنے، مہنگائی اور بے روزگاری کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک اور قرارداد میں سندھ اور بلوچستان کی صورت حال کو حکومت کی نااہلی قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ سندھ میں فوجی آپریشن اور بلوچستان میں قومیتوں کی لڑائی جن میں حکومت خود ملوث ہے آئی جے آئی کی حکومت کی ناکامی کا بین ثبوت ہے لہٰذا حکومت فوری طور پر مستعفی ہو کر عدلیہ کی نگرانی میں نئے انتخابات کرائے جائیں۔ ایک اور قرارداد میں صوبہ سندھ کی صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فوج سے مطالبہ کیا گیا کہ سندھ کے دیہی اور شہری علاقوں میں بلا امتیاز کارروائی کر کے تمام عناصر سے اسلحہ اکٹھا کر عقوبت خانوں کو بند کیا جائے اور اس میں ملوث عناصر کو بے نقاب کیا جائے۔

(ہفت روزہ احوال، جون ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۰ تا ۱۱)

نگران حکومت نے مولانا نورانی پر شکست تھوپ دی

ڈاکٹر جاوید اختر

آخر کار صدر غلام اسحٰق خان نے ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو عام انتخابات کرانے کا جو وعدہ کیا وہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو پورا ہی کر دیا مگر وہ اپنا وہ وعدہ جو انہوں نے پاکستانی قوم سے آزادانہ انتخابات کروانے کا کیا تھا وہ پورا نہ کر سکے۔ انتخابات مکمل ہو گئے ہیں۔ مرکزی اور صوبائی حکومتیں عنقریب اقتدار سنبھالنے والی ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد یہ پانچویں انتخاب ہیں جو اس ملک کو جمہوریت کی پٹری پر ڈالنے کے لئے کروائے گئے ہیں۔ ۱۹۷۰ پھر ۱۹۷۷ء میں جماعتی بنیادوں پر اور ۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی انتخابات کا تجربہ ۱۹۸۸ء میں پھر جماعتی انتخابات اور پھر ۱۹۹۰ء میں بھی جماعتی انتخابات کا تجربہ کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ تجربہ کامیاب رہے اور پاکستانی قوم دو سال بعد کے تجربے سے محفوظ رہے۔

موجودہ انتخابات میں ملکی سطح کی تمام سیاسی پارٹیوں نے بھرپور حصہ لیا۔ جس میں دو اتحاد ایک آئی جے آئی اور دوسرا پی ڈی اے کے نام سے وجود میں آیا۔ ان دونوں اتحادوں میں مختلف نظریات رکھنے والی پارٹیاں جمع ہو گئیں۔ ایک گروپ کو نگران حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اور دوسرا اتحاد بے نظیر کی قیادت میں کام کر رہا تھا۔

ملکی جماعتوں میں جمعیت علماء پاکستان بھی شامل تھی جو ۱۹۷۰ء سے آج تک ہر الیکشن میں بھرپور حصہ لیتی آ رہی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت نے سوشلزم کے آگے بند باندھنے کے لئے سیاست میں آنے کا اعلان کیا تھا جس میں وہ کامیاب رہی۔

۱۹۸۸ء کے انتخاب میں بھی آئی جے آئی، پیپلز پارٹی اور جمعیت علماء پاکستان نے

ملک بھر میں اپنے نمائندے نامزد کئے اور جمعیت علماء پاکستان ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں پاکستان کی تیسری بڑی قوت بن کر منظر عام پر آئی جس نے ۱۰ لاکھ سے زائد ووٹ حاصل کئے اور اس کے چار نمائندے اسمبلی میں پہنچے۔ آئی جے آئی نے جمعیت علماء پاکستان پر یہ الزام لگایا کہ جمعیت علماء پاکستان نے اسلامی جمہوری اتحاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ جب کہ صورت حال اس کے برخلاف تھی اور اسلامی جمہوری اتحاد کو نقصان پہنچانے والی اصل پارٹی جماعت اسلامی تھی جس نے ۳۲ سیٹوں پر انتخاب لڑا اور صرف ۳ پر کامیاب ہوئی اور ۲۹ سیٹوں پر پیپلز پارٹی جماعت اسلامی کو شکست دے کر کامیاب ہو گئی۔ ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے نتیجہ میں مرکز میں پیپلز پارٹی نے حکومت بنائی اس کے علاوہ سندھ اور سرحد میں بھی پیپلز پارٹی کی حکومت بنی مگر پنجاب اور بلوچستان میں آئی جے آئی حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی مرکز اور صوبوں میں حکومتیں بنانے کے باوجود عوام کی کوئی خدمت نہ کر سکے اور صرف آپس میں دست و گریبان رہے۔

آخر ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو صدر کا وہ آہنی ہاتھ حرکت میں آیا جس کا لوگ بار بار مطالبہ کرتے تھے اور اسمبلیاں توڑ کر ایک نگرانی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ حزب اختلاف کے قائد غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگران وزیر اعظم اور حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آئی جے آئی کو اقتدار منتقل کر دیا گیا تو زیادہ مناسب رہے گا۔ حکومت کی تمام مشینری آئی جے آئی کے کنٹرول میں آ گئی اور انتخابات بھی اسی حکومت کے زیر نگرانی کروانے کا فیصلہ ہوا۔ جو ایک غلط فیصلہ تھا۔

یہ فیصلہ غلط اس لئے تھا کہ نگران حکومت میں شامل تمام وزیر مرکزی ہوں یا صوبائی اور خود وزیر اعظم اور اس کے خاندان کے تمام افراد انتخاب میں حصہ لے رہے تھے تو ایسے حالات میں انتخابات کا منصفانہ ہونا بہت ہی مشکل تھا۔ ۲۴ اکتوبر سے پہلے ہی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نگران حکومت نے ایک پارٹی کی حیثیت سے انتخابات کی تیاری کرنا شروع کر دی اور پورے میڈیا کو اپنی انتخابی مہم کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان کے عوام کے بجائے آئی جے آئی کی نمائندگی کرتا دکھائی دیتا تھا۔ تمام پارٹیوں کے سربراہوں کو ٹیلی ویژن پر آنے کی دعوت دی گئی۔ حتیٰ کہ لسانی تنظیموں کے سربراہوں کو بھی

ٹیلی ویژن پر وقت دیا گیا اور ان کو اپنی بات عوام تک پہنچانے کا موقع فراہم کیا گیا۔ لیکن جمعیت علماء پاکستان کے خلاف انتقامی کارروائی اور ۱۹۸۸ء کے انتخابات کا بدلہ لینے کی ابتداء کر دی اور یہیں سے جمعیت کے خلاف دھاندلیوں کی ابتداء ہو چکی تھی۔

نگران حکومت نے پوری انتخابی مہم میں سرکاری ذرائع استعمال کئے۔ حتیٰ کہ ڈپٹی کمشنروں تک کو مخالف امیدواروں کی الیکشن مہم رکوانے کی ذمہ داریاں دی گئیں اور پنجاب کے نگران وزیر اعلیٰ غلام حیدر وائیں نے اپنی ایک ملاقات میں جمعیت علماء پاکستان کے راہنما حامد سعید کاظمی صاحب سے کہا کہ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مولانا نورانی کو کسی صورت میں اسمبلی میں نہیں آنے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ عراق اور کویت کی جنگ کے پیش نظر اور خلیج کے حالات سامنے رکھتے ہوئے سفید ہاتھی امریکہ کی بھی خواہش تھی کہ مولانا نورانی اور ان کی پارٹی کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔

نگران حکمرانوں نے جمعیت علماء پاکستان کے خلاف ایک منصوبہ کے تحت دھاندلی کا ڈرامہ رچایا اور جمعیت علماء پاکستان جو کہ ۸۸ء کے انتخابات میں تیسری بن کر ابھری تھی اس کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ خصوصاً ان حلقوں میں جہاں سے مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر شاہ فرید الحق اور جنرل (ریٹائرڈ) کے ایم اظہر صاحب انتخاب لڑ رہے تھے وسیع پیمانے پر دھاندلی کر کے رزلٹ کو تبدیل کیا گیا۔

حلقہ ۱۹۰ کراچی سے مولانا شاہ احمد نورانی بھاری اکثریت سے جیت چکے تھے۔ رزلٹ تبدیل کرنے کے لئے باقاعدہ فورس کا استعمال کیا گیا۔ مولانا کے پولنگ ایجنٹوں کو انتظامیہ کے ذریعے پولنگ اسٹیشنوں سے باہر نکالا گیا۔ کراچی کے ڈی آئی جی آفتاب نبی نے اپنے بھائی اسلام نبی کے کہنے پر جو کہ ایم کیو ایم کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے اور ایم کیو ایم کوٹہ پر وفاقی وزیر ہیں بھرپور طریقہ سے ایم کیو ایم کو سپورٹ کیا۔

جمعیت علماء پاکستان کے نمائندے بار بار انتظامیہ کو پولنگ میں گڑبڑ کی اطلاع دیتے رہے مگر کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

اسی طرح حیدرآباد میں جہاں سے پروفیسر شاہ فرید الحق انتخاب لڑ رہے تھے۔ ان کے جلسوں پر فائرنگ کروائی گئی اور الیکشن کے دن انتظامیہ نے ان علاقوں کی پولنگ کو بار بار

رکوایا جن علاقوں میں جمعیت علماء پاکستان کے حق میں ووٹ کاسٹ ہو رہے تھے۔ اور ان علاقوں میں کھلم کھلا دھاندلی کروائی گئی۔ جن علاقوں میں جمعیت کے خلاف ووٹ کاسٹ ہو رہے تھے۔ اس طرح پورے پاکستان میں جمعیت کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر دھاندلی کر کے جے یو پی کے نمائندوں کو ہروایا گیا۔ لیکن ان تمام حرکتوں کے باوجود حکومت جمعیت کو ختم کرنے میں ناکام رہی ہے کیونکہ جے یو پی نے پھر بھی اسمبلی میں اپنے ۳ نمائندوں کو بھیج کر پاکستان کی عوام کا حق نمائندگی اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔

اس تمام صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہم اس رزلٹ پر پہنچے ہیں کہ جمعیت علماء پاکستان کو ہروانے والے پاکستان کے عوام نہیں ہیں۔ کیونکہ عوام نے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ لیکن نگران حکومت اور بیوروکریسی نے جادو کی چھڑی ہلا کر جمعیت علماء پاکستان سے اپنی ۸۸ء کی ناکامی کا بدلہ لیا ہے۔ درصال جمعیت علماء پاکستان کو ہروانے والے عوام نہیں بلکہ نگران، سفید ہاتھ امریکہ، خلیج کی موجودہ صورت حال اور بیوروکریسی ہیں۔

(ہفت روزہ احوال نومبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۶،۷)


انہیں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کو ہر کام پر فوقیت دینے کا مشورہ دیا تھا

فوجی حکمران ملک میں اسلامی نظام نافذ کر کے اپنی کامیابی اور نجات کا سامان کریں

کراچی (نامہ نگار خصوصی) جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور ملی یکجہتی کونسل کے چیئرمین مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ کاش نواز شریف ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ کر دیتے تو آج دنیا و آخرت کی سرفرازی ان کے قدم چومتی اور پوری قوم ان کی حمایت پر کربستہ ہوتی وہ حضرت سید عارف حسین شاہ بخاری سجادہ نشین

بقیہ نمبر5 صفحہ 11 پر

بقیہ 5 مولانا نورانی

شریف اور جمعیت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن محبوب الرسول قادری کے اعزاز میں افطار ڈنر کے موقع پر اظہار خیال کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے نظام مصطفےٰ کے نفاذ کو ہر کام پر فوقیت دینے کا مشورہ دیا تھا لیکن افسوس یہ سعادت ان کے نصیب میں نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ فوجی حکمرانوں سے بھی ہمارا یہی مطالبہ ہے کہ فوری طور پر نظام مصطفےٰ سے اظہار وفاداری کرتے ہوئے ملک میں اسلامی نظام نافذ کر دیں اس میں ان کی نجات اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔

کراچی حلقہ ۱۹۰ سے مولانا شاہ احمد نورانی کی یقینی فتح پر ایم کیو ایم کی شدید بوکھلاہٹ

کراچی کے حلقہ ۱۹۰ میں جیسے جیسے مولانا شاہ احمد نورانی کی پوزیشن مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے۔ ایم کیو ایم کی صفوں میں بوکھلاہٹ مزید سے مزید تر بڑھتی جارہی ہے۔ مولانا نورانی نے ایم کیو ایم کے تعصب کے خلاف نوجوانوں کو مسلم قومیت کا جو نعرہ دیا ہے وہ روز بروز نوجوانوں میں مقبول ہوتا جارہا ہے۔ اس نعرہ کی مقبولیت سے خائف ہو کر ایم کیو ایم اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہے۔

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے کراچی کے ایک علاقہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے الطاف حسین کی ایف آئی آر کٹوائی ہے۔ اس ایف آئی آر کی کاپی انہوں نے جیب سے نکال کر لوگوں کو دکھائی کہ یہ ایف آئی آر مولانا نے خود تھانے جاکر کٹوائی ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ جس وقت یہ ایف آئی آر کاٹی گئی اس وقت مولانا شاہ احمد نورانی ملک میں نہیں تھے۔ بلکہ وہ تبلیغی دورے پر بیرونی ممالک میں تھے۔ ایک محترم دینی شخصیت پر ایسا جھوٹا الزام لگاتے ہوئے الطاف حسین کو شرم آنی چاہئے تھی۔ ایسا سفید جھوٹ تو گوئبلز نے بھی اپنی ساری زندگی میں نہیں بولا ہوگا۔ جو جدید پروپیگنڈہ سسٹم کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن الطاف حسین بیچارا بھی کیا کرے کہ اس کی ساری سیاست جھوٹ اور منافقت پرمبنی ہے۔ مکروفریب کی اینٹوں سے اس نے اپنی سیادت وقیادت کا محل تعمیر کیا ہے۔

اس نے مہاجر قومیت کا نعرہ لگایا لوگوں کے جذبات سے کھیل کر سستی شہرت حاصل کرگیا۔ کوٹہ سسٹم کے خاتمہ کا نعرہ بلند کیا اور بیکار اور بیروزگار نوجوانوں کی بھیڑ اپنے گرد

جمع کر لی۔ بنگلہ دیش میں پھنسے ہوئے پاکستانیوں کی واپسی کے لئے چیخنا چلایا اور کراچی میں مقیم بہاری مسلمانوں کا لیڈر بن گیا۔ مہاجر قومیت کوٹہ سسٹم کا خاتمہ اور محصورین کی واپسی کے خوش کن نعروں کی بدولت وہ ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں کراچی اور حیدر آباد کی نشستوں پر قابض ہو گیا۔ لیکن الیکشن میں اتنی شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی وہ کوئی مطالبہ پورا نہ کر سکا۔ اپنے کسی نعرے کو حقیقت نہ بنا سکا اور نہ اپنی بات منوا سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جذباتی اور نعرے بازی کی سیاست کر لینا آسان ہے۔ مطالبات منوانا مسائل حل کرانا ایسے امور ہیں جن کے لئے قابلیت اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایم کیو ایم کی پوری قیادت ان اوصاف سے تہی دست ہے۔

ایم کیو ایم کو یہ سوال بڑا گراں گذرتا ہے کہ انہوں نے اپنے ووٹروں کو کیا دیا؟ اس سوال پر ان کی جھنجلاہٹ اور بوکھلاہٹ قابل دید ہوتی ہے۔ جب سے ایم کیو ایم کا حیدر آباد اور کراچی میں عروج ہوا۔ صلح و آشتی کے یہ شہر تاریکی اور خلفشار کی نذر ہو گئے ہیں۔ تعصب، نفرت اور دہشت گردی کا ہر طرف راج رہا ہے۔ برسوں سے شیر و شکر ہو کر رہنے والے ایک دوسرے کی شکلوں سے بیزار ہو گئے۔ ایم کیو ایم کہتی ہے کہ وہ مظلوم طبقوں کی آواز بن کر اٹھی ہے۔ مگر یہ کیسی آواز ہے جس نے مظلوم طبقوں کو ہی سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ کراچی اور حیدر آباد کے لسانی اور نسلی فسادات میں مرنے والوں کا تعلق نچلے طبقوں سے ہی رہا ہے۔ ڈرائیور، موچی، خونچے والا، مزدور اور بسوں میں سفر کرنے والا طالب علم کیا مظلوم طبقے سے نہیں تھا۔ اب تک مرنے والوں میں ایم کیو ایم کسی امیر آدمی یا دولت مند کے بیٹے کا نام بتا سکتی ہے؟

حال ہی میں ایم کیو ایم نے اندرون سندھ اپنے پانچ امیدواروں کو آئی جے آئی کے امیدواروں کے حق میں بٹھایا ہے۔ ایک محمد خان جونیجو کے مقابلہ میں دوسرا جام معشوق علی، تیسرا جام صادق علی، چوتھا نگران وزیر اعظم کے بھائی اور پانچواں ان کے فرزند ارجمند غلام مرتضےٰ جتوئی کے حق میں دست بردار کیا گیا ہے۔ ہم نے یہ نام اس لیے تفصیل سے لکھے ہیں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ایم کیو ایم نے جن لوگوں کے حق میں اپنے امیدواروں کو دست بردار کیا ہے ان میں کوئی بھی غریب یا متوسط درجہ کا رہنما نہیں ہے۔ سب کے سب امیر ترین

وڈیرے ہیں۔ ایم کیو ایم نے اپنی انتخابی پالیسی سے فائدہ بھی پہنچایا تو جاگیرداروں کو۔ اس کی نظر التفات کسی متوسط طبقہ کے امیدوار پر نہیں پڑی۔ اس پر اس کا دعویٰ ہے غریبوں اور متوسط طبقہ کی ہمدردی کا مظلوموں کی حمایت کا۔ ایم کیو ایم کا یہی قول و فعل کا تضاد ہے جو اس کی دوہرے معیار کی پالیسی کو عریاں کرتا ہے۔

ایم کیو ایم یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے متوسط طبقہ کی قیادت کو آگے بڑھایا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ ایم کیو ایم کے وجود میں آنے سے پہلے جمعیت علماء پاکستان اور کسی حد تک جماعت اسلامی بھی متوسط طبقہ کی قیادت کو آگے لا چکی تھی بلکہ جے یو پی کو تو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے جھگی نشینوں کو مسند قیادت پر فائز کیا۔ ظہور الحسن بھوپالی اس کی بہترین مثال ہے۔ کیا ایم کیو ایم ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے۔

ایم کیو ایم یہ بھی کہتی ہے کہ وہ مظلوم پنجابی، مظلوم پٹھان، مظلوم بلوچی اور مظلوم سندھی کی ساتھی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بتائے کہ پہلے پٹھانوں پھر پنجابیوں اور اس کے بعد سندھیوں سے لڑانے والا کون تھا۔ ایم کیو ایم کی خون آشام طبیعت کسی نہ کسی کو ٹارگٹ بنائے رکھنا چاہتی ہے۔ انہوں نے اپنی سیاست کی اساس نفرت پر رکھی ہے اور ہر صورت میں یہ نفرت کسی نہ کسی طرح سے قائم رکھنا چاہتی ہے۔ کل پٹھان اور پنجابی اس کے ہدف تھے۔ آج سندھی اس کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جس دن لوگوں میں سے یہ نفرت ختم ہو گئی وہ دن ایم کیو ایم کا آخری دن ہو گا۔ یہی سبب ہے کہ جو لوگ بھی کراچی اور حیدر آباد کے باشندوں میں یہ نفرت ختم کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں، ایم کیو ایم انہیں ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ مگر اسے معلوم نہیں ہے کہ:

کرنے دو اگر قتال جہاں تلوار کی باتیں کرتے ہیں
ارزاں نہیں ہوتا ان کا لہو جو پیار کی باتیں کرتے ہیں

کراچی و حیدر آباد اور سندھ کے لوگوں میں جو لوگ پیار و محبت اور اخوت بڑھانے کی سعی کر رہے ہیں ان میں مولانا شاہ احمد نورانی سر فہرست ہیں جو مہاجر قومیت اور سندھی قومیت کے مقابلے میں مسلم قومیت کے علمبردار ہیں۔ مسلم قومیت کے بطن سے ہی پاکستان اور پاکستانی قومیت نے جنم لیا ہے۔ مسلم قومیت پاکستان کی بقاء کی ضمانت ہے۔ مسلم قومیت کو

بچانا دراصل پاکستان کو بچانا ہے۔ مولانا نورانی مسلم قومیت کو فروغ دے کر نظام مصطفےٰ ﷺ کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ مسلم قومیت اگر پاکستان کی بقا کی ضامن ہے تو نظام مصطفےٰ ﷺ پاکستان کی روحانی اور مادی ترقی کی ضمانت ہے۔

لسانی، نسلی اور علاقائی سوچ کا طلسم ٹوٹ رہا ہے۔ کراچی حیدر آباد کے لوگ مہاجر قومیت کے فریب سے نکلتے جا رہے ہیں۔ جوں جوں وہ مہاجر قومیت کے فریب سے نکل رہے ہیں توں توں الطاف حسین کے قدموں تلے سے زمین نکلتی جا رہی ہے۔ لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ مہاجر قومیت ایک سراب ہے۔ اس فریب نظر چشمہ سے وہ کبھی سیراب نہ ہو سکیں گے۔ کسی اسٹیج پر اور کسی فورم پر الطاف حسین مہاجر قومیت کو منوانا تو درکنار اس کی بات بھی نہ کر سکے، اس لئے کہ اس نعرے میں کوئی جان نہیں۔ اس بات کو الطاف حسین جیسا ذہین و فطین آدمی بھی خوب سمجھتا ہے مگر وہ کراچی اور حیدر آباد کے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے یہ نعرہ لگاتا رہتا ہے۔ اب متحدہ قومیت یا مظلوم قومیت بنانے کی بات ہو رہی ہے۔ جب یہی کرنا تھا تو مہاجر قومیت کا نعرہ لگا کر اتنے بے گناہ لوگوں کو کٹوانے اور لاکھوں روپیہ کی جائیدادیں تباہ کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں ایک غرض ضرور تھی اور وہ الطاف حسین کی لیڈر شپ قائم کرنے کی غرض و غایت تھی تو گویا اپنی لیڈری چمکانے کے لیے سیکڑوں بے گناہوں کو بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ کراچی کی روشنیوں کو گل کر دیا گیا۔ مگر اے روشنی فروش اب مزید اندھیرا نہ کیا جا سکے گا!

کیونکہ اب قائد اہلسنت نظام مصطفےٰ ﷺ اور مسلم قومیت کی مشعل لے کر میدان میں آ چکا ہے۔ مہاجر قومیت جہالت پر مبنی ایک گمراہ کن نعرہ ہے۔ حیدر آباد اور کراچی کے باشعور عوام کو قومی دھارے سے کاٹنے کی ناکام کوشش ہے اور علم و آگہی کے حامل افراد کو جہالت کے اندھیرے میں دھکیلنے کی سعی لاحاصل ہے۔ لیکن مسلم قومیت اور نظام مصطفےٰ ﷺ کی مبارک مشعل کی نور پرور روشنی سے جہالت اور گمراہی کے یہ اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ کیونکہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو رات کی تاریکی غائب ہو جاتی ہے۔ جب نور پھیلتا ہے تو تاریکی معدوم ہو جاتی ہے۔

مسلم قومیت کی روشنی حلقہ نمبر ۱۹۰ میں پھیلنا شروع ہو گئی ہے۔ خوش آئند بات

یہ ہے کہ حلقہ کے نوجوان اس روشنی سے اپنے قلب و ذہن منور کر رہے ہیں۔ ان کے ذہنوں سے تعصب، نفرت اور نسل پرستی کا زہر اتر رہا ہے۔ مہاجر قوم پرستی کا زہریلا نشہ زائل ہو رہا ہے جو نسل پرست بیمار ذہن قیادت نے ان کے ذہنوں میں اتارا تھا، جو کراچی اور حیدر آباد کے نوجوانوں کو ان تعصبات کے انجکشنوں کے علاوہ کچھ نہ دے سکے، جو ان کا کوئی بھی مسئلہ حل نہ کر سکے۔ جو کراچی اور حیدر آباد کی بلدیات پر قابض ہونے کے باوجود ان شہروں کی سڑکیں درست نہ کر سکے۔ سیوریج اور پانی کا نظام بہتر نہ بنا سکے اور صفائی، ستھرائی کا انتظام نہ کر سکے۔ کرتے بھی کیسے ان کے ذہن خود تعصبات کی غلاظتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ تنگ نظر لوگ سڑکوں اور شاہراہوں کو کیسے کشادہ کرتے۔ یہ بیمار ذہن لوگ عوام کی صحت کا کیسے خیال کرتے۔

لیکن حلقہ نمبر ۱۹۰ کے پاکستانی اب جاگ چکے ہیں۔ انہوں نے مسلم قومیت یا دوسرے لفظوں میں پاکستانی قومیت کو پہچان لیا ہے۔ وہ علاقائی قومیت کے جھاڑ جھنکار سے اپنا دامن چھڑا سکے ہیں۔ وہ مسلم قومیت کی شمع پر پروانہ وار نثار ہو رہے ہیں۔ اس شمع کی روشنی اب پھیلے گی۔ اسے پھیلنے سے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ رات کٹنے والی ہے۔ سحر ہونے والی ہے۔ وہ سحر کو طلوع ہونے سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر کسی کے روکے سے سویرا نہیں رکتا۔ حلقہ نمبر ۱۹۰ سے مولانا شاہ احمد نورانی کی فتح یقینی ہے۔

(ہفت روزہ احوال، اکتوبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۵،۶)

THE
PAKISTAN TIMES

Lahore, Tuesday, February 22, 2000 — Ziqa'ad 15, 1420 A.H



LAHORE: Zeeshan Abdullah a student leader of Norway at a meeting with JUP Shura member Malik Mehboobur Rasul Monday. —PT photo

یہ ۱۹۹۰ء ہے

اس وقت پاکستان میں غیر نمائندہ حکومت ہے

مولانا شاہ احمد نورانی کا چوک گھنٹہ گھر ملتان میں خطاب

۲۷ اگست کو جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ یہ چوک گھنٹہ گھر کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ عام تھا۔ اس سے ایک روز قبل جماعت اسلامی نے بھی جلسہ کیا تھا۔ جو چند سو نفوس پر مشتمل رہا۔ قبل ازیں اس چوک پر جماعت اسلامی کے تمام مرکزی قائدین کا کاروان دعوت و محبت بھی آچکا ہے۔ متحدہ علماء کونسل، جمعیت اہل حدیث اور دوسری جماعتیں بھی کر چکی ہیں لیکن جمعیت علماء پاکستان بازی لے گئی۔ اس میں جن مقررین نے خطاب کیا قارئین احوال کے لئے اقتباسات ضبط تحریر ہیں۔

صاحبزادہ احمد میاں خان صدر جمعیت علماء پاکستان ملتان

جمعیت علماء پاکستان ملک کی تیسری بڑی قوت ہے اور علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں جمعیت کا ہر رکن متحد و متفق ہے اور جمعیت علماء پاکستان کے ووٹ فیصلہ کن قوت کے حامل ہیں اور آئندہ انتخابات میں جمعیت نظام مصطفے ﷺ سے مخلص اور اپنے نظریات سے قریب تر جماعتوں سے اتحاد کر کے الیکشن میں حصہ لے گی۔ گذشتہ انتخابات میں جے یو پی نے حتی المقدور کوشش کی تھی کہ عوامی اتحاد اور اسلامی جمہوری اتحاد کا وسیع تر اتحاد تشکیل دیا جائے لیکن جمہوری اتحاد کے بعض عاقبت نا اندیش لوگوں نے اتحاد کو پروان چڑھنے نہیں دیا جس کی بنا پر پی پی برسر اقتدار آ گئی تھی جب کہ آج بھی بعض عناصر جمعیت کو اتحاد سے باہر رکھ کر پی پی کو برسر اقتدار لانے کے درپے ہیں اور نگران حکومت احتساب کی آڑ میں انتقام لینا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر محمد بدر قریشی

ہمارے آباؤ اجداد نے یہ وطن جاگیرداروں، وڈیروں اور لٹیروں کے لئے نہیں بنایا تھا کہ وہ یہاں عیاشیاں کریں۔ یہ خطہ ارض اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں نظام مصطفے ﷺ کا نفاذ ہو اور اس نظام کے تحت ہم اپنی زندگی گذاریں۔ آج پاکستان کو قائم ہوئے 43 سال کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن یہاں اسلام کے شیدائیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے دو تین سال نہیں بلکہ نصف صدی گذر چکی ہے۔ اسلام کی عظیم مملکت میں مسلمانوں کے ساتھ اسلام کے نام پر استحصال کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمام جماعتیں یہ کہتی ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے۔ لیکن ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ 43 سال گذرنے کے باوجود بھی اس کملی والے ﷺ کا نظام نافذ نہیں ہو سکا۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ایک حاکم تو بظاہر ہمارے وہ ہیں جو اقتدار میں بیٹھے ہیں اور اصل حاکم وہ ہے پس پردہ رہ کر حکومت کر رہے ہیں اور وہ حاکم کبھی پاکستان میں نہ ہی نفاذ شریعت نافذ ہونے دے گا اور نہ ہی نفاذ جمہوریت۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ تین سال کے عرصہ میں دو منتخب اسمبلیوں کو ذلیل و خوار اور کرپٹ کہہ کر توڑ دیا اور موجودہ اسمبلیوں کو جس وقت توڑا گیا شریعت بل کے لئے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا گیا تھا اور شریعت بل اس میں پیش ہونا تھا۔ اور غالب امکان تھا کہ شریعت بل کامیاب ہو جاتا۔ لیکن اس سپر پاور نے یہ دیکھا تو اسمبلی کو تہہ و بالا کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نفاذ شریعت بھی مؤخر ہو چکا ہے اور آج جہاد کشمیر کو بھی شدید دھچکا لگا اور حریت پسند جو پاکستان کی جانب امید لگائے بیٹھے تھے مایوسی کا شکار ہو گئے اور قوم کو انتخابات میں الجھا دیا ہے۔

صاحبزادہ حامد سعید کاظمی

اللہ تعالیٰ نے قوم کو ایک بار پھر اپنے نمائندے منتخب کرنے کا موقعہ دیا اور اس مرتبہ بھی قوم نے صحیح فیصلہ کر کے نظام مصطفے ﷺ کے نفاذ کے لئے عملی اقدام کریں اگر ایسا نہ کیا تو قوم ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہر دو جماعتوں کو آزما چکے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت دو بار ہو چکی ہے اور مسلم لیگ کی حکومت کی کارکردگی بھی آپ کے سامنے ہے۔ ہماری عوام بہت بھولی ہے۔ ان کی یادداشت بہت کمزور ہے۔ وہ حکمرانوں

کے کارنامے بھلا دیتے ہیں۔ ماضی میں سبز باغ بھی دکھائے گئے۔ جھوٹے وعدے بھی کیے گئے۔ ہم اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ ہمارے حکمرانوں کا ظاہر کچھ ہے باطن کچھ ہے۔ قول و فعل میں تضاد ہے۔ جب تک یہ حال ختم نہیں ہوگا صورتحال بہتر نہیں ہو سکتی اور یہ جلسے میں عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، بسوں کے ذریعہ مختلف ذرائع یا آس پاس کے دیہاتوں سے نہیں بلائے گئے۔ یہ اجرت لے کر نہیں بلکہ جذبے اور خلوص سے آئے ہیں۔ اور اس شخصیت کو سننے کے لئے آئے ہیں جن کی قیادت پر اہل سنت کو فخر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مادہ پرستی کے دور میں جمعیت علماء پاکستان قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے میدان سیاست میں نکلی ہے۔ یہ نظام پاکستان کا مقدر ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں کوئی اور نظام نہیں چل سکتا۔

پروفیسر شاہ فرید الحق

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بار بار موقع عطا فرماتا ہے۔ دوسرے شہروں کا معاملہ بعد میں لیں گے۔ پہلے مدینۃ اولیاء ملتان والے یہ فیصلہ کریں کہ آیا وہ آنے والے امتحان میں اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانے کے قابل ہوں گے یا نہیں اگر وہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس مدینۃ اولیاء سے اس انقلاب کی ابتداء کریں گے جس کی قیادت قائد اہل سنت امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی فرما رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گذشتہ انتخابات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں امتحان میں ڈالا تھا۔ آپ اور ہم سب ناکام ہو گئے۔ 20 مہینے تک پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کی حکومت دیکھ چکے ہیں اور دونوں کی نااہلی کے سبب ایک شخص کو یہ ہمت حاصل ہوئی کہ منتخب اسمبلیوں کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا اور ملک میں جو لاقانونیت، افراتفری، انتشار اور بدامنی پھیلی اس کے ذمہ دار آئی جے آئی اور پی پی پی ہے اور یہ دونوں ایک بار پھر عوام کے سامنے آ رہے ہیں۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ کیا آپ ایک بار پھر ان لوگوں کو قوم پر مسلط کریں گے جن کے دور حکومت میں مسلمان نے مسلمان کی گردنیں کاٹیں۔ مہنگائی نے کمر توڑ دی۔ لوٹ مار علاقائیت پرستی اور ظلم کا دور دورہ رہا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ اپنے ووٹ کی قیمتی طاقت سے ایسی جماعت کو کامیاب کرائیں جو سبز گنبد سے آنے

والے نظام کا نفاذ چاہتی ہو۔

قائد اہل سنت امام انقلاب حضرت علامہ احمد شاہ نورانی

ملتان سے میرے الیکشن لڑنے کے بارے میں پارلیمانی بورڈ فیصلہ کرے گا اور آپ نے محبت اور خلوص سے جو تائید کی ہے اس کے لئے میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اس وقت جو صورتحال ہے اور جس نازک دوراہے پر پاکستان کھڑا ہے وہ ہر محبّ وطن پاکستانی کے لئے تشویش کا باعث ہے۔ بھارت مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے۔ کشمیر میں بدستور مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ دس ہزار سے زائد کشمیری حریت پسند بھارت کی جابر اور ہندو فوج کی گولی کا نشانہ بن چکے ہیں۔ دس سال سے افغانستان کا مسئلہ حل نہیں ہو سکا اور افغان مجاہدین و مہاجرین پاکستان کے مہمان بنے ہوئے ہیں۔ ملک کے داخلی مسائل سندھ کا مسئلہ افغانستان کا مسئلہ حل ہو نہیں پائے تھے کہ مشرق وسطیٰ میں ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت پاکستان میں غیر نمائندہ حکومت ہے۔ یہ حکومت اپنی نمائندگی تو کر سکتی ہے ملک کی نمائندگی نہیں کر سکتی۔ نگران حکومت کی نااہلی کے سبب پاکستان ثالث بننے کی بجائے فریق بن گیا۔ پاکستان کو چاہیے تھا کہ تینوں ممالک عراق کویت اور سعودی عرب میں صلح کا فریضہ انجام دیتا۔ مشرق وسطیٰ کے حالات اس حد تک نازک ہو گئے ہیں کہ ڈیڑھ لاکھ پاکستانی مشرق وسطیٰ سے واپس آنے کے لئے تیار ہیں جن کے لئے روزگار کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ حجاز مقدس کی سرزمین جس کے لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جزیرۃ العرب پر یہودیوں اور عیسائیوں کے ناپاک قدم نہیں رہنے چاہئیں۔ آج چودہ سو سال گذرنے کے بعد نوبت یہ آ گئی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے نکالنے کا حکم دیا تھا لیکن اب ایسے بادشاہ حکومت کر رہے ہیں کہ جنہوں نے اپنی امداد کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کو بلایا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہر مسلمان اس حکم کی تعمیل ضرور کرے گا۔ "مشرک، یہودی اور نصرانی یہ سب نجس (ناپاک) ہیں۔ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔" آج تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ فہد بن عبدالعزیز خادم حرمین شریفین ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ جارج بن بش خادم

حرمین شریفین ہے۔ آج کتنا افسوس کا مقام ہے کہ ۴۲ اسلامی ممالک حجاز مقدس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ یہ امت صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! کوئی صلاح الدین ایوبی بھیج دے۔ آمین۔" انہوں نے کہا کہ یہودی اور عیسائی فوجیں سعودی عرب میں اس لئے آئی ہیں کہ تیل کے ذخائر پر قبضہ کر سکیں۔ ہر طرف سے عصبیت اور لسانیت کی آوازیں آ رہی ہیں لیکن جمعیت علماء پاکستان آواز دیتی ہے کہ "جاگ مسلمان جاگ" ہمیں غلامی رسول ﷺ پر فخر ہے۔ قیامت میں ہماری نجات کا باعث ہو گی۔ کوئی پنجابی یا اردو بولنے پر فخر کرتا رہے۔

آخر میں قائد اہل سنت امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے حاضرین جلسہ کے ساتھ درود و سلام پڑھا۔

(ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۶، ۲۷)

روزنامہ جنگ لاہور

پیر 10، ذوالحجہ 1416ھ 29، اپریل 1996ء

جے یو پی (نورانی) سرگودھا ڈویژن کے انتخابات ۸ مئی کو خوشاب میں ہوں گے

جوہر آباد (نامہ نگار) جمعیت علماء پاکستان (مولانا نورانی گروپ) کی مرکزی شوریٰ کے رکن مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے بتایا ہے کہ ۸ مئی کو دن ایک بجے سرگودھا ڈویژن جے یو پی کے انتخابات خوشاب میں منعقد ہوں گے جن میں مرکزی سیکرٹری اطلاعات پیر اعجاز احمد ہاشمی صوبائی صدر پیر سید محمد محفوظ مشہدی اور صوبائی جنرل سیکرٹری سردار محمد خان لغاری خصوصی طور پر شرکت کریں گے جبکہ میانوالی، بھکر، سرگودھا اور خوشاب کے نمائندگان شوریٰ اور ضلعی صدور ان ووٹ کا حق استعمال کریں گے اور ڈویژنل قیادت کا انتخاب عمل میں لائیں گے۔

وفاقی دار الحکومت اسلام آباد سے

دینی جماعتوں نے فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے ملی یکجہتی کونسل قائم کر لی

مولانا نورانی صدر ہوں گے

مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی دینی جماعتوں نے گزشتہ روز اسلام آباد میں ایک اجلاس میں ایک کونسل قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکے۔ ۱۱ رکنی ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے مولانا شاہ احمد نورانی ہوں گے۔ اس سلسلے میں اتفاق رائے قومی اور ملی یکجہتی کانفرنس میں ہوا جو جے یو آئی (سمیع گروپ) کے مولانا سمیع الحق نے طلب کی تھی۔ کانفرنس میں دوسرے لوگوں کے علاوہ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد، جے یو پی نیازی گروپ کے مولانا عبدالستار نیازی، تحریک فقہ جعفریہ کے مولانا ساجد نقوی، جے یو آئی فضل الرحمن گروپ کے مولانا اجمل خان، سپاہ صحابہ پاکستان کے مولانا ضیاء القاسمی، سواد اعظم پاکستان کے مولانا اسفند یار، جمعیت اہلحدیث کے مولانا ساجد میر، حزب جہاد کے مولانا آغا مرتضیٰ، منہاج القرآن کے مولانا سید شفیق احمد شاہ، اشاعت توحید و سنت کے مولانا اشرف علی، جمعیت اہلحدیث کے مولانا عارف سلمان روپڑی اور تبلیغی جماعت کے مولانا مفتی ضیاء الحق شریک ہوئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ کونسل مذہب اور فرقہ واریت کی آڑ میں ہونے والی دہشت گردی اور تشدد کے واقعات کے خاتمہ کی کوشش کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ مذہب اور فرقہ واریت کے نام پر دہشت گردی اور تشدد کے واقعات میں غیر ملکی ہاتھ ملوث ہے کیونکہ کچھ قوتیں چاہتی ہیں کہ پاکستان کو فرقہ واریت، صوبائی مخالفت اور لسانی تعصب کی بنیاد پر کمزور کر دیا جائے۔ اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ کونسل کا اجلاس اگلے ماہ کے دوسرے ہفتے میں کراچی میں منعقد کیا جائے تاکہ کونسل کی حکمت عملی اور آئندہ کا طرز عمل طے کیا جا سکے۔ ملک سے فرقہ وارانہ تشدد اور دہشت گردی کے واقعات کی روک تھام کے لئے جمعۃ المبارک کو اسلام

آباد میں آل پاکستان قومی و ملی یکجہتی کانفرنس منعقد ہوئی جس کا اہتمام جمعیت علمائے اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے کیا تھا۔ کانفرنس میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے جید علمائے کرام، مذہبی و دینی جماعتوں کے سربراہوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ جمعیت علمائے اسلام (ف) کے سیکریٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن اپنی مصروفیات کے باعث کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے۔ ان کی نمائندگی جے یو آئی کے مرکزی رہنما مولانا اجمل خان نے کی جبکہ سپاہ محمد نے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ کانفرنس کے پہلے سیشن میں استقبالیہ کلمات ادا کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ یہ امر دکھ کا باعث ہے کہ دینی قیادت کے اندر اتحاد و یکجہتی اور ہم آہنگی کا فقدان ہے اور چھوٹے چھوٹے اختلافات اور مسائل کی دیواریں کھڑی کر کے ہم نے خود اپنی قوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا وقت آ گیا ہے کہ ہم ملت اسلامیہ کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آپس میں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کی فضا قائم کریں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ علماء کے بائیس نکات کی از سر نو تجدید کی جائے۔ دینی جماعتیں ایک دوسرے پر تنقید کے بجائے اسلام دشمن طاقتوں کو ہدف بنائیں۔ مختلف مکاتب فکر کے مشترکہ اجتماعات منعقد کئے جائیں۔ مذہبی اشتعال انگیزی کا باعث بننے والے دل آزار لٹریچر سے گریز کیا جائے اور ایک ایسا اعلیٰ اختیارات کمیشن قائم کیا جائے جو باہمی اختلافات کا تصفیہ کرائے۔ جمعیت علمائے پاکستان (نیازی) کے سربراہ سینیٹر عبدالستار خان نیازی نے اظہار خیال کے دوران کہا کہ مذہبی اور دینی جماعتوں کو کسی ثالثی کی ضرورت نہیں، انہیں اپنے باہمی مسائل خود اپنے طور پر حل کرنے چاہئیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اسلامی تاریخ کی تحقیق کے مذہبی سکالروں اور علماء پر مشتمل تحقیقی بورڈ قائم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مشترکہ لائحہ عمل کے نتیجے میں ۲۸ مارچ کو ہڑتال کو موثر کیا جا سکتا ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان (نورانی) کے سربراہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ مذہبی دہشت گردی کی آگ کو ہم مل جل کر ہی ٹھنڈا کر سکتے ہیں کیونکہ ایک بین الاقوامی سازش کے ذریعے ملک میں فسادات کرائے جا رہے ہیں۔ برادر ملک ایران کے خلاف محاذ قائم کیا جا رہا ہے اور پاکستان اور ایران کے تعلقات کشیدہ کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں جن میں براہ راست امریکہ ملوث ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں سے حالیہ فرقہ وارانہ تشدد میں شدت کی تحقیقات

کرائی جائیں اور تمام مذہبی گروپوں کو غیر مسلح کر کے اور ہر قسم کی دہشت گردی سے لاتعلقی کا اظہار کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ دینی و مذہبی جماعتوں کو واضح طور پر اعلان کرنا چاہئے کہ وہ بیرونی امداد حاصل نہیں کر رہیں۔ جے یو آئی (ف) کے مولانا محمد اجمل خان نے کہا کہ اسلام دشمن طاقتوں نے پاکستان کو اپنا ہدف بنا لیا ہے اور ہم متحد ہو کر ہی اس یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں نیو ورلڈ آرڈر نافذ کرایا جا رہا ہے اور وزیراعظم امریکہ کو مدد کے لئے بلا رہی ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ مذہبی دل آزاری کا باعث بننے والوں کو عبرتناک سزائیں دی جائیں اور اس مقصد کے لئے قانون سازی کے ذریعے سزائیں تجویز کی جائیں۔ جمعیت اہلحدیث کے مولانا معین الدین لکھوی نے کہا کہ دین اسلام کی سربلندی اور اسلامی تشخص کے لئے تمام اختلافات بھلا دینے کا عہد کیا جائے۔ حزب جہاد کے آغا مرتضٰی پویا نے کہا کہ ایران میں اسلامی انقلاب اور سانحہ مکہ مکرمہ کے بعد پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دی گئی ہے اور سیاسی اور مذہبی بنیادوں پر قتل کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردی حکومت کی مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہے۔ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا کہ تمام دینی و مذہبی جماعتوں میں مکمل ہم آہنگی موجود ہے اور ہم کامل یکجہتی اور اتفاق کے ذریعے درپیش تمام چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں دوسروں کی دل آزاری کا باعث بننے کے بجائے انتہا پسندانہ رجحانات پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ گیارہ دینی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل ملی یکجہتی کونسل کے پہلے اجلاس میں فرقہ واریت کے خاتمے اور مختلف مذہبی رہنماؤں کے خلاف بنائے گئے مقدمات کا جائزہ لینے کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ کونسل کا اجلاس جمعیت علماء پاکستان نورانی (گروپ) کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت میں ہوا جس میں سینیٹر قاضی حسین احمد، سینیٹر مولانا سمیع الحق، تحریک جعفریہ کے علامہ ساجد علی نقوی، جمعیت اہلحدیث کے پروفیسر ساجد میر، حزب جہاد کے آغا مرتضٰی پویا، جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ کے صاحبزادہ فضل کریم، سپاہ صحابہ کے جنرل سیکریٹری یوسف مجاہد نے شرکت کی۔ کونسل کے سیکریٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اجلاس کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اس سربراہی اجلاس میں دو اہم کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں ایک کمیٹی فرقہ واریت کے خاتمہ اور یکجہتی پیدا کرنے والے مشترکہ نکات پر غور و فکر کر کے ایک

جامع رپورٹ تیار کرے گی جس میں ۳۲ نکات، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات، اتحاد بین المسلمین کے لئے مولانا عبدالستار خان نیازی کی مرتب کردہ رپورٹ، سینٹ کی مذہبی امور کی سٹینڈنگ کمیٹی کی تجاویز کو سامنے رکھ کر رپورٹ تیار کی جائے گی۔ جمعیت اہلحدیث کے سینیٹر پروفیسر ساجد میر کو اس کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے جبکہ کمیٹی میں جمعیت علماء اسلام (س) کے سابق سینیٹر مولانا قاضی عبداللطیف، جماعت اسلامی کے نائب امیر سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، تحریک جعفریہ کے سینیٹر علامہ جواد ہادی، جمعیت علماء پاکستان (ن) کے مولانا شبیر احمد ہاشمی اور اتحاد العلماء کے مولانا عبدالمالک شامل ہیں۔ مختلف مذہبی رہنماؤں کے خلاف بنائے گئے مقدمات کا جائزہ لینے کے لئے سابق رکن قومی اسمبلی اور جماعت اسلامی لاہور کے امیر لیاقت بلوچ کی سربراہی میں کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ کمیٹی کے ارکان میں سلیم بٹ ایڈووکیٹ، علامہ افتخار نقوی، سردار محمد لغاری، علی غضنفر کراروی، ندیم اقبال ایڈووکیٹ شامل ہیں۔ کونسل کے اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ غیر قانونی اسلحہ رکھنے والوں گروہوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ مولانا سمیع الحق نے بتایا کہ سربراہی اجلاس میں غیر قانونی اسلحہ رکھنے والے گروہوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنا اسلحہ تھانوں میں جمع کرا دیں۔ کونسل نے واضح طور پر کہا کہ ہمارا کسی بھی مسلح اور دہشت گرد گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ملی یکجہتی کونسل کے سربراہان اور شامل جماعتوں کے ارکان متنازعہ بیانات سے گریز کریں تاکہ کونسل اپنے مقاصد میں کامیاب ہو، سربراہی اجلاس میں اس بات کا بھی اعلان کیا گیا کہ ملک میں تمام دینی مدارس غیر مسلح ہیں اور ان میں دہشت گردی کی کوئی تربیت نہیں دی جاتی، کونسل نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان علماء کو فوراً رہا کیا جائے جو مقدمات میں ملوث نہیں اور بغیر جرم کے نظر بند ہیں انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے، اجلاس میں طے پایا کہ کراچی کے اجلاس میں کراچی کی دینی سماجی اور سیاسی تنظیموں کو بطور مبصر ہونے کی دعوت دی جائے گی تاکہ کراچی کے بحران پر قابو پانے اور امن قائم کرنے کے لئے مشترکہ انتظامات تجویز کئے جائیں اور گلی گلی محلے محلے مسجد اور امام بارگاہوں کی سطح پر مشترکہ امن کمیٹیاں تشکیل دینے کے امکانات کا بھی اس اجلاس میں جائزہ لیا جائے گا۔

(ماہنامہ ندائے اہلسنت، اپریل ۱۹۹۵ء، صفحہ ۳۵، ۳۶)

ایک دانشمندانہ تجویز

حکومتوں کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرنے والے علماء اور مشائخ کو

مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ بیس سال سے ان کے فرائض یاد دلا رہے ہیں

عامر رضا

بلاشبہ حضور پرنور سید العالمین ﷺ کی سیرت طیبہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود چودہ صدیوں میں دین کی کاملیت کا تصور ہمارے قلب و دماغ میں ابھی تک نہیں بیٹھ سکا۔ ہم اب بھی زندگی کے مختلف شعبوں میں درپیش مسائل کے حل کے لئے اپنے پسندیدہ مفکرین کے افکار سے راہنمائی لیتے ہیں۔ جب کہ قرآن حکیم کا یہ فرمان بھی چودہ صدیوں سے ہمارے سامنے ہے کہ اے مسلمانو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ دوئی کیوں ہے؟ کیا ہمیں اپنے دین کی صداقت پر یقین نہیں ہے؟ حضور ﷺ نے تو اس دوئی کو یعنی دین اور دنیا کے فرق کو مٹا دیا تھا اور ایسے افراد تیار فرمائے جو عام زندگی سے لے کر حکومتی ایوانوں تک راہنمائی کرتے رہے۔ خلافت راشدہ کے فوراً بعد دین و سیاست جدا ہو گئے کیونکہ اسی میں ملوکیت کا مفاد تھا۔ ملوکیت صرف اسی صورت میں چل سکتی تھی کہ دین اور سیاست کو جدا کر دیا جائے۔ صالح، باکردار افراد کو اقتدار سے دور کر دیا جائے۔ بلکہ اقتدار کے دروازے صلحاء پر بند کر دیئے جائیں اور اہل دین کا اقتدار یا سیاست سے کیا تعلق۔ اس تصور اور فکر کو اس قدر عام کیا جائے کہ علماء و مشائخ اقتدار کا نام لیتے ہوئے بھی شرما جائیں۔ اسی طریقہ واردات سے ملوکیت نے اپنے پنجے جما لئے۔ ملوکیت کو یہ تمام تصورات صلیبیوں نے فراہم کئے۔ یزید کے برسر اقتدار آتے ہی اسلام کا سیاسی نظام خطرے میں پڑ گیا کیونکہ ظہور اسلام کے بعد یہ پہلا

واقعہ تھا۔ اب دو راستے تھے یا تو یزید کو خاموشی سے برداشت کر لیا جائے یا اس کی حکومت کو چیلنج کیا جائے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دوسرا مشکل راستہ اختیار کیا اور اپنی عظیم الشان قربانی سے یہ ثابت کیا کہ اقتدار صالح افراد کا حق ہے۔ کوئی فاسق، فاجر مسلمانوں میں امارت کا حقدار نہیں بن سکتا اور اگر کوئی ایسا شخص بزورِ شمشیر اقتدار پر قبضہ کر لے جو مسلمانوں کے مشورے یا ان کے حق رائے دہی کے بغیر ان پر مسلط ہو گیا ہو تو اس کی حکومت معزول کرنے کے قابل ہے۔ اسے تحریک اور رائے عامہ کے دباؤ کے ذریعے اقتدار سے ہٹایا جائے گا۔ یہ وہ واضح تصورات تھے جو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریک کے ذریعے امت کو دیئے لیکن ملوکیت ان تصورات کو پروان چڑھتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ظالم بادشاہوں نے اپنے زر خرید واعظین کے ذریعے امت کو غم حسین رضی اللہ عنہ میں رونے پیٹنے میں لگوا دیا۔ تاکہ لوگ روتے رہیں اور بادشاہوں کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ آج تیرہ صدیوں کے بعد بھی اس واقعہ سے ہم اپنی زندگیوں میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکے۔ کیونکہ ہمیں علماء و مشائخ نے اس قربانی کے مقاصد سے آگاہ نہیں کیا بلکہ ہمیں واقعات شہادت کے بیان سننے میں لگائے رکھا جس کے نتیجے میں ظالم آمریتیں ہم پر تیرہ صدیوں سے مسلط ہیں۔ ہم جمہوریت اور آزادی فکر کی تحریکوں کو مغربی افکار اور مفکرین کے نتیجۂ فکر سے چلاتے ہیں۔ حالانکہ جمہوریت کے لئے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان قربانی ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ اس میں قصور کس کا ہے؟ کس نے ہمیں فکر حسینی سے ہمیشہ دور رکھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یہ قربانی دین و سیاست کی جدائی کے فرق کو مٹانے کے لئے تھی۔ لیکن کچھ علماء نے دین و سیاست کو عملاً تیرہ صدیوں سے جدا کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح العقیدہ علماء و مشائخ نے اس فرق کو مٹانے کی ہر دور میں جدوجہد کی لیکن ملوکیت پرست علماء و مشائخ نے ان کی تحریکوں کو ناکام بنا دیا۔ آج ہم سب اسلام کے سیاسی نظام سے ناواقف ہیں کیونکہ مشائخ صدیوں سے اپنے شجروں میں، وصیت ناموں میں یہی پیغام دے رہے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ محراب و منبر سے صدیوں سے فکر آخرت اور اخلاق کی درستی پر تقریریں تو ہو رہی ہیں لیکن اسلام کا سیاسی نظام کیا ہے۔ حکمران کی شرائط کیا ہیں؟ ایسے سوالات پر یہاں سے کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ جواب ملتا ہے تو یہی کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ اصل بات یہ

ہے کہ جب سے تصوف میں غیر اسلامی افکار شامل ہوئے ہیں ان افکار کا بادشاہوں نے خیر مقدم کیا اور انہیں افکار کو پھیلانے میں ظالم حکمرانوں نے اہم کردار ادا کیا۔ علماء و مشائخ نے بھی دین کے سیاسی پہلو سے پہلوتہی اختیار کیئے رکھی جس کے نتیجے میں ترک دنیا کا غیر اسلامی فلسفہ اس شد و مد سے پھیلایا گیا کہ صدیوں سے بے شمار باصلاحیت افراد نے خود بخود امور سیاست و مملکت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ علماء و مشائخ نے بھی انہیں اقتدار سے دور رکھنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ ملوکیت بھی یہی چاہتی تھی وہ صدیوں سے عوام کا خون چوستے رہے اور اب بھی چوس رہے ہیں۔ اب بھی علماء و مشائخ سے جب درخواست کی جاتی ہے کہ آیئے حکمرانوں اور سرمایہ پرستوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف جدوجہد کریں۔ غریب اور مظلوم عوام کی رہنمائی فرمایئے تو ان کا جواب اب بھی یہی ہے کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاست دنیا داروں کا کام ہے۔ ہم تارک الدنیا ہیں۔ علماء و مشائخ کے لئے علمی اور دین و سیاست کی جدائی نے جو حقیقتاً علماء و مشائخ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ پاکستان کو سرمایہ داروں کی آغوش میں دھکیل دیا کہ وہ جس طرح چاہیں حکومت کریں۔

علماء کی کثیر تعداد ہمیشہ سرمایہ پرستوں کے ہاتھوں میں کھیلتی رہی ہے۔ وہ دنیا داروں کو حکومت کرنے کا ازلی و ابدی سرٹیفکیٹ جاری کرتے رہے ہیں۔ علماء دنیا داروں کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جب برصغیر پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تو علماء کے ایک طبقے نے انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر حضور اکرم ﷺ کے اعلیٰ و ارفع منصب و مقام سے متعلق نازک سوالات چھیڑ ڈالے اور گلی کوچوں میں مقام مصطفےٰ ﷺ پر مناظروں میں مشغول ہو گئے۔ یاد رہے کہ یہ سب کچھ زوال کے دور میں ہوا یا ہو رہا تھا۔ تاریخ کے طالب علم سے یہ حقیقت چھپی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی نبوت کی تشکیل کر برطانوی دماغوں نے جو کردار ادا کیا وہ تو ہے ہی لیکن سب سے بدترین کردار ایک عالم نے "تحذیر الناس" نامی کتاب لکھ کر مرزا کی نبوت کے لئے علمی و فکری دلائل فراہم کیے۔ چشم فلک نے دین فروشی کا یہ رسوا کن منظر نہیں دیکھا ہو گا۔ صاحب تحذیر الناس نے ختم نبوت کے حتمی و قطعی عقیدے کو جاہلوں کا عقیدہ قرار دے دیا۔ آج بھی مرزا اور اس کی امت کے لئے "تحذیر الناس" صحیفہ کا درجہ رکھتی ہے۔

ان مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کو توفیق عطا کی کہ وہ حضور ﷺ کے دین کو برطانوی دماغوں اور دین فروش علماء و مشائخ سے بچانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ امام احمد رضا خان نے برصغیر کے مسلمانوں میں دین کی کاملیت کا تصور اجاگر کیا اور علماء و مشائخ کو سرمایہ داروں کا آلۂ کار بننے سے روکا۔ آپ کی عظیم الشان تحریک کے نتیجے میں برصغیر کے مسلمان بہت بڑی تباہی سے بچ گئے۔ امام احمد رضا خان نے دین و سیاست دونوں شعبوں میں علمی و فکری راہنمائی کی دو قومی نظریے کی تجدید فرمائی جس پر آگے چل کر قیام پاکستان کی تحریک برپا ہوئی۔ تحریک پاکستان میں بھی امام احمد رضا کے تبعین، مخلصین، خلفاء و تلامذہ نے مثالی کردار ادا کیا اور انگریز اور ہندوؤں کے زرخرید علماء کا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ لیکن اس حقیقت کا اظہار بڑے دکھ کے ساتھ کرنا پڑتا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد استحکام پاکستان اور اسلامی انقلاب کی مختلف تحریکوں میں امام احمد رضا خان کے پیروکار علماء نے وہ شاندار کردار ادا نہیں کیا جو ان کے اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ اہل سنت کے علماء و مشائخ سرمایہ داروں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر گذشتہ بیالیس سال سے سیاست سے لاتعلق ہیں اور حکمران کو لانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کی جدوجہد میں ان کی کارکردگی کا معیار قابل رشک نہیں رہا۔ اسمبلیوں میں ان کے معتقدین ہی کی اکثریت ہوتی ہے جو انہیں کی امداد و تعاون سے اسمبلیوں میں پہنچتی ہے لیکن یہ علماء و مشائخ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ سرمایہ داروں کے تمام گروپس اور ان کی جماعتیں یہی چاہتی ہیں کہ ملکی قیادت کسی راسخ العقیدہ اور باعمل عالم کے ہاتھ میں نہ پہنچ جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو سرمایہ پرستی کا سفینہ ہمیشہ کے لئے ڈوب جائے گا۔ بیالیس سال سے سرمایہ دار نظام انتخاب کو اس قدر مشکل بنا رہے ہیں کہ کوئی ایماندار شخص اسمبلی میں پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سرمایہ دار سیاست کو کاروبار بنا چکے ہیں۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امام احمد رضا خان کے پیروکار علماء سرمایہ داروں کے آلۂ کار بن چکے ہیں۔ دینی سیاست دم توڑ رہی ہے۔ دینی قیادتیں مایوسی کا شکار ہو گئی ہیں لیکن ہمارے علماء سرمایہ پرستوں سے اسلامی انقلاب کی توقع وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ آ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر علماء و مشائخ اہل سنت دینی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلامی

انقلاب کی جدوجہد کیوں نہیں کرتے۔ جب کہ ایک باوقار پلیٹ فارم جمعیت علماء پاکستان کی شکل میں موجود ہے اور مولانا شاہ احمد نورانی جیسی عظیم دینی قیادت بھی موجود ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ علماء محض ذاتی مفادات کے لئے بیالیس سال سے عوام کا خون چوسنے والے افراد کی حمایت کر رہے ہیں اور اپنی بے عملی سے پاکستان میں انقلاب کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اہل سنت کے علماء و مشائخ کا یہ بہت بڑا جرم ہے جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اب بھی وقت ہے کہ علماء و مشائخ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور پاکستان میں برسر اقتدار سرمایہ دار گروہوں کی جنگ زرگری میں فریق نہ بنیں۔ ان گروہوں سے اپنی تقدیریں وابستہ نہ کریں اور مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں متحد ہو کر نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کی پرخلوص جدوجہد کریں تو چند ہی سالوں میں پاکستان کے بے بس اور مظلوم عوام اپنی منزل کو پالیں گے۔ پاکستان اسلامی انقلاب کا گہوارہ بن جائے گا اور سرمایہ پرستی کا سفینہ ہمیشہ کے لئے ڈوب جائے گا۔

پاکستان میں علماء و مشائخ کے لئے یہ بات باعث افتخار ہے کہ ان میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی موجود ہیں جو پاکستان میں بیس سال سے انقلابی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ غلبۂ اسلام میں صرف ہو رہا ہے۔ ایسی پاکیزہ اور صالح قیادت پاکستان تو کیا پورے عالم اسلام میں بھی نہیں ہے۔ لیکن اس حقیقت سے ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے کہ ابھی تک مولانا کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس میں مولانا کا کوئی قصور معلوم نہیں بلکہ ان کی ناکامی کے ذمہ دار وہ بااثر علماء و مشائخ اہل سنت ہیں جو سرمایہ داروں کو برسر اقتدار لانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ علماء و مشائخ کے ان بااثر گھرانوں نے مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے میں کوئی کسر اب تک نہیں اٹھا رکھی۔ یہاں مولانا کی ہمت کی داد دینا پڑتی ہے کہ وہ بڑی پامردی سے حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں اور گذشتہ انتخابات میں ناکامی کے باوجود ان کی مثالی شخصیت ان آزمائشوں سے کامیابی کے ساتھ دینی و سیاسی افق پر ابھری ہے اور وہ اب پاکستان میں برسر اقتدار سرمایہ داروں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ مارشل لاء کے دور میں مولانا کی جماعت میں جوڑ توڑ پھوڑ حکمران طبقے نے کی۔ اسی حکمران طبقے کے وارث پنجاب کے ہارس ٹریڈر مولانا کی سیاسی قوت کو منتشر کرنے میں دن رات

مشغول ہیں کیونکہ مولانا کی سیاست میں موجودگی دونوں برسراقتدار گروہوں کے لئے خطرے کا الارم ہیں۔ اس لئے دونوں برسراقتدار گروہ مولانا اور ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ سے اپنے تعلقات بڑھانے میں معروف ہیں۔ مولانا بیس سال سے حکومتوں کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرنے والے علماء و مشائخ کے آستانوں پر حاضر ہو کر انہیں ان کے فرائض یاد دلا رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک ان خاندانوں نے ان کی اپیل پر لبیک نہیں کہا۔ ان حوصلہ شکن حالات میں مولانا اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں۔ پاکستان کے سرمایہ دار مولانا سے انتقام لے رہے ہیں۔ سرمایہ دار گروہوں نے اخبارات کو خرید لیا ہے۔ نوائے وقت مولانا کی تصویر تو الگ رہی اب ایک سطری خبر بھی لگانے کے لئے تیار نہیں۔ اخبارات کے مالکان مولانا سے خائف بھی ہیں اور انہیں ان کی غریبی اور حب الوطنی کی سزا بھی دے رہے ہیں کیونکہ ان اخبارات کے مالکان کو نہ تو اب مولانا کچھ دے سکتے ہیں اور نہ ہی اقتدار پر آنے کے بعد دیں گے۔ اس لئے یہ اخبارات پوری قوت سے ان کا راستہ روک رہے ہیں۔ اخبارات سرمایہ پرستوں کے آلہ کار بن کر مجرموں، دہشت گردوں کو ہیرو بنا رہے ہیں لیکن وہ مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کا بیان یا ان کی خبر لگانا حرام سمجھتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ تمام غیر ملکی اور اندرونی قوتیں اس بات کو بخوبی سمجھتی ہیں کہ مولانا کے سوا کوئی بھی یہاں اسلام کا نفاذ نہیں چاہتا۔ لہٰذا اس شخص کو اقتدار پر نہ آنے دیا جائے۔ جو نفاذ اسلام میں مخلص ہو۔

اسلام کے نام پر منافقت کرنے والے تمام گروہ بھی مولانا کے دشمن ہیں۔ اس لئے کہ وہ منافقت کی سیاست نہیں کرتے۔ لسانی دہشت گرد ان کی جان کے درپے ہیں۔ اس لئے وہ ملت کو قومیتوں اور نسلوں میں بانٹنے والوں کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ علماء و مشائخ تمام صنعتی و سرمایہ دار گروپس پوری قوت سے ان کا راستہ روک رہے ہیں۔ مفاد پرست علماء و مشائخ بیس سال سے ان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہیں۔ ہمیشہ سرمایہ داروں کی حمایت کے لئے حجروں سے نکلتے ہیں اور جے یو پی کے امیدوار کو ناکام بناتے ہیں۔ اس طرح یہ تمام طبقے اسلامی انقلاب کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ ان حالات میں امام احمد رضا خان کے پیروکار علماء و مشائخ سے خدا اور رسول ﷺ کے نام پر اپیل ہے کہ

کیونکہ پاکستان میں اہل سنت کی غالب اکثریت ہے لہٰذا انقلاب اسلامی لانا ان کے دینی فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پہچانیں اور سرمایہ داروں کے ان دونوں گروہوں کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں۔ اپنی تقدیر غریب عوام کا خون چوسنے والے افراد سے وابستہ نہ کریں۔ بلکہ مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں اسلامی انقلاب کے لئے جدوجہد کریں۔ جونہی وہ ان کی قیادت میں جمع ہوں گے۔ انشاء اللہ پاکستان کی تقدیر بدل جائے گی اور پاکستان میں اسلامی انقلاب کا راستہ کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔

اے گروہ علماء و مشائخ!

اس سے قبل بھی آپ ۱۹۷۸ء کی ملتان کانفرنس اور ۱۹۷۹ء کی رائے ونڈ کانفرنس میں مولانا کی قیادت پر اتفاق کر چکے ہیں۔ خدارا! اپنی روایت کو نہ بھولیے اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت کے پرچم تلے جمع ہو کر اس ملک کو نظام مصطفےٰ ﷺ کا گہوارہ بنایئے۔ یہ آپ کا دینی فریضہ بھی ہے اور ذمہ داری بھی۔

(ہفت روزہ احوال، جولائی ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی ختم کرنے کیلئے ضلعی انتظامیہ کو غیر جانبدارانہ کردار ادا کرنا چاہیے

مولانا محبوب الرسول

جوہر آباد (نامہ نگار) جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ حقوق اہلسنت پر

باقی صفحہ 7 کالم 4 پر

غاصبانہ قبضہ کرنے کی خواہش رکھنے والے اپنے مذموم ارادوں میں بری طرح ناکام ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ موضع صدول تحصیل

میں فرقہ وارانہ کشیدگی کے خاتمے کیلئے ضلعی انتظامیہ کو غیر جانبدارانہ کردار ادا کرنا چاہیے انہوں نے کہا کہ محرم الحرام کی آمد سے پہلے پہلے اسلام اور پاکستان کے دشمن ملک میں بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں ہمیں اپنے مشترکہ دشمن کو پہچاننا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت کا المیہ یہ ہے کہ ظالم اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرنا چاہتا ہے جبکہ انتظامیہ کو انصاف کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔ محبوب الرسول قادری نے کہا کہ ناموس رسالت کے ڈاکوؤں کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہمیں اجتماعی وقار کی بحالی کیلئے باہمی اختلافات کو ختم کرنا چاہیے انہوں نے کہا کہ ہم اسلام کی سربلندی و وقار کیلئے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

تعمیرِ ملت اور جے یو پی

میرا قائد عظیم قائد

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور صدر صدام حسین

☆ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر سیاسی شب و روز..........

(پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی)

☆ امام شاہ احمد نورانی ایک محب وطن لیڈر..........(علامہ شبیر احمد ہاشمی)

☆ قائد اہل سنت اور انجمن طلبہ اسلام..........(ڈاکٹر محمد طفیل سالک)

☆ نورانی برکات کا سنگم..........تقریب جشن نزول قرآن

☆ وقت نے ثابت کر دیا کہ ہم ٹھیک کہتے تھے..........

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کا اچھوتا انٹرویو

☆ 'جنگ' کے سنڈے میگزین کے لیے ایک اور انٹرویو..........

موجودہ مذہبی فرقے برطانوی دور حکومت کی پیداوار ہیں

☆ اعتراف عظمت......سپاسنامہ بخدمت اقدس قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی

☆ امام نورانی کی پر عظمت قیادت کو سلام..........(خالد محمود قادری)

☆ بیاد مجلس نورانی (ارشادات امام)..........(محمد یٰسین نورانی)

روزنامہ جنگ لاہور

منگل 15 ذیقعد 1420ھ 22 فروری 2000ء

حکومت ملک میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا اعلان کرے۔ ملک محبوب الرسول قادری

جوہر آباد (نامہ نگار) جمعیت علمائے پاکستان (مولانا نورانی) کی مرکزی شوریٰ کے رکن ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ فوجی حکومت وقت ضائع کئے بغیر فوری طور پر ملک میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا اعلان کرے ورنہ گزشتہ حکومت کی طرح

باقی صفحہ 13 کالم نمبر

ملک محبوب الرسول

وہ بھی اپنی مقبولیت سے محروم ہو جائے گی۔ وہ گزشتہ روز اخبار نویسوں سے بات چیت کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور جسے چاہے ذلت کے گڑھوں میں دھکیل دیتا ہے جنرل ضیاء الحق کے پاس نظام مصطفیٰ کے لئے بہترین مواقع آئے لیکن وہ امریکہ کی خوشنودی کے حصول کے چکر میں اس عظیم سعادت سے محروم رہے یہی حال سابق وزیر اعظم نواز شریف کا ہوا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ مرزائی تو اسلام کی رو سے کافر نہیں بلکہ مرتد ہے۔ بھٹو نے ملک کے آئین میں مسلمانوں کی تعریف کو شامل کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے انہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف دلیر اور باہمت فوجی کمانڈر ہیں اور انہیں عراقی صدر صدام حسین کی مضبوط اعصاب کا عملی مظاہرہ کرنا چاہئے انہوں نے کشمیر کے حوالے سے موجودہ حکومت کی پالیسی اور موقف کی تعریف کی اور امید ظاہر کی کہ انشاء اللہ جلد آزادی کشمیر کا سورج طلوع ہوگا۔

کوہ آتش فشاں، امام اہل سنت

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

شریف فاروق

امام اہلسنت، مبلغ اسلام اور عصر حاضر میں (مسلک حق اہل سنت و جماعت) بریلوی مکتب فکر کے سب سے بڑے مرشد و رہنما حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے ہماری نیازمندی کا رابطہ و تعلق اس زمانے سے ہے جب انہوں نے 71-1970ء میں ڈھاکہ کے گورنر ہاؤس میں جو ان دنوں صدر کا کیمپ آفس یعنی پڑاؤ بنا ہوا تھا، یہ کہہ کر ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا کہ:

"میں کسی شرابی صدر سے ہاتھ ملانے کے لئے تیار نہیں۔" یہ صبح کے دس گیارہ بجے کا عمل تھا اور صدر جنرل یحییٰ خان شراب کے نشے میں دھت تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ:

"مشرقی پاکستان میں جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ پاکستان کو دولخت کرنے کا باعث بنے گا۔ مشرقی پاکستان کے خلاف ہرگز فوجی ایکشن نہ کریں۔"

پھر ہم نے یہ منظر بھی دیکھا کہ علامہ شاہ احمد نورانی کو مولانا مفتی محمود اور چودھری ظہور الٰہی اور دوسرے ارکان پارلیمنٹ کے ساتھ بھٹو کے عہد ہمایونی میں قومی اسمبلی سے دست بدستے دگرے...... پا بدستے دگرے ڈنڈا ڈولی بنا کر ایوان سے اٹھا کر پھینک دیا گیا۔

ہاں تو بات کا آغاز کیا تھا حضرت امام اہلسنت و جماعت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی جرأت و بسالت کی خارشگافیوں سے......

اور پھر ہماری نگاہوں کے سامنے وہ منظر بھی آ گیا جب تحریک نظام مصطفی ﷺ کے نتیجہ میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ مر ہا کی پر فضا اور دل ربا فوجی تحویل میں رکھنے کے بعد بھٹو کی رہائی عمل میں آئی تو وہ بذریعہ ... رہ اسلام آباد سے لاہور کے فضائی اڈے پر پہنچا۔ شدید گرمی کے موسم میں ہزاروں لاہوریوں اور لاتعداد جیالوں، جیالیوں نے اس کا استقبال کیا۔ جب ان مست الست جیالے اور جیالیوں کی نظریں اتفاق سے عین اس

وقت امام اہلسنت پر پڑیں تو وہ جانشین حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر پل پڑے اور ان کے گیروے رنگ کی دستار کو ٹکڑے ٹکڑے یعنی بھتی بھتی کر کے رکھ دیا۔ حضرت امام وقت عملاً برہنہ سر اور برہنہ پا...... گلبرگ میں چودھری ظہور الٰہی کی 27 گلبرگ کی کوٹھی پر پہنچے جہاں اپوزیشن کی تمام جماعتوں کا مشترکہ اجلاس ہو رہا تھا اور حضرت علامہ نے شرکت کرنا تھی لیکن وہ ایئر پورٹ سے بادیدہ نم تو ہین البتہ با قلب بریاں اپنی دستار و کلاہ کی بے رحمانہ دریدگی...... ق، ش اور ص ض کے صوتی لہجوں کو برقرار رکھتے ہوئے حال بیان کرنے کے لئے پہنچے۔

بھٹو تو اپنے جمہوری پارلیمانی دور میں حضرت امام اہلسنت سے نالاں رہتا ہی تھا، اس کے بعد صدر جنرل محمد ضیاء الحق ان سے بھی زیادہ حضرت علامہ سے نالاں رہنے لگے۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ وہ ذوالفقار علی بھٹو کی طرح انہیں بھی کولہو میں پلوا دیتے۔ جملہ معترضہ ہی سہی وہ حضرت علامہ سے کہیں زیادہ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی و بے باکی سے زچ رہتے تھے لیکن وہ حضرت امام اہلسنت کی طرح نیازی صاحب کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

ہم نے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے دست حق پرست پر غائبانہ بیعت کی۔ جب بھی کراچی گئے کوشش کی کہ ان کے ہاں حاضری دے کر "لڈو اور گلاب جامن" اڑائے جائیں۔

ایک بار جب وہ پشاور تشریف لائے ہوئے تھے ان سے درخواست کی کہ زندگی اذیتوں کا مجموعہ ہے کچھ وظیفہ بتایئے۔ حضرت علامہ نے فرمایا:

یا رحیم یا کریم

کا ورد کرو اور وہ بھی نماز عصر کے بعد۔ ہم ادھر ورد کرتے کرتے تھک گئے، ادھر حضرت علامہ "حکمرانوں" سے لڑتے لڑتے "چوتھے گیئر" میں چلے گئے۔ اب وہ "پانچویں گیئر" میں جانے کے لئے "کمر کی توڑ" ہفتہ منانے کے موڈ میں ہیں۔ یقیناً وہ سیاست کی کٹھالی میں "پانچواں گیئر" لگائیں گے۔ اس لیے کہ ان کے ہاں کوئی "ریورس گیئر" نہیں۔

اس داستان سرائی کا موقع یوں پیش آیا کہ 23 جون کو جبکہ آفتاب عالم تاب، کرۂ ارض سمیت پاکستان میں تمازت آفتاب انتہائی عروج پر تھی، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی

زیر قیادت متحدہ مجلس عمل کا پارہ فلک میں "آفتاب شگاف" بنا ہوا تھا۔

ہاں! تو اس "نازک موقع" پر درویش نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی سے ملاقات کی جائے۔ امیر جماعت اسلامی کے حکیم عبدالوحید سے رابطہ قائم کیا اور ہم جماعت اسلامی المرکز الاسلامی میں پہنچے۔ استقبالیہ کیا تھا، کسی آنے والے سیاسی طوفان کا پیش خیمہ تھا۔ جلسہ ختم ہوا۔ درویش نے انتظار کیا اور آخرکار "مرشد روحانیت" سے معانقہ ہوا۔ یہ ملاقات کوئی سات آٹھ سال بعد ہوئی تھی۔ حضرت امام اہلسنت کچھ کمزور دکھائی دیئے لیکن ان کے کوہ آتش فشاں کے آتشیں عزائم کے لاوے کی جولانیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ البتہ تہذیب، شائستگی اور مہر و محبت کا انداز و اسلوب وہی تھا جو روز اول دیکھا اور محسوس کیا تھا۔ البتہ جماعت اسلامی کی عظیم الشان جامع مسجد میں حضرت علامہ کی امامت میں نماز کے بعد درویش چیل جھپٹ کر اٹھا ہی تھا کہ حضرت مولانا فضل الرحمان سے مخاطبت کا "شرف" حاصل کرنے کی کوشش کی۔

اے کاش! میں مولانا فضل الرحمان کے بجائے حضرت مولانا مفتی محمود یا دوبارہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی سے ملا ہوتا۔ ہم سے عالم دین کی رعونت دیکھی نہیں جاتی، برداشت نہیں کی جاتی...... لیکن اگر عالم دین "ناپختہ" ہو تو اخلاق عالیہ کے بجائے ایسے ہی رویہ کی توقع رکھنی چاہیے! (ماہنامہ جہانِ رضا، جنوری ۲۰۰۴ء، صفحہ ۶۲ تا ۶۳)



مولانا نورانی، ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی صاحبزادیوں کی دلکشا باتیں

مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کا خاندان

دینی تعلیمات کو مسجد تک محدود کرنے کی بجائے ان کا عملی نمونہ پیش کرنا ہی دراصل اسلام کی روح ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا شمار بھی دور جدید کے ان جید علماء کرام میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم سے روشناس کرایا اور انھیں اسلام کے احساس برتری کے ساتھ جینے کے اصول سکھائے۔ مولانا کو عربی اور اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل ہے۔ مولانا کے تبلیغی دوروں کے دوران مختلف ممالک کے کئی غیر مسلم باشندے اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر تبلیغ کے ذریعہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ مولانا کے اہل خانہ، گھر اور طرز زندگی میں اسلامی مزاج نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صدر بوہری بازار کے گنجان علاقے میں کچھی میمن مسجد سے ملحقہ قدیم عمارت کے ایک مختصر سے فلیٹ میں مولانا نورانی 1947ء سے رہائش پذیر ہیں۔ عمارت کی پہلی منزل پر ان کے فلیٹ تک جانے کے لئے لکڑی کی بل کھاتی ہوئی سیڑھیاں ہیں۔ فلیٹ کے بیرونی دروازے پر مولانا کی دن بھر کی مصروفیات کے نظام الاوقات کی تختی آویزاں ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ، ملی یکجہتی کونسل کے صدر اور تبلیغی ادارہ "ورلڈ اسلامک مشن" کے صدر علامہ شاہ احمد نورانی نومبر ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے عام انتخابات میں کراچی حلقہ کھارادر سے اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں حیدر آباد سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پاکستان کی پہلی سینٹ میں ڈیڑھ سال تک یعنی ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۶ء تک سینیٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں حصہ لینے کی وجہ سے سینٹ کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے کیونکہ آئین کی رو سے کسی شخص کو بیک وقت قومی اسمبلی اور سینٹ کی رکنیت نہیں مل سکتی۔ افریقہ، ساؤتھ امریکہ، کینیڈا، ناروے اور امریکہ سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں "ورلڈ اسلامک مشن" کی شاخیں قائم ہیں۔ مولانا کی زیر نگرانی اس ادارے سے انگریزی

کا رسالہ "دی میسج انٹرنیشنل" شائع ہوتا ہے۔ مولانا کے بڑے صاحبزادے محمد انس صدیقی نے کراچی گرامر سکول سے او لیول، ایس ایم کامرس کالج سے بی کام اور کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا۔ اس کے بعد بغداد سے عربی فاضل کا ایک سالہ کورس کیا۔ اس وقت وظیفہ حاصل کر کے لیبیا کی تریپول یونیورسٹی میں فقہ، حدیث، تجوید قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بڑی صاحبزادی اناس نے سینٹ جوزف سکول سے میٹرک کے بعد سینٹ جوزف کالج سے گریجویشن کیا۔ ۱۹۸۸ء میں شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ دوبئی چلی گئیں اور اپنے بیٹے سید محمد اسامہ ناصر اور بیٹی نجوی ناصر اور شوہر کے ساتھ شارجہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے شوہر منسٹری آف الیکٹریسٹی اینڈ واٹر ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتے ہیں۔ چھوٹی صاحبزادی ایمان نے بھی سینٹ جوزف سکول سے میٹرک کیا۔ سینٹ جوزف کالج میں بی اے سال اول کی طالبہ تھیں کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں اور گریجویشن شادی کے بعد کیا۔ ان کے شوہر امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی میں جواہرات کا کاروبار کر رہے ہیں۔ ان کے بھی دو بچے ہیں۔ بیٹا سمیر الدین شیخ اور بیٹی امانی شیخ۔ مولانا کی دونوں بیٹیاں اپنی والدہ کی طرح ہاؤس وائف ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے محمد اویس صدیقی نے کراچی گرامر سکول سے ساتویں کلاس پاس کر کے میٹرک اور بی کام سینٹ پیٹرک کالج سے کیا۔ اس کے بعد بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم حاصل کرنے امریکہ چلے گئے۔ وہاں حصول علم کے ساتھ ساتھ نوکری بھی کر رہے ہیں۔ مولانا کی اہلیہ سے گفتگو کا سلسلہ شروع کرنے کے لئے ٹیپ ریکارڈر آن کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے آج تک کبھی کسی اخبار یا رسالے کے لئے اپنی آواز ریکارڈ نہیں کروائی مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میری آواز نامحرم سنیں۔ اس یقین دہانی کے بعد کہ آپ کی آواز بعد میں ضائع کر دی جائے گی انہوں نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا کی سیاسی سرگرمیوں میں ان کی اہلیہ حصہ نہیں لیتیں۔ البتہ کبھی کبھی صرف "وومن اسلامک مشن" کے جلسوں کی صدارت کر لیتی ہیں۔ ہم نے گفتگو کی ابتداء مولانا کی بیگم سے کی۔

فیملی: سیاسی و مذہبی سرگرمیوں میں حصہ نہ لینے کی کوئی خاص وجہ ہے؟

☆ میرا تعلق سعودی عرب سے ہے۔ میرے آباؤ اجداد مدینہ میں آباد تھے۔ میری

پیدائش بھی مدینہ میں ہوئی۔ میری والدہ کی بھی چودہ پشتیں وہیں آباد تھیں۔ میرے بہن بھائیوں کی شادیاں بھی وہیں ہوئی ہیں۔ میرے پاس ابھی تک سعودی عرب کی شہریت ہے۔ وہاں کے لوگوں کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے میں یہاں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتی۔ اس کے علاوہ گھریلو مصروفیات بھی کافی رہتی ہیں۔ دونوں بیٹیاں اپنے گھروں میں جا چکی ہیں۔ ساس ضعیف ہیں ان کی دیکھ بھال بھی کرتی ہوں۔

نیلی: آپ کا تعلق مدینہ منورہ سے ہے۔ مولانا کا خاندان کراچی میں آباد ہے۔ پھر آپ کی شادی کس طرح ہوئی؟

☆ (ہنستے ہوئے) دراصل میرے دادا اور میرے سسر کے انتہائی دوستانہ مراسم تھے۔ میرے سسر تبلیغی دوروں پر سعودی عرب آتے رہتے تھے۔ میرے سسر کا انتقال بھی مدینہ میں ہوا۔ ان کی وفات پر میری ساس ہمارے گھر آئیں تو انہوں نے مجھے دیکھا۔ میرا رشتہ مانگا جو میرے والدین نے قبول کرلیا اور یوں ہماری شادی ہوگئی۔

نیلی: شادی کے بعد آپ مولانا کے ساتھ ہی کراچی آ گئیں؟

☆ نہیں! اس وقت نورانی میاں تبلیغی دورے پر افریقہ جا رہے تھے۔ یہ ان کا کینیا، باسا، موریشس، نیروبی سمیت دنیا کے مختلف 8 ممالک کا دورہ تھا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ ہی لے کر گئے۔

نیلی: گویا یہ آپ کا تفریحی و تبلیغی دورہ تھا؟

☆ (ہنستے ہوئے) نہیں نہیں! یہ بالکل خالصتاً تبلیغی دورہ تھا۔ دورہ مکمل ہونے کے بعد ہم کراچی آ گئے۔

نیلی: طویل عرصہ تک آپ کا تعلق عرب ثقافت سے رہا۔ آپ نے پاکستان آنے کے بعد یہاں کی ثقافت اور معاشرے میں خود کو کیسے ایڈجسٹ کیا؟ شروع شروع میں آپ کو دشواری تو ہوئی ہوگی؟

☆ ثقافتیں اور ماحول میں تو یقیناً دونوں ممالک کا بہت فرق ہے۔ ابتداء میں مجھے یہ فرق خاصا محسوس ہوا لیکن نورانی میاں نے میرے مزاج کو سمجھا اور اسے قبول کیا۔ مجھے ایسا ماحول نہیں دیا کہ میں گھبرا جاتی۔ میرے سسرال والوں نے مجھے بہت محبت دی۔ رفتہ رفتہ میں

اس ماحول کی عادی ہوگئی۔

مولانا کی چھوٹی بیٹی ایمان بولیں۔ "امی کو ابتداء میں زبان کا مسئلہ ہوا تھا، لیکن ابو کو چونکہ عربی آتی تھی اس لئے امی عربی میں ہی ابو سے بات کرتی تھیں۔ (ہنستے ہوئے) بلکہ اب بھی اگر امی ابو کو کوئی پرائیویٹ بات کرنی ہو تو وہ عربی میں ہی کرتے ہیں۔"

نیلی: "آپ نے عربی نہیں سیکھی؟" ایمان سے پوچھا جو انگریزی روانی سے بول رہی تھیں۔

☆ کچھ کچھ عربی بول اور سمجھ سکتے ہیں لیکن اتنی روانی نہیں ہے۔

نیلی: شادی کے بعد بھی مولانا نے دوروں کا سلسلہ اسی تسلسل کے ساتھ جاری رکھا؟

☆ (مولانا کی اہلیہ نے بتایا)۔ بالکل! بلکہ میں بھی کئی تبلیغی دوروں پر یورپ اور ساؤتھ افریقہ کے ممالک میں مولانا کے ساتھ جاتی رہی۔ اس کے بعد جب 1971ء میں نورانی میاں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تو اسمبلی کے اجلاسوں میں شرکت کی وجہ سے غیر ملکی دوروں کا سلسلہ کچھ کم کرنا پڑا۔

نیلی: آپ کی شادی کے بعد کا کوئی خوشگوار واقعہ؟

☆ میری شادی ۱۹۶۴ء میں ہوئی۔ بڑا واقعہ یہ ہے کہ جب میں پاکستان آئی تو ۶۵ء کی جنگ ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار واقعات سے زندگی بھری ہوئی ہے۔

مولانا کی بڑی صاحبزادی اناس دوبئی سے آئی ہوئی تھیں وہ بھی گفتگو میں شریک ہوگئیں۔ "دراصل ۱۹۷۱ء میں ہماری ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ لہٰذا امی جان کو کراچی میں ہی رکنا پڑا اور اس کے بعد دوروں پر عموماً ابو امی کے بغیر اکیلے ہی جاتے رہے۔"

مولانا کی اہلیہ بولیں "۱۹۷۱ء کے بعد میں ۱۹۸۲ء میں نورانی میاں کے ساتھ ہالینڈ گئی تھی۔ کیونکہ وہاں ان کا بائی پاس کا آپریشن ہوا تھا۔ آپریشن کے ۲۱ دن کے بعد میں ان کے ساتھ ساتھ ساؤتھ افریقہ گئی وہاں انہیں ایک پروگرام میں شرکت کرنا تھی۔"

مولانا کی اہلیہ اور صاحبزادیوں سے گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ مولانا نورانی نماز ظہر کی ادائیگی کر کے گھر تشریف لے آئے۔ میرے سلام کا جواب انہوں نے انتہائی خوش اور دھیمے لہجے میں دعائیہ انداز میں دیا۔ مولانا نے مہمانوں کے انتظار اور

سے ٹیلی فون کالیں آنے کے باوجود گفتگو میں خلل نہیں آنے دیا۔

☆ "دین کی جانب آپ کا رجحان کیسے ہوا؟" ہم نے مولانا سے پوچھا۔

○ میرے والد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی مشہور مبلغ تھے۔ وہ جاپان، امریکہ اور یورپ وغیرہ کے دوروں پر جاتے رہتے تھے۔ انہیں عربی، فرانسیسی، انگریزی، فارسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ میرے دادا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی کا شمار بھی جید علماء میں ہوتا تھا۔ میرے پورے گھر کے ماحول اور خاندانی پس منظر میں دینی تعلیمات رچی بسی ہوئی تھیں۔ لہٰذا دین سے میری رغبت اسی کا نتیجہ ہے۔

قیام پاکستان سے قبل ہمارا خاندان بھارت کے شہر میرٹھ میں آباد تھا۔ ہمارے گھرانے کا شمار وہاں کے مشہور علمی وصوفی گھرانوں میں ہوتا تھا۔ ہمارے آباؤ اجداد عرب سے آئے تھے۔ میرٹھ وہ مقام ہے جہاں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ابتداء ہوئی۔ اس وقت وہاں فوجی چھاؤنی قائم تھی۔ آباؤ اجداد "قاضی القضات" تھے۔ دادا بہت بڑے صوفی شاعر تھے۔ مولانا اسماعیل میرٹھی دادا کے بھائی تھے۔ ان کی کتب یو۔ پی بورڈ میں اردو میں پڑھائی جاتی تھیں۔ مولانا مختار احمد صدیقی، مولانا بشیر احمد صدیقی اور مولانا نذر احمد خجندی والد صاحب کے بھائی تھے۔ آخر الذکر نے تحریک خلافت میں حصہ لیا اور شاعری تقریروں اور تحریروں سے مسلمانوں میں شعور بیدار کیا۔ جس کے باعث اس وقت انگریز حکومت نے انہیں گرفتار کرلیا۔ میرے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اسلامی ممالک کو تحریک پاکستان کے اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا۔ انہیں عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ چنانچہ انہوں نے غیر ملکی تبلیغی دوروں کے دوران بھی تحریک پاکستان کے لئے کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد عیدالاضحیٰ کا پہلا خطبہ کراچی عیدگاہ میں والد صاحب نے دیا۔ اس کے علاوہ قائداعظم نے کراچی میں جب پہلی نماز جمعہ ادا کی اس کا خطبہ بھی والد صاحب نے پڑھا۔ قائداعظم نے والد صاحب کو مصر کا سفیر بننے کی پیش کش کی لیکن والد صاحب چونکہ تبلیغی دوروں پر رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے معذرت کرلی۔"

☆ میرٹھ سے آپ پاکستان کب منتقل ہوئے؟

○ قیام پاکستان کے فوراً بعد یعنی ۱۹۴۷ء میں ہی ہم ہجرت کر کے آگئے تھے۔ میری

تعلیم چونکہ اس وقت مکمل نہیں ہوئی تھی اس لئے میں میرٹھ میں ہی رک گیا تھا۔ ابتداء میں جب جیکب لائن کراچی کی ہی بیرکس میں دو ماہ رہے۔ اس کے بعد سے اب تک اسی فلیٹ میں رہائش پذیر ہیں۔

☆ آپ کے دوسرے بہن بھائی کیا کرتے ہیں؟

○ ہم چار بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ مجھ سے بڑے بھائی شاہ محمد جیلانی صدیقی تقریباً ۳ سال قبل انتقال فرما گئے۔ ایک بھائی حامد ربانی صدیقی سعودی عرب میں ایروناٹیکل انجینئر ہیں۔ سب سے چھوٹے بھائی حساس سبحانی بی کام کرنے کے بعد لندن چلے گئے۔ اس وقت سعودی عرب میں ایک فرم میں کام کرتے ہیں۔ بڑی بہن امت السبوح ناظم آباد میں رہتی ہیں۔ ایک بہن ڈاکٹر عزیزہ اقبال (گائناکالوجسٹ) حال ہی میں جناح اسپتال سے ریٹائر ہوئی ہیں۔ تیسری بہن ڈاکٹر فریدہ احمد پی ایچ ڈی ہیں۔

☆ آپ ماشاء اللہ سے حافظ قرآن بھی ہیں۔ آپ نے قرآن کس عمر میں حفظ کیا؟

○ جس وقت قرآن حفظ کرنا شروع کیا اس وقت میری عمر تقریباً ساڑھے 6 سال تھی۔ 9 سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرلیا۔ اس کے بعد قرأت کرنا سیکھی۔

☆ تعلیم کا سلسلہ حفظ قرآن کے بعد شروع کیا؟

○ جی ہاں! حفظ قرآن کے بعد میرٹھ میں ہی پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔ میٹرک بھی وہیں سے کیا۔ میرٹھ میں ایک بہت بڑا دارالعلوم تھا۔ یہاں سے درس نظام فاضل عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ کالج کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا اور الٰہ آباد یونیورسٹی سے عربی، انگریزی، سوکس وغیرہ کے مضامین میں گریجویشن کیا۔ فاضل درس نظامی موجودہ ایم اے کے برابر ہوتا ہے۔

☆ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے عملی زندگی کا آغاز کردیا؟

○ جی ہاں! تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہاں آگیا۔ یہاں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ والد صاحب نے افریقہ، امریکہ، ساؤتھ امریکہ، کینیڈا، سری لنکا اور ملائشیا میں مختلف تبلیغی مراکز قائم کر رکھے تھے۔ میں نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان ممالک کے تبلیغی دورے شروع کردیئے۔

☆ نوکری کا سلسلہ کب شروع کیا؟

○ میں نے کبھی نوکری نہیں کی۔

☆ تو پھر ذریعہ معاش کیا اپنایا؟

○ ہمارا خاندانی ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ہمارے والد صاحب اور دادا نے بھی کبھی نوکری نہیں کی۔ (مسکراتے ہوئے) اب میری عمر 72 سال ہو گئی ہے اس لئے تجارت سے بھی ریٹائر ہو گیا ہوں۔

☆ عموماً کس چیز کی تجارت کی؟

○ مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کے ساتھ تجارت کرتا رہا۔

☆ بیرون ملک سب سے پہلا دورہ کیا کیا؟

○ (سوچتے ہوئے) ۱۹۵۳ء میں افریقی ممالک میں کینیا، تنزانیہ، ماریشس، موزمبیق اور اس کے بعد یورپی ممالک گیا۔

☆ پہلے دورے کے دوران والد ساتھ گئے؟

○ نہیں! اس وقت والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔

☆ پہلے غیر ملکی تبلیغی دورے کا تجربہ کیسا رہا؟

○ بہت خوشگوار تجربہ ہوا۔ لوگوں سے مل کر اور ان تک دین کا پیغام پہنچا کر بہت خوشی محسوس ہوئی۔ جہاں گیا لوگوں نے بہت محبت سے استقبال کیا۔

☆ تبلیغی دوروں کے دوران عموماً کن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

○ والد صاحب ہمیں اپنے غیر ملکی دوروں کے حالات و تجربات بتاتے رہتے تھے۔ جن ممالک میں حکومتیں عیسائی اور مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں حکومتیں رکاوٹیں ڈالتی ہیں لیکن اب ہم ان مسائل کے عادی ہو چکے ہیں۔ کینیا، تنزانیہ اور موزمبیق میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں وہاں انگریزوں کی حکومت تھی۔ ۱۹۶۰ء کے بعد یہ ممالک آزاد ہوئے۔ دوروں کے دوران مختلف قسم کے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ بعض ممالک میں قادیانی رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی سرپرستی عیسائی مبلغ کرتے ہیں۔

☆ لوگ اپنی محبت کے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے یقیناً تحائف بھی دیتے ہوں

گے۔ آپ کو زیادہ تر کیا تحائف ملتے ہیں؟

○ بیرونی ممالک میں چونکہ ایسے علماء کی بہت کمی ہے جو انگریزی میں تبلیغ کر سکیں۔ اس لئے عموماً پروگرام ختم ہونے کے بعد لوگ قلم، رومال اور جبہ (عربی لباس) وغیرہ دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا سلوک بہت محبت آمیز ہوتا ہے۔

☆ اپنی شادی کے بارے میں کچھ بتایئے؟

○ والد صاحب نے اپنی زندگی کے آخری سال میں مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے وہاں ایک چھوٹا سا مکان بنایا۔ تقریباً ۷، ۸ ماہ وہاں رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ اس وقت میری والدہ بھی وہاں تشریف لے گئی تھیں۔ (اہلیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ان کے دادا مولانا ضیاء الدین مدینہ کے مشہور بزرگ تھے۔ ان کا قیام بھی مدینہ میں تھا۔ وہیں پر ہمارے اور ان کے خاندان کے تعلقات استوار ہوئے جو بالآخر رشتہ داری میں تبدیل ہو گئے۔

☆ کیا اس وقت آپ کے گھرانوں میں شادی سے قبل لڑکے کو لڑکی دکھانے کا رواج تھا؟

○ (ہنستے ہوئے) اس وقت کی اقدار موجودہ دور کی اقدار سے بہت مختلف تھیں۔ یہ جب نو سال کی تھیں تب میں نے انہیں دیکھا تھا۔

☆ آپ نے شادی میں کونسا لباس پہنا تھا، عربی یا پاکستانی؟

○ اس وقت بھی جبہ پہنا تھا اور اب بھی جبہ پہنتا ہوں۔

☆ "اور آپ نے" ہم نے مولانا کی اہلیہ سے پوچھا۔

○ (مسکراتے ہوئے) میں نے بھی عربی لباس پہنا تھا اور ابھی بھی دوپٹے کے ساتھ عربی لباس ہی پہنتی ہوں۔

☆ مولانا آپ کو کبھی عوامی لباس (شلوار قمیض) میں نہیں دیکھا جاتا؟

○ میں نے کبھی شلوار قمیض نہیں پہنی۔ ہمارے والد صاحب بھی یہی لباس پسند کرتے تھے۔ میں گھر میں اور باہر بھی جبہ پہننا پسند کرتا ہوں۔ سر پر ٹوپی یا عمامہ ہوتا ہے۔

☆ آپ کی شادی کا کوئی خوشگوار یادگار واقعہ؟

○ (ہنستے ہوئے) سب سے خوشگوار واقعہ تو خود ہماری شادی ہے۔

☆ بچوں کی تربیت میں زیادہ حصہ کس کا ہے؟

○ ان کی ماں کا (انہوں نے بیٹیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) کیونکہ میں تو زیادہ تر تبلیغی دورے پر ملک سے باہر ہی رہتا تھا۔

☆ کبھی تجارتی دورے پر بھی بیرون ملک گئے؟

○ نہیں! صرف تبلیغی دورے پر ہی جاتا ہوں۔ تجارت کا کام صرف کراچی تک محدود رکھا۔

☆ اب تک کتنے غیر ملکی دورے کر چکے ہیں؟

○ صحیح تعداد تو یاد نہیں البتہ الحمدللہ اس کام کے لئے سال میں تقریباً ۴ ماہ ملک سے باہر ہی رہتا ہوں۔

☆ آپ کی غیر موجودگی میں گھر کا نظام کون سنبھالتا ہے؟

○ ظاہر ہے کہ یہ کام بیگم ہی کرتی ہیں۔

☆ تبلیغی دوروں پر جاتے وقت بیگم آپ کے ساتھ کتنا تعاون کرتی ہیں؟

○ پہلے کی نسبت اب ذرا کم جاتا ہوں۔ پاکستان میں سندھ، پنجاب، آزاد کشمیر اور دوسرے علاقوں میں جاتا رہتا ہوں۔ لیکن جب کراچی میں ہوتا ہوں تو زیادہ وقت گھر پر ہی گزرتا ہے۔ غیر ملکی دوروں پر مجھے کبھی کبھی فجر کی نماز سے پہلے ہی جانا پڑتا ہے۔ سردی ہو یا گرمی یہ (بیگم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ مجھے چائے بسکٹ کے ساتھ دیتی ہیں اور گھر سے خالی پیٹ نہیں جانے دیتیں۔

☆ دن بھر آپ کی کیا مصروفیات رہتی ہیں؟

○ میں نے مختلف کاموں کے لئے اوقات مقرر کر رکھے ہیں۔ نظام اوقات گھر کے باہر لگایا ہوا ہے۔ صبح ساڑھے دس بجے دفتر جاتا ہوں۔ ظہر کی نماز وہیں مسجد میں ادا کرتا ہوں۔ دفتر سے ہمارا ماہانہ رسالہ انگریزی میں "دی میسج انٹرنیشنل" اور عربی میں الدعوۃ نکلتا تھا۔ الدعوہ زیادہ نہ چل سکا تو بند کر دیا البتہ انگریزی رسالہ ماشاء اللہ بہت اچھا چل رہا ہے۔ عصر اور مغرب کے درمیان لوگوں سے ملتا ہوں۔ مغرب کے بعد گھر پر تین چار حفاظ آ جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ قرآن پڑھتا، سنتا اور سناتا ہوں۔ رات بارہ ایک بجے تک سو جاتا ہوں۔

☆ اکیلی عورت پر ساری ذمہ داریاں ڈالنا کیا زیادتی نہیں؟

○ نہیں! بالکل نہیں! گھر سنبھالنا عورت کا کام ہے۔ یہ گھر کی دیکھ بھال بہت اچھے طریقے سے کرتی ہیں۔ ۳، ۴ سال پہلے تو بیٹے بھی یہیں تھے۔ باہر کے کام وہی کیا کرتے تھے۔

☆ "آپ نے اس ذمہ داری کو کیسے نبھایا؟" میں نے مولانا کی اہلیہ سے پوچھا۔

○ جب نورانی میاں یہاں نہیں ہوتے تو وہ بل وغیرہ جمع کروانے یا سودا سلف لانے کا انتظام کر کے جاتے ہیں۔ بچوں کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بڑھتی گئیں۔ اس وقت دونوں بیٹے تعلیم حاصل کرنے باہر گئے ہوئے ہیں۔ بیٹیاں بھی اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ میرے ساتھ نورانی میاں کی والدہ رہتی ہیں۔ جو بہت ہی نیک اور محبت کرنے والی خاتون ہیں۔

☆ مولانا نے بچوں کی تربیت میں کن باتوں کو ترجیح دی؟

○ میں نے اپنے چاروں بچوں کو گرامر سکولوں میں تعلیم دلوائی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر ان کی تربیت اسلامی بنیادوں پر کی ہے۔ انہیں قرآن مجید فرقان حمید پڑھایا، سمجھایا اور فقہ وحدیث کی تعلیم دی۔

ایمان۔ (مولانا کی چھوٹی بیٹی گویا ہوئیں) "ابو اب بھی ہم سے مختلف اسلامی موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں اور میں جب بھی امی ابو کے پاس آتی ہوں۔ کھانے کے دوران خصوصی طور پر ان باتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔"

☆ گھر کا بجٹ کون بناتا ہے؟

○ کھانے میں زیادہ تر دالیں پسند ہیں۔ سبزیوں میں لوکی شوق سے کھاتا ہوں۔ گوشت وغیرہ نہیں کھاتا۔ اس کے علاوہ سنت نبوی سمجھ کر روزانہ ایک چمچہ شہد استعمال کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے۔

☆ پان بھی شوق سے کھاتے ہیں؟

○ (مسکراتے ہوئے) پان کھانے کا شوق بچپن سے ہے۔ بہار، میرٹھ اور یو پی کے علاقوں میں خاص طور پر پان کھانے کا رواج تھا۔ اس وقت مہمانوں کی خاطر تواضع پان سے ہی کی جاتی تھی۔ آج کل کی طرح چائے سے نہیں۔ ہمارے گھر میں چونکہ پان کھایا جاتا تھا

اس لئے مجھے بچپن سے ہی اس کی عادت پڑ گئی۔

☆ آپ نے وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف دورے کیے ان ممالک میں کونسے علاقے زیادہ پسند آئے؟

○ پاکستان انتہائی خوبصورت ہے۔ یہ بات میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ یہ میرا وطن ہے بلکہ پاکستان اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے مالا مال ہے۔ میں سوئٹزر لینڈ بھی جاتا رہتا ہوں۔ لیکن پاکستان کے شمالی علاقہ جات مثلاً وادی سوات، کالام، کاغان، چترال، ہنزہ وغیرہ بہت حسین علاقے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہاں سڑکیں اور مواصلات کا نظام قائم کیا سکا اور نہ ہی ان کی ترقی کی جانب کوئی توجہ دی گئی۔ دینی نقطۂ نظر سے مجھے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور مکہ معظمہ میں حرمین الشریفین سے بہتر کوئی جگہ نہیں لگی۔

☆ آپ نے زندگی میں کن چیزوں سے محبت کی؟

○ مجھے عملاً وہ چیزیں پسند ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمائی ہیں۔ قرآن کی تلاوت اور قرأت کے کیسٹ خصوصی طور پر سنتا ہوں۔

☆ کونسی چیزیں بری لگتی ہیں؟

○ دینی گھرانے اور دین سے تعلق کی وجہ سے جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول a کو ناپسند ہیں وہ مجھے بھی بری لگتی ہیں۔ خاص طور پر بے حیائی اور عریانی وفحاشی کے مناظر اور بے پردگی سے سخت نفرت ہے۔ اس لئے کہ پردے میں حیا ہے۔

☆ شاعری سے کتنی دلچسپی ہے؟

○ نعتیہ شاعری سے دلچسپی ہے۔ پڑھنے کے دوران جو شعر اچھا لگے وہ نوٹ کر لیتا ہوں میری بچیاں نعتیہ مقابلوں میں حصہ لیتی ہیں۔

☆ کبھی خود بھی کوئی شعر کہا؟

○ (مسکراتے ہوئے) "نہیں کبھی ایسی کوشش نہیں کی۔

☆ آپ دن بھر مصروف رہتے ہیں آپ کے کہنے کے مطابق آپ عمر کے ۷۳ ویں سال میں قدم رکھ چکے ہیں۔ اس عمر میں ماشاء اللہ اچھی صحت کے مالک ہیں۔ صحت مند رہنے کے لئے آپ نے کیا اصول اپنائے؟

○ مولانا نے بیگم کی طرف اشارہ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کو بیگم صاحبہ بتائیں گی۔"

(بیگم صاحبہ ہنستے ہوئے) "اصولی زندگی ان کی صحت کا سب سے بڑا راز ہے۔"

مولانا بولے "میرا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت اور درود شریف کا ورد کرنے سے صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ میں روزانہ قرآن کی تلاوت کرتا ہوں۔ ہمارا باقاعدہ ایک حلقہ ہے۔ تلاوت کے بعد کثرت سے درود شریف پڑھتا ہوں۔

☆ سالگرہ کیسے مناتے ہیں؟

○ سالگرہ پر کوئی خاص اہتمام تو نہیں ہوتا۔ ۱۷ رمضان المبارک چونکہ یوم پیدائش ہے۔ اس روز والدہ، اہلیہ اور بچے مبارکباد دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی رسمی اہتمام نہیں ہوتا۔

اناس (بڑی بیٹی) "ابوجان سالگرہ کے دن بکرے کا صدقہ بھی دیتے ہیں۔"

☆ آپ کا پسندیدہ شعر کونسا ہے؟

○ شاعر مشرق، عاشق رسول ﷺ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر میں اکثر بچوں کو ڈائریوں میں لکھ کر دیتا ہوں۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ　　سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و حجاز

☆ دن بھر میں اپنی اہلیہ کو کتنا وقت دیتے ہیں؟

○ (مولانا کے جواب دینے سے پہلے ان کی اہلیہ نے کہا) "یہ ہمیں بہت کم وقت دیتے ہیں۔"

☆ مولانا آپ کے پاس ان کی شکایت کا کیا جواب ہے؟

○ ان کی شکایت بجا ہے۔ دیکھئے جب میں کراچی میں ہوتا ہوں تو زیادہ وقت گھر کو دیتا ہوں۔

☆ تبلیغی وسیاسی مصروفیات اور گھریلو زندگی میں توازن کیسے برقرار رکھتے ہیں؟

○ تینوں ضروری "شعبوں" سے انصاف کرنے کے لئے میں نے وقت تقسیم کیا ہوا ہے اور سب کو برابر برابر وقت دیتا ہوں۔ اس طرح کوئی بھی "شعبہ" متاثر نہیں ہوتا۔

☆ آپ کی اہلیہ کو عموماً آپ سے کیا شکایت رہتی ہے؟

○ (ہنستے ہوئے) بس یہی کہ زیادہ وقت باہر رہتا ہوں۔

☆ اہلیہ کے لئے شاپنگ خود کرتے ہیں؟

○ (مولانا اہلیہ کی طرف مخاطب ہو کر) "آپ انہیں بتایئے۔"

(مسکرا کر) "نورانی میاں جب باہر جاتے ہیں تو اپنے بجائے میرے لئے بہت چیزیں لاتے ہیں۔"

☆ مولانا یہ بتایئے کہ آپ طویل عرصہ سے دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اسلام کی کوئی ایسی خوبی جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو؟

○ اصل میں مجھے چونکہ بچپن سے ہی اسلامی ماحول ملا، فطرتاً انسان کی عادات و اطوار خود بخود اپنے اطراف کے ماحول میں ڈھل جاتے ہیں۔ مجھے تو اسلام کی ہر بات ہی پسند ہے۔ لیکن خاص طور پر سب سے زیادہ شرم و حیا پسند ہے۔ کیونکہ اسلام کا یہ پہلو ہمیں دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام والدین، بہن بھائیوں، بچوں اور دیگر حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی زور دیتا ہے۔

☆ آپ دونوں عموماً ایک دوسرے کو کیا تحائف دیتے ہیں؟

○ خوشبو دیتے ہیں۔

☆ موسیقی سے دلچسپی ہے؟

○ جی ہاں! قصیدہ بردہ کے کیسٹ کی قوالیاں سنتا ہوں۔ لیکن قوالیوں کے عام مجمعوں کے خراب ماحول کی وجہ سے وہاں نہیں جاتا۔

☆ پھول کون سا پسند ہے؟

○ گلاب کا

☆ آپ نے بتایا کہ آپ ۱۹۴۷ء سے اس کرائے کے مکان میں رہ رہے ہیں۔ آپ کو کبھی اپنا مکان بنانے کا خیال کیوں نہیں آیا؟

○ آج کل اپنا گھر بنانا بہت مہنگا پڑتا ہے۔ میں ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں ۱۹۷۱ء میں رکن قومی اسمبلی تھا۔ اس وقت اسمبلی اراکین کو اسلام آباد میں زمینیں ملیں۔ اس

کے لئے فارم بھی تقسیم کیے گئے۔ اس وقت بھی میں نے فارم واپس کر دیا تھا کہ اس کے پیسے کون بھرے گا۔ ہم زمینیں لینے کے لئے منتخب نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت قرضہ کی سہولت بھی ملی۔ لیکن بینک سے قرضہ لے کر سود دینا پڑتا ہے اور سود لعنت اور حرام ہے۔

☆ گویا آپ اپنے اس طرز زندگی سے مطمئن ہیں؟

○ اللہ کا بڑا شکر ہے کہ جو اس نے دیا اس پر مطمئن ہیں۔ اس کا بڑا احسان ہے ہم گناہ گار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آخرت میں جنت میں اچھا گھر ملے گا اور جنت کا گھر سب سے بہتر ہے۔ میں اپنے گھر والوں سے کہتا ہوں کہ کوئی بات نہیں یہ وقت تو گزر ہی جائے گا۔ میرٹھ میں ہمارا آبائی مکان تھا۔ سلطان التمش کے زمانے کی "مسجد جامع التمش" میں ہمارے دادا ابا خطیب اور مفتی تھے وہاں ہمارا بہت شاندار مکان تھا۔

☆ آپ نے کبھی گھر کے کام کاج میں اہلیہ کا ہاتھ بٹایا؟

○ (ہنستے ہوئے) ایک دو بار ایسی کوشش کی تو انہوں نے منع کر دیا جس پر ہماری معمولی سی جھڑپ بھی ہو گئی۔

بیگم نورانی بولیں "مرد کا گھر کام کاج کرنا اچھا نہیں لگتا پھر میں انہیں کیسے کرنے دیتی؟"

○ ہفتے کے سات دنوں میں کونسا دن پسند ہے؟

☆ سب سے پہلے جمعہ کا دن۔ کیونکہ یہ دن سید الایام ہے۔ اس کے بعد پیر کیونکہ اس روز حضور اکرم ﷺ کی ولادت و وصال ہوا۔

○ سواری کون سی اچھی لگتی ہے؟

☆ بی بی! سواری تو میرے پاس کوئی ہے ہی نہیں۔ میں "بے کار" ہوں۔ مجھے ڈرائیونگ بھی نہیں آتی۔ کار پر اٹھنے والے اخراجات میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میرے لئے حلال کی آمدنی میں کار رکھنا ممکن نہیں۔ کار خریدنے کے لئے ۳،۴ لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ اگر میرے پاس یہ رقم ہوتی تو میں مکان بنا لیتا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ صبر اور شکر کے ساتھ وقت گزر رہا ہے۔ اب تو قبر سامنے ہے اور وہی آخری منزل ہے۔

○ آپ طویل عرصہ سے قومی سیاست میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کیا اپنے بچوں

کو بھی سیاست میں لانا پسند کریں گے؟

☆ بچوں کا سیاست میں آنے کا فیصلہ ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ بڑا بیٹا عالم بن رہا ہے۔ اسے سیاست میں آنے کی خواہش نہیں۔ باپ کی حیثیت سے میں نے بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم دے کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ چھوٹا بیٹا چار سال سے امریکہ میں ہے۔ وہ اسی سال نومبر میں مستقل واپس آ جائے گا۔

مولانا کے گھر کا ایک بیرونی کمرہ مہمان حضرات کے لئے مخصوص ہے وہاں مہمان بیٹھے مولانا کا انتظار کر رہے تھے۔

مولانا نے معذرت کر کے گفتگو ختم کی تو بات چیت کا سلسلہ دوبارہ ان کی اہلیہ کے ساتھ شروع ہوا۔

☆ آپ نے کتنی تعلیم حاصل کی؟

○ میں صرف میٹرک تک ہی تعلیم حاصل کر سکی تھی۔ کیونکہ اس وقت مدینہ میں لڑکیوں کے لئے حصول علم کے مواقع زیادہ نہیں تھے۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ ایک بھائی نے مدینہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ ایک بہن بھی پی ایچ ڈی ہیں اور سعودی وزارت تعلیم میں کام کرتی ہیں۔ دوسرے بھائی نے امریکہ سے پی ایچ ڈی کیا۔ تیسرے بھائی نے کراچی میں سندھ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا اس کے بعد سپشلائز کرنے جرمنی چلے گئے۔ آج کل آرمی میڈیکل اسپتال تبوک میں جاب کر رہے ہیں۔ بس سب بہن بھائیوں میں صرف میں ہی کم پڑھی لکھی ہوں۔ میرے والد اسٹیشنری کا بزنس کرتے تھے۔

☆ مولانا نورانی سے شادی کے وقت آپ کے کیا تاثرات تھے؟

○ دراصل میں خود بھی مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ دراصل میرے دادا مولانا ضیاء الدین معروف عالم دین تھے۔ ان کا تعلق سیالکوٹ سے بھی تھا۔ والدہ کا تعلق مدینہ کے معروف خاندان "ابو طاہر" سے ہے اسی لئے مجھے مولانا کے مذہبی خیالات سے بہت لگاؤ محسوس ہوا۔

☆ آپ نے مولانا کو بحیثیت شوہر کیسا پایا؟

○ نورانی میاں بہت اچھے نیک اور شفیق انسان ہیں۔ شادی کے وقت میں بہت

شوقین مزاج تھی نورانی میاں نے میری پسند کو دیکھتے ہوئے کبھی مجھے اچھے پہننے یا بننے سنورنے سے منع نہیں کیا۔ انہوں نے کبھی میری ذاتی مصروفیات میں مداخلت نہیں کی۔ البتہ ان کے گھر میں پردے کی پابندی بہت سخت تھی جسے میں نے بخوشی اپنایا۔ کیونکہ ہمارے گھروں میں بھی ایسا ہی ماحول تھا۔

☆ آپ ایک معمولی سے فلیٹ میں رہتی ہیں۔ کبھی دل تو کرتا ہو گا کہ کسی اچھے علاقے میں تمام تر جدید سہولتوں سے آراستہ مکان میں منتقل ہو جائیں؟

○ میرا دل تو کرتا ہے کسی اچھے مکان میں رہنے کا لیکن اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

انس: "دراصل امی کو بار بار سیڑھیاں اترنے اور چڑھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ دادی اماں بیمار ہیں وہ بھی اتر اور چڑھ نہیں سکتیں۔"

☆ آپ نے مولانا کے ساتھ کبھی قومی سیاست میں حصہ لیا؟

○ سیاست میں زیادہ حصہ نہیں لیا کیونکہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میرے پاس سعودی عرب کی شہریت ہے۔ میرے پاس یہاں کا شناختی کارڈ نہیں اور وہاں شہریوں کا سیاست میں حصہ لینا منع ہے۔ البتہ یہاں جب نو ستاروں کے وقت حکومت کے خلاف تحریک چلی اور فسادات کے نتیجے میں جو لوگ متاثر ہوئے۔ ہم نے ان متاثرین کے لئے امدادی کام کئے۔ اس وقت بیگم عبد الغفور، بیگم سردار حزاری، محمودہ سلطانہ اور سلمٰی بیگم بھی ہمارے ساتھ تھیں۔

☆ مولانا آپ کو کبھی تفریح کے لئے کہیں لے کر جاتے ہیں؟

○ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ ہم مولانا کے ساتھ مری وغیرہ بھی گئے ہیں۔

☆ مولانا کی شاپنگ کون کرتا ہے؟

○ (ہنستے ہوئے) نورانی میاں میری شاپنگ کرتے ہیں۔ وہ کہیں بھی جائیں میرے لئے کچھ نہ کچھ لے کر ضرور آتے ہیں۔

☆ گھر میں کس کی بالادستی ہے؟

○ (بیگم نورانی بولیں) "ظاہر ہے حکم تو ہمارا ہی چلتا ہے نورانی میاں کام کہہ کر چلے

جاتے ہیں جسے مجھے ہی آرگنائز کرنا ہوتا ہے۔"

☆ (بیگم نورانی سے مخاطب ہو کر) "زیورات آپ کون سے پہننا پسند کرتی ہیں؟

○ زیادہ تر سونے کے ایسے زیورات پسند ہیں جن میں پتھر جڑے ہوتے ہیں۔

☆ (اناس سے) آپ کے شوہر بھی تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں؟

○ اناس: "وہ بہت مذہبی انسان ہیں لیکن باقاعدہ طور پر کسی تنظیم سے وابستہ نہیں۔"

☆ امی ابو کی کونسی عادات پسند ہیں؟

○ اناس: "ابو نے ہمیں زندگی کے دونوں رخ بتائے۔ ہمیں اچھائی اور برائی کا شعور دیا۔ امی اصول پسند اور صاف گو ہیں۔ کوئی بات منوانی ہو تو امی سے کہتے ہیں کہ آپ ابو سے کہیں ویسے کبھی کبھی خود بھی ابو سے کہہ دیتے ہیں کیونکہ ابو ہمارے ساتھ بہت دوستانہ ہیں۔"

ایمان: "ہمارے امی ابو آئیڈیل ہیں۔ انہوں نے ہمیں صبر شکر اور انکساری کی تعلیم دی۔ ہمیں مسلمان ہونے پر فخر ہے۔"

☆ ابو سے کبھی ڈانٹ بھی پڑتی ہے؟

○ ابو نے ہمیں ہمیشہ ہر بات پیار سے سمجھائی کبھی ڈانٹا نہیں۔ انہوں نے اچھی باتیں بچپن میں اس انداز میں ہمیں بتائیں جو ہمیں ابھی تک یاد ہیں۔

ابھی گفتگو جاری تھی کہ مولانا کی اہلیہ نے کھانے کے لئے مدعو کیا۔ جو میزبانوں کی مہمان نوازی کا ایک محبت بھرا انداز تھا۔ مولانا کی اہلیہ اور صاحبزادیاں میزبانی کے بھرپور فرائض انجام دے رہی تھیں۔ کھانے کے دوران میری توجہ مولانا کی والدہ محترمہ سے ملاقات کرنے کی طرف جاتی رہی کیونکہ مولانا نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی تھی کہ انہیں والدہ صاحبہ سے ضرور ملوایا جائے۔ اس وقت مولانا کی ۹۵ سالہ والدہ امت الرؤف صاحبہ آرام فرما رہی تھیں۔ انہیں ملاقات کے لئے خصوصی طور پر جگایا گیا۔ وہ بستر پر ہی لیٹی رہیں۔ میں نے سلام کے بعد ان سے پوچھا۔

☆ اماں جی! آپ کو اپنے اور موجودہ دور میں کیا فرق محسوس ہوتا ہے؟

○ بیٹا فرق تو زمین آسمان کا ہے۔ یہ دور نافرمانی اور ناشکری کا ہے۔ اس دور میں بچے والدین کے فرمانبردار ہوتے تھے۔ آج کل اگر کوئی بچہ فرمانبردار ہے تو یہ اس کے والدین

کی خوش نصیبی ہوتی ہے۔

☆ مولانا نورانی کی تربیت میں زیادہ حصہ کس کا ہے؟

○ مولانا کے والد بھی تبلیغی دورے پر رہتے تھے۔ اسی لئے زیادہ تربیت میں نے کی۔ میرا بیٹا ماشاء اللہ بہت خدمت گزار اور اچھا ہے۔ اس کی ایک محبت بھری نظر سے ہی میری طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔

☆ مولانا کے بچپن کا کوئی واقعہ آپ کو یاد ہے؟

○ مولانا نے بچپن میں بھی کبھی کوئی شرارت نہیں کی۔ یہ سب بچوں سے مختلف تھے۔

مولانا کی والدہ کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے زیادہ گفتگو نہیں کی جا سکی۔ مولانا کے والد کا انتقال ۱۹۵۳ء میں ہوا تھا۔ والدہ کی دیکھ بھال کرنا بھی مولانا اور ان کی اہلیہ کی ذمہ داری ہے۔ واقعی والدین کی بے لوث خدمت کرنے والے دنیا میں ہی جنت میں اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔ مولانا کی اہلیہ اور بیٹوں سے اجازت لے کر واپسی کی راہ اختیار کی۔

(ماہنامہ جہان رضا، جنوری ۲۰۰۲ء، صفحہ ۲۶ تا ۳۷)



جے یو پی کے دونوں دھڑوں کے اتحاد میں روڑے اٹکانے والوں کو ناکامی ہوگی

بقیہ — مولانا محبوب الرسول کی گفتگو

روزنامہ جنگ لاہور

اتوار 9 ذوالحجہ 1416ھ 28 اپریل 1996ء

قائد اہلسنت

امام شاہ احمد نورانی کی دینی خدمات

محمد وارث علی شاہین

قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی جہاں حق و صداقت کی نشانی کے لقب سے ملقب ہیں وہاں عالم باعمل ہونے کا بھی اعزاز رکھتے ہیں۔ اگر ان کی شخصیت کے شب و روز دیکھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعتاً دین اسلام کے بہت بڑے مجاہد اور سپاہی تھے۔ ان کی ساری زندگی دینی امور سرانجام دیتے گزری۔ وہ ملک پاکستان میں ہوتے تو بھی دینی کام سرانجام دیتے ہوئے دکھائی دیتے اور اگر بیرونی ممالک کے دوروں پر ہوتے تو بھی وہ کسی علمی نشست، علمی مناظرے یا کسی ادبی محفل کی زینت بنے ہوئے دکھائی دیتے۔

اگر ان کی سیاست کو دیکھا جائے تو وہ بھی سراسر دین کے تابع نظر آتی ہے۔ سیاست کے نام پر کبھی انہوں نے کوئی ذاتی مفاد حاصل نہیں کیا بلکہ بڑے سے بڑے ذاتی مفاد کو بھی دینی اور ملی مفاد پر قربان کر دیا۔ وہ ایسے مرد قلندر اور درویش صفت انسان تھے کہ سیاست میں رہنے کے باوجود ان تمام برائیوں اور نجاستوں سے پاک و صاف رہے جن سے بچنا ایک سیاستدان کے لئے چنداں ممکن نہیں ہوتا۔

ان کے دینی کارناموں کی اگر فہرست تیار کی جائے تو کئی کتابوں میں بھی پوری نہ آئے گی۔ ملکی سیاست میں آتے ہی انہوں نے مسلمانان پاکستان پر یہ احسان عظیم کیا کہ تحریک ختم نبوت کو اس قدر فعال کیا کہ بالآخر اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا اور مسلمان کی تعریف کو آئین کا حصہ بنایا۔ ملک پاکستان کا نام اسلامیہ جمہوریہ پاکستان رکھنے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ ۱۹۷۳ء کی بہت سی اسلامی شقیں امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔

قاضی مصطفیٰ کامل لکھتے ہیں:

"۱۹۷۳ء کے آئین کی تشکیل اور ترمیم کے حوالے سے مولانا نورانی کی کاوشیں

سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے آئین کو اسلامی جمہوری اور پارلیمانی بنانے کے لئے ۲۰۰ سے زائد ترامیم پیش کیں۔ بلوچستان سے میر غوث بخش بزنجو اور صوبہ سرحد سے خان عبدالولی خان جیسے قدآور سیکولر قومی اسمبلی میں موجود تھے اور بھٹو کی پیپلز پارٹی جو سوشلزم روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے پر اکثریت حاصل کر کے حکمران جماعت بن چکی تھی۔ اس اکثریتی جماعت کی موجودگی میں مولانا نورانی کی مساعی سے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ وزیراعظم اور صدر کے لئے مسلمان ہونے کی شرط کو لازمی قرار دیا گیا۔

سچ تو یہ ہے کہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام اور مسلمانوں پر آنے والے ہر کڑے وقت میں اپنا اسوۂ شبیری ادا کیا۔ ۵۳-۱۹۵۲ء میں جب قادیانی اور مرزائی ملک پاکستان میں ایک منی اسرائیل بنانا چاہتے تھے اور فوج اور دیگر محکموں کے کلیدی عہدوں پر اپنے افراد کو فائز کر کے پورے ملک میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہے تھے اور آہستہ آہستہ پورے ملک پر قابض ہونے کے پروگرام بنائے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ مرزا بشیر الدین محمود کے نام نہاد بیٹے نے تو کہہ دیا کہ ہم بلوچستان میں منظم کام کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہاں مرزائی حکومت قائم کریں گے۔ چوہدری سر ظفر اللہ جو ڈسکہ کا قادیانی تھا۔ ملک کا وزیر خارجہ بن بیٹھا اور وزارت خارجہ میں قادیانی افراد کو بھرتی کرنے لگا۔ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کھلا کھلا قادیانی کرنے لگا۔ ۱۹۵۲ء میں جہانگیر پارک کراچی میں اس نے ہرزہ سرائی کی اور مسلمان نوجوانوں کے احتجاج پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا، آنسو گیس پھینکی جس سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا اور مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت ابوالحسنات سید احمد قادری کی قیادت میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر جدوجہد کی لیکن حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے حالات معمول کے مطابق ہو گئے اور فتنہ قادیانیت دب گیا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں جب ایک مرتبہ پھر ملت اسلامیہ پاکستان کی حمیت اور جذبہ عشق مصطفےٰ ﷺ کو پرکھنے کے لئے قادیانیوں نے ربوہ کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر حملہ بول دیا اور ختم نبوت کے خلاف نعرے بازی کی تو غلامان مصطفےٰ ﷺ جذبہ عشق مصطفےٰ ﷺ سے سرشار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت عملی اپناتے ہوئے اس وقت کے مخلف

مکاتب فکر کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی جس نے پارلیمنٹ سے باہر مسلمانوں کو منظم کیا اور تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات کام کیا اور پارلیمنٹ کے اندر بھی اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی قرارداد پیش کی جس نے قادیانیوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا جس کے نتیجے میں چند دنوں کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور بعد میں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے فارم میں مسلمان کے لئے عقیدہ ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانی، لاہوری گروپ سے برأت کا حلفیہ بیان لازمی قرار پایا۔

اسی طرح جب پاکستان میں امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے کی سازش کی گئی اور مہاجر، سندھی، بلوچی، پنجابی اور پٹھان کو ان کی مختلف حیثیتوں سے حصب بنانے کا اور ہر ایک کو الگ قوم قرار دینے کا ڈھونگ رچا کر نہ صرف پاکستان بلکہ امت مسلمہ کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تو اس کی راہ میں سب سے بڑا بند بن کر رکاوٹ ڈالنے والی شخصیت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھی جس نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ پاکستان مسلم قومیت کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ مسلمان ایک قوم ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہندو کے مقابلے پر اگر ہم اپنے آپ کو ایک قوم نہ کہتے تو پاکستان بنانے کا جواز کیا تھا؟ ہم نے ہندوستان میں ہندو کے سامنے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، الگ قوم ہیں، جب الگ قوم ہیں تو الگ وطن چاہیے۔ اس لئے علیحدہ وطن پاکستان بنا۔ گویا امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ پر وجود میں آنے والے پاکستان کو محفوظ اور قائم رکھنے کے لئے اسی نظریے کو دہرایا کہ پاکستان دو قومی نظریہ کے تحت وجود میں آیا کہ کافر علیحدہ اور رسول اللہ ﷺ کی امت علیحدہ قوم ہیں۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اور یہ کہ ہماری قوم کی بنیاد نہ وطن ہے نہ علاقہ ہے نہ رشتہ اور تعلق، صرف ایک ہی تعلق، ایک ہی نسبت اور ایک ہی رشتہ ہے اور وہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ کا رشتہ ہے اور اگر قوم زبان اور برادری سے بنتی تو ابوجہل حضور ﷺ کا چچا تھا، ہم زبان تھا، ابولہب بھی آپ ﷺ کی برادری کا تھا۔ حضور اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (جو حبش سے آئے تھے)

کو گلے لگانے کی بجائے ابوجہل اور ابولہب کو گلے لگاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ قومیت میں آنے کے لئے بنیادی بات لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ کا فارمولا ضروری تھا۔

امام نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ مہاجر ایک قومیت ہے تو چلیں چار صوبوں میں تو چار قومیں ہو گئیں (جسے وہ خود کہتے ہیں سرکاری طور پر نہیں) اسے بھی تسلیم کر لیا جائے تو پانچویں قومیت کے ساتھ ساتھ اس قومیت کے لوازمات بھی چاہئیں اور اگر لوازمات کی بات شروع ہوئی تو پھر ہمارا اور آپ کا کیا مقام ہوگا۔ ذرا سوچیے قومیت کے لئے وطن بھی چاہیے۔ پھر کس کس سے جھگڑا کیجئے گا، شیشے کے گھر میں رہتے ہوئے پتھر چلائیں گے تو پھر ہمیں جگہ کہاں ملے گی۔

الغرض امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کی مسلم قوم اور پاکستان جیسے ایٹمی ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس کام کے لئے آپ نے کبھی بھی گولیوں اور قاتلانہ حملوں کی پرواہ نہ کی۔ چلتی ہوئی گولیوں میں بھی ایک لمحہ کے لئے حق بات کہنے سے نہیں گھبرائے۔

جب بھٹو کے سیکولرازم کے ذریعے اسلام اور پاکستان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نظر آیا تو امام نورانی پاکستان قومی اتحاد کے قیام کے ذریعے اس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سامنے آئے اور بھٹو کے بلا مقابلہ وزیر اعظم کا انتخاب بننے کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا اور اس کے سامنے بھی اسلام کا علم بلند کیا۔ جب یحییٰ خان شراب و کباب میں مست اسلامی اقدار کو پامال کر رہا تھا تو اس کے سامنے بھی شیر کی طرح جرات و بہادری سے گرجتے ہوئے اسلامی اقدار کا دفاع کیا اور اس وقت تک ملاقات نہ کی جب تک وہ تمام خرافات اس کے سامنے سے ہٹا نہ دی گئیں۔

۱۹۹۰ء میں جب پاکستان نسلی اور فرقہ واریت کے اختلافات کی آگ میں جل رہا تھا اور اسلام کی ساکھ پوری دنیا میں تباہ ہو رہی تھی۔ اسلام کو بری طرح بدنام کیا جا رہا تھا تو امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی حسین احمد اور دیگر مذہبی قائدین سے مل کر ایک غیر سیاسی اتحاد قائم کیا جس سے ملکی فضا بہتر ہوئی اور عالم اسلام کے مسائل حل کرنے کے لئے عملی اقدامات کیے گئے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے   نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

کا ایک بار پھر سبق یاد کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی اور جب حالیہ حکومت کے ارباب حل وعقد نے اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی کوشش کی اور پاکستان کو (بقول ان کے) معتدل اور بالفاظ دیگر سیکولر اور مسلم قوم کو بے حمیت بنانے کی تدابیر کیں تو امام نورانی رحمۃ اللہ نے انتہائی تدبر اور بصیرت سے تمام مکاتب فکر کو جمع کر کے انہیں آنے والے حالات سے آگاہ کیا اور اسلام اور عالم اسلام پر آنے والے کڑے دور کا مقابلہ کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کی تلقین کی اور "متحدہ مجلس عمل" کی بنیاد رکھی جس کی بناء پر حکومت کو اپنے عزائم میں پوری طرح کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

اس کے علاوہ انہوں نے پاکستان کے علاوہ پوری دنیا کے انسانوں کو دین اسلام سے روشناس کروانے کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ شمار نہیں کی جا سکتیں۔ اس کی ایک جھلک ورلڈ اسلامک مشن کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ ان حالات میں جب یہودیت اپنی پرانی چالوں اور نئے طور طریقوں سے امریکہ اور دیگر ممالک پر اپنا اثر ورسوخ قائم کئے جا رہی ہیں عیسائیت بھی اپنا پورا زور لگا کر پوری دنیا میں اپنا مشن لے کر چل رہی ہے۔ امام شاہ احمد نورانی نے اسلام کی روشنی پھیلانے اور یہودیت و عیسائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے ورلڈ اسلامک مشن کے تحت اسلام کا دفاعی پروگرام ترتیب دیا۔

ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں دارالعلوم جامعہ مدینۃ الاسلام ہے جو ۱۹۸۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن کے تحت قائم کیا گیا۔ اس میں ۸۰ کے قریب طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعلیم بالکل مفت ہے۔ ساتھ ہاسٹل ہے۔ حفظ، تجوید وقرات کے ساتھ ساتھ ابتدائی عربی اور دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ درس نظامی کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس دارالعلوم سے دوسرے یورپی ممالک کی طرف بھی طلباء فارغ ہو کر جا رہے ہیں اور اسلام کی روشنی پھیلانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسی طرح مانچسٹر میں ایک مرکزی مسجد ہے اس کے ساتھ بھی اسلامک مشن کے تحت دارالعلوم بنانے کا پروگرام ہے۔ ڈربن (جنوبی افریقہ) میں ایک دارالعلوم علیمیہ کے نام سے موسوم ہے۔ براعظم افریقہ میں اسلامک مشن کے تقریباً بیس سے زائد مراکز ہیں۔ ایک مرکز امریکہ میں ہے۔ ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں کئی سالوں کی

محنت کے بعد ایک مرکزی جگہ پر جامع مسجد اور مدرسہ تعمیر ہو گیا ہے اور مانچسٹر کے بعد یہ دوسرا بڑا مرکز ہے۔ ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ کے بعد ایمسٹرڈم میں پہلی جامع مسجد ورلڈ اسلامک مشن کے تحت بنائی گئی جس کا نام جامع مسجد طیبہ ہے اور اس کی تعمیر بہت مشکلات اور جدوجہد کے بعد ہوئی کیونکہ یہودی لابی اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ وہاں کوئی مسجد یا مدرسہ قائم ہو۔ لیکن امام شاہ احمد نورانی کی سعی جمیلہ سے یورپ میں تقریباً آٹھ دارالعلوم ہیں جہاں ہزاروں طلباء پڑھ رہے ہیں۔ کئی اساتذہ ان یورپی مسلمانوں کی تربیت کر رہے ہیں تا کہ انہیں اس حد تک خراب ہونے سے بچایا جا سکے جس حد تک یورپی عوام ہیں۔

موریشس ایک جزیرہ ہے جہاں تقریباً 2 لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ وہاں تقریباً ایک سو بیس مساجد ہیں۔ ان میں ۹۰ کے قریب وہ آئمہ ہیں جو دارالعلوم علیمیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک دارالعلوم سری لنکا میں ہے جو اپنی بساط کے مطابق لوگوں کو اسلامی معلومات سے روشناس کروا رہا ہے۔

امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں یورپ کے مسلمانوں، غیر مسلموں کے لئے مختلف مساجد، مدارس اور مراکز قائم کئے۔ وہاں ان کی تعلیم کے لئے صحافت کا بھی سہارا لیا اور "الدعوۃ" کے نام سے عربی زبان میں اور "دی میسج انٹرنیشنل" انگریزی زبان میں شائع کرنے کا بندوبست کیا۔ عربی زبان میں رسالے نکالنے میں حکمت یہ ہے کہ بعض مسلمان یورپ میں عرب ممالک سے آ کر آباد ہو گئے ہیں اور وہ عربی زبان ہی پڑھتے ہیں۔ انہیں راہ راست پر رکھنے کے لئے عربی زبان میں اسلام کا پیغام پہنچایا جاتا ہے اور یورپی مسلمانوں کی تربیت کے لئے گزشتہ 15 سال سے کراچی سے شائع ہونے والا The Message International اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ مفت تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ تمام یورپی لائبریریوں، حکمرانوں اور پارلیمنٹ کے اراکین تک دین کا پیغام پہنچ جائے۔

امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائی پادریوں سے کئی مناظرے بھی کئے اور انہیں لاجواب کر دیا اور یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں اپنے لیکچرز کے دوران بھی عیسائی پادریوں کے سوالات کے جواب دیئے اور وہ اپنے موقف کا دفاع نہ کر پائے۔ آپ نے ورلڈ اسلامک مشن کے تحت بہت سی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا اور اب تک تقریباً ۱۰ لاکھ

کتب ورلڈ اسلامک مشن کے تحت شائع ہو کر مفت تقسیم کی جا چکی ہیں۔

امام الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزار دی۔ آپ کو عالمی ادارہ کلیہ شریعۃ الاعلیہ (بغداد شریف)، جامعہ صدام الاسلامیہ (عراق)، کلیہ الدعوۃ الاسلامیہ (لیبیا) اور جامعہ ازہر (مصر) کے بورڈ آف گورنر کا رکن ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ الغرض امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینی تبلیغ میں صرف ہوا۔ آپ نے ہر میدان میں دین کو اولین ترجیح دی۔

(ماہنامہ ندائے اہلسنت، اپریل ۲۰۰۴ء، صفحہ ۱۸-۲۰)

سنبھالا جب سے ملت کو ہے مولانا شاہ احمد نورانی نے

تحریر: محمد انور بابر (لکی مروت، بنوں)

خدا نے دین نورانی دیا قرآن نورانی — امام انبیاءؑ کی مومنو ہے شان نورانی
مسلمانوں کے سینوں میں ہے روشن نور کی مشعل — دل بینا ملا ہم کو ملا ایمان نورانی
ارے ہم نور والے ہیں ہمیں ہے نور سے الفت — ہمارے ملک و ملت کا بنے سلطان نورانی
سواد اہل سنت کو ملا قائد ہے نورانی — بہت سی خوبیوں والا یہ ہے انسان نورانی
مبارک کانفرنس ہو اہل سنت والجماعت کو — یہاں تشریف لانے کا ترا احسان نورانی
نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کریں اس ملک میں آقا — یہاں مخدوم و خادم خوش رہے دہقان نورانی
سنبھالا جس سے ملت کو ہے شاہ احمد نورانی نے
ہمیں لگتا ہے انور سارا پاکستان نورانی

(ماہنامہ ندائے اہلسنت، دسمبر ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۵)

حضور قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں، میرا عظیم سرمایہ

محمد طاہر فاروق نورانی

حضرت قائد اہل سنت امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق و تعارف ۱۹۸۸ء سے ہے اس کے بعد آج تک حضرت کی عقیدت و محبت میں ہمیشہ اضافہ ہوا اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ان کی شفقت و محبت مجھے حاصل رہی۔

گیارہ سال تک میں نے اہتمام کے ساتھ کراچی جا کر ستائیسویں رمضان کی شب ان کے ساتھ گزاریں۔ جب میں کراچی جاتا تو حضرت خاص توجہ میں رکھتے۔ ہم سیڑھیوں پر ہوتے تو حضرت اندر سے آواز دیتے۔ طاہر بھائی! آپ کہاں ہیں؟ لاہور والے ساتھیوں کو اندر بھیج دو۔ لوگ راستہ دے دیتے اور میں حاضر ہو جاتا...... اپنے ساتھ بٹھاتے، افطار کراتے...... میں نے ۱۹۹۰ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب پہلی مرتبہ ۱۹۹۱ء میں گیا تو ظہر کے بعد کا وقت تھا مجھے محترم اقبال مجددی صاحب نے بتایا کہ یہ تو حضرت کے آرام کا وقت ہے مغرب کے وقت مل سکیں گے کیونکہ نماز عصر کے بعد وہ قرآن کریم کا دور کرتے ہیں میں نے گلدستہ پھول ان کو دے دیئے کہ لاہور سے طاہر ہوں حضرت کو پیش کر دیں اس وقت میری خالہ اور ماموں ساتھ تھے وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے کہ آج یہاں آپ کا پہلا روزہ ہے گھر پر چلو وہاں میں نے افطار کیا۔ عشاء کو جب میں تراویح پڑھنے گیا اور نماز کے بعد حضرت سے ملا تو آپ نے جو کمال شفقت فرمائی وہ مجھے ہر گز نہیں بھولتیں۔ مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑی شفقت سے فرمایا کہ طاہر بھائی! آپ کہاں چلے گئے تھے؟ ہم افطار میں آپ کا انتظار کرتے رہے۔

ایک واقعہ مجھے بہت یاد آتا ہے حضرت کے ہاں نماز تراویح میں ۲۳ ویں کو قرآن کریم تو ختم ہو جاتا تھا پھر افطاریوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا حضرت نے کسی جگہ افطار میں جانا تھا ان دنوں ایم کیو ایم کی وجہ سے بڑی گڑبڑ تھی ہم جانا گھر چاہتے تھے تو باہر کھڑے تھے گاڑی میں حضرت اکیلے تھے ارشاد فرمایا۔ آج آپ لوگ میرے ساتھ افطار کریں اور چلیں۔ پھر ہمیں ساتھ لے گئے ہم افطار میں پہنچے افطار کے بعد مغرب کی نماز پڑھی اور جب حضرت واپسی کے لئے تیار ہوئے تو سیکورٹی والوں نے ذرا جلدی سے ایک گاڑی آگے لگا دی اور ایک پیچھے۔ ہم رک گئے اور سوچا کہ ہم اپنے حساب سے چلے جائیں گے مگر ہم نے دیکھا کہ نے تھوڑی دور جا کر حضرت کی گاڑی رکی اور ڈرائیور جلدی سے نیچے آگیا کہ طاہر صاحب لاہور سے آئے ہیں وہ کہاں ہیں؟ ہم دوڑ کر آگئے اور گاڑی میں بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا! میں معافی چاہتا ہوں جلدی میں گاڑی آگے آگئی، آپ کو زحمت ہوئی۔

اب تو حضرت کی یادیں ہی ہمارا عظیم سرمایہ ہیں اگر ان باتوں کو یکجا کر کے مرتب کر لیا جائے تو آنے والی نسلوں کے لیے عظیم تحفہ ہوں گی کیونکہ وہ اصولوں کی بالادستی کے لیے اصولوں ہی پر کاربند رہے اور یہی ایک کامیاب انسان کی خوبی ہوتی ہے۔

آج کے نہایت مادی اور معروف عہد میں محترم برادر ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے جس انداز سے افکار نورانی، کردار نورانی اور اذکار نورانی کو مرتب کرنا شروع کیا ہے وہ ایک ایک پھول چن کر بڑی محنت سے حسین و جمیل گلدستہ تیار کرتے ہیں اور پھر حضرت امام نورانی کے خدام کی نذر کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان پر حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی خاص روحانی توجہ ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کام میں برکت رکھی ہے اور وہ اپنے عظیم مشن کے لیے ہمہ تن مستعد رہتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی کے ساتھ اس مشن میں مزید جدوجہد کی توفیق عطا کرے۔ آمین

قائد اہلسنت امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

ایک نظر میں

حافظ اعجاز احمد سعیدی

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ قائد اہلسنت امام انقلاب، حق وصداقت کی نشانی حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ کے حالیہ دورۂ راولپنڈی ڈویژن کے موقع پر (۱۲ جون ۱۹۹۰ء) بزم فیضان مدرسۂ فاروقیہ رضویہ شفیقیہ۔ رجسٹرڈ پنڈ دادن خان کے زیر اہتمام) پنڈ دادن خان شہر (ضلع جہلم) کے جلسۂ عام میں راقم الحروف (بزم فیضان کے نائب صدر حافظ اعجاز احمد سعیدی) نے بزم فیضان کی طرف سے قائد اہلسنت کی خدمت اقدس میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جسے مضمون کی شکل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے تاکہ جمعیت کے کارکنوں سمیت وطن عزیز کے غیور عوام نظام مصطفیٰ ﷺ کے اس با اصول، جی دارہ محبِ وطن، صوبائیت، لسانیت اور علاقائیت کے نعروں کے خلاف سراپا جہاد، مسلم قومیت کے علمبردار اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے مخلص سپاہی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں۔ قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی پاکیزہ زندگی نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے وقف ہے اور اسے تاریخ کے آئینے میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ اس ہی پاکباز شخصیت کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا پرامن فلاحی اور اسلامی انقلاب بپا کیا جاسکتا ہے۔ قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی نے اپنے والد ماجد حضرت مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے تبلیغی مشن کو جاری رکھا اور ۱۹۵۵ء سے تبلیغی دوروں کا آغاز کیا۔ آپ نے بیرون ملک سیکڑوں دورے کیے اور دوروں میں ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کر کے سعادت ابدی حاصل کی، جن میں ایک عام آدمی سے لے کر پادری، راہب، وکلاء، انجینئرز، ڈاکٹرز اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لوگ بھی شامل ہیں اور بیرون ممالک مرزائیوں سے مناظرے کر کے انہیں شکست در شکست دے کر

مسلمانوں کو ان کے دام فریب سے نکالنا اور بیرون ملک درجنوں دینی مدارس، تبلیغی مراکز اور درجنوں مسلم تنظیموں کو قائم کر کے ان کی سرپرستی کرنا اور انہیں کامیابی سے چلانا اور جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن کے میئر سے سفیر اسلام کا خطاب واعزاز حاصل کرنا تاریخ اسلام کا سنہری باب اور قائد محترم کی ناقابل فراموش خدمات کا بین ثبوت ہے۔ قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بیرون ملک اپنے والد ماجد فخر الاولیاء مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی مشن کو جاری رکھ کر پرچم اسلام جو بلند رکھے ہوئے ہیں وہ قائد اہلسنت ہی کی خصوصیت ہے اور اس پر آپ کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ قائد اہلسنت نے بیرون ملک کی طرح اندرون ملک بھی جو قومی، ملی، دینی اور سیاسی خدمات سرانجام دی ہیں اس پر آپ سیاسی لیڈروں اور اخبارات و رسائل سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ تاہم بدلتے ہوئے حالات کے تحت ان کا اجمالی تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۹ء میں جب بیرون ملک دوروں سے واپس تشریف لائے تو تشریف لاتے ہی سب سے پہلے آپ نے قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور ان کے خلاف بیان دے کر انہیں مقابلے کا چیلنج دیا۔ اس بیان کا مقصد سنت صدیقی اپناتے ہوئے اس فتنہ کو اندرون ملک بھی ختم کرنا تھا۔ چنانچہ جب قائد اہلسنت جمعیت کا منشور و مقام مصطفیٰ ﷺ کا نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ لے کر اسمبلی میں گئے تو آپ نے سب سے پہلے منشور کے پہلے حصے کو اپنی توجہ کا مرکز اور نصب العین بنایا اور ۱۹۷۲ء میں آپ نے پہلی مرتبہ اسمبلی میں مسلمان کی تعریف کا مسئلہ اٹھا کر ارکان اسمبلی کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور بعض دیوبندی مولویوں، کوثر نیازی، غلام غوث ہزاروی اور عبدالحکیم کی مخالفت کے باوجود مسلمان کی جامع مانع تعریف اسمبلی میں پیش کرتے ہوئے اسے آئین پاکستان کا حصہ قرار دلوایا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں حکومت اور انتظامیہ کا مذہب "اسلام" سربراہ حکومت کے لئے مسلمان کی شرط کو منظور کروانا اور اسے صدر اور وزیراعظم کے آئین حلف نامہ کی عبارت میں داخل کروانا بھی امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کے عظیم قومی و ملی کارناموں کا حصہ ہے۔ اندرون ملک مرزائیوں پر یہ پہلی ضرب کاری تھی اور پھر آپ نے

مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کے لئے شب و روز ایک کر دیئے اسمبلی کے اندر اراکین اسمبلی اور اسمبلی سے باہر عوام الناس کے ساتھ مسلسل رابطوں نے اسے تحریک کی شکل دے دی اور بالآخر آپ کی شبانہ روز کوششیں ۱۹۷۴ء کو بار آور ثابت ہوئیں اور پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور اس طرح جمعیت کے منشور کا ایک حصہ مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ تکمیل پذیر ہوا اور پھر:

☆ سابق وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ سے تنظیم المدارس اہلسنت کی سند کو ایم اے کے برابر منظور کروانا۔

☆ فوج کے اندر ائمہ اور خطیب رکھنے کے لئے اہلسنت کے مدارس کو جی ایچ کیو سے منظور کروانا۔

☆ قادیانی ایم ایم احمد کی مشرقی پاکستان میں غداریوں اور پاکستان دشمن کارروائیوں کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کر کے اس کی چھٹی کرانا۔

☆ قادیانیوں کے لاہوری اور قادیانی گروپ کی طرف سے پچاس کروڑ روپے کی رشوت کو ٹھکرا کر جواب دینا کہ "ہمارا سودا بازار مصطفیٰ ﷺ میں ہو چکا ہے"۔

☆ ۱۹۷۳ء کے آئین میں سوشلزم کو داخل نہ ہونے دینا۔

☆ ضیاء الحق حکومت کی طرف سے وزیراعظم بننے کی پیشکش کو نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر مسترد کر دینا۔

☆ سب سے پہلے سیاچین گلیشئر پر ہندوستانی قبضہ کا انکشاف کرنا اور اسی بناء پر ضیاء الحق کے کورٹ مارشل کا مطالبہ کرنا۔

☆ مختلف سیاسی جماعتوں کو اسمبلی کے فورم پر اکٹھا کرنے میں اہم کردار ادا کرنا جس سے متحدہ حزب اختلاف کا وجود عمل میں آیا۔

☆ اسمبلی کے اندر بھٹو کے مقابلے میں وزیراعظم کا انتخاب لڑنا۔

☆ عراق، ایران جنگ، بند کرانے کے لئے ایشیاء کے واحد نمائندے کی حیثیت سے اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری سے مذاکرات کرنا اور جنگ بندی کے سلسلے میں مختلف تجاویز پیش کرنا۔

☆ روس میں لینن کی قبر پر پھول نہ چڑھانا۔

☆ شراب نوشی پر یحییٰ خان کو ڈانٹ پلانا اور

☆ بھٹو کو لاجواب کرنا۔

یہ سب قائد اہلسنت امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی قومی، ملی، دینی اور سیاسی خدمات اور آپ کی حق وصداقت اور غیرت ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اسی طرح آپ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۰ء تک نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ بھٹو دور میں آپ پر قاتلانہ حملے کا ہونا اور آپ کو پاکستان کی بدترین جیل میں پابند سلاسل رکھا جانا، ضیاء دور میں بھی آپ پر قاتلانہ حملے کا ہونا اور مسلسل صوبہ بدر اور گھر میں نظر بند رکھا جانا اور بے نظیر دور میں بھی آپ پر دو بار قاتلانہ حملے کا ہونا، نیز اپنوں اور بیگانوں کی بے جا باتیں بھی آپ کو اپنے عزم سے متزلزل نہ کر سکیں۔

چند گزارشات

ملک جس بے راہ روی اور سیاسی انتشار کا شکار ہے وہ مخفی نہیں، مرکز اور صوبوں کی جنگ، ارکان اسمبلی، حتیٰ کہ اب کشمیر میں ووٹروں کی خرید وفروخت، لوٹ کھسوٹ، اقربا پروری، لسانی، علاقائی اور گروہی اختلافات نے ملک وملت کے ساتھ ساتھ مسلک کو بھی تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے۔ اہلسنت میں سیاسی اختلافات و انتشار ہی نہیں بلکہ دینی انتشار سے جو صورت حال پیدا ہوئی اس نے اہلسنت کے ماضی کے کارناموں کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا ہے اور کچھ لوگ اپنے مسلک کو سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ ان تمام حالات کے پیش نظر امید کی جاتی ہے کہ قائد اہلسنت، حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ملکی سالمیت اور اہلسنت کے اتحاد کے لئے کوئی جامع پروگرام پیش فرما کر قوم وملت اور اہلسنت کو بھنور سے نکالنے کی بھرپور سعی فرمائیں گے۔

(ہفت روزہ احوال اگست ۱۹۹۰ء، صفحہ ۳۶۔۳۷)

مولانا نورانی پارس پتھر

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مولانا نورانی پاکستانی سیاست دانوں میں پارس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پارس ایک ایسا پتھر ہے جو کسی بھی دھات کو چھو جائے تو اسے سونا بنا دیتا ہے۔ اگرچہ پارس عنقا اور ہما نادر الوجود ہیں۔ مگر آج تک ان کی اہمیت اور افادیت پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ صدیوں سے پارس کی افادیت اور کمال مسلمہ حقیقت رہا ہے۔ ہر زمانہ میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور ہر قوم نے اس کے مؤثر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

پاکستان کی موجودہ سیاست کے انداز نے ہر رکن اسمبلی کو دولت اندوزی کی ہوس میں مبتلا کر دیا ہے۔ اراکین ذوالاحترام خواہ اسمبلی میں بیٹھے ہوں یا اپنی کار میں ان کا دماغ دولت کے حصول اور سونا بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ اقتدار کی سرگرمیوں کے قریب بیٹھنے والے اور حکمرانوں کے حاشیہ نشین بھی دولت سے ہاتھ رنگنے میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے رشتہ دار، یار باش اور مداح سرا خزانوں ڈھیروں، بینکوں کی برانچوں اور زمینوں کے ترقیاتی اداروں کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا حصہ سمیٹتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اقتدار سے محروم، حکومت سے دور سیاست دان اگرچہ عوام کے مسترد رہنما ہیں انہیں حکومت کی "سونا سازی" کی صنعت پر غصہ آتا ہے۔ لوٹ مار پر شور مچاتے ہیں تو ایوان حکومت میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ "دس فیصد والے" پچاس فیصد والوں کو طعنے دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں کھوٹے سکے ہیں۔ "ہارس ٹریڈنگ" کے رواج نے ہر ایک کو بکاؤ مال بنا دیا ہے۔ خواہ وہ اس منڈی کے راستہ سے "خدمت خلق" کے جذبہ سے ہی واپس آ رہا ہو۔ تاہم "گھوڑوں کی منڈی" کے دلال ان لوگوں کا بھی پیچھا کرتے رہتے ہیں جو اس "تجارت" میں ملوث نہیں ہیں۔

اس زر اندوزی اور دولت پرستی کے دور میں "جمعیت علماء پاکستان" کے صدر شاہ

احمد نورانی اور ان کے رفقائے کار اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ وہ اپنی غربت، بے سروسامانی پر ناز کرتے ہیں۔ ان کے بدترین دشمن بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے کبھی اصولوں پر سودا کیا ہو۔ پیسہ بنایا ہو یا "ہارس ٹریڈنگ" میں شرکت کی ہو۔ مولانا شاہ احمد ایک فقیر بے نوا کی حیثیت سے سیاسی سفر کر رہے ہیں۔ وہ کلمہ حق کہنے سے نہیں رکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جرائم پیشہ لوگ خواہ کتنے ہی دولت مند ہوں کتنے ہی بڑے بڑے محلات میں مقیم ہوں۔ کلمہ حق سے خائف رہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک بیان اقتدار کے متوالوں کی کئی دن کی نیند حرام کر دیتا ہے۔

پچھلے دنوں مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت کے مخالف سیاستدانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی۔ تا کہ اس وقت کے حکمرانوں کے ہاتھوں عوام کی جو گت بن رہی ہے اسے روکا جا سکے۔ سارے مخالف رہنما تو قریب نہ آ سکے مگر سارے دینی رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لاہور آئے تو جے یو آئی کے مولانا فضل الرحمٰن سے مختصری ملاقات کی۔ اس ملاقات میں آپ نے نہایت محتاط الفاظ میں مل کر کام کرنے کا مشورہ دیا۔ بس اتنی سی بات تھی کہ اقتدار کی کرسیاں ہلنے لگیں اور وزیر اعظم بذات شریف، بنفس نفیس مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے گھر ڈیرہ اسماعیل خان جا پہنچے۔ کان میں کہنے لگے مولانا اتنی بھی کیا بے رخی؟ ہم تو آپ کے نیاز مندوں میں سے ہیں۔ بھلا مولانا نورانی کیا دیں گے؟ ان سے ملاقات کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ہمیں ہی حکم کریں۔ جو خدمت ہو پوری ہو گی۔ اللہ کی شان جس وزیر اعظم کے پاس مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ملنے کا مدتوں سے وقت نہ تھا وہ خود ان کے گھر ایک دور دراز گاؤں میں جا پہنچے۔

میں نے جس کے دیکھنے کو زندگی برباد کی
میری قسمت دیکھئے وہ خود میرے گھر آ گئے

یہ عنایت خداوند مولانا نورانی کی ایک ملاقات کا نتیجہ تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن کا اپنا ظرف ہے کہ وہ سونا لیتے ہیں یا پارس کے پروگرام کا ساتھ دیتے ہیں۔

شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی ایک عرصے تک ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے۔ علماء اہلسنت کی بڑی کوشش رہی ہے کہ یہ دونوں رہنما دوبارہ مل

کر کام کریں اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی منزل کی طرف آگے بڑھیں۔ عراق پر امریکہ اور اس کے پیادوں نے حملہ کیا تو مولانا نیازی نے امریکہ کی جارحیت کے خلاف بیان دیئے اور عراق کے عوام کے حق میں حمایت کا اعلان کیا تو وزارت سے نکال دیئے گئے۔ ایک عرصے تک وزیر اعظم انہیں دوبارہ وزارت دینے میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ مولانا نیازی اور ان کے رفقاء ایک عجیب قسم کے سیاسی خلجان کا شکار تھے۔ وہ سوچتے تھے آخر مولانا نیازی نے کون سا اتنا بڑا جرم کر دیا ہے کہ لیلٰی وزارت کو ایشیائی معشوق کا وعدہ بنا دیا گیا ہے۔ انہیں دنوں مانچسٹر (انگلینڈ) کے اہلسنت نے اپنی جامع مسجد کی تکمیل کے بعد افتتاح کا اعلان کیا۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی مانچسٹر پہنچے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ آج مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے تو یہ دونوں بزرگ اس افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کریں۔ دونوں بزرگوں کو دعوت دی گئی۔ دونوں ایک جگہ جمع ہوئے۔ دنیائے سنیت کی آنکھیں اس اجلاس پر لگی ہوئی تھیں کہ دونوں سنی رہنما مل کر ایک ہو جائیں۔ مختصری ملاقات ہوئی ابھی بات نہ ہونے پائی تھی کہ رات برطانیہ میں مقیم پاکستانی ہائی کمشنر کا فون آیا۔ نیازی صاحب آپ کو وزیر اعظم پاکستان یاد فرما رہے ہیں۔ ان ملاقاتوں کو چھوڑیں اور آ کر قلم دان وزارت سنبھالیں۔ مولانا نیازی پاکستان پہنچے تو نواز شریف صاحب نے بلا کر کہا "مولانا! آپ ہمارے بزرگ ہیں، ہم آپ کے نیاز مند ہیں۔ اتنی بے نیازی بھی کیا۔ یہ لیں وزارت اور وزارت بھی امور مذہبیہ کی۔" نورانی (پارس) اپنا کام کر چکا تھا۔

بس اک نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

دولت اندوزی کا زمانہ اور زر پرستی کا دور بڑا اندھیروں میں ڈھانپا ہوا ہوتا ہے۔ لوٹ مار کرنے والے ان اندھیروں میں بڑے خوش خوش خزانے بھرتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ ایسے دور میں اپنی محبت قائم رکھنے کے لئے بعض افراد کو صبر اور ہمت دیتا ہے۔ دولت کو جوتے کی نوک پر رکھیں اور عوام کو بتا سکیں کہ دولت کا کھیل وقتی اور ہنگامی ہے۔ عنقریب اندھیرے چھٹیں گے۔ لوٹ مار کرنے والے لوگ آفتاب سیاست کی کرنوں کی تاب نہیں لا سکیں گے اور ان روشنیوں میں ننگے ہو کر ایوان حکومت چھوڑ کر ایسے گمنام کونوں میں جا گھسیں گے جہاں ان کے چہرے پہچاننے والا بھی کوئی نہ ہو گا اور تاریخ ان کے نام

حرف غلط کی طرح مٹا دے گی۔

مولانا شاہ احمد نورانی بیس سال سے سیاسی میدان میں ایک قد آور راہنما کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ لوٹنے والوں کو دیکھ دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں۔ اللہ والو! جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے! جس حجرے سے نکل کر سیاست میں آئے تھے اسی حجرے میں آج تک مقیم ہیں۔ جس مسجد میں نماز تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے آج بھی اس مسجد میں قرآن سناتے ہیں۔ وہی مکان، وہی مسجد، وہی لباس، وہی عمامہ، وہی پنکھا، وہی شب بیداری اور وہی آداب! جس راہنما (خواہ مخالف ہی ہو) سے ملاقات کرتے ہیں اسے سونا بنا دیتے ہیں۔ حکومت اس راہنما کو مناتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اعتراف کرتی ہے جس سیاسی جماعت سے سیاسی اتحاد کے لئے قدم بڑھاتے ہیں حکومت اس سیاسی جماعت کو پیار کی نگاہ سے دیکھنے لگتی ہے۔ یہ مولانا نورانی کی کرامت ہے یا پارس کا کرشمہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک کی دینی قیادت کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے۔ وہ علمائے کرام جو جمعرات کی روٹیوں، لوگوں کے چندوں، درود و سلام کی محفلوں پر زندگی بسر کرتے تھے۔ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں جمع ہوئے۔ سیاسی تربیت حاصل کی۔ سیاسی شعور پایا۔ ملتان اور رائے ونڈ میں اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کیا۔ اس نورانی پارس کی قربت کا ثمرہ ہے کہ ان علماء میں سے بعض کو سونے میں تولا گیا۔ کوئی جج بن گیا۔ کوئی مفتی بن گیا۔ کوئی چیئرمین بن گیا۔ کوئی شیخ الوقت بنا کوئی مرشد کامل بن گیا۔ جو اس کے اہل نہ تھے اور زبان بیان سے محروم تھے۔ زکوٰۃ، انعامات اور صدقات کے ڈھیروں پر جا کھڑے ہوئے۔ الحمدللہ آج مولانا نورانی کے تربیت یافتہ اور جانثار ساتھی لاکھوں روپوں کی زکوٰۃ انعامات، اعلیٰ مناصب کے مالک ہیں۔ وہ جو شاندار مکانوں میں رہتے ہیں۔ اعلیٰ کاروں میں سفر کرتے ہیں۔ ان مراعات یافتہ حضرات میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مولانا نورانی کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتا مگر حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مولانا نورانی کی ایک للکار سے حکومت ان علماء کرام کو اپنے دربار کے قریب رکھنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ آج یہ علماء حضرات اپنے نورانی پارس کی قربت کی وجہ سے سونا بن گئے ہیں۔ یہ قسم قسم کی دھاتیں کندن بن کر جھلک رہی ہیں۔ آج یہ علماء کرام زکوٰۃ، صدقات اور انعامات کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ مگر مولانا

نورانی کو اپنی مسجدوں، خانقاہوں اور جلسوں میں بھی آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں
جب بولنے لگے تو ہمیں پر برس پڑے

مولانا نورانی کی ایک عادت ہے کہ جو شخص از راہ عقیدت اپنے بیٹے یا بیٹی کا نکاح آپ سے پڑھوائے تو آپ کو مجلس میں جو کچھ ملے اس علاقہ کے عالم دین (نکاح خواں) کو دے دیتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔ کئی مجالس میں لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ کو جو کچھ ملا مقامی عالم دین کو وہاں ہی دے دیا۔ چند سال پہلے امریکہ سے پاکستانی تاجر اپنے بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان آیا۔ وہ مولانا نورانی کا عقیدت مند تھا۔ اس نے نہایت لجاجت سے اصرار کیا کہ نکاح آپ پڑھائیں گے۔ حضرت مان گئے۔ مجلس نکاح میں سینکڑوں لوگ موجود تھے۔ آپ نے نکاح پڑھایا۔ تو لڑکے کے والد نے حضرت مولانا نورانی کو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ علاقہ کے عالم دین جو اس وقت مولانا نورانی کے مرید تھے۔ آج وہ حضرت مولانا نورانی کے خلاف برا بھلا کہنے کا وظیفہ کرتے ہیں (ہم ان مولانا کا نام ادباً نہیں لکھتے، مجلس میں موجود تھے۔ ایک لاکھ روپیہ دیکھ کر لوگوں کو مولانا نورانی کی عادت کا خیال آیا۔ آپ نے روپیہ اٹھایا اور ہاتھ بڑھا کر مولانا کو دے کر کہا مولانا!

یہ آپ کا حق ہے! یہ مولانا ایک عرصہ تک شاہ احمد نورانی کی فیاضی کے پیش نظر آپ کو "ولی اللہ" کہا کرتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی مجلس نکاح میں بھی علماء کے لئے پارس ہیں۔

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ دنیا پرستی، دولت اندوزی، زرگری کا دور ہے۔ نہ ان چیزوں کو برا سمجھا جاتا ہے نہ ان معاملات پر ندامت محسوس ہوتی ہے۔ بس جو ہاتھ بڑھا لے مینا اسی کی ہے۔ وزیر، مشیر، امیر کبیر "فقیر" بن گئے ہیں اور ملک کی دولت کے پیچھے دوڑ لگا رہے ہیں۔ خواہ ملک کے کپڑے تار تار ہو جائیں۔ وزیروں، مشیروں اور اسمبلی کے اراکین کا تو خیر اس ملک کی دولت پر حق ہے۔ بلکہ "استحقاق" ہے لیکن اب تو ان کے حاشیہ نشین بھی لاکھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ملک کی دولت سمیٹنے کے لئے ایسے ایسے انداز اپنا لئے ہیں شیطان بھی انہیں اپنا استاد ماننے لگتا ہے۔ پٹواریوں اور کلرکوں کی ٹولیاں باہر نکل

پڑی ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے اس بازار میں کروڑوں روپوں کی کوٹھیاں اور پلازے بنائے جا رہے ہیں۔ حکمران بیچارے اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں وہ کسی کی کیا خبر لیں اور کے پوچھیں کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں۔ ایسے دور میں جن سیاستدانوں کا دامن ان آلائشوں سے پاک ہے وہ "مردمومن" ہے اور وہی مستقبل کا تابندہ ستارہ ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ہر دور دیکھا۔ مارشل لاء کا دور، عوامی دور، ضیائی دور، بے نظیر کا دور اور آج کل اسلامی دور اب تو ماشاء اللہ نواز شریف کی نوازشوں اور شرافتوں نے ذروں کو آفتاب بنا دیا ہے۔ الحمد للہ قائد اہلسنت ان تمام ادوار سے گزرے نہ کبھی آنکھ میلی ہوئی نہ کبھی قدموں میں لغزش آئی ۔

یہ عظمتیں ہیں مقدر کسی کسی کے لئے!

مولانا کی غربت اور بے سروسامانی کے باوجود امر حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا جس سیاسی لیڈر یا سیاسی جماعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں یا مختصر سی ملاقات کر لیتے ہیں حکومت کے انعامات کا رخ ادھر پلٹ جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی پیر آف پگاڑا شریف کے احباب میں سے ہیں۔ مسلک، روحانیت اور ہم خیال ہونے کی وجہ سے پیر صاحب پگاڑا شریف آپ کو اپنا چھوٹا بھائی کہتے ہیں۔ پیر پگاڑا نے کبھی کسی حکومتی سربراہ یا وزیر کو شمار قطار میں نہیں رکھا۔ کچھ عرصے سے حکومتی حلقوں نے پیر صاحب کو راضی کر رکھا ہے کہ ہمارے منحوس ستاروں کے مستقبل کے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ وہ لندن گئے تو ایک سندھی دوست نے پیر صاحب سے عرض کی "حضور! مولانا نورانی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا ملاقات کا اہتمام کروں۔" پیر آف پگاڑا نے فرمایا۔ "بابا! نورانی ہمارا بھائی ہے لیکن میں نے اب حکومت والوں کو ڈرانا چھوڑ دیا ہے۔"

اس وقت حکمرانوں کے پاؤں تلے زمین نہیں وہ ریت کے صحرا میں سفر کر رہے ہیں وہ فقیر صفت اور حق گو راہنماؤں سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں۔ ہم ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ حکومت کے پیاروں سے تعلقات قائم کرنے کی بجائے شاہ احمد نورانی سے ایک دو ملاقات کرنے کا پروگرام بنائیں۔ انشاء اللہ ان کے پیچھے وہ خود بھاگے ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک گاؤں اور مانچسٹر کی ایک مسجد تک چلے آئیں گے۔ ہم اپنے تئی

علماء کرام اور مفتیان عظام سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ اپنی زکوٰۃ اور انعامات بڑھانے کے لئے مولانا نورانی کو دعوت کا اعلان کر دیا کریں (دعوت دینے کی ضرورت نہیں مولانا کالے بکروں کا گوشت نہیں کھاتے) انشاء اللہ ان کے مال و جان میں برکت آ جائے گی اور دولت میں اضافہ ہوگا۔ نورانی پارس ایسا رنگ دکھائے گا کہ علماء کرام ماڈل ٹاؤن کا طواف اور اسلام آباد کے پھیرے بھول جائیں گے۔

بعض علماء کرام شاہ احمد نورانی کو برا بھلا کہہ کر اپنے "آقایان ولی نعمت" کا حق نمک ادا کرتے رہتے ہیں مگر یہ اتنا فائدہ بخش کام نہیں۔ اس سے تو صرف وفاداری شرط استواری کا یقین ہوتا ہے پھر مولانا اپنے خلاف گالیاں دینے والوں کو برا بھی نہیں کہتے اور نہ ان کی اہمیت کم ہونے دیتے ہیں ۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

(ہفت روزہ احوال، دسمبر 1991ء، صفحہ 26 تا 28)

روزنامہ اوصاف اسلام آباد (4) 23 دسمبر 1999ء



خوش آب، جے یو پی کے رہنما ملک محبوب الرسول قادری طاہر القادری کو اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں

امام نورانی سے تعلق کا ابتدائی دور

علامہ شبیر احمد ہاشمی

غالباً مارچ اپریل ۱۹۵۸ء کی ایک رس بھری شام تھی کہ ساہیوال کی جامع مسجد کے بازو میں ہمارے ایک دوست حاجی شیخ محمد اقبال کی کشادہ بیٹھک میں فرشی نشست پر سنہری عینک، دمکتا چہرہ، اجلا لباس، جوانی اور قوت انسانی کا حسین نمونہ ایک شخصیت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس شخصیت کے اردگرد چند سفید پوش بزرگ لکھنوی لباس پہنے ہاتھ باندھے دو زانو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ حاجی صاحب نے بتلایا کہ میرے ہاں ایک بزرگ آئے ہیں ان کی زیارت کریں۔ مجھے شرف ملاقات ہوا۔ اس وقت آتش بھی جوان تھا۔ نئی بزرگوں سے ملنا اور سنی کاز کے لئے اپنے علم میں اضافہ کرنا اپنی منزل تھی۔ اس وقت میں ساہیوال ہی کے ایک روزنامہ جمہورستان میں "نشانِ فطرت" کے عنوان سے ایک دینی کالم لکھتا تھا اور وادی صحافت میں آبلہ پائی کی مشق کر رہا تھا۔ اس مشق میں میرے ایک دوست سجاد میر جو آج کل کراچی کے سرکردہ صحافیوں میں شامل ہیں۔ میرے ساتھ تھے۔ ہم نے صحافت کے علاوہ ایک ادارہ تعمیر اہلسنت کے نام سے بھی قائم کر رکھا تھا۔ راقم اس کا صدر اور سجاد میر سیکرٹری تھے۔ ہم نے حاجی محمد اقبال کی تحریک پر اس بزرگ سے ملاقات کی۔ اردو کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی الفاظ و معنی اور تراکیب کی ہمیں بھی تلاش تھی۔ یہ بزرگ اس کا خزانہ نظر آئے۔ عام سادہ گفتگو ہماری محنت سے تیار کئے گئے مضامین سے زیادہ باوقار اور مدلل تھی۔ ہم نے حاجی محمد اقبال صاحب سے پوچھا کہ ان کا اسم گرامی کیا ہے تو وہ بتانے لگے ان کا نام ہے شاہ احمد نورانی۔

ان دنوں میں دارالعلوم عالیہ عربیہ ساہیوال میں اپنے استاد محترم حضرت علامہ ابو النصر منظور احمد شاہ کی خدمت میں شرح وقایہ وغیرہ کتب پڑھتا تھا۔ لیکن غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی صحافتی ٹھرک لگ چکا تھا۔ سجاد میر تو نورانی میاں سے مل کر فوراً چلے گئے لیکن اپنا عالم یہ تھا کہ۔

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اس سے پہلے حضرت مولانا منظور احمد شاہ صاحب نورانی میاں کا تعارف ہم سے کروا چکے تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب کے تذکرے سے کبھی کبھی دل و دماغ کو روشنی ملتی تھی اور ان کے بیٹے نورانی میاں کا ذکر خیر بھی مبلغ اعظم کے ضمن میں استاد محترم کی محفلوں میں ہوتا تھا لیکن نادیدہ محبوب کی دید کا اہتمام حاجی صاحب نے کر دیا تھا۔ یہ امام نورانی سے میری پہلی ملاقات تھی۔ وہ دن اور آج کا دن نورانی صحبتیں اور نورانی شامیں اپنی زندگی کا حاصل ہیں۔

پہلی ملاقات میں، میں نے اپنا صحافتی تعارف کروایا اور جمہورستان کے لئے ایک عدد انٹرویو بھی کر لیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے لکھنے کا شوق تو قدرتی طور پر ودیعت ہوا مگر بدخطی بھی اپنی قسمت کا وبال ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا حسین انٹرویو اپنی بدخطی کی وجہ سے روزنامہ جمہورستان کے ایڈیٹر جناب غلام محمد کھرل مرحوم کو بڑی محنت سے مرتب کرنا پڑا لیکن چھپا ضرور اور حسرت اشاعت کو تسکین ملی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا خاص پہلو اس روز سے میرے ذہن میں مرتسم ہوا کہ انہیں فرید الحق والدین حضرت سیدنا بابا فرید الدین گنج شکر مسعود رضی اللہ عنہ سے خصوصی عقیدت ہے۔ اس وقت بھی وہ کراچی سے صرف پاک پتن شریف فرید پاک کی بارگاہ میں حاضری دینے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ پاکپتن جانے کے لئے کرائے پر گاڑی کا انتظام کیا جائے۔ اس وقت گاڑیاں کرائے پر خال خال ہی چلتی تھیں۔ ایک جیپ مل سکی جس نے پاک پتن شریف کا یک طرفہ کرایہ بیس روپے وصول کیا۔ سستے زمانے میں بیس روپیہ بھی بہت تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے حاجی محمد اقبال صاحب کی تمام تر کوشش کے باوجود بیس روپے اپنی جیب سے ادا کئے۔ یہ تاثر بھی آج تک نہیں بھولا کہ کسی پیر یا بزرگوں میں سے میرے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ مہمان نے کرایہ جیب سے ادا کیا۔ عموماً پیر اور مولوی دیکھا جاتا ہے کہ اس طرح کی حرکات ان سے سرزد نہیں ہوتیں میں نے جو انٹرویو کیا تھا اس کا کوئی ریکارڈ تو اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ لیکن اس کی نورانی کرنیں آج بھی تازہ ہیں۔ امام نورانی نے اس وقت بھی عیسائی مشنریوں کی عالمی سرگرمیوں کا تجزیہ کیا اور

بتایا کہ پوری دنیا کے مسلم حکمران عالمی سطح پر اسلامی تبلیغ کے لئے کوئی منظم پروگرام نہیں رکھتے۔ حکمرانوں کی جانب سے اسلام کے نام پر جتنے پروگرام ہوتے ہیں ان میں ان کی اپنی سیاسی اور ذاتی اغراض شامل ہوتی ہیں۔ مولانا نورانی نے اس وقت بھی مسلمانوں کی تعلیم، معاشی استحکام اور سیاست میں اہم کردار کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ لیکن اس وقت پاکستان میں جمہوریت ڈانواں ڈول تھی۔ وزیر اعظم آنا جانا روز کا تماشہ تھا۔ میں نے پاکستان کی سیاست پر بھی ایک سوال کیا لیکن امام نورانی نے اس سوال کا یہ کہہ کر جواب دینے سے انکار کر دیا کہ میں پاکستان کی عملی سیاست میں سرگرم نہیں۔ اس وقت جمعیت علماء پاکستان کے دو پرچے ہفتہ روزہ الجمعیت اور مخدوم سید غلام الدین نعیمی کا ہفتہ روزہ سواد اعظم نکلتے تھے۔ الجمعیت کے ایڈیٹر سید خلیل احمد قادری تھے۔ اسے جمعیت کا ترجمان سمجھا جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ساہیوال صدر بازار میں ایک لوہے کی دوکان تھی۔ حافظ رانا عبدالواحد مرحوم اس کے مالک تھے۔ ان کے چھوٹے بیٹے حافظ رانا محمد نعیم میرے دوست تھے۔ ان کے بڑے بیٹے حافظ محمد سلمان کے پاس الجمعیت کی ایجنسی تھی۔ دو آنے کا یہ اخبار بکتا تھا۔ ۳۰ پرچے ان کے پاس آتے تھے اور مختلف دکانوں پر جا کر بیچ کر پیسے حافظ محمد سلمان کو دے کر میں نفع صرف اتنا کماتا تھا کہ پرچہ اول سے آخر تک پڑھ لیتا تھا۔ اس حوالے سے میں نے امام نورانی سے ایک معصوم سا سوال کیا کہ آپ کا نام الجمعیت اور سواد اعظم میں بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے کیا وجہ ہے؟

صحیح الفاظ تو مجھے یاد نہیں لیکن مفہوم کچھ یہی تھا کہ امام نے فرمایا کہ یہ دونوں پرچے ہماری سیاسی تنظیم کے ترجمان ہیں۔ مگر میں اس وقت پاکستان کی اندرونی سیاست میں سرگرم نہیں ہوں۔ میں زیادہ تر ملک سے باہر تبلیغی سرگرمیوں میں رہتا ہوں۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا نورانی ۱۹۵۷ء میں جے یو پی مغربی کے نائب صدر منتخب ہو گئے تھے۔ مگر ان کا یہ فرمان کہ میں متعلق نہیں ہوں میرے ذہن میں اس کا جواب یہی ہے کہ اس وقت یہ جماعت کوئی سیاسی لائحہ عمل نہیں رکھتی تھی۔ سوائے اس کے کہ چند قراردادیں منظور کر لیں۔ امام نورانی کے اندر ایک ولولہ اور جذبہ تھا۔ اس لئے انہوں نے بیرون ملک اسی کام کو بڑھایا پھیلایا۔ اس ملاقات میں امام نورانی نے بیرون ملک تعلیمی اداروں اور انداز تبلیغی پر بھرپور

روشنی ڈالی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ امام نے مبلغ اعظم حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی مختلف ممالک میں سکولوں اور کالجوں کی تفصیل بتائی اور یورپی ممالک میں اسلام کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات کا ذکر کیا۔ میری بساط کے مطابق سادہ اور سلیس جواب بھی سمجھا جائے۔ اس وقت ان کی تفصیل میرے ذہن میں نہیں ہے۔ اس طرح قائد اہلسنت سے پہلا تاثر یہی ملا کہ ان کے سینے میں اسلام کو غالب کر دینے کا بے پناہ درد ہے جسے وہ گھر گھر بانٹتے پھرتے ہیں۔ آج بھی ان کی اسلام اور اس کے معاشی و اقتصادی نظام اور سیاسی پروگرام کو غالب کرنے کی اگر کسی شخص میں مخلصانہ طلب ہے تو میری سوچ کے مطابق امام نورانی سے بڑا آدمی اس وقت کہیں نظر نہیں آتا۔

امام شاہ احمد نورانی سے پہلی ملاقات کے بعد بہت دیر ہو گئی مگر ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ ۱۹۶۹ء میں، میں بورے والا کی جامع مسجد داؤد آباد میں خطیب تھا۔ اس زمانے میں ہمارے مسلک کے بزرگ عالم دین مولانا مفتی ظفر علی نعمانی سانگلہ ہل میں قالین بافی کا کارخانہ چلا رہے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی سے ان کے تعلقات بہت زیادہ تھے۔ انہوں نے اپنے کارخانے کی کوئی تقریب منعقد کی۔ اس میں دوسرے علماء کے علاوہ قائد اہلسنت بھی تشریف لائے۔ اس پروگرام میں بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے عالمی تبلیغی سرگرمیوں کی سرگزشت بیان فرمائی اور ساتھ ہی قادیانیوں کی سازشوں کا ذکر بھی کیا لیکن اس اجتماع میں وہ عوام سے خطاب کر رہے تھے۔ ان کا انداز خطیبانہ اور جوش و خروش سے بھرپور تھا۔ امام نورانی نے اس ملاقات میں بھی میرے دبے ہوئے اس چشمے عشق کو دوبارہ کھول دیا۔

یہاں ملاقات بہت مختصر سی رہی۔ پرانا تعارف یاد کرایا لیکن کچھ زیادہ تبادلہ خیال نہ ہو سکا۔ اس ملاقات کے بعد میں واپس بورے والا آ گیا۔ لیکن مولانا کی سیاسی صلاحیتوں سے دونوں ملاقاتوں میں کوئی زیادہ تاثر نہ مل سکا۔ ۱۹۶۹ء میں ایوب خان کے خلاف تحریک زوروں پر تھی۔ گول میز کانفرنس کا غلغلہ تھا۔ بھٹو ابھر رہا تھا۔ ایئر مارشل اصغر خان زوروں پر تھے۔ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات کا بہت چرچا تھا۔ الطاف گوہر مرکزی سیکرٹری تھے۔ سیاسی حلقوں میں انہیں مجیب کے چھ نکات کا مصنف بتایا جاتا تھا۔ نوابزادہ نصر اللہ خان کا جوش خطابت اپنے عروج پر تھا۔ لیکن اس میں اہلسنت کی کوئی نمائندگی نہ تھی۔ اس سے قبل ۱۹۶۸ء

میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں ایک بزرگ نے جمعیت علماء پاکستان کے دوسرے دھڑے کا اعلان فرمایا۔ اس دھڑے نے ایوب خان کی مخالفت کا اعلان کیا۔ اس کے انتخابی اجلاس میں مولانا شاہ احمد نورانی کی زیارت ہوئی تو ان کے متعلق یہ تاثر معلوم ہوا کہ وہ ایوب خان کے خلاف ہیں۔ جبکہ ہم لوگ اس وقت ایوب کی سیاسی حمایت کو بہتر سمجھتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب سے اصل ملاقات ۴ اپریل ۱۹۷۰ء کو حزب الاضاف لاہور میں ہوئی۔ اس وقت جے۔ یو۔ پی کئی دھڑوں میں تقسیم تھی۔ یحییٰ خان نے انتخابات کا اعلان کر دیا تھا۔ اہلسنت کے جلیل المرتبت بزرگ علمی قائد حضرت سید المحدثین مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت کے تمام دھڑوں کو ایک جگہ بٹھا دیا۔ اس اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کا نام پیش کیا۔ چنانچہ امام نورانی نے بھرپور پارلیمانی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ جے یو پی ایک متحدہ قوت بن کر ابھری۔ اول جے یو پی کا نیا نام مجلس عمل جے یو پی رکھا گیا جس کے کنوینر علامہ سید محمود احمد رضوی ہوئے۔ یہ نظم ۱۳ جون ۱۹۷۰ء تک چلتا رہا۔ اس اثناء میں ۴ اپریل کو ہی فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ دسمبر میں منعقد ہونے والے انتخابات میں جے یو پی حصہ لے گی۔ اس کے لئے منشور کمیٹی ترتیب دے دی گئی۔ اس کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔ کمیٹی میں سید محمود احمد رضوی، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا غلام مہر علی منڈی چشتیاں، مولانا محمد حسن حقانی، مولانا اکرام حسین مجددی تھے۔ منشور کمیٹی کا اجلاس مذکورہ اجلاس سے اگلے ہی دن ۱۵ اپریل کو شروع ہو گیا۔ میں اس کمیٹی کا رکن تو نہیں تھا لیکن بطور مبصر پورے منشور کی ترتیب کے دوران کل اجلاسوں میں شامل رہنے کا موقع ملا۔ جے یو پی کا منشور آج بھی تمام دینی جماعتوں میں انقلابی، قابل عمل اور عوام کے لئے کشش رکھتا ہے۔ یہ زیادہ تر امام نورانی کے باغ و بہار دماغ سے برآمد ہوا تھا۔ ان ملاقاتوں نے میرا دوسرا تاثر امام نورانی سے متعلق حتمی اور قطعی طور پر قائم کر دیا کہ آپ نا صرف عالمی مبلغ اسلام ہیں بلکہ دیدہ ور، دانشور عالمی سیاست پر گہری نظر رکھنے والے مفکر، حق گوئی کی دولت سے مالا مال خلوص اور وفا کے پیکر، باعمل اور نظام مصطفےٰ ﷺ کی فکر کے سچے نقیب ہیں۔ ابھی تک الحمدللہ میرا یہی تاثر ہے۔ انشاء اللہ اس محبت کو لے کر آغوش قبر میں لیٹنے کی آس ہے۔ (ہفت روزہ احوال و آثار، اپریل ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۵ تا ۱۸)

مولانا شاہ احمد نورانی اور صدر صدام حُسین

حق شناس کے قلم سے

صدر صدام حسین کے سیاسی اقدامات سے اکثر لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کی اسرائیل دشمنی کے جذبہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وہ اسرائیل کے ایک حقیقی دشمن رہنما ہیں جنہوں نے اسرائیل کی مخالفت میں صرف زبانی جمع خرچ نہیں کیا بلکہ اس کے لئے حقیقی خطرہ بنے۔

بچپن سے ہی ان کا دل اسرائیلی مظالم پر کڑھتا تھا۔ انہوں نے دل میں فیصلہ کیا تھا کہ اگر کبھی انہیں موقع ملا تو وہ فلسطینیوں کو اسرائیلی مظالم سے نجات دلائیں گے۔

ایران عراق کی جنگ کے بعد جیسے ہی انہیں فرصت ملی انہوں نے ۱۴ اگست ۱۹۹۰ء کو بغداد میں عالمی اسلامی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں ستر ممالک کے ۲۰۰ نمائندوں نے شرکت کی۔

یہ کانفرنس اسرائیل کے خلاف عملی اقدامات تجویز کرنے کے لئے بلائی گئی تھی۔ اس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے صدر صدام حسین نے شرکاء کانفرنس کو بتایا کہ ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ جون ۱۹۹۰ء کو امریکہ میں یہودیوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہ صرف تقریریں ہوئیں بلکہ کانفرنس کے اختتام پر ایک انتہائی خطرناک اعلامیہ بھی جاری ہوا۔ اس اعلامیہ کی فوٹو کاپیاں صدر صدام کے حکم پر شرکاء اسلامی کانفرنس میں تقسیم کی گئیں۔ اس اعلامیہ میں لکھا تھا:

''صدام حسین اسرائیل کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے اور دنیا میں سب سے زبردست ٹکراؤ جو تیسری عالمی جنگ کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ مشرق وسطیٰ میں عرب اور اسرائیل کے درمیان ہوگا۔''

صدر صدام نے اس موقع پر ایک اور دستاویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ امریکی سفارت خانہ کی قدس میں منتقلی کے لئے کوشاں ہیں اور ان کے نزدیک قدس شریف ہی اسرائیل کا ابدی دارالحکومت ہے۔ صدر صدام نے پرعزم انداز میں کہا کہ ہم صیہونی طاقتوں کو یہ بات ببانگ دہل بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے قدس کسی صورت میں اسرائیل کا ابدی دارالحکومت نہ بن سکے گا۔

اسلامی کانفرنس نے صدر صدام کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا اور شرکائے کانفرنس نے عہد کیا کہ پوری امت مسلمہ بیت المقدس کو صیہونی مجرموں کے ناپاک پنجوں سے آزادی دلانے کے لئے قدم بہ قدم جہاد میں عراق کا ساتھ دے گی۔

قارئین کرام! یہودیوں اور مرزائیوں کا گٹھ جوڑ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ دونوں فرقوں کا طرز عمل اور طریقہ واردات یکساں ہے۔ ان دونوں کے پوشیدہ منصوبوں اور خفیہ سرگرمیوں میں اس حد تک مماثلت ہے کہ یہ دونوں جڑواں بھائی لگتے ہیں۔ جبکہ اس امر کے بھی شواہد موجود ہیں کہ زیر زمین سرگرمیوں میں نہ صرف ان کا آپس میں رابطہ ہے بلکہ یہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں۔

پاکستان میں مرزائیوں نے یہاں کی اقتصادیات، پریس اور بیوروکریسی پر قبضہ کرنے کے لئے وہی طریقے اختیار کئے جو یہودیوں نے امریکہ میں اپنائے تھے جن کے بل بوتے پر وہ امریکہ کی تجارت، صنعت، سیاست اور پریس پر قابض ہو گئے۔ امریکہ میں یہودی اس قدر بااثر ہیں کہ تمام بینکوں اور انشورنس کمپنیوں پر ان کا قبضہ ہے۔ بڑے بڑے اخبارات ان کے قبضے میں ہیں۔ اسلحہ کی صنعت پر ان کی اجارہ داری ہے۔ تجارتی مراکز اور تمام سرمایہ کاری کے ذرائع ان کی تحویل میں ہیں۔ امریکی سینٹ کے اراکین حتیٰ کہ صدر امریکہ بھی ان کی حمایت کے بغیر منتخب نہیں ہو سکتے۔

پاکستان میں مرزائیوں نے یہودیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پہلے بیوروکریسی

میں اپنا اثر و رسوخ بڑھایا۔ سر ظفر اللہ خان۔ ایم۔ ایم۔ احمد اور ایم۔ اے۔ فاروقی بیوروکریسی میں قادیانیوں کے اہم نمائندے تھے جنہوں نے خاموشی سے قادیانیوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ پریس میں بھی پہنچ چکے تھے۔ نصیر اے شیخ، فاروق اے شیخ اور شاہنواز لمیٹڈ تجارت میں اپنی اجارہ داریاں قائم کر رہے تھے۔ فوج میں بھی قادیانیوں نے جگہ بنانا شروع کر دی تھی۔

قریب تھا کہ یہ فتنہ بڑھ کر پاکستانی مسلمانوں کے لئے ایک عذاب عظیم بنتا اور یہودیوں کی طرح پاکستان میں ایسا مضبوط سیاسی، سماجی اور اقتصادی ہولڈ قائم کر لیتا کہ اس کو توڑنا مشکل ہوتا کہ اللہ نے مولانا شاہ احمد نورانی کی شکل میں ایک ایسا بے باک رہنما پاکستانیوں کو دے دیا جس نے مرزائیت کے قلعہ میں شگاف ڈال دیا۔ ان کی محفوظ دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ مولانا نورانی کی کوششوں سے 73ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ ان کی ترقی رک گئی۔ مسلمانوں کا لباس پہن کر وہ جو کھیل کھیل رہے تھے وہ ختم ہو گیا۔ ان کے منصوبے ادھورے رہ گئے اور وہ اپنے خول میں سمٹنے پر مجبور ہو گئے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جانا ایک اقدام تھا جس نے بین الاقوامی یہودیت کو بھی ضعف پہنچایا۔ کیونکہ مسلمانوں کے خلاف یہودی اور عیسائی بڑی کامیابی سے قادیانیوں کو استعمال کر رہے تھے۔ مرزائیت صیہونیت کی ایک ذیلی تنظیم تھی۔ مولانا نورانی اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے اور اس کا برملا اظہار انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں بھی کیا تھا جو انہوں نے کراچی سے نکلنے والے ایک ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کو ۱۹۷۲ء میں دیا تھا۔

تبلیغ اسلام اور صیہونیت اور مرزائیت کی بیخ کنی مولانا نورانی کی زندگی کا مشن ہے۔ اس مشن کی تکمیل میں اس رجل عظیم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف کیا ہے۔ مرزائیت کے خلاف تو انہیں بہت حد تک کامیابی ہو گئی ہے لیکن صیہونیت کے خلاف ان کا مشن ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ اسی مشن کی تکمیل میں وہ صدر صدام کے قریب ہوئے۔ اس کے علاوہ صدر صدام حسین سے ان کا اور کوئی [illegible] تھا۔

مذکورہ بالا عالمی اسلامی کانفرنس میں جب صدر صدام حسین نے اعلان کیا کہ "ہم صیہونی طاقتوں کو یہ بات بیانگ دہل بتلا دینا چاہتے ہیں کہ فلسطین غاصبوں کے پنجے میں ہے اور قدس قید میں ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے اس بات کا عزم صمیم کئے ہوئے ہیں کہ انشاء اللہ فلسطین میں غصب شدہ حقوق واپس کرائیں گے اور قدس آزاد ہوگا۔ یہ ہمارا مقدس فریضہ ہے اور یہ ہمارے لئے عزت و شرف کا باعث اور اللہ کے نزدیک اعلیٰ درجات اور ثواب کا باعث ہوگا۔" تو مولانا نورانی نے اس اعلان پر لبیک کہتے ہوئے صدر صدام حسین کی حمایت کا اعلان کیا۔ اس حمایت کے پیچھے مولانا نورانی کا صیہونیت کے خلاف جذبہ جہاد کارفرما تھا جو ان کی زندگی کا مشن ہے۔

مولانا نورانی کے اس جذبے کو اگر ان کے سیاسی مخالفین اور کچھ صحافی حضرات کوئی اور رنگ دیں تو یہ ان کا خبث باطن ہے اور ان کے اسلامی جذبے سے عاری ہونے کا ثبوت ہے۔

جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے قادیانی مخالف ہیں یا عیسائی اور یہودی ہیں جو مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے ہمیشہ خائف رہے ہیں۔ جذبہ جہاد کی مخالفت قادیانیوں نے انگریزوں کے اشارے پر شروع کی تھی جو مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو اپنی حکومت کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ ایک انگریز مورخ گبن لکھتا ہے کہ مسلمانوں کا جذبہ جہاد اور شہادت شوق ایسی اسپرٹ ہے جس کا کوئی توڑ غیر مسلموں کے پاس نہیں ہے۔ غازی یا شہید کی صورت میں محمد ﷺ نے مسلمانوں کو دو آتشہ (نعوذ باللہ) شراب پلائی ہے جس کا کوئی اتار نہیں۔

اب جو لوگ مولانا شاہ احمد نورانی کی جہاد کانفرنسوں کی مخالفت کر رہے ہیں وہ سوچ لیں کہ وہ کن کے ارادوں کو پورا کر رہے ہیں اور کن کے مشن کی تکمیل کر رہے ہیں۔

(ہفت روزہ احوال، ۸ فروری ۱۹۹۱ء، صفحہ ۲۶ تا ۲۷)

علامہ شاہ احمد نورانی کے غیر سیاسی شب و روز

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت العلماء پاکستان کے صدر، ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین اور ملی یکجہتی کونسل کے صدر نشین ہیں۔ ان کی زندگی کا زیادہ حصہ سیاسی خارزاروں میں سفر کرتے گزرا ہے۔ وہ پاکستان کی مختلف سیاسی تحریکوں میں ایک مقتدر راہنما کی حیثیت سے نمایاں رہے ہیں۔ قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہتے رہے۔ مجلس اسمبلیوں اور سینٹ میں ان کے سیاسی کردار کو بڑی پذیرائی ملی۔ وہ اقتداری قوتوں کو للکارتے بھی رہے اور ان قوتوں کے مظالم کے سامنے سینہ سپر بھی رہے۔ انہیں اپنے سیاسی حریفوں اور حلیفوں سے واسطہ بھی رہا مگر ان کے قدم استقلال کو کبھی لغزش نہیں آئی۔

سیاسی زندگی کے برعکس مولانا شاہ احمد نورانی کی ایک غیر سیاسی زندگی ہے جس پر ہم جیسے غیر سیاسی لوگ بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ مولانا ۱۹۲۸ء میں میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی اپنے وقت کے بڑے بلند پایہ عالم دین تھے۔ وہ فاضل بریلوی کے فاضل تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا عبدالعلیم مرحوم کو اردو، انگریزی، فارسی اور عربی زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی نے آپ کو ہندوستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلامی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے منتخب کیا۔ چنانچہ آپ نے ساری زندگی یورپ، امریکہ، افریقی ممالک اور انڈونیشیا، فلپائن اور مشرق بعید کے کئی ممالک میں تبلیغ کی۔ انہوں نے امریکہ میں کئی اسلامی سنٹر قائم کئے۔ افریقی ممالک میں اسلام کی حقانیت کو پھیلایا، جنوبی افریقہ میں اسلامی مراکز قائم کئے، امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، فلپائن اور تھائی لینڈ میں اسلامی تبلیغ کے لئے کئی سفر کئے۔ آپ نے دنیا کے ان خطوں کی زبانوں پر بھی عبور حاصل کیا اور وہاں کے پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی اپنے والد مکرم کے ساتھ دنیا بھر کے مختلف ممالک میں جاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مولانا نورانی کو عربی، انگریزی، ڈچ، جرمنی، فرانسیسی اور افریقہ کی علاقائی زبانوں پر بڑا عبور حاصل ہے۔

وہ عراق، لیبیا، برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، امریکہ، جنوبی افریقہ اور ملپائی زبانوں میں یکساں طور پر بڑی روانی سے خطاب کرتے ہیں۔ وہ امریکہ کی یونیورسٹیوں میں انگریزی میں لیکچرز دیتے ہیں۔ وہ عراق اور لیبیا کے اعلیٰ اجلاس میں عربی زبان میں خطاب کرتے ہیں۔ وہ ہالینڈ میں اور فرانس کے علمی مراکز میں کھل کر بات کرتے ہیں۔ آج پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا لیڈر ہو جو ترجمان کے بغیر ان ممالک میں براہ راست لوگوں کو مخاطب کرسکتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے میرٹھ کے عظیم الشان دینی درسگاہ سے مختلف علوم کی تربیت حاصل کی۔ تفاسیر واحادیث میں سند فضیلت لے کر پاکستان آئے۔ آپ نے پاکستان میں علماء دین اور مشائخ وقت کے ساتھ علمی اور روحانی رابطے پیدا کئے اور اپنے والد کے زیر تربیت رہ کر جن علمی مقامات اور روحانی احوال کا مطالعہ کیا تھا، اس میں اہل علم وفضل اور مشائخ کرام کی مجالس میں پہنچ کر اضافہ کیا۔ آپ کی ابتدائی زندگی ایک ابھرتے ہوئے عالم دین اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے سامنے آئی۔ آپ کے والد عمر کے آخری حصے میں اپنے ذاتی مکان مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی بھی اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ایک عرصہ تک مدینہ پاک میں رہے۔ آپ کی شادی قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کے بیٹے فضیلت الشیخ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی مدظلہ کی بیٹی (جو مدینہ یونیورسٹی کی فاضلہ اور جدہ یونیورسٹی کی ڈاکٹر ہیں) سے ہوئی۔ آپ کے والد مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی مدینہ منورہ میں ہی واصل بحق ہوئے اور "جنت البقیع" میں راحت وسکون پایا۔

مولانا شاہ احمد نورانی مدینہ منورہ سے پاکستان آئے تو کراچی صدر میں ایک کرائے کا فلیٹ لیا۔ الحمدللہ پاکستان نے ہزاروں رنگ بدلے مگر شاہ احمد نورانی چالیس سال سے اسی فلیٹ میں کرایہ دار کی حیثیت سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ آج بھی رہ رہے ہیں۔ صبر و

قناعت کی یہ مثال شاید ہی پاکستان کے کسی دینی یا سیاسی راہنما میں ملے۔

سابقہ تیس سال سے آپ کا معمول رہا ہے کہ صدر میں ایک مسجد میں ہر سال تراویح میں پورا قرآن سناتے ہیں۔ شبینہ کی طاق راتوں میں اضافی قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ نے اپنے معمول میں کبھی نہ ناغہ کیا ہے نہ کوتاہی کی ہے۔ آپ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ سرکار مدینہ کی زبان عربی میں بات کرتے ہیں مگر پاکستانی ملاقاتیوں کے ساتھ دہلوی اردو میں گفتگو کرتے ہیں۔ سیاست میں آنے سے پہلے آپ مختلف وظائف کی ادائیگی میں ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ دعائے "حزب البحر" اور "قصیدہ بردہ" سیاسی مصروفیات کے باوجود آج بھی آپ کے معمولات میں شامل ہے۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی صدر جمعیت علماء پاکستان کی رحلت کے بعد آپ کو جمعیت کا صدر چنا گیا۔ اس وقت سے جمعیت علماء پاکستان سنیوں کی ایک دینی اور تبلیغی جماعت تھی نہ الیکشن میں حصہ لیتی نہ انتخابی مہموں میں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے علماء اہل سنت کا ایک قافلہ تیار کیا اور کراچی سے چترال تک اور کھوکھراپار سے خیبر تک علماء و مشائخ میں دینی بیداری اور اعتقادی یکجہتی کے لئے کام کیا اور شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ پہنچ کر علماء کرام کو حجروں، مدرسوں، خانقاہوں اور مسجدوں کو دینی اور روحانی مراکز بنانے کے لئے تیار کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا نورانی کی اس مہم میں ملک بھر کے سنی علماء و مشائخ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور جو علماء صرف نماز، نکاح، جنازہ اور ختم درود تک محدود تھے، وہ علمی جرأت لے کر متحد ہو گئے۔ جو صاحبزادگان اور سجادہ نشین تعویذات، نذرانے اور روحانی مجالس تک محدود تھے، وہ تبلیغ دین پر آمادہ ہو گئے۔

مولانا نورانی ایک شب بیدار عالم دین ہیں۔ وہ سیاست کے طویل سفر میں رات کے آخری لمحوں تک ملک کے مختلف علاقوں میں سیاسی اور دینی جلسوں میں خطاب کرتے ہیں مگر مجال ہے کہ وہ نماز تہجد تک قضا کریں۔ ان کے معمولات روحانیہ میں "دعائے حزب البحر" اور "قصیدہ بردہ" آج بھی اسی طرح تازہ ہے جس طرح آج سے چالیس سال پہلے اپنے والد کے زیر سایہ زندہ تھا۔ وہ زمین کے فرش پر سونے، مساکین کے ساتھ بیٹھنے اور غرباء کی محفل میں وقت گزارنے سے نہیں اکتاتے۔

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانہ اقتدار میں میر علی احمد خان تالپور مرحوم وزیر دفاع تھے۔ وہ میر بھی تھے، امیر بھی تھے اور وزیر بھی تھے، مگر ایک دانشور ہونے کی وجہ سے شاہ احمد نورانی کے علم و فضل کی قدر کرتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ جنرل ضیاء الحق کی مخالفت کی وجہ سے شاہ احمد نورانی سے کبیدہ خاطر تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے مجھے ایک دن اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ جنرل ضیاء الحق نے اکثر مولویوں کو دانہ دنکا ڈال کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے مگر یہ مولوی نورانی قابو میں نہیں آیا۔ جنرل ضیاء الحق نے مولانا کو رام کرنے کے لئے مجھے اشارہ کیا مگر مولانا نورانی نہ میرے قابو آئے نہ ضیاء کی انٹیلی جنس انہیں رام کر سکی۔ آخر کار جنرل ضیاء نے فیصلہ کیا کہ ایئر مارشل اصغر خان کی طرح مولانا نورانی کو ان کے گھر میں نظر بند کر دیا جائے۔ میں نے جنرل ضیاء الحق کو بتایا اس مولوی کو چھوڑ دیں یہ عام لوگوں میں قرآن پڑھتا ہے تو لوگوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ جب "قصیدہ بردہ" پڑھتا ہے تو میں دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہوں مگر سنا ہے کہ وہ رات کو "حزب البحر" پڑھتا ہے۔ اس وظیفے کی مار سات سمندروں کی تہوں میں بھی اپنے مخالف کو نشانہ بناتی ہے۔ جنرل مرحوم نے مولانا کی نظر بندی کا خیال چھوڑ دیا۔

مولانا کا لباس اسلامی لباس کا نمونہ ہے۔ فقیرانہ لباس ہے، سر پر خس کی بنی ٹوپی پر گہرا عنابی عمامہ، گلے میں رنگین پٹکا اور ہاتھ میں عصائے عالمانہ۔ وہ جب نورانی لباس میں نورانی آن بان سے نکلتے ہیں تو ایک درویش مسلمان کی شبیہ سامنے آ جاتی ہے۔ انہوں نے کبھی دولت کے حصول کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں مارے۔ وہ زر اندوزی کے دور میں بھی فقیری کی مثال رہے۔ وہ اسمبلیوں میں رہ کر بھی تہی دست ہیں۔ سیاسی لیڈروں کی دولت مندی کو تو چھوڑیئے، آج اس کے بینک میں زکواتی مولویوں اور سرکاری سجادہ نشینوں سے بھی کم بینک بیلنس نکلے گا۔ آج جو علماء اپنے آقایان ولی نعمت کو خوش کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کی تجوریاں دیکھ کر سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔

سیاسی ہماہمی کے باوجود مولانا نورانی ملک اور بیرون ملک کی دینی درسگاہوں

کی سرپرستی سے غافل نہیں رہتے اور ان کی ترقی اور استحکام پر نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ ملت اسلامیہ کے ان فرزندان دین کی بے پناہ قدر کرتے ہیں جو مساجد اور مدارس میں دین کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ وہ دینی مدارس کی تقسیم اسناد کی تقاریب پر پہنچ کر اساتذہ اور طلباء کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ وہ ایسے غریب اساتذہ اور طلباء کی مالی مدد کرتے اور کراتے ہیں جو دین کی خدمت کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔ میں ایسے درجنوں علماء کرام کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جو مولانا نورانی کی توجہ سے مدرسے چلا رہے ہیں۔ مجھے ایسے مفلوک الحال علماء کا علم ہے جو مولانا نورانی کی مالی خدمت کے مرہون منت ہیں۔

سیاست میں مخالفین حملے کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔ پھر آج تو تشدد کا اتنا زبردست زمانہ ہے کہ اندھیرے قتل ہماری زندگی کا لازمہ بن چکے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی پر ایسے کئی حملے بھی ہوئے قتل کے منصوبے بھی بنے اور قاتلانہ گولیاں بھی سرسرائیں۔ مگر مجال ہے کہ اس شخص نے کبھی مقدمہ، کبھی استغاثہ، کبھی فریاد اور شکایت کی ہو، سارے معاملات اللہ کے سپرد ہوتے ہیں اور اللہ حفاظت بھی کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف انہیں اللہ اپنی پناہ میں رکھتا ہے بلکہ ایسے حملہ آوروں کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی اسلامی تبلیغ و تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے مریدوں کی روحانی تربیت سے غافل نہیں ہیں۔ آج بلا مبالغہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر پچیس ہزار سے زائد لوگ آپ سے بیعت ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ اور نورانیہ میں بیعت کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کی اصلاح احوال پر مسلسل نظر رکھتے ہیں۔ انہیں سیاسیات کی مصروفیت سے جب بھی وقت ملتا ہے، وہ اپنے مریدوں کو خصوصی توجہ دیتے ہیں اور انہیں اپنی محافل میں قلب و ذکر کی تربیت کرتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان کے بہت سے مریدوں کو جانتا ہوں جن کے اندر بڑی اصلاحی تبدیلیاں آئیں اور وہ تزکیہ نفس سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

(ماہنامہ جہانِ رضا، جنوری ۲۰۰۳ء، صفحہ ۲۲ تا ۲۵)

امام شاہ احمد نورانی

ایک محب وطن لیڈر

علامہ علامہ شبیر احمد ہاشمی

کراچی اور حیدر آباد میں اس وقت اپریشن کلین اپ کی ہما ہمی ہے وہ کراچی جو ایک وقت شہر غزالاں تھا، اس کی روشنیاں اسے عروس البلاد کا لقب دیتی تھیں۔ اس کی کشادہ سڑکیں ٹریفک کی گڑگڑاہٹ کیماڑی، ناور ناور کی صداؤں میں سفر کرتیں۔ بسیں اور ویگنیں موٹر سائیکلوں کاروں جیپوں کی گونج گرج اسلامی اور جمہوری حقوق کے حصول کے لئے اہل کراچی کی بیدار مغزی سے کون واقف نہیں ہے۔ کراچی اور حیدر آباد نے ایوب آمریت سے پنجہ آزمائی کی یہاں کے عوام نے بھٹو سے لڑائی لڑی۔ کراچی کے عوام نے دینی لگن، شرافت کی پھبن سے کراچی بلدیہ کی تاجداری جماعت اسلامی کے سپرد کی اور مسلسل آٹھ سال تک جماعت اسلامی کو آنا والا غیری کی طرح حکومت کا حق دیا۔ عبدالستار افغانی "بابائے کراچی" بن کر رہے۔ جماعت اسلامی کے ایک سابق رہنما چوہدری غلام محمد جو بیچارے فوت ہو گئے کو یہاں بالادستی کی طرف رواں کیا۔ ان کے مرنے کے بعد سید منور حسین، پروفیسر غفور احمد، محمد اعظم فاروقی، مودودی فکر کے علمبردار بن کر کراچی کے افق پر ابھرے رہے۔ اسی دور میں جمعیت علماء پاکستان بھی قومی سیاست میں ابھری اور ۱۹۷۰ء کے انتخاب سے جماعت اسلامی کی نمبرداری میں حصہ دار بن گئی۔ بلدیہ میں جماعت اسلامی کے افغانی حزب اقتدار اور محمد صدیق راٹھور (جے یو پی) حزب اختلاف کی قیادت پر فائز ہوئے گویا کراچی کے عوام نے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں بشمول مسلم لیگ، پیپلز پارٹی کو مسترد کر کے شریف لوگوں اور مذہبی قائدین کو اقتدار اور اختلاف کی قیادت فراہم کر کے

ثابت کر دیا کہ کراچی کا ذہن نہ لادین ہے نہ دہشت گرد بلکہ پرامن دین اور مذہب کی شرافت سے آراستہ ہے۔ اب کیا ہوا منصورہ والوں کو دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جماعت اسلامی اسلام کے علاوہ سب سے مخلص ہوتی ہے کہ کراچی کی بلدیاتی تاجداری میں اس نے کھلے کئے "صالح انداز میں لوٹا" کراچی کو منصورہ کی جائیداد سمجھا اور اہل کراچی میں مایوسی پیدا کی۔ اس مایوسی کی کوکھ سے الطاف حسین نے جنم لیا۔ جماعت اسلامی اقتدار کو اپنے نعرہ کے مطابق اگر خدا کی امانت سمجھ کر استعمال کرتی تو کبھی الطاف حسین پیدا نہ ہوتا۔ اب لوگوں کو اس صورت حال کا ذمہ دار قرار دینا قرین انصاف نہیں ہے کہ لوگوں نے تو کراچی میں جماعت اسلامی کو قیادت دے کر اپنے کئے پر کف افسوس ملے اور پھر مایوسیوں کا شکار ہوتے چلے گئے۔ ان کو مذہب سے متنفر کرنے کے لئے انڈیا کی ٹی وی نشریات جو کراچی اور حیدر آباد کو ٹی وی بھارتی اسٹیشنوں کے ذریعے ہماری اسلامی ثقافت کو برباد کیا۔ جماعت اسلامی کی غیر عادلانہ روش کا رد عمل ہوا لوگوں کا اسلام کی بالادستی سے متعلق خیال کمزور کر دیا گیا۔ اب کراچی کے وہ مسلمان جو ہمیشہ مسلم قومیت کا نعرہ لگاتے تھے وہ اردو قومیت میں تبدیل ہو گئے۔ حالانکہ یہ امر واقعہ نہیں کہ اردو بھی کوئی قومیت بن سکتی ہے۔ نہ پنجابی، سندھی، بلوچی، بروہی وغیرہ کو کوئی قومیت بنانا چاہئے بلکہ ہماری قومیت تو اسلام تھی اسی پر پاکستان بنا تھا مگر جماعت اسلامی کا عدل میر افغانی کا کروڑوں روپے کے بجٹ پر غاصبانہ قبضہ رنگ لایا۔ کوٹہ کا مسئلہ اٹھا۔ ملازمت کا مطالبہ پیدا ہوا۔ محرومی اور حقوق کی اصطلاحیں جنم لینے لگیں۔ الطاف کے پیچھے پر غیروں نے ہاتھ دھر دیا اور وہ لاوا بن کر پکنے لگا۔ حتیٰ کہ کراچی ٹارچر سیلوں، عقوبت خانوں، تیزاب کے کنوؤں کا مرکز بن گیا۔ ضیاء الحق نے اپنی شخصی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے اس فتنہ کی سرپرستی کی۔ اندھا دھند غیر ملکی روپیہ کراچی اور حیدر آباد کے بازاروں میں ناچنے لگا۔ "حقوق یا موت" مہاجر پاور سپر پاور کے نعرے کراچی سے نکلے حیدر آباد، سکھر، نواب شاہ، میر پور خاص کے شہری حلقوں کی دیواروں پر کندہ ہونے لگے۔ سندھ کی لسانی تنظیم جئے سندھ اور جی ایم سید کی نفرت خیز فضا نے اردو بولنے والے مسلمانوں کا داخلہ تعلیمی اداروں میں بند کر دیا اس جبر نے بھی الطاف کے نعروں کو تقویت دی۔ ایم بی بی ایس ڈاکٹر انجینئر جب ٹھیکیداروں کے نائب بننے لگے تو الطاف کا

شیطان اور بھر گیا۔ حکومتیں نظریہ ضرورت کا شکار ہیں۔ مسائل کی حقیقی تحقیق نہ کی گئی۔ بلکہ پانچویں قومیت کا نعرہ پیدا کرنے میں خود ضیاء الحق کی حکومت نے شیطانی کردار ادا کیا۔ ان عوامل سے کراچی کا مہکا ہوا پھول کملا گیا۔ روشنیوں کا عروس البلاد تخریب دھماکہ چھرا زنی قتل و غارت نفرت کا شکار ہو کر رہ گیا۔ ضیاء الحق نے الطاف حسین کو مضبوط اور ملک کی محبت وطن سیاسی جماعتوں کو کمزور کرنے کی پالیسی بنائی۔ ضیاء الحق نے عبدالغفار خان کو بھارت جانے کے لئے اپنا طیارہ فراہم کیا۔ اس کو محب وطن قرار دیا۔ جی ایم سید کے گاؤں سن جا کر اس کی تیمار داری کی۔ گویا جو کوئی جتنا پاکستان کا مخالف تھا ضیاء الحق کا اتنا ہی یار تھا۔ جنرل ضیاء الحق نے سب سے بڑا وار پیپلز پارٹی پر کیا۔ اس کے کارکنوں پر کوڑے برسانے کے لئے ڈھائی ہزار صدارتی آرڈر جاری کئے۔ مارشل لاء کے ضابطے بنائے اور پھر انہیں تحفظ دینے کے لئے آٹھواں آئینی ترمیمی بل منظور کروایا۔ کراچی میں ایم کیو ایم کا فتنہ ابھر رہا تھا۔ ادھر پیپلز پارٹی کے بعد جمعیت علماء پاکستان پر ضیاء الحق کا عتاب برسنے لگا۔ ۱۹۷۹ء کے مارچ میں رائے ونڈ میں منعقد ہونے والی فقید المثال میلاد مصطفےٰ کانفرنس جمعیت علماء پاکستان کے لئے مشکلات کا آغاز بن گئی۔ اس کانفرنس میں جناب ظہور الحسن بھوپالی مرحوم مغفور کا کردار بنیادی تھا۔ برادر عزیز حاجی محمد حنیف طیب اپنے ملائی انداز کی فتنہ سامانیوں سے لدے ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں وہ بھی بڑے نمایاں تھے۔ ضیاء الحق کی نگاہ انتخاب سب سے پہلے ہمارے انہیں دوستوں پر پڑی۔ کانفرنس کے بعد یہ حضرات جنہوں نے کانفرنس کی کامیابی کے لئے بنیادی کردار ادا کیا تھا وہ کراچی کی ایک بنیادی مسجد میں بیٹھ کر افسوسناک حادثوں کا شکار ہوئے۔ پھر جو افسوس ناک تاریخ رقم ہوتی ہے اس سے ہر پاکستانی واقف ہے۔ ۱۹۸۷ء کے بلدیاتی انتخابات اس میں جمہوریت کے خلاف ایک سازش تھے۔ ضیاء الحق مرحوم قوم کو قومی مسائل سے ہٹا کر گلی محلہ اور نالی کے مسائل تک محدود کر رہے تھے۔ افسوس کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارے یہ حضرات بھی اس سازش کا شکار ہو گئے۔ گویا محب وطن سیاسی قوتیں پیپلز پارٹی اور جمعیت علماء پاکستان پر عتاب برسنے لگا، پیپلز پارٹی کے دور اول میں غنڈہ گردی کی انتہاء کی گئی تھی دجھ پر مقدمات کی ایک لمبی لائن قائم ہوئی اور میں نے سنت یوسفی ادا کرنے میں خدا اور رسول ﷺ کے فضل سے امتحان میں پورا اترنے

کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود میں پیپلز پارٹی کو غنڈہ عناصر بدعنوانیوں، جاہلوں تیسرے درجہ کے لئے شعوروں کا ٹولہ تو کہہ سکتا ہوں مگر خدا لگتی بات یہ ہے کہ میں اسے غیر محب وطن نہیں کہہ سکتا۔ اگر اس لئے کہ ملک توڑنے کی ذمہ داری اگر اس پر ڈالی جاتی ہے تو اس الزام میں ضیاء الحق نے اس پر مقدمہ نہیں چلایا۔ عدالتی کوئی ثبوت نہیں اور پھر ضیاء الحق کے ظلم کے باوجود اب تک انہوں نے صوبائی بات نہیں کی۔ ہمیشہ وفاق کی بات کی ہے۔ ضیاء الحق کو اس سے ڈر تو یہ تھا کہ اگر یہ لوگ آ گئے تو ان کو پھانسی دیں گے۔ مولانا شاہ احمد نورانی ضیاء الحق کے دور میں عظیم المرتبت مارشل لاء دشمنی شخصیت بن کر ابھرے تھے انہوں نے ضیاء کی بے جا زیوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ نیز ضیاء الحق کی پشت پر سعودی عرب کی نجدی حکومت بھی مولانا نورانی کو کمزور کرنا چاہتی تھی۔ تمام عناصر محب وطن قوتوں کی کمزوری اور ایم کیو ایم کی تقویت کا باعث بن گئے۔ ۸۸ء کے انتخاب کے لئے ایم کیو ایم نے الطاف کی قیادت میں مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کی۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں بھرپور کوٹہ دینے کی کوشش کی۔ مگر مولانا نے اپنے اصولی موقف کی بنا پر اس میں حصہ دار بننے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جمعیت علماء پاکستان مشکلات کا شکار ہو گئی اور ایم کیو ایم کا عفریت ننگا ناچنے لگا۔ بے شمار پیسہ خرچ ہوا۔ جمعیت اور مولانا نورانی کے خلاف نوائے وقت سمیت پورے پریس نے کردار کشی کا اُودھم مچایا۔ یہ سب باتیں ایم کیو ایم کی تقویت کا باعث بنتی چلی گئیں۔ حتیٰ کہ ۱۹۹۰ء تک کراچی، حیدر آباد اور سندھ کے شہری علقوں میں الطاف کا فتنہ جوان ہو گیا تھا۔ اسی اثناء میں الطاف نے مزار قائد اعظم کے سامنے قومی پرچم جلایا اور اردو بولنے والے مسلمانوں کو مہاجر کا نام دیا اور ان سے گھر کا فریج، ٹی وی، واشنگ مشین بیچ کر اسلحہ خریدنے کی اپیل کی۔ اپنے خیال کے مطابق اس نے اردو بولنے والے مسلمانوں کے لئے ایک مخصوص "مہاجر لباس" تجویز کیا۔ مہاجر خیل، مہاجر نگر کی اصطلاحیں وضع کیں۔ الطاف حسین نے نعرہ دیا مہاجروں کا سپریمن الطاف حسین، الطاف حسین لوگوں کی دینی ذہنیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے روحانی شخصیت بن بیٹھا۔ اپنے آپ کو پیر جی کہلوانے لگا۔ عمرہ کے نام پر مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے سیاسی سفر کرنے لگا۔ اس نے نعرہ لگایا کہ مہاجروں کا کوئی نمائندہ پلاٹ پرمٹ اور پجارو کا شکار نہیں ہو گا۔

غریبوں کے اندر سے غریبوں کی قیادت ابھرے گی۔ مگر عملی طور پر کیا ہوا "پیر جی" بننے والا ذاتی طور پر بدکردار ثابت ہوا۔ اعلیٰ درجہ کا شرابی اور زانی ثابت ہوا۔ لوگوں کی جوان بیٹیوں کی عصمت دھجیوں کی طرح اڑانے لگا۔ پلاٹ اور پرمٹ کے خلاف بات کرنے والے تفصیلات اب اخبارات میں آ رہی ہیں۔ بلدیاتی اداروں کو کس طرح لوٹا گیا۔ الطاف حسین کے دروازے پر سات گاڑیاں کس طرح کھڑی رہتی تھیں۔ کون کون سے مہاجر قائدین ہر سال نئی گاڑی بدلتے تھے بلدیہ کا کروڑوں روپے کا بجٹ کس طرح ایم کیو ایم کی رگوں میں اتر جاتا تھا۔ غضب یہ ہے کہ ان تمام مظالم کی نشاندہی قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے بروقت کی۔

مولانا نورانی نے ۱۹۸۶ء میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات کی اور انہیں کہا کہ بھارت سے ملحقہ راجستھان بارڈر کو بند کریں۔ را کے ایجنٹوں کی وجہ سے ملک میں افراتفری ہے۔ مولانا نورانی نے ایک محب وطن کی پوری ذمہ داری ادا کی مگر کسی کی نہ سنی مولانا نورانی نے ایم کیو ایم کے ٹارچر سیلوں کا تذکرہ کیا۔ الطاف حسین کو لارنس آف عریبیہ قرار دیا۔ قاتل اور ڈاکو بتایا مگر حکمران اندھے ہو کر اس کا کلمہ پڑھتے رہے۔ الطاف مجیب الرحمٰن بنتا رہا اور نواز شریف، بے نظیر اس کی مکتی باہنی بن بیٹھے۔ جب پانی سر سے گزر گیا تو فوج نے وفاقی حکومت کی درخواست پر الطاف حسین پر گرفت کا پنجہ ڈالا۔ مولانا نورانی کے بقول سانپ کی دم پر پیر رکھا تو چھپے ہوئے حقائق جن کا تذکرہ مولانا نورانی ہمیشہ کرتے تھے وہ سامنے آ گئے۔ اب عورتوں نے اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں۔ عقوبت خانوں میں کٹے ہوئے ہاتھوں، چہروں سے ادھڑی ہوئی کھال ڈرل مشینوں سے معذور کیے گئے نوجوانوں کا غول نظر آیا۔ ان مظالم کو دیکھ کر کم حوصلہ عورتیں تو روتی ہی تھیں۔ کراچی کے صحافی اور فوجی جوان بھی دھاڑیں مار کر روتے تھے۔ عامر اور آفاق تو اب آئے ہیں کراچی والے الطاف کے جہنم کی آگ سے گزر چکے ہیں۔ ان حالات میں اب ایم کیو ایم نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں سے استعفوں کا کارڈ استعمال کیا ہے اس وقت میری رائے یہ ہے کہ اگر فوج نے آپریشن اسی طرح رکھا جس طرح اب سست رفتاری سے چل رہا ہے تو فوج پر واضح رہنا چاہیے کہ الطاف انسان نہیں عامر کے بقول خبیث روح ہے۔ وہ غیر ملکی ایجنٹ ہے وہ فوج

پر کاری ضرب لگانے سے گریز نہیں کرے گا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ نواز شریف بھی اس وقت فوج کی کردار کشی میں لگے ہوئے ہیں۔ گویا فوج کے خلاف امریکہ کی سرپرستی میں انڈیا، الطاف اور نواز شریف جمع ہو رہے ہیں۔ حکومت نے عجیب مکاری کی ہے کہ قومی اسمبلی کے استعفے منظور اور صوبائی کے نامنظور۔ صوبائی اسمبلی کا اجلاس اپوزیشن کی درخواست پر بلایا گیا۔ مگر وہاں ٹوسٹ ناچ ہوا۔ دو دن تک اودھم مچا اور پھر ملتوی ہو گیا۔ اس طرح سندھ اسمبلی کی موت کا کنارہ نظر آنے لگا ہے۔ سندھ اسمبلی کا خاتمہ آغاز باب ہو گا قومی اسمبلی کے وصال پر ملال کا۔ اس لئے میری رائے میں اگر فوج نے مارشل لاء کے ذریعے اسمبلی توڑی دستور کا خاتمہ کیا یا جمہوریت کے خلاف بھی ایکشن کیا تو پھر جمہوریت کی بحالی کا تصور نہ کیا جائے۔ پھر کیا ہو گا اس کی نشاندہی وقت خود کر دے گا۔ اس وقت علاج صرف یہ ہے کہ صدر مملکت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں فوری طور پر توڑ دیں۔ آرڈی نینس کے ذریعے متناسب نمائندگی کا قانون منظور کر لیں۔ قومی اسمبلی میں موجود تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل قومی حکومت بنا دیں۔ قومی حکومت میں صرف ان لوگوں کو شامل کیا جائے جو آئندہ انتخاب میں حصہ نہ لیں۔ تمام ارکان حکومت کے اثاثوں کا اعلان کیا جائے اور کم از کم ایک سال کے بعد متناسب نمائندگی کی بنیاد پر انتخابات کروا دیئے جائیں۔ قوم کے حقیقی نمائندوں کو اقتدار منتقل کر دیا جائے تو میرے خیال میں ملک سے مارشل لاء کے سائے ٹل سکتے ہیں ورنہ نہ صدر ہوں گے نہ جمہوریت نہ اسمبلی کا ووٹ۔ پھر جو کچھ ہو گا میری ناقص رائے میں ایک اندھیرا ہو گا جس کی تاریکی کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ میں اس وقت تک پر امید ہوں کہ محب وطن فوج مارشل لاء نہیں لگائے گی کیونکہ اسے بھی ملک کی نازک صورت حال کا پورا اندازہ ہے۔ ایک صورت حال یہ بھی ہے کہ سندھ اسمبلی کے جن ارکان نے استعفے دیئے ہیں ان کو فوری طور پر منظور کیا جائے۔ ان کی خالی نشستوں پر عدلیہ اور فوج کی نگرانی میں غیر جانبدارانہ انتخابات کروا دیئے جائیں۔ مگر مجھے موجودہ الیکشن کمیشن کی موجودگی میں انتخابات کے منصفانہ ہونے کی توقع نہیں ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ ان ضمنی انتخابات کو بھی جب تک فوجی تحفظ مکمل طور پر حاصل نہ ہو وہ منعقد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ابھی تک کراچی حیدر آباد میں میری ذاتی معلومات کے مطابق کم از کم ایک لاکھ کلاشنکوف کسی جواز کے بغیر لوگوں کے

پاس موجود ہیں۔ جام صادق اور مظفر حسین شاہ نے ایم کیو ایم کو ۱۰ ہزار بلینک اسلحہ لائسنس دیئے تھے۔ ان کا اسلحہ بھی ابھی واپس نہیں آیا اس لئے فوج کو چاہئے کہ اپنی ذمہ داری پوری کرے اور یہ اسلحہ واپس لے کر نئے ضمنی انتخابات میں محب وطن سیاسی قوتیں اسمبلی میں پہنچ جائیں گی۔ فوج کا دفاع مضبوط ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں میری ذاتی تجویز یہ بھی ہے کہ ۱۹۹۳ء میں صدر پاکستان غلام اسحٰق خان کا عرصہ صدارت ویسے بھی ختم ہو رہا ہے۔ اگر وہ مہربانی فرمائیں تو خود استعفیٰ دے دیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وسیم سجاد قائم مقام صدر بن جائیں گے اور وہ موجودہ صدر کی نسبت سے عمر میں بھی اتنے بوڑھے نہیں ہیں۔ ایک جسٹس کے بیٹے جسٹس ہیں۔ شاید خوف خدا کر کے وہ اسمبلی توڑ کر قومی حکومت بنائیں اور پھر نئے انتخابات کروا دیں۔ لیکن غلام اسحٰق خان سے یہ توقع نہیں ہے۔ اس وقت اگر قومی اسمبلی ٹوٹ جاتی ہے اور صوبائی اسمبلیاں بھی اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہیں تو نئے انتخابات کے لئے میرا تجزیہ یہ ہے کہ اولاً سندھ میں پیر صاحب پگاڑا کی مسلم لیگ، پاکستان پیپلز پارٹی، جمعیت علماء پاکستان اور جماعت اسلامی میں تقسیم ہوگی۔ پیپلز پارٹی اندرون سندھ میں آج بھی بڑی قوت ہے۔

فوج کو سندھ میں دفعہ ۲۴۵ کے اختیارات بھی فوری طور پر دیئے جائیں۔ تاکہ جلد از جلد یہ امور انجام پذیر ہوں۔ اس وقت فوج کا ایکشن ادھورا ہے۔ تخریب کار زیر زمین اسلحہ موجود ہے۔ اس کے باوجود جمعیت علماء پاکستان سندھ میں واحد سیاسی جماعت ہے جس نے رابطہ عوام مہم شروع کر دی ہے۔ اب تک قائد اہلسنت ٹنڈو الہ یار، ٹنڈو آدم، سکھر، حیدر آباد اور دوسرے علاقوں کے دورے فرما چکے ہیں۔ کراچی نشتر پارک سعود آباد، لیاقت آباد میں عام جلسوں میں عوام کی والہانہ شرکت سے میں نے یہ اندازے کئے ہیں۔ چونکہ ابھی تک دوسری کسی پارٹی نے سندھ میں رابطہ عوام کے جلسے شروع نہیں کیے ہیں اس لئے حتمی اندازہ تو بعد میں مرتب ہوں گے لیکن اس وقت تک کی سیاسی صورت حال میں ایک افسوسناک پہلو شامل ہوتا جا رہا ہے کہ ایم کیو ایم الطاف گروپ نے نواز شریف کے اشارے پر فوج کو دھمکانے کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ عظیم احمد طارق کا یہ بیان کہ صورت حال میں بہت بڑے بحران کا دھواں نظر آ رہا ہے اسی دھمکی کا حصہ ہے۔ اسلام نبی ایم این اے کا یہ کہنا

کہ الطاف حسین واپس آ رہا ہے اسلام نبی کا استعفیٰ منظور نہ کرنا ان کا فوری طور پر لندن جانا اور ایسی شرلیاں چھوڑنا پتہ دیتا ہے کہ فوج کے خلاف سخت مزاحمت کا پروگرام ترتیب پا رہا ہے۔ اسی لئے بھی قومی اور صوبائی اسمبلیوں کا وجود مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ میں اس موقع پر پی ڈی اے کے استعفوں کی بات کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بے نظیر بھٹو ابھی استعفوں کی بات کر رہی ہے۔ ابھی بلی تھیلے سے باہر نہیں آئی اس لئے ان کو چاہئے کہ جو کرنا ہے کر گزریں۔ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ یہاں اپنی کمزوری کی بات کرنا بھی بہادری سمجھتا ہوں کہ مجھے امید نظر نہیں آتی کہ اپوزیشن استعفیٰ کا فیصلہ کرے تو جمعیت علماء پاکستان اس پر پورا اتر سکے۔ جے یو آئی کے ارکان سے توقع ہے کہ اگر ان کی پارٹی فیصلہ کر لے تو وہ استعفے دے دیں گے۔ اگر جمعیت علماء پاکستان کے محترم ارکان بھی اسی سمت توجہ فرمائیں تو ان کے ذاتی فائدہ میں بھی یہ بات ہوگی خدا کرے میری بدگمانی غلط ثابت ہو اور سب سے پہلے جے یو پی اس اسمبلی کو طلاق ثلاثہ دینے کا شرف حاصل کرے۔ وہی جماعت ہے جو جی ایم سید کا مقابلہ کرتی ہے اور اسے شکست دیتی ہے۔ اس لئے کسی لگی لپٹی رکھے بغیر پیپلز پارٹی سندھ میں حکومت بنائے گی۔ آج بھی وہ سندھ اسمبلی میں اکثریتی جماعت ہے۔ مگر دھاندلی سے اس کو محروم اقتدار رکھا گیا ہے۔ اس پی پی حکومت کے خلاف مسلم لیگ اور جے یو پی کا مضبوط اپوزیشن اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ جماعت اسلامی کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی ہے کہ وہ کیا کرے گی۔ سندھ کے شہری حلقوں میں انشاء اللہ جمعیت علماء پاکستان قومی اسمبلی کی اکثر سیٹیں لے لے گی۔ اس طرح فوجی ایکشن کی حمایت میں محب وطن عناصر کا قومی اسمبلی میں وجود ملک کی سلامتی کے لئے بڑا اہم ہوگا۔ میں اس امر میں اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جمعیت علماء پاکستان ۸۸ء میں واقعی اپنی سیاسی قوت کھو چکی تھی۔ ۹۹۰ء میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر شاہ فرید الحق، جنرل کے ایم اظہر کو باقاعدہ منصوبہ بندی سے ہرایا گیا ہے۔ اگر محب وطن فوج انتخابات کروائے تو ملک دشمن عناصر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ میری یہ تمام پیش گوئیاں صرف اس وقت سے مشروط ہیں جب سندھ میں آپریشن مکمل ہو کر اپنے منطقی نتائج تک پہنچے گا۔

(ہفت روزہ احوال، اگست 1992ء، صفحہ 21 تا 24)

قائد اہل سنت اور انجمن طلبہ اسلام

ڈاکٹر محمد طفیل سالک ☆

نظریاتی ہم آہنگی

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انجمن طلبہ اسلام جو کہ اہل سنت طلبہ کی واحد ملک گیر تنظیم ہے۔ .... کی محبت و عقیدت اور وابستگی و پیوستگی کا سلسلہ شروع سے چلا آتا ہے۔ مرکز انجمن کراچی کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں یعنی انجمن کے قیام سے ایک سال بعد پہلا سالنامہ جو "پیغام" کے نام سے شائع کیا گیا اس میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو انجمن کے کئی اجلاسوں کی صدارت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے تاہم یہ رابطہ زیادہ تر نظریاتی ہم آہنگی اور روحانی یکجہتی کی حد تک تھا۔

سیاسی وابستگی

قائد اہل سنت اور انجمن کے درمیان پہلا باضابطہ سیاسی رابطہ پاکستان کے پہلے عام انتخابات ۱۹۷۰ء کے دوران اور خاص طور پر ان کے بعد اس وقت ہوا جب مولانا جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر قومی اسمبلی کے ایوان میں پہنچے اور ان کے عظیم دینی و علمی پس منظر کی بنا پر انہیں قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی پارٹی کا قائد نامزد کیا گیا۔

پارلیمانی قیادت

۱۹۷۰ء کے پہلے قومی انتخابات وطن عزیز کی سیاسی تاریخ میں یقیناً اہم اور فیصلہ کن حیثیت کے حامل تھے ان انتخابات میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق جمعیت علماء پاکستان نے مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) بالخصوص پنجاب اور سندھ میں پیپلز پارٹی کے بعد سب

☆ سابق صدر شعبہ فلسفہ: گورنمنٹ کالج، لاہور

سے زیادہ پاپولر ووٹ لئے تھے اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پیپلز پارٹی کے بعد دوسری بڑی سیاسی جماعت (Second LargestPolitical Party) بن کر ابھری تھی۔ اگرچہ بدقسمتی سے دینی جماعتوں کے باہمی افتراق و انتشار اور بالخصوص جماعت اسلامی و جمعیت علماء اسلام کے گھناؤنے اور دوہرے کردار کے باعث جمعیت کے بعض مقتدر دینی رہنما اور ممتاز مشائخ صرف چند سو ووٹوں کے فرق سے قومی اسمبلی میں نہ پہنچ سکے تھے۔ تاہم پنجاب سے منتخب چار اراکین قومی اسمبلی جن میں تین جاگیردار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے (مہر غلام حیدر بھروانہ، صاحبزادہ نذیر سلطان اور میاں محمد ابراہیم برق) اور ایک عالم دین مولانا محمد ذاکر (جھنگ) اور سندھ سے تین علماء و مشائخ بشمول قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی (کراچی)، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (کراچی) اور مولانا سید محمد علی رضوی (حیدر آباد) قومی اسمبلی کے اراکین منتخب ہوئے تھے۔ پھر حسب توقع اور حسب عادت تینوں جاگیردار حضرات تیل دیکھ کر اور تیل کی دھار دیکھ کر مصلحت پسندی اور مفاد پرستی کا شکار ہو گئے اور حکومت وقت کے ساتھ مل گئے جبکہ چاروں علماء حق نے عزیمت اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور جماعتی موقف پر قائم رہتے ہوئے اپنے پارلیمانی گروپ میں ہی رہنے کو ترجیح دی کیونکہ حق کی جدوجہد میں اصل اہمیت تعداد کی قلت و کثرت کی نہیں ہوتی بلکہ نظریہ کی قوت و صداقت کی ہوتی ہے۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله (کئی بار ایسا ہوا کہ ایک چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب آجاتی ہے) بہرحال مولانا شاہ احمد نورانی علماء حق کے اس مختصر سے گروپ کے پارلیمانی لیڈر تھے مگر اپنی خداداد صلاحیت و لیاقت، حق و صداقت اور فہم و فراست سے بڑے بڑے پارلیمانی گروپوں کے قائدین پر بھاری نظر آنے لگے بلکہ بعد میں جب ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں وزیراعظم کے عہدہ کے لئے اپوزیشن کو اپنا امیدوار کھڑا کرنے کی نوبت آئی تو سب کی نگاہِ انتخاب مولانا نورانی پر ہی پڑی۔

انقلابیت اور حریت پسندی

مولانا شاہ احمد نورانی نے بحیثیت پارلیمانی قائد کے جو ولولہ انگیز اور روح پرور کردار ادا کیا اس سے نہ صرف یہ کہ ان کی قائدانہ صلاحیتیں پہلی بار کھل کر سامنے آئیں بلکہ

جس فہم و فراست کا انہوں نے ثبوت دیا اور حق و صداقت کی جو داستان رقم کی اس کو علماء و مشائخ کے علاوہ عوام اہل سنت اور بالخصوص طلبہ اور نوجوانوں میں بے حد پذیرائی ملی اور انہیں پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ان کی محبوب جماعت جمعیت علماء پاکستان کسی فوجی ڈکٹیٹر یا حاکم وقت کی بغل بچہ تنظیم نہیں ہے بلکہ ایک انقلابی اور حریت پسند تحریک ہے جس کا سرا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی سیاسی تحریک و جدوجہد سے جا ملتا ہے جنہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

طلباء کی مسحوریت اور اس کی وجہ

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی یہ انقلابی سوچ اور حریت پسندی بالخصوص طلبہ اور نوجوانوں کو بے حد متاثر بلکہ مسحور (Haunt) کر رہی تھی۔ طلباء اور نوجوان ویسے بھی عمر کے اس حصے میں ہوتے ہیں جب تصوریت (Idealism) اور انقلابیت کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے تصورات اور عزائم کی تکمیل کی خاطر انقلاب برپا کیا جائے۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی — روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

اگرچہ عملی زندگی کی تلخیوں اور ناکامیوں سے دوچار ہو کر یہ تصوریت اور انقلابیت آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے تاہم عنفوان شباب اور عہد شباب کا تو امتیازی خاصہ ہوا کرتی ہے۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام

حق گوئی و بے باکی

پاکستان کی ہمیشہ سے بدقسمتی رہی ہے کہ اس کے بانیان قائداعظم اور علامہ اقبال کی ہدایات اور نظریات کے برعکس یہاں جمہوریت کو کبھی پنپنے نہیں دیا گیا۔ پاکستان کی آدھی سے زیادہ تاریخ میں فوجی ڈکٹیٹر حکمران رہے ہیں وہ جب کبھی بامر مجبوری مقامی اور بین الاقوامی حالات اور تقاضوں سے مجبور ہو کر انتخابات کا ڈول ڈالتے رہے ہیں تو پھر ان کے نتائج کو سبوتاژ کرنے کے لئے مختلف حیلوں بہانوں بلکہ چالاکیوں سے جنہیں حکمت عملیوں

(Strategies) کا نام دیتے ہیں متحرک ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں ہر دور میں ایجنسیوں کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا پاکستان کے پہلے قومی انتخابات بھی اگرچہ بظاہر آزاد سیاسی ماحول اور پرامن جمہوری فضا میں منعقد ہوئے تھے لیکن درپردہ مقامی اور بین الاقوامی ایجنسیوں نے خوب کھیل کھیلا اور جہاں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی بلا شرکت غیرے کامیابی ممکن کو ممکن بنایا گیا، وہیں مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کو جتوانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے آزمائے گئے اور مختلف حیلے حربے استعمال کئے گئے اس سے بھی خطرناک کھیل یہ کھیلا گیا کہ فوجی ڈکٹیٹر نے ایک شاطر سیاست دان کی مدد سے ان نتائج کو سبوتاژ کرنے کی مہم شروع کر دی اور یہ اعلان کرنے کے باوجود کہ ملک کے آئندہ وزیراعظم عوامی مسلم لیگ کے قائد شیخ مجیب الرحمٰن ہوں گے اور ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بھی بلا لیا گیا مگر اس سیاست دان کے منہ سے مینار پاکستان کے زیر سایہ لاہور کے ایک جلسہ عام میں "اُدھر تم اِدھر ہم" کا نعرہ بھی لگوایا گیا اور یہ دھمکی بھی دلوائی گئی کہ جو ڈھاکہ اجلاس میں جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ اس کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی مغربی پاکستان کے دیگر محب وطن سیاستدانوں کے ساتھ اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر ڈھاکہ پہنچ گئے اور جب وہاں فوجی آمر جنرل یحیٰی نے مذاکرات کے لئے بلایا تو اس کے سامنے اس کا پسندیدہ مشروب (وہسکی) کی بوتل دیکھ کر یہ مولانا نورانی ہی تھے جنہیں نے حق و صداقت اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور حاکم وقت کے جاہ و جلال کی پرواہ کئے بغیر فوجی آمر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ "جب تک یہ خانہ خراب درمیان سے ہٹائی نہیں جاتی ہم آپ سے کوئی بات نہیں کریں گے۔"

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ولولہ انگیز قیادت

حق گوئی اور بے باکی کا مظاہرہ ہوا اور جرأت و ہمت کو جدوجہد کا زیب عنوان بنایا جائے اور طلبہ و نوجوانوں میں ہلچل پیدا نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ نوجوانوں کا خون تو ویسے بھی جلد گرم ہو جاتا ہے اور جب اسے کوئی اپنی شعلہ نوائی اور آتش بیانی سے مزید گرما دے تو ان میں ارتعاش پیدا کیوں نہ ہوگا اور ان کے تن بدن میں آگ کیوں نہیں لگے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ

مولانا شاہ احمد نورانی کی سحر انگیز شخصیت اور ولولہ خیز قیادت نے طلبہ اور نوجوانوں اور خاص طور پر انجمن طلبہ اسلام کے کارکنوں اور مصطفائی جانثاروں میں ایک ولولہ تازہ پیدا کر دیا تھا اور ان میں ایک نئی روح پھونک دی تھی بلکہ ان کی انقلابی سوچوں اور جواں جذبوں کو مہمیز لگا دی تھی اور وہ دیگر عوام اہل سنت کی طرح اٹھتے بیٹھتے مولانا نورانی کے گن گاتے رہتے تھے۔

اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو

سیاسی مدبر

اور پھر جب وہ قومی المیہ رونما ہوا جو بلاشبہ نہ صرف پاکستان کی تاریخ بلکہ عصر حاضر میں عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے جسے ہر محبت وطن اور عاشق اسلام کے ساتھ انجمن طلبہ اسلام کے ہر کارکن نے کڑھتے دل اور خون برساتی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک فوجی ڈکٹیٹر کی ناسمجھی و نادانی اور ناعاقبت اندیشی اور ایک شاطر سیاست دان کی چالاکی و ہوشیاری کے نتیجہ میں وطن عزیز پاکستان دولخت ہو گیا اور اس کے بعد باقی ماندہ پاکستان (سابقہ مغربی پاکستان) میں بچی کھچی قومی اسمبلی نے کام شروع کیا تو مولانا شاہ احمد نورانی نے جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک عظیم قومی و دینی رہنما کی حیثیت سے جس بے تکان فہم و تدبر حق و صداقت اور جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا اور قومی تاریخ کے اس نازک موڑ پر تاریخ ساز کردار ادا کیا اس نے مولانا کا امیج صرف ایک سیاست دان (Politican) کے طور پر ہی نہیں بلکہ ایک سیاسی مدبر (Statesman) کے طور پر منظر عام پر آیا جس کی ملک وملت کے ہر طبقے و حلقے نے داد تحسین دی اور بالخصوص اہل سنت کے ہر حلقہ عام و خاص (علماء مشائخ اور عوام) میں انہیں قائد اہل سنت کے طور پر تسلیم کر لیا اور ہر کوئی ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا تھا اور اپنے عظیم سیاسی قائد کو ایک نظر قریب سے دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔ انجمن طلباء اسلام کے کارکن بھی محبت و عقیدت کے ان جذبات میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔

پہلا شہری استقبالیہ

چنانچہ اپنے عظیم قائد...... قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کو خراج عقیدت پیش

کرنے کے لئے ان کے اور ان کے عظیم رفقاء کے اعزاز میں انجمن طلباء اسلام پنجاب کی صوبائی تنظیم نے لاہور مال روڈ کے ایک لارڈز ہوٹل میں سب سے پہلے شہری استقبالیہ (Civic Reception) ترتیب دیا۔ لارڈز ہوٹل اس وقت لاہور کے سب سے مہنگے ہوٹلوں میں شمار ہوتا تھا کہ مال روڈ پر اس وقت دو ہی بڑے ہوٹل تھے۔ ایک تو لارڈز ہوٹل جو کہ خواص کے لئے تھا اور دوسرا چائنیز لنچ ہوم جو انارکلی کے قریب واقع تھا اور عوامی ریسٹورنٹ کے طور پر مشہور تھا کہ یہاں متوسط طبقہ کے تعلق رکھنے والے عوام، طلبہ اور شعراء و ادباء جوق در جوق کرتے تھے۔ ہم نے یہ استقبالیہ اپنے عظیم فکری قائد حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم کی سرپرستی میں منعقد کیا تھا، جو ایک جید و مستند عالم دین، جادو بیاں خطیب، صاحب طرز ادیب اور بلند پایہ قلم کار اور مسلمہ دانشور تھے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے اورینٹل (عربی) سیکشن میں عربی مخطوطات پر کام کر رہے تھے اور ان کی تفصیلی فہرست (Descriptive Catulogue) ترتیب دے رہے تھے جس کا پہلا حصہ جو بعد میں "الخزائن" کے نام سے چھپا۔ کوکب صاحب اسی انقلابی اور حریت پسندانہ سوچ کے حامل اور مشعل بردار تھے جس کی ترجمانی قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کر رہے تھے۔ اس لئے وہ بھی ہماری طرح اس استقبالیہ کے پرجوش اور جذباتی تھے اس استقبالیہ میں راقم سطور کے علاوہ جن دوستوں نے دن رات محنت کی بڑھ چڑھ کر کام کیا ان میں ہمارے بہترین دوست اور رفیق دیرینہ صاحبزادہ محمد اقبال اظہری کے علاوہ حضرت کوکب مرحوم کے محبّ خاص مولانا احمد علی قصوری ان کے برادر اصغر قاضی عبدالمصطفےٰ کامل، میاں نذیر احمد غازی، علامہ عبدالخالق خلیق، شیخ امجد علی چشتی، ہدایت اللہ مجاہد، رانا لیاقت علی، سید محمد صفدر شاہ اور دیگر بہت سے دوستوں اور ساتھیوں کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا یقیناً بخل بلکہ بددیانتی کے مترادف ہوگا۔ کثیر تعداد میں طلبہ اور نوجوانوں کے علاوہ علماء مشائخ اور معززین شہر کی ایک معتد بہ تعداد بھی شریک ہوئی۔ سارے انتظامات بے سروسامانی کے عالم میں محض متوکلا علی اللہ سرانجام پاتے تھے۔ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے عظیم رفقاء کیا اعزاز میں یقیناً یہ پہلا شہری استقبالیہ (Civic Reception) تھا جسے ترتیب دینے اور جس کا اہتمام کرنے کا شرف انجمن طلباء اسلام کو ہی حاصل ہوا۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

اس شہری استقبالیہ میں راقم سطور کے علاوہ نذیر احمد غازی نے بھی طلبہ اور نوجوانوں کی نمائندگی اور ترجمانی کا خوشگوار فریضہ سرانجام دیا اور پھر مولانا سید محمد علی رضوی (MNA) کے مختصر کلمات کے بعد قائد اہل سنت نے حسب توقع ولولہ انگیز خطاب فرمایا جس میں انہوں نے وطن عزیز کو درپیش مسائل اور اہل سنت کے سیاسی مستقبل اور بالخصوص جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی کردار پر تفصیل سے گفتگو کی۔ اس گفتگو سے طلبہ اور نوجوانوں کو نیا ولولہ اور حوصلہ ملا انہیں گویا امید کی کرن دکھائی دی اور ان کے عزم و یقین میں اضافہ ہوا کہ اب وہ کسی طرح بھی سیاسی طور پر ایک بکاؤ مال نہیں بنیں گے اور آئندہ قومی سیاست میں انقلابی اور حریت پسندانہ اور قائدانہ اور سرفروشانہ کردار ادا کرتے رہیں گے اور یہ کہ قومی تاریخ کے اس نازک موڑ پر ان کی قیادت ایک بالغ نظر سیاسی رہنما اور ایک حوصلہ مند سیاسی مدبر (Statesmen) کے ہاتھ میں ہے جو علامہ اقبال کے اس تصور کا عملی پیکر ہے۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز — یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

دلوں کی دھڑکن

بلاشبہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی اپنی اس انقلابی سوچ اور حریت پسندانہ کردار کی بنا پر علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت کے علاوہ طلبہ اور نوجوان کے دلوں کی دھڑکن بن چکے تھے اور وہ ان کا نام لے لے کر جیتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب بھی انجمن طلباء اسلام کا مرکزی یا قومی اجتماع ہوتا قائد اہل سنت کو اس میں مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی دعوت دی جاتی جسے مولانا فوری طور پر بخوشی اور گرم جوشی سے قبول کر لیتے تھے کیونکہ وہ کراچی و سندھ کے علاوہ لاہور کے شہری استقبالیہ میں پنجاب کے طلبہ اور نوجوانوں کے جذبات و احساسات کو قریب سے دیکھ چکے تھے۔

حق و صداقت کا نعرہ مستانہ

ہر چند کہ مولانا شاہ احمد نورانی کے تاریخی بلکہ تاریخ ساز کردار کے پیش نظر جار ہی انہیں اہل سنت کے خاص و عام حلقوں میں یعنی علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت ۔ کے طور پر تسلیم

کر لیا گیا تھا مگر یہ اعزاز بھی انجمن طلباء اسلام ہی کے حصہ میں آیا کہ ۱۹۷۲ء میں جب انجمن طلباء اسلام کے مرکزی کنونشن کے موقعہ پر برکت علی محمڈن اسلامیہ ہال سرکلر روڈ بیرون موچی دروازہ لاہور میں توسیعی جلسہ عام ہوا جس میں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی مہمان خصوصی کے طور پر شریک ہوئے اور جب وہ اپنے دست راست مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کے ساتھ ہال میں داخل ہوئے تو پورا ہال "حق و صداقت کی نشانی ...... شاہ احمد نورانی" ...... کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ گویا یہ شرف بھی انجمن طلبہ اسلام ہی کا مقدر بنا کہ وہی اس انقلابی اور مقبول عام نعرہ کی موجد قرار پائی۔ اور یہ تاریخی نعرہ انجمن طلباء اسلام ہی کے امتیازی و انقلابی نعرہ کے طور پر انجمن کے پلیٹ فارم پر اس شدت سے بلند ہوا کہ جلد ہی وطن عزیز کے بام و در اس سے گونج اٹھے۔ کیوں نہ ایسا ہوتا وہ جس ہستی پاک کے عاشق صادق تھے ان کی شان میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا:

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان — کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

انہی ﷺ کی غلامی اور وفاداری "خلق کا پیشوا" اور اس مژدہ کا سزاوار بناتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

انجمن کا درس حریت اور شیطانی سازش

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی انقلابی فکر اور حریت پسندانہ کردار دن بدن زیادہ سے زیادہ واضح اور روشن ہو کر سامنے آرہا تھا اور علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت کے ساتھ ساتھ طلبہ اور نوجوانوں کے دلوں کو بھی گرما رہا تھا اور ان کے جذبوں کو شعلہ جوالہ بنا رہا تھا۔ بالخصوص انجمن طلباء اسلام کے ساتھ قائد اہل سنت کا رابطہ ایک اساطیری اور دیو مالائی حیثیت اختیار کر چکا تھا کہ یکا یک کچھ دوستوں نے جنہیں زمانہ طالب علمی سے فارغ ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا اور جو انجمن کے درس حریت کو فراموش کر کے ایک فوجی ڈکٹیٹر کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہو چکے تھے مگر اس کے باوجود انجمن طلباء اسلام اپنا اثر و رسوخ اور بالادستی قائم رکھنے پر مصر اور بضد تھے، نے اپنے عظیم قائد کے خلاف علم بغاوت بلند کیا یا

انہیں قیادت سے الگ کرنے کی جو سازش شروع ہوئی تھی اس کو سمجھنے اور اس پر قابو پانے سے قاصر رہے تھے اور اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ وہ خود قائد اور ان کی زیر قیادت تنظیم جمعیت علماء پاکستان سے الگ ہو گئے تھے بلکہ انجمن کے نئے کارکنوں اور ساتھیوں جواب ان کے لئے بمنزلہ اولاد تھے۔ ان کو بھی اپنے دام خیال کا اسیر بنانے اور اپنے ساتھ کھینچنے کی کوششوں میں لگ گئے جس میں انہیں جزوی طور پر کامیابی بھی ملی اور اس شیطانی سازش و آویزش:

ان الشیطان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء کہ شیطان کا کام ہی آپس میں پھوٹ ڈالنا ہے۔

کا افسوسناک نتیجہ یہ نکلا کہ انجمن کے کچھ طلبہ اور نوجوان جو انجمن کے جلسوں اور انتخابات میں گلے پھاڑ پھاڑ کر حق وصداقت کی نشانی...... شاہ احمد نورانی کے فلک شگاف نعرے لگایا کرتے تھے وہی اب ان کو اتحاد اہل سنت کا دشمن اور نہ جانے کیا کیا سمجھنے اور کہنے لگا۔ سچ کہا تھا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے...... اور یہ صرف ایک ذاتی حکایت ہی نہیں بلکہ ایک آفاقی صداقت (Universal Truth) کا اظہار بھی ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیبے است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

میرے ذہن میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں اور میرے دل میں اور بھی بہت سے راز ہیں جنہیں بیان کر کے میں قارئین واحباب کو طول ورنجیدہ نہیں کرنا چاہتا اور ان کی کہانی کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ سردست صرف اس پر اکتفا کرتا ہوں اور یہ کہہ کر رخصت چاہتا ہوں کہ باوجود تمام تر مخالفت وعداوت اور تحاسد وتباغض کے مولانا نورانی کا نام آج بھی پوری قوت ونورانیت سے مطلع ملت پر جگمگا رہا ہے اور ان شاء اللہ اسی طرح قیامت تک جگمگاتا رہے گا۔

جب تک سورج چاند رہے گا
نورانی تیرا نام رہے گا

تقریب جشن نزول قرآن

☆رمضان بھی نورانی ☆قرآن بھی نورانی ☆سنانے والا بھی نورانی

نورانی برکات کا سنگم

حافظ باعمل سے دشمنی اللہ سے دشمنی اور ان سے دوستی اللہ سے دوستی

قائد اہلسنت حضرت علامہ حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پچھلے چالیس سال سے برنس روڈ (کراچی) کی جناح مسجد میں تراویح پڑھا رہے ہیں۔ قرآن مجید سنانے کا حضرت کا یہ مبارک عمل بغیر کسی تعطل کے اللہ کے فضل سے جاری ہے۔ امسال بھی ۲۱ رمضان المبارک کو ختم القرآن ہوا۔ دعاؤں کے بعد جشن نزول قرآن کی محفل منعقد ہوئی۔ اس روح پرور محفل سے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ ارشد القادری، پروفیسر شاہ فرید الحق، صاحبزادہ عتیق الرحمن اور مولانا شبیر احمد اظہری نے خطاب کیا۔

حضرت شاہ احمد نورانی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا احسان ہے کہ ہم اور آپ رمضان المبارک کے اس بابرکت مہینہ میں ختم قرآن مجید کی اس مبارک محفل میں حاضر ہیں۔ مقتدر علماء کرام بھی تشریف فرما ہیں۔ ان میں رئیس التحریر رئیس المناظرین شیخ الحدیث ورلڈ اسلامک مشن کے مرکزی رہنما حضرت علامہ ارشد القادری دامت برکاتہ عالیہ بھی تشریف رکھتے ہیں جو ہندوستان سے آئے ہوئے ہمارے مہمان ہیں۔ میرے رفیق محترم پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب بھی رونق افروز ہیں۔ حضرت مولانا قاری رضا المصطفےٰ صاحب خطیب جامع مسجد بولٹن مارکیٹ بھی تشریف فرما ہیں۔

الحمد للہ! اس بابرکت محفل میں آپ اور ہم سب شامل ہیں۔ قرآن مجید اور فرقان حمید آپ نے سنا اور مجھے یقین ہے کہ اللہ رب العالمین کے فضل وکرم سے وہ قبول فرمایا گیا۔

اس قبولیت کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی دلی مرادوں اور آرزوؤں کو پورا فرمائے اور اس قبولیت کی برکت سے آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے اور آپ کی قبولیت کی برکت [illegible] وتعالیٰ میرے گناہوں کو بھی معاف فرمائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کا شرف اللہ تعالیٰ [illegible] مجھے بھی عطا کیا اور آپ کو سننے کی سعادت میسر ہوئی۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ شب قدر کو [illegible] رب العالمین نے پوشیدہ رکھا ہے۔ قرآن مجید کی آیات طیبہ میں بھی اسے ظاہر نہیں فرمایا [illegible] کے اعداد سے بعض حضرات نے ۲۷ کی شب کا حساب لگایا۔ اس طرح سے مختلف بزرگ [illegible] باتیں کہتے رہے۔ سلف صالحین نے یہ فرمایا کہ روزے کس تاریخ کو شروع ہوتے [illegible] اگر روزہ ہفتہ کو شروع ہو تو شب قدر کون سے دن ہو گی۔ یہ دراصل حساب کی بات نہیں ہے بلکہ یہ سلف صالحین کی واردات قلبی کی بات ہے وہ اس کو محسوس کرتے تھے۔ اکثر بزرگوں نے اپنے ارشادات روحانی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر پیر کو پہلا روزہ ہے تو شب قدر کی رات بیس اور اکیس کی رات ہو گی۔ اس حساب سے آج شب قدر ہے اور ہم سب شب قدر میں حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باقی راتوں میں بھی جاگنے اور عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن مجید فرقان حمید کے ختم شریف میں جو دعا آپ نے کی وہ یقین رکھئے ضرور قبولیت کا شرف حاصل کرے گی۔ اس کی وجہ ہے ایک وجہ تو حضرت علامہ ارشد القادری نے بیان فرمائی۔ دوسری وجہ جو میں بیان کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ حضور پرنور حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انا عند العهد القرآن ...... جب کوئی قرآن مجید فرقان حمید کو ختم کرتا ہے تو ختم قرآن کی محفل میں ساٹھ ہزار فرشتے شریک ہوتے ہیں۔ رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور اس دعا پر ساٹھ ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جس دعا پر ساٹھ ہزار فرشتے آمین کہتے ہوں تو اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بابرکت راتوں میں جاگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور جو لے سکتے ہیں اور جھولیاں بھر سکتے ہیں۔ انہیں لے لینا چاہئے۔ جھولیاں بھر لینی چاہئیں کہ ان کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ہمارا دامن تنگ اس کا خزانہ بہت وسیع ہے۔

پچھلے رمضان میں بہت سے ساتھی تھے جو اب موجود نہیں ہیں اور معلوم نہیں کہ یہ رمضان کس کا آخری رمضان ہے لہٰذا جو لے سکتے ہیں وہ لے لیجئے۔ کھڑے ہو جائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں نذرانہ سلام پیش کریں۔

اس کے بعد حاضرین نے نہایت خشوع وخضوع سے "دربار رسالت میں سلام پیش کیا۔

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب

آج ختم قرآن کا یہ جلسہ ہے۔ جب میں یہ سوچتا ہوں تو ایک عجیب کیفیت میرے دل پر طاری ہوتی ہے کہ قرآن شریف بھی نورانی، رمضان شریف بھی نورانی، قرآن خواں بھی نورانی، تینوں نورانیوں کا یہ سنگم ہے۔ اب نور برسنے میں کیا دیر ہے۔ اس بابرکت شب کے صدقے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا کرم اور کر دے کہ جب قرآن نورانی، رمضان نورانی، سنانے والا نورانی تو سننے والوں کو نورانی کر دے۔

پروفیسر شاہ فرید الحق کے حکم کی تعمیل میں نعت شریف کے دو اشعار پیش خدمت ہیں۔

روضہ مدینہ سے باد صبا ہجر میں دل ہمارا بہلتا رہے
ہر گھڑی تم ہمیں یاد آتے رہو عالم شوق میں دل مچلتا رہے
وقت آ جائے ارشد کا جب آخری رنگ لائے میری نسبت قادری
گوشہ دامن پاک ہو ہاتھ میں سامنے تم رہو دم نکلتا رہے

آج بڑا ہی مبارک اور مقبول وقت ہے۔ حضور پرنور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ختم قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ وعدہ الٰہی ہے۔ اس موقع پر اللہ کی رحمت کا در تو کھول دیا جاتا ہے اور اختیار دے دیا جاتا ہے جو جی چاہے وہ مانگو اب یہ ہمارے اور آپ کے حوصلے کی بات ہے کہ ہم کیا مانگتے ہیں۔

میرے عزیز دوستو! مجھے آپ سے یہ بات صرف اتنی کہنی ہے کہ قرآن تو سن لیا آپ نے۔ قرآن مجید آپ کے سینے میں اترا ہے مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ قرآن کے ساتھ

صاحب قرآن کو بھی اپنے سینے میں اتاریئے۔ جب تک صاحب قرآن آپ کے سینے میں نہیں اتریں گے اس وقت تک آپ قرآن کو سمجھ نہیں سکتے۔ قرآن کا فیض آپ کو پہنچ نہیں سکتا۔ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ قرآن جو آج تیس پاروں کی شکل میں ہے یہ پورا قرآن نہیں ہے۔ اس میں سے دس بارہ سپاروں کو غائب کر دیا۔ یہ فرقہ قرآن پر عیب لگاتا ہے۔ قرآن نے اس عیب جوئی کی سزا یہ دی ہے کہ چودہ سو برس میں یہ کروڑوں کی تعداد میں آئے اور گئے مگر ایک بھی ان میں حافظ قرآن نہ پیدا ہو سکا۔ قرآن ان کے سینے میں اترا ہی نہیں کیونکہ جو قرآن پر عیب لگا رہا ہے قرآن اس سے ناراض ہے۔ وہ اس کے سینے میں نہیں اترتا جو قرآن حافظ ہوتا ہے۔ یہ اس کا ہی کمال نہیں ہوتا قرآن کا بھی اس پر کرم ہوتا ہے جو حافظ قرآن بنتا ہے۔ قرآن پر عیب لگایا جائے تو قرآن سینے میں نہیں اترتا اور صاحب قرآن پر اگر عیب لگایا جائے تو کیا صاحب قرآن سینے پر اترے گا؟ نہیں! ہرگز نہیں!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ شرف اہلسنت کو حاصل ہے کہ ان کا قرآن اور صاحب قرآن کے ساتھ یکساں تعلق ہے۔

قائد اہلسنت حضرت شاہ احمد نورانی کی دینی خدمات کا شاید آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ میں حضرت صاحب کے ہمراہ بیرونی ممالک مثلاً یورپی، افریقی اور امریکی ممالک میں مقیم رہا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ باہر کی دنیا میں حضرت صاحب کی کوششوں سے کتنے اہلسنت کے مراکز قائم کیے گئے ہیں۔ کس طرح سے آپ نے وہاں دین وسنت کو پھیلایا ہے۔ ماریشش میں میرے سامنے کی ایک بات ہے جس نے مجھے علامہ شاہ احمد نورانی کا شیدائی بنا دیا ان سے محبت وعقیدت کو بڑھا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص آیا حضرت تشریف فرما تھے وہ نئی کار خرید کر لایا تھا وہ پتہ نہیں کہ حضرت کے مریدوں میں سے تھا یا حضرت کے والد ماجد کے مریدوں میں سے تھا یہ مجھے یاد نہیں ہے۔ اس نے وہ نئی کار حضرت کے دروازے پر لا کھڑی کر دی جہاں حضرت قیام پذیر تھے اور کار کی کنجی حضرت کو پیش کی۔ اس وقت حضرت پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ اس نے کہا کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ آپ اپنی قیام گاہ سے نیشنل اسمبلی تک پیدل جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ حضور کو پیدل جانے میں تکلیف ہوتی ہو گی وقت بھی ضرور زیادہ لگتا ہو گا۔ لہذا حضور میری یہ خواہش تھی کہ

میں ایک کار آپ کی نذر کروں چنانچہ میں نے ایک کار خریدی ہے اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ اس کی کنجی ہے۔ حضور اسے قبول فرما لیجئے اور یہ ذمہ داری میری ہے کہ اس کار کو کراچی میں آپ کی قیام گاہ تک میں پہنچاؤں گا۔ میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں حضرت پر اس کا رد عمل کیا ہو گا۔ حضرت نے کار کی کنجی اٹھائی اور جیب میں رکھ لیا اور جیب میں رکھنے کے بعد پھر نکالا اور فرمایا کہ میں نے آپ کا نذرانہ اور تحفہ اخلاص قبول کیا مگر یہ سوچئے کہ جب میں اپنی قیام گاہ سے پیدل اسمبلی جاتا ہوں تو راستے میں میرے بہت سے غریب بھائی اپنی عرضیاں لئے ہوئے کھڑے رہتے ہیں۔ وہ مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کرتے ہیں۔ میں انہیں سنتا ہوں۔ اب جب میں گاڑی میں بیٹھ کر جاؤں گا تو پھر میں ہوا سے بات کروں گا انسانوں سے بات نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے اسے قبول کیا اب آپ اسے واپس لے جایئے۔ یہ کار اللہ تعالیٰ آپ کو ہی مبارک فرمائے۔ وہ روتا ہوا، التجائیں کرتا رہا مگر حضرت نے کار کو قبول نہیں فرمایا۔ اسی ایثار اسی فراخ چشمی اور اسی قربانی نے نورانی میاں کے مخالفوں کو بھی ان کا مداح بنا دیا۔ اس کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔ پاکستان کا اتنا بڑا قائد اور اس کے رہنے کی جگہ ابھی تک کرائے کی ہے اور اب وہ بھی چھوٹنے والا ہے۔ مگر انہیں اس کا بھی کوئی غم نہیں ہے۔ اللہ اکبر۔

لیکن آپ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ آپ کا اپنا کون ہے؟ اور بیگانہ کون ہے؟ اس کو قائد بناؤ جو یہاں بھی قائد رہے اور وہاں بھی قائد ہو۔ تمہاری نگاہیں کیسی غلط ہیں؟ تمہارا معیار کتنا پست ہے؟ ذرا بھی احساس نہیں ہے دنیا تمہارے انتخاب کا مذاق اڑاتی ہے ایک طرف تم نبی کا نعرہ یا رسول اللہ ﷺ بھی لگاتے ہو۔ عاشقان رسول ﷺ کی صفوں میں جگہ بنانے کی بھی کوشش کرتے ہو لیکن جب کرسی دینی ہوتی ہے تو تم اس رشتے کو بھول جاتے ہو۔ کتنا ارزاں آپ نے قیادت کا فیصلہ کیا۔ مجھے آپ کے فیصلے پر افسوس ہے۔

حضور پرنور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مدینہ کے مسلمانوں کے پاس خلیفہ کے انتخاب کا ایک ہی معیار تھا اور وہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو دین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ امامت میں اپنا خلیفہ بنایا۔ مسجد اور نماز میں اپنا خلیفہ بنایا وہی دنیا میں بھی ہمارا خلیفہ بنے گا۔ لیکن افسوس آپ نے اس معیار کو بھلا دیا۔ دین میں جو

آپ کا نمائندہ تھا اسے آپ نے دنیا کی نمائندگی کے لئے منتخب نہیں کیا۔ یہ بڑے دکھ اور قلق کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور درست انتخاب کرنے کا ذوق ودیعت فرمائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ نورانی میاں پورے عالم اسلام کی مقدس امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس امانت کی حفاظت فرمائے۔ ان کی عزت و وقار کا تحفظ ہمارا دینی اور ملی فریضہ ہے۔ اگر ان کے ناموس کا آبگینہ ذرا سا بھی کہیں سے گھائل ہوا تو یہ نہ صرف کراچی یا پاکستان کا نقصان ہوگا بلکہ پورے عالم اسلام کا نقصان ہوگا۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ — دعائے شریف بہت ہے اگر کچھ اثر کرے

(ہفت روزہ احوال، اپریل ۱۹۹۱ء صفحہ ۷۔۸)



لاہور کی ڈائری

وقت نے ثابت کر دیا کہ ہم ٹھیک کہتے تھے

قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کا اچھوتا انٹرویو

روزنامہ جنگ لاہور نے پاکستان کے صف اول کے سیاستدان اور جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی کا ایک انٹرویو شائع کیا ہے۔ جسے بعد میں "احوال" کراچی نے دوبارہ شائع کیا ہم ہر دو اداروں کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کر رہے ہیں۔............(ادارہ)

مولانا شاہ احمد نورانی کا نام مذہبی اور سیاسی دونوں حلقوں میں یکساں طور پر معروف ہے۔

قومی اتحاد کی تحریک میں ان کا کردار مرکزی تھا، نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ انہی کی جماعت کا تھا، صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کا مارشل لاء لگا تو قومی اتحاد کی کئی جماعتیں حکومت میں شامل ہو گئیں۔ لیکن مولانا نورانی اپوزیشن میں رہے اور ان جماعتوں کے خلاف جلسے کرتے رہے اور ایک وقت تو ایسا بھی آیا کہ انہوں نے ملک کی تاریخ میں ریکارڈ توڑ جلسے کیے۔ بعدازاں یہ مقبولیت قائم نہ رہ سکی۔ مولانا نورانی کے بعض ساتھی وقتاً فوقتاً حکومت میں شامل ہوتے رہے لیکن وہ اپنے اصولوں پر آج بھی اسی طرح قائم و دائم ہیں۔ ملک کے تازہ ترین حالات پر ان سے ایک طویل سیاسی انٹرویو کیا گیا جس کی تفصیلات نذر قارئین ہیں۔

جنگ: کراچی میں ایم کیو ایم سے پہلے جے یو پی کا بہت زور تھا۔ آپریشن کلین اپ کے بعد کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایم کیو ایم کی جگہ جے یو پی لے سکتی ہے؟

شاہ احمد نورانی: جے یو پی کو سب سے زیادہ نقصان سیاست میں تشدد کے آنے سے پہنچا ہے۔ ۱۹۸۸ء میں انتخابی مہم کے دوران ہم ایک بھی جلسہ نہیں کر سکے۔ جب کہ ایم کیو ایم نے بڑے بڑے جلسے منعقد کروائے اور ہماری پوری انتخابی مہم بغیر جلسوں کے ہوتی رہی۔ چھوٹی موٹی کارنر میٹنگز تو ہم کر لیا کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے ہمارا ایک بھی جلسہ

نہیں ہونے دیا۔ چونکہ ہم لوگ کلاشنکوف کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے اس لیے انہوں نے بے دھڑک ہو کر اپنے بڑے بڑے جلسے منعقد کیے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ان کے جو نعرے "مہاجر جئے مہاجر"، "مہاجر پاور سپر پاور"، "حقوق یا موت"، تھے ان کا زہر اتنا تھا کہ ہم اس کا کوئی توڑ نہیں کرسکے نہ ان کو دبا سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جمہوریت کی اصل پہچان تو تبھی ہوتی ہے کہ جب لوگوں کو اپنا نمائندہ بنانے کی آزادی دی جائے اور جب ایسا نہ ہو تو اصل قیادت کیسے سامنے آسکتی ہے۔

جنگ: کیا آپ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ دھاندلی ہوئی؟ کیا دھاندلی پورے پاکستان کی بنیاد پر تھی؟

شاہ احمد نورانی: ۹۰ء کے الیکشن میں پورے پاکستان میں بہت سی جگہوں پر وسیع پیمانے پر دھاندلی ہوئی ہے۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ خبریں ملتی رہیں کہ اس وقت ایک الگ الیکشن سیل موجود تھا جس کے ذریعے یہ دھاندلی ہوئی۔ اس کی چھوٹی سی مثال میں یہ دیتا ہوں کہ کراچی میں پروفیسر شاہ فرید الحق کے حلقے کا نتیجہ ۱۱ بجے ہی آگیا جب کہ ان کے حلقے کی گنتی ابھی ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پروفیسر صاحب ہار گئے۔ جہاں تک ۸۸ء کے الیکشن کے نتیجہ کا تعلق تھا اس وقت ہم نے دل سے تسلیم کرلیا تھا کہ ہم واقعی ہار گئے۔

۹۰ء کے الیکشن کی ایک مثال آپ کو دیتا ہوں کہ لیاقت آباد سے عمران فاروق کے ایک لاکھ اکیس ہزار ووٹ تھے اور ۱۲ بجے رزلٹ آگیا کہ عمران فاروق ۱ لاکھ ۲۱ ہزار ووٹ سے جیت گئے ہیں۔ رات ہوگئی تو صبح ۵ بجے جب اذانیں ہو رہی تھیں تو پتا چلا کہ فاروق کے ۵۲ ہزار ووٹ ہیں جب کہ ہمارے امیدوار کے ووٹ ۴۷ ہزار ہیں۔ ہمارے لوگ جب گنتی کے وقت جاتے تھے تو ان کے غنڈے کلاشنکوفوں سے انہیں بھگا دیتے تھے۔ ہم نے شکایتیں بھی کیں فوج کو بھی کہا لیکن ہماری شنوائی نہیں ہوئی۔ جمعیت علماء پاکستان وہاں کبھی اقتدار میں نہیں رہی لیکن جے یو پی کی ووٹنگ پاور بہرحال وہاں ہے۔ جماعت اسلامی حیدرآباد اور کراچی کارپوریشن پر قابض رہی ہے۔ ہم بلدیاتی انتخابات میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ بہرحال ان کے مقابلے میں ہم ایک طاقت تھے۔ کلاشنکوف کی سیاست اگر ختم ہوجائے تو جمعیت علمائے پاکستان اسی پوزیشن میں ہے جو ۷۰ء اور ۷۷ء میں تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ

ہوگی کیونکہ لوگوں کے سامنے حقیقت آشکارا ہوگئی ہے جو کچھ ہم کہتے تھے وہ سچ ہوا۔

جنگ: تجزیہ نگار عام طور پر اس بات پر حیران ہیں کہ کراچی کی دو بڑی مذہبی جماعتیں تھیں۔ ایک جمعیت علمائے پاکستان اور دوسری جماعت اسلامی اور ان دونوں مذہبی جماعتوں کی جگہ ایک سیکولر جماعت نے لے لی تو وہ لوگ جو مذہبی جماعتوں کے ساتھ تھے انہوں نے سیکولر جماعت کا ساتھ کیسے دے دیا؟

شاہ احمد نورانی: جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں میرا خیال ہے کہ جماعت اسلامی بلدیاتی اداروں پر قابض تھی اس لئے وہ الیکشن میں صحیح طور پر کام نہیں کرسکی۔ آٹھ برس تک وہ جو اقتدار میں رہے تو شہریوں کی جو بنیادی ضرورتیں تھیں وہ ان کو صحیح طور پر فراہم نہیں کرسکے۔ اصل میں وہ اپنی پارٹی کے خول سے باہر نہیں نکل سکے۔ جماعت اسلامی والے بھی تھے ہم انہیں کہتے رہتے تھے کہ آپ اس جگہ غلطی کر رہے ہیں لیکن جماعت کا جو دائرہ تھا وہ اسی میں رہے۔ ان کے ذہن میں تھا کہ جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی چونکہ مذہبی جماعتیں ہیں اس لئے وہ کچھ نہیں کرسکتے۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ انہوں نے تعصب پھیلانے کے ساتھ ساتھ اپنے حقوق کا چیمپئن بننے کا بھی دعویٰ کیا۔ ہم نے کہا ہمارے جو حقوق ہیں ہم اسی طریقے سے لینا چاہتے ہیں لیکن ایم کیو ایم والے دوسرے طریقے سے لینا چاہتے تھے۔ ان کے ذہن میں یہ بھی تھا کہ غنڈہ گردی سے اگر ہم اپنے حقوق لے سکتے ہیں تو مذہبی تنظیمیں یہ حقوق نہیں لے سکتیں اور پھر انہوں نے کلاشنکوف والی سیاست کو اپنے لئے زیادہ بہتر سمجھا۔ ہم یہ کہتے رہے کہ راجستھان سیکٹر بند کردیا جائے۔ لیکن اس کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا لیکن اب حکومت اس نتیجے پر پہنچی ہے اور اس راستے کو بند کردیا ہے۔ اب مکمل طور پر کیا ہے یا نہیں بہرحال کچھ تو کیا ہے۔ دوسرا ہمارا مطالبہ تھا کہ دہشت گردوں نے اپنے ٹارچر سیل بنا رکھے ہیں وہاں وہ لوگوں کو سزائیں دیتے ہیں قتل کرتے ہیں۔ بہرحال وقت نے یہ ثابت کردیا کہ ہمارے مطالبے درست تھے۔ اخبارات میں تو یہ سب چیزیں آئیں لیکن افسوس ٹی وی پر یہ سب کچھ نہیں دکھایا گیا۔ وہاں مظلوم لوگوں نے چیخ چیخ کر فریادیں کیں کہ کس طرح ان کے بچوں کی آنکھیں

نکالی گئیں، ناخنوں میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے گئے اور جو کچھ بیان کیا گیا صحافیوں سمیت سب لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ابھی بہت سا اسلحہ برآمد ہونا باقی ہے اور برآمدگی بہت سست ہے۔ یہ بڑا خطرناک ہے یہ تو ایسا ہے کہ سانپ کی دم پر پاؤں رکھ دیا ہو اور جو جن بوتل سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کو جب تک ختم نہیں کریں گے تو آپریشن کے سب فوائد ختم ہو جائیں گے اور آگے چل کر ملک خانہ جنگی کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ اسلحہ اتنا موجود ہے کہ وہ انتقامی سیاست پر آ جائیں گے اور ان میں کوئی شک نہیں کہ ان کا انتقامی ذہن ہے وہ اپنے مخالفین کو اگر اس قسم کی سزائیں دے سکتے ہیں تو آگے چل کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

جنگ: جے یو پی کے لوگوں پر تو براہِ راست ظلم نہیں کیا گیا یا فائر وغیرہ کی گئی؟

شاہ احمد نورانی: ہمارے جلسوں پر فائرنگ ہوئی تھی تو اس کے نتیجے میں ہمارا ایک کارکن شہید ہو گیا تھا اور تقریباً ۲۵ کے قریب ہمارے کارکن شدید زخمی ہوئے تھے۔ اسی طرح ہمارا ایک اور جلسہ جو رمضان المبارک اور شب قدر میں تھا اس میں بھی کئی کارکن زخمی ہو گئے تھے۔ ہم جا کر جلسہ بھی نہیں کر سکتے تھے یعنی وہ سمجھتے تھے کہ مہاجرین کا علاقہ ہمارا علاقہ ہے۔

جنگ: خلیجی جنگ کے موقع پر آپ کا اور جماعت اسلامی کا موقف تقریباً ایک جیسا تھا جب کہ اس سے پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جماعت اسلامی کے خیالات پرو امریکہ ہیں۔ کیا آپ عالمی تناظر میں جماعت کے رویوں میں تبدیلی محسوس کرتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: جب سے جماعت اسلامی کی قیادت میں تبدیلی آئی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے رویوں میں تبدیلی آئی ہے۔ میاں طفیل محمد ہوتے تو شاید یہ تبدیلی نہ ہوتی اور یہی میرا نقطہ نظر ہے۔

جنگ: اس تبدیلی سے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر آپ ان کے قریب آئے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: قریب اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ قیادت میں نیو ورلڈ آرڈر کی مزاحمت کے بارے میں جو ان کی پالیسی اب تک ہے وہی ہماری بھی پالیسی

ہے اس سے پہلے نہیں تھی اور یہ بہت خوش آئند تبدیلی ہے۔

جنگ: نورانی صاحب ایک خاص بات آپ کے بیانات میں ہم محسوس کرتے رہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے بارے میں شروع ہی سے آپ کا ایک نقطہ نظر رہا ہے۔ اور آپ نے اس زمانے میں جب یہ حکومت میں شامل تھے اسے مارشل لاء کی "بی ٹیم" بھی قرار دیا تھا اور یہی شدت ابھی تک آپ کے رویوں میں ہے تو آپ بتائیں گے کہ آپ کو ان کے کن سیاسی رویوں سے اختلاف ہے جس وجہ سے آپ ان پر تنقید کرتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: جماعت اسلامی کے ساتھ تو ہم ہمیشہ مل کر ساتھ چلے ہیں۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۶ء تک قومی اسمبلی میں بھی جماعت اسلامی اور ہم دونوں ساتھ چلے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں انتخابات ہوئے تو پروفیسر غفور صاحب جماعت کی طرف سے پارلیمانی لیڈر تھے اور جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ مل کر برابر کام کرتے رہے لیکن باہر کی جماعت اسلامی جس کی قیادت طفیل محمد کر رہے تھے اور پوری جماعت اسلامی کی پوری تحریک جو پیپلز پارٹی کے خلاف چلنے والی تھی تو عین وقت پر میاں طفیل محمد صاحب نے کہا کہ ہم تو ساتھ نہیں چل سکتے ہم تو سیلاب کا کام کریں گے۔ سیلاب آ گیا اور وہ اس طرف چل پڑے اور پوری جماعت ہمیں دھوکہ دے گئی۔

۱۹۷۷ء میں بھی جماعت نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے ساتھ مل کر ہمیں دھوکہ دیا اور ہمیں چھوڑ گئے اور ان کی وجہ سے پی این اے کی تحریک کے پورے ثمرات ضیاء الحق کی جیب میں چلے گئے۔ یعنی اسلام چھوڑ کر اسلام آباد چلے گئے۔ اس طرح جماعت اسلامی نے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ اس وجہ سے اس زمانے میں یہ مارشل لاء کی بی ٹیم کہلائی۔ پوری پی این اے کو جماعت اسلامی نے ضیاء الحق کی گود میں ڈال دیا اور اس سارے معاملے میں میاں طفیل محمد کا کردار بہت غلط تھا۔ قاضی حسین احمد کے آنے کے بعد اور خاص طور پر ضیاء الحق کے آخری دور میں جماعت کی پالیسیوں میں تھوڑی تبدیلی آئی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے ساتھ اختلاف کی جو شدت ہماری تھی اب وہ نہیں رہی۔ جماعت اسلامی والے حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھتے بھی ہیں اور انہیں بھی اپنا فائدہ نظر آتا کر چلے جاتے ہیں۔

اب انہوں نے جو اینٹی امریکہ پالیسی اپنائی ہوئی ہے یا حزب اختلاف کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اس میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ کھل کر حزب اختلاف کے ساتھ بھی نہیں آ رہے۔ یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ سسٹم بھی جاری رہے اور حزب اختلاف کے ساتھ بھی رہیں۔ ابھی تک وہ نواز شریف صاحب کو پوری طرح چھوڑ بھی نہیں پائے کسی نے کہا تھا کہ آپ ان کو اسلامی جمہوری اتحاد میں شامل کرتے ہیں یا نہیں کرتے تو ہم نے کہا کہ انہوں نے کھل کر چھوڑنے کا فیصلہ بھی کیا ہے یا نہیں۔

جنگ: ایک اور بات محسوس کی جا سکتی ہے شاید آپ اس سے اتفاق کریں یا نہ کریں کہ ۷۹ء یا ۸۰ء کا شروع کا ادوار تھا اس میں یہ لگتا تھا کہ پیپلز پارٹی کے بعد جمعیت علمائے پاکستان ملک کی کم از کم نمبر ۲ سیاسی پارٹی ضرور بنے گی۔ لیکن اس کے بعد ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے ثمرات کو صحیح طریقے سے "کیش" نہیں کیا جا سکا۔ آپ اتفاق کرتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے خلاف جو سازشیں ہو رہی تھیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ ۱۹۷۷ء میں جب ہم پی این اے سے الگ ہوئے تو ہمارے دوسرے ساتھی بھی پی این اے سے الگ ہو گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسلسل اپوزیشن میں رہنا بھی بہت مشکل بات ہے اور یہاں کی اپوزیشن تو آپ جانتے ہیں۔ ووٹوں کا جہاں تک تعلق ہے پیپلز پارٹی کے پاس سب سے زیادہ ووٹ ہوں گے اب ۸۵ء میں نواز شریف نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کی وجہ سے ہمیں تقریباً ۲۵ سیٹوں کا نقصان ہوا ہے اور اگر یہ سیٹیں ہمیں مل جاتیں تو ۸۸ء میں پیپلز پارٹی اقتدار میں نہ آتی اور پھر ان کا تجزیہ کافی حد تک صحیح بھی ہے۔ کراچی اور حیدر آباد کے علاوہ پنجاب میں بھی کئی مقامات پر ہمیں نقصان پہنچا اور یہ سب وسائل کی کمی کی وجہ سے ہوا۔

جنگ: وسائل سے آپ کی کیا مراد ہے؟

شاہ احمد نورانی: وسائل کا مطلب یہ ہے کہ انتخابی مہم کے دوران جب میں کبھی ٹیکسی یا رکشہ میں جاتا ہوں تو لوگ ہنستے ہیں۔ ظاہر ہے دوستوں کی گاڑیاں کبھی مل جاتی ہیں کبھی نہیں ملتیں ان کی بھی مصروفیت ہوتی ہے۔ بس اس طریقے سے کام چلتا رہتا ہے۔

دوسری جماعتوں کے بھی دفاتر ہیں وہاں ماشاء اللہ گاڑیوں کی ریل پیل ہے۔

جنگ: آپ کی پارٹی اور آپ کی ذاتی اساس یقیناً مذہب پر ہے۔ اس حوالے سے آپ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کے مقلدین میں سے ہیں لیکن آپ کے جے یو آئی کے اتحاد سے دیوبندیوں سے جو واضح اختلاف چلا آ رہا تھا اب محسوس ہوتا ہے کہ آپ کوئی مذہبی اتحاد دینے کی کوشش کر رہے ہیں کیا آپ کے پیروکار اس چیز کو تبدیل کر لیں گے؟

شاہ احمد نورانی: جہاں تک جمعیت علمائے پاکستان کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں کہ ہمارا تعلق مولانا شاہ احمد رضا بریلوی سے ہے اور انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے ہم اپنے لئے اسی کو بہتر تصور کرتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دین کے فروغ اور ملک کے مفاد میں ہمارا کوئی مقصد آڑے نہیں آنا چاہئے۔ پھر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ۷۲ء میں ہم نے "یو ڈی اے" یونائیٹڈ ڈیموکریٹک الائنس کا اسلام آباد میں اجلاس بلایا تھا۔ پھر ۱۹۷۷ء میں پی این اے کی سب سے پہلی میٹنگ جمعیت علمائے پاکستان کے دفتر میں بلائی۔ اس میں جمعیت علمائے پاکستان بھی تھی اور جماعت اسلامی بھی تھی اور سب لوگ شامل تھے۔ سب نے مل کر کام کیا یعنی اپنے مسلک کی بنیاد پر کوئی ایسا کام نہیں ہونے دیا جس سے ملک کو کوئی نقصان ہو۔ یعنی ملک کی بہتری کے لئے جو کام ہو سکتا تھا اس میں رکاوٹ نہیں بننے دی اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی ابتداء ہم نے کی بغیر کسی اختلاف یا عقیدے کے اس کی حقیقت کیا ہے۔ پی این اے کے زمانے میں بھی جو ہمارا اتحاد ہوا تھا وہ خالصتاً سیاسی تھا۔ جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ پر تھے بھی اور رہیں گے بھی۔ ۱۹۷۴ء میں ہم نے ایک میٹنگ بلائی اور علمائے دیوبند سے درخواست کی کہ وہ یہاں آ کر انصاف کریں یا اس سارے معاملے کو ختم کریں چنانچہ شیرانوالہ گیٹ گوجرانوالہ تحریک ختم نبوت منعقد ہوئی اس میں مولانا یوسف بنوری صاحب صدر تھے اور علامہ سید محمود احمد رضوی جنرل سیکریٹری تھے اور دونوں نے مشترکہ طور پر تحریک چلائی جب کہ قومی اسمبلی میں ہم جنگ لڑتے رہے اور ہمیں نے وہ قرارداد پیش کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے تو ختم نبوت کے موقع پر اور اس سے پہلے ۵۳ء میں بھی ہمارا اتحاد تھا اور مل کر کام کرتے رہے یعنی ہم نے اس اختلاف کو درمیان میں حائل نہیں

ہونے دیا اب بھی اسلامی جمہوری محاذ جو ہم نے بنایا ہے اس میں جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام مل کر کام کر رہے ہیں۔

جنگ: اٹھارہویں صدی سے یہ رجحان تھا کہ جو اسلامی مفکرین تھے انہوں نے تصوف کے خلاف متحد ہو کر مہم چلائی۔ اب نئے عالمی منظر میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ تصوف کو عروج حاصل ہوا کہ پہلے کی طرح تنقید کا نشانہ بنتا رہے گا؟

شاہ احمد نورانی: جتنی بھی تاریخ تصوف ہے وہ سب فروغ اسلام کے لئے ہے اور آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ درگاہوں اور اولیائے کرام کے مزاروں پر بوڑھے بزرگ ہی نظر نہیں آتے ہیں بلکہ اس میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا مودودی نے بہت کام کیا لیکن وہ تصوف سے انکار نہیں کر سکے۔ وہ باقاعدہ کتابوں میں لکھتے ہیں کہ میرا خاندان مودودی چشتی کی طرف سے ہے۔ لہٰذا وہ تصوف کی طرف تو آ گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ جو مرضی کہتے رہے لیکن وہ لوٹ کر واپس اسی طرف آتے ہیں چاہے وہ سیاسی طرف ہی کیوں نہ نکل آئیں۔ اب ساری زندگی وہ داتا دربار پر حاضر نہیں ہوئے ہوں گے لیکن الیکشن مہم کے دوران میاں طفیل کی داتا دربار میں حاضری ہونے لگی اور یہ سب تصوف کی کرامات ہیں۔ یہی سب کچھ جے یو آئی کے ساتھ بھی ہوا کہ زندگی بھر انہوں نے کبھی داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری نہیں دی ہو گی لیکن انتخابی مہم کے دوران مفتی محمود نے داتا دربار پر حاضری دی اور آپ کے اخبارات اس چیز کے گواہ ہیں کہ انہوں نے وہاں پر دیگ بھی دی۔ شربت اور دودھ بھی پیا۔ سب لوگ مانتے ہیں کہ انہی بزرگوں کی بدولت ہمیں اسلام ملا ہے۔ میں اجمیر شریف پر جب بھی موقع ملتا ہے حاضری دیتا ہوں اور آپ یقین کریں کہ کہاں ہندوستان کے ہر صوبے کا آدمی نظر آتا ہے جس طرح آپ داتا دربار پر تشریف لے جائیں، آپ کو پاکستان کے ہر صوبے کا آدمی نظر آئے گا۔ ایک مرتبہ داتا دربار پر ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو فاران سے آیا تھا۔ یعنی آپ اندازہ لگائیں کہ کہاں لاہور اور کہاں بلوچستان کا آخری حصہ فاران۔

جنگ: گلف وار میں آپ کا بڑا اہم رول تھا اس میں سعودی عرب کے بارے میں لوگوں

کا تاثر تھا کہ یہ امریکہ کے اشاروں پر چلتا ہے۔ اب گلف وار کے بعد آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ لوگوں کے ذہنوں میں جو سعودی عرب کی وجہ سے مذہبی اثرات تھے اس میں کمی نہیں آئے گی؟

شاہ احمد نورانی: سعودی عرب کا پورے عالم اور خود اپنے ملک میں شاہی خاندان کو جو اثر تھا وہ ۲۵ فیصد رہ گیا ہے۔ اب وہاں کا جو اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ہے وہ بادشاہت کی مخالفت کر رہا ہے اور جو مذہبی طبقہ تھا ان کے ذہنوں میں بھی ان لوگوں کا تاثر ختم ہو گیا ہے۔ وہاں مذہبی طبقے بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک تو تصوف کے سلسلے کے لوگ ہیں۔ جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور محبت ہے اور میلاد شریف بھی کرواتے ہیں۔

جنگ: صدام حسین سے آپ کے تعلقات کے بارے میں سنتے رہتے ہیں ان کی ذاتی حیثیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے سنا ہے کہ آپ کو ان کی طرف سے فنڈ بھی جاری ہوتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: ایسی باتیں کہنے والوں سے میں نے یہی کہا ہے کہ وہ فنڈ ابھی تک پہنچے نہیں۔ اگر پہنچ جائیں تو مجھے بھی بتا دیجئے گا کیونکہ مجھے پیسوں کی بہت ضرورت ہے میں نے مکان بنانا ہے کیونکہ میرے پاس میرا مکان نہیں ہے اور ایک کار بھی خرید لوں گا۔ عراق بیچارے کی تو حالت اتنی خراب ہے کہ وہ کسی کو کیا فنڈ دے گا۔

جنگ: موجودہ نظام جو ۱۹۷۳ء کے بعد کا ہے جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کو تشریح کا اختیار ہے اور قومی اسمبلی بھی اس کو مانتی ہے کیا اس سارے نظام کو آپ قبول کرتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: بالکل ہم اس کو مانتے ہیں۔ اس کو تو بنایا ہی ہم نے۔ ۷۲ء میں جو کمیٹی بنی تھی اس کا تو میں ممبر تھا اور یہ کمیٹی ۲۵ آدمیوں کی تھی۔ انہوں نے ہی یہ آئین بنایا تھا اور یہ ساری میری تجویز تھی کہ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے۔ اس میں یحییٰ بختیار نے میری تائید کی تھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں متفقہ طور پر ہم نے یہ فیصلہ دیا تھا اسلامی نظریاتی کونسل اجتہاد کرنے والوں کا ادارہ نہیں تھا۔ یہ کام بھٹو کے زمانے میں ہی شروع ہو گیا تھا بعد میں جب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب تشریف لے آئے تو پھر اس کام میں تعطل پیدا ہو گیا۔

جنگ: بھٹو کی پھانسی سے ہماری سیاست پر بہت اہم اور دور رس اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اب تازہ حالات میں جب آپ ماضی کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ فیصلہ اسی طریقے سے ہونا چاہئے تھا؟

شاہ احمد نورانی: میں اس وقت ملتان میں تھا جب میں نے یہ خبر سنی۔ اخبارات اور ریڈیو ٹی وی پر بھی یہ خبر نشر ہوئی مجھے اس فیصلے سے اتفاق نہیں تھا۔

جنگ: آپ کے خیال میں ناجائز طور پر ایسا کیا گیا؟

شاہ احمد نورانی: میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جنرل محمد ضیاء الحق نے انتقامی کارروائی کی تھی اور ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جنگ: ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر کا سیاسی تقابل آپ کریں تو کیا محسوس کرتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بھٹو بہت ذہین اور چالاک سیاستدان تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ "محترم" حوا ہے تھے لیکن افسوس کہ ان کی صلاحیتیں غلط طریقوں میں استعمال ہو گئیں لیکن جہاں ان میں برائیاں تھیں وہاں ایک بات ضرور تھی کہ وہ جو بھی وعدہ کرتے تھے پورا کرتے تھے۔ مثلاً جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد میں نے پیش کی تو پہلے تو وہ بہت برہم ہو گئے لیکن بعد میں وہ مان لئے اور اپنا وعدہ بھی پورا کیا۔

جنگ: آپ کے خیال میں ان کے زوال میں امریکہ کا ہاتھ تھا؟ کیا اٹامک مسئلہ بھی تھا؟

شاہ احمد نورانی: یقیناً ہو سکتا ہے، اٹامک بم کا جہاں تک مسئلہ تھا سائنس اور ٹیکنالوجی کی کمیٹی بنتی تھی۔ میں بھی ایک دفعہ اس کا ممبر تھا۔ بھٹو اس میں ذاتی دلچسپی لیتے تھے اور اس مسئلے کہ وہ براہ راست کنٹرول کرتے تھے۔

جنگ: تو ذرا بے نظیر صاحبہ کے بارے میں بھی بتائیے؟

شاہ احمد نورانی: بے نظیر صاحبہ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ کونسل کی کانفرنس کے سلسلے میں انہوں نے بلایا تھا۔ اس وقت صرف آدھ گھنٹہ ملاقات ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں، میں نے کہا تھا کہ محترمہ آپ نے کراچی اور حیدرآباد کی دہشت گرد تنظیم سے سمجھوتہ کر کے بہت بڑی فاش غلطی کی ہے۔ پھر وہ وضاحتیں دینے لگیں کہ ہمارے

علم میں نہیں تھا کہ وہ دہشت گرد تھے وغیرہ وغیرہ۔

جنگ: بطور سیاسی لیڈر بے نظیر بھٹو صاحبہ کی کیا حیثیت ہے؟

شاہ احمد نورانی: میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص سروے نہیں کیا یعنی ان کی سیاسی زندگی کے بارے میں کوئی تجزیہ نہیں کیا۔ بہر حال وہ اپنے والد کی وارث ہیں اور لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور سیاسی نقطہ نظر سے میں نے ان کا تجزیہ نہیں کیا۔

جنگ: آپ کے بیرونی دوروں پر بہت اعتراضات ہوتے رہتے ہیں، ابھی حال ہی میں راؤ رشید نے ایک تفصیلی مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ ایم آر ڈی کی تحریک کے دوران نورانی صاحب سیاسی موقف میں ہمارے ساتھ ہم آواز تو رہے لیکن سیاسی جدوجہد میں ضیاء الحق کو ہٹانے میں ان کا کوئی خاص کردار نہیں تھا اور جے یو پی کے حوالے سے بھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ چونکہ آپ بیرونی دوروں پر زیادہ رہتے ہیں اس لیے تنظیم جس طرح مضبوط اور فعال ہونی چاہئے اس طرح جے یو پی نہیں ہے۔ اس حوالے سے تھوڑی سی روشنی ڈالیں؟

شاہ احمد نورانی: جہاں تک ایم آر ڈی کی تحریک کا تعلق ہے تو جے یو پی باقاعدہ اس میں شامل نہیں تھی۔ لیکن باقاعدہ طور پر اس کی سپورٹ کرتی تھی اور سندھ کے وہ علاقے جہاں ایم آر ڈی والے بھی نہیں جا سکتے تھے میں خود ان علاقوں میں گیا تھا۔ دوسرا جب ہیلی کاپٹر کے ذریعے انہوں نے فائرنگ کی تو میں ان علاقوں میں بھی گیا۔ خیر جیسے وہ کہتے رہیں ان کی مرضی ہے۔ جہاں تک بیرونی دوروں کی بات ہے ہمارا اصل میں کام تبلیغی ہے میں تبلیغی دورے کے سلسلے میں تین چار ہفتے باہر رہتا ہوں۔ تقریریں وغیرہ کرتا ہوں اس کے علاوہ کوئی بات نہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ برطانیہ میں ۸ لاکھ پاکستانی مسلمان ہیں ان کی مذہبی ضروریات تو ہیں اسی طرح فرانس، جرمنی، ہالینڈ، کینیڈا اور امریکہ وغیرہ میں پاکستانی مسلمان رہتے ہیں اور ان کی ضروریات بھی ہیں۔

جنگ: آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے کتنے لوگ مسلمان ہوئے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: ۱۹۵۵ء سے اب تک تقریباً یورپین، افریقہ اور عیسائی لوگوں

میں ۲۰۰۰ کے قریب مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہم یہ کام آہستہ آہستہ کر رہے ہیں۔

جنگ: لوگوں کی معلومات کے لئے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اب تک ان بیرونی دوروں کے نتیجے میں وہاں کتنی مساجد بنیں اور کتنے لوگ مسلمان ہوئے؟

شاہ احمد نورانی: ہماری تنظیم "ورلڈ اسلامک مشن" کی دنیا کے مختلف ممالک میں تقریباً ۴۲ شاخیں ہیں۔

افریقہ، یورپ، امریکہ اور ساؤتھ میں اب تک تقریباً ۲۰۰ سے زائد مساجد بن چکی ہیں اور ہر مسجد کے ساتھ ساتھ ایک مدرسہ ضرور ہے جہاں مسلمان بچوں اور بچیوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور لائبریری بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور پروگرام ہم نے بنایا ہے کہ جہاں مسلمانوں کی ۵۰ ہزار آبادی ہے وہاں ایک اسکول کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور ان کے پیٹرن کے مطابق ان کو تعلیم دی جائے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں اسلامی تعلیم بنیادی قرار دی جائے گی۔ اس کے بعد ہمارا پروگرام کالج کی سطح پر ہوگا۔

جنگ: عورت کی سربراہی پر آپ کا کیا نقطہ نظر ہے؟

شاہ احمد نورانی: شرعی طور پر عورت کی سربراہی جائز نہیں ہے۔

جنگ: عورتوں کو ملازمت کی اجازت ہونی چاہئے؟

شاہ احمد نورانی: جی ہاں! بالکل ہونی چاہئے لیکن ان محکموں میں جو صرف خواتین کے متعلق ہیں۔

جنگ: لومیرج یا پسند کی شادی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

شاہ احمد نورانی: پسند کی شادی کا جہاں تک تعلق ہے اس میں اسلام یہ اجازت دیتا ہے کہ لڑکی لڑکے کو اور لڑکا لڑکی کو دیکھ سکتا ہے اور دونوں کی رضامندی ہو تو شادی کر سکتے ہیں۔

جنگ: آپ کی پسندیدہ خوشبو کونسی ہے؟

شاہ احمد نورانی: سبحان اللہ! بہت پیاری بات پوچھی ہے! مجھے چنبیلی اور گلاب کی خوشبو بہت اچھی لگتی ہے۔

جنگ: کھیل کون سا پسند ہے؟

شاہ احمد نورانی: بچپن میں جب اسکول پڑھتا تھا تو فٹ بال کھیلا کرتا تھا۔ پھر

اس کے بعد کالج آ گئے تو کھیل وغیرہ سے دلچسپی کم ہو گئی۔

جنگ: اسکول کے زمانے میں آپ کو مار پڑی؟

شاہ احمد نورانی: بالکل پڑی اور جب میں قرآن پاک حفظ کر رہا تھا تو حافظ صاحب نے مجھے بہت مارا۔

جنگ: موسیقی آپ سنتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: جی ہاں! موسیقی سنتا ہوں اور اس میں مجھے قوالی بہت پسند ہے اور اس میں قوال حضرات جو نعتیہ کلام پڑھتے ہیں وہ مجھے اچھا لگتا ہے لیکن بہت کم سنتا ہوں۔ ابھی جب میں اجمیر شریف گیا تھا تو محفل سماع میں کافی رات تک بیٹھا رہا۔

جنگ: پسندیدہ رنگ کون سا ہے؟

شاہ احمد نورانی: پسندیدہ رنگ سبز ہے۔

جنگ: پسندیدہ کتاب کون سی ہے؟

شاہ احمد نورانی: اچھی کتابیں اکثر میں خریدتا رہتا ہوں لیکن حدیث کی ایک کتاب "ریاض الصالحین" اکثر اپنے پاس رکھتا ہوں۔ ویسے میں آپ کے جنگ بک کلب کا ممبر بھی ہوں اور جو اچھی کتاب ہو منگواتا رہتا ہوں۔

جنگ: کوئی مشغلہ وغیرہ؟

شاہ احمد نورانی: نہیں کوئی خاص نہیں۔ بس بڑھاپا آ گیا اور ۶۵ سال سے بھی اوپر پہنچ گیا ہوں۔

جنگ: ٹی وی کو آپ کیا سمجھتے ہیں گھر پر آپ ٹی وی دیکھتے ہیں اس کو آپ ناجائز تو نہیں سمجھتے؟

شاہ احمد نورانی: ٹی وی دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا کیونکہ رات کو اکثر دیر سے گھر جایا جاتا ہے۔ باقی ٹی وی میں اگر اچھے اور صحیح پروگرام ہوں تو دیکھنا جائز، لیکن رقص وغیرہ ہوں تو اس کا دیکھنا حرام ہے۔ ناچ گانوں کی محفلیں اور غیر محرم عورتوں کا گانا اسے میں حرام کہتا ہوں۔ وہ میں نہیں سنتا۔

جنگ: آپ کے بیٹے کس حد تک سیاست کی طرف راغب ہیں؟

شاہ احمد نورانی: میرے بیٹے سیاست کی طرف بالکل راغب نہیں ہیں۔ میرے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور بیٹیوں کی تین سال پہلے شادیاں ہو گئی تھیں۔ بیٹے پڑھ رہے ہیں ایک بیٹا امریکہ میں کمپیوٹر کا کورس کر رہا ہے اور پارٹ ٹائم کام بھی کرتا ہے اس سے گزارا کر رہا ہے یعنی میرے ذمے کوئی بوجھ نہیں۔ دوسرا بڑا بیٹا انس ہے اس کا ایکسیڈنٹ کی وجہ سے "دو سال" تعلیمی حرج ہوا ہے۔ اب وہ بی اے میں ہے۔ میں نے اپنے بیٹوں پر زبردستی نہیں کی ہوئی وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ میں قرآن اور نماز کی تاکید کرتا رہتا ہوں بس۔ امریکہ میں میرے داماد کے رشتہ دار رہتے ہیں تو چونکہ میرے بیٹے کی عمر ایسی تھی میں نے النور مسجد میں اپنے بیٹے کا نکاح پڑھوا دیا۔

جنگ: آپ کا جنرل ضیاء الحق کے ساتھ ایک چھوٹا سا جھگڑا چلا تھا جس میں آپ نے کہا تھا کہ جنرل صاحب! "ڈن ہل" کے سگریٹ پیتے ہیں جس کے جواب میں انہوں نے کہا تھا کہ مولانا "پان" بہت کھاتے ہیں۔ انہوں نے تو سگریٹ چھوڑ دیا تھا لیکن آپ بدستور پان کھاتے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: میں نے کہا کہ سگریٹ تو دوسرے ممالک کا بنا ہوتا ہے لہٰذا ہمارا زرمبادلہ انگریزوں کو جاتا ہے جب کہ پان سری لنکا، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش وغیرہ سے آتا ہے اور زیادہ تر اس کا مسلمان ہی کاروبار کرتے ہیں تو میں نے کہا کہ اس طرح تو مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔

جنگ: اہل سنت کے علماء و مشائخ اکٹھے کیوں نہیں ہوتے۔ پوری تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی؟

شاہ احمد نورانی: اس کی مختلف توجیہات ہیں ہمارے یہاں مشائخ عظام بھی ہیں جنہیں پیران عظام بھی کہا جاتا ہے اور ان کے مریدین وغیرہ بھی ہیں ظاہر ہے وہ ان کو اِدھر اُدھر نہیں چھوڑ سکتے ہیں ان کا بھی اپنا ایک مقام اور حیثیت ہے۔ ان کے مدرسے اور دارالعلوم وغیرہ ہیں اور جو جہاں ہے وہ سمجھتا ہے کہ میری اپنی حیثیت اور منصب ہے اس لئے بظاہر مشکل ہے۔ لیکن کام کرتے رہنا چاہئے جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔

(ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۹۲ء، صفحہ ۲۲ تا ۲۶)

انٹرویو: مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی

موجودہ مذہبی فرقے برطانوی دور حکومت کی پیداوار ہیں

میزبان: افتخار احمد، اسلم جاوید

جمعیت علماء پاکستان اور ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی آمد سے قبل دو فرقے موجود تھے جن میں ایک اہلسنت والجماعت اور دوسرا شیعہ فرقہ تھا۔ لیکن بعدازاں انگریزوں کی سرپرستی میں بہت سارے فرقوں نے یہاں جنم لیا اور ان کے اندر شدت پیدا ہوئی لہٰذا برصغیر میں زیادہ تر فرقے برطانوی دور حکومت کی پیداوار ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد صورت حال میں تھوڑی تبدیلی پیدا ہوئی کیونکہ مختلف فرقوں اور مسلک سے تعلق رکھنے والے جو لوگ حکومت میں آئے انہوں نے اپنے مسالک کی سرپرستی شروع کر دی۔ اس کے علاوہ بعض غیر مسلم ممالک نے بھی اس عمل میں حصہ لیا جبکہ کئی غیر مسلم ممالک کی خفیہ ایجنسیوں خصوصاً "را"، "موساد" اور "سی آئی اے" جن کا آپس میں ایک نیٹ ورک بھی موجود ہے، نے بھی پاکستان میں تفرقہ بازی، مذہبی دہشت گردی اور تشدد میں اضافہ کرنے کے لئے اپنا کام دکھایا۔ آپ دیکھیں کہ یہاں گزشتہ دنوں کراچی میں بعض تنظیموں سے اسرائیلی اور بھارتی اسلحہ بھی پکڑا گیا ہے۔ بعض ممالک اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی اور مذہبی تشدد میں اضافہ ہو تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر سکیں۔ جبکہ جو لوگ پاکستان میں مذہب کے نام پر تشدد اور دہشت گردی کر رہے ہیں انہیں بیرونی سرپرستی حاصل ہے۔ آپ دیکھیں کہ آج یورپ اور امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ گزشتہ رمضان المبارک میں امریکی صدر بل کلنٹن

کی بیگم ہیلری کلنٹن نے امریکہ کی ۲۲۵ سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ڈیڑھ سو کے قریب مسلمانوں کی تنظیموں کے صدور اور جنرل سیکرٹریز کو وائٹ ہاؤس میں مدعو کر کے انہیں دعوت افطار دی اور انہوں نے وہاں پر ہی نماز مغرب ادا کی۔ اس موقع پر ہیلری کلنٹن نے جو بیان جاری کیا وہ پاکستان سمیت دنیا بھر کے اخبارات و جرائد میں شائع ہوا جس میں انہوں نے کہا کہ نارتھ امریکہ میں اسلام سب سے تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ وہ اس بیان کے ذریعہ عیسائیوں اور یہودیوں کو ہوشیار کرنا چاہتی تھیں کہ دیکھو! اسلام یورپ اور امریکہ میں بہت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور آپ اس کا بندوبست کرو نتیجتاً تمام عیسائی اور یہودی تنظیمیں متحرک ہو گئیں۔ جب یہاں پاکستان میں مذہب کے نام پر دہشت گردی اور تشدد کے واقعات رونما ہوتے ہیں تو وہاں پر لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ دیکھیں مسلمان کس طرح اپنی مسجدوں اور امام بارگاہوں پر حملے کرتے ہیں اور ان کے ہاں عبادت گاہوں کا بھی کوئی تحفظ نہیں ہے اور مسلمان تو اپنے مذہبی اجتماعات پر بھی حملے کرتے ہیں۔ لہٰذا یہاں جس طرح نماز ادا کرتے ہوئے اور دوسرے مذہبی اجتماعات میں بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے یورپ اور امریکہ میں اسے ٹیلی ویژن کے ذریعہ لوگوں کو دکھا کر انہیں اسلام میں شامل ہونے سے روکا جاتا ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ اسلام دراصل دہشت گردوں کا مذہب ہے تاکہ وہ اپنے ہاں اسلام کو بدنام کر کے وہاں تیزی سے پھیلنے سے روک سکیں۔ یہ دراصل مغرب کی ایک بہت ہی گہری سازش ہے۔ ہمیں اسے بے نقاب کر کے اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

ہم نے ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم سے اس مسئلہ پر بہت کام کیا ہے اور یہ کوشش کی کہ کسی طریقہ سے پاکستان میں مذہب کے نام پر دہشت گردی اور تشدد کا خاتمہ ہو جائے مگر ہم تمام کام نہیں کر سکتے کچھ کام صرف حکومت کے کرنے کے ہوتے ہیں۔ ہم نے اس وقت ملک بھر کے دورے کئے اور اجلاس منعقد کر کے کسی حد تک قتل و غارت گری روکنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ ہم نے بہت واضح طور پر کہا کہ جو بھی تنظیم اسلحہ کی نمائش کرتی ہے وہ ملی یکجہتی کونسل کی رکن نہیں بن سکتی۔ اس طرح ہم نے تمام تنظیموں سے اسلحہ نکلوا کر انہیں ملی یکجہتی کونسل میں اکٹھے کیا۔ یہ حکومت کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ سڑکوں پر اسلحہ کی نمائش نہ ہونے دے اور جو لوگ سڑکوں اور پبلک مقامات پر اسلحہ لے کر پھریں ان کے

لائسنس منسوخ کئے جائیں اور جن کے پاس غیر قانونی اسلحہ موجود ہے انہیں گرفتار کر کے اسلحہ برآمد کیا جائے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پاکستان میں بعض ایسی مذہبی تنظیمیں بھی موجود ہیں جن کے سالانہ اجتماعات میں باقاعدہ جدید اور آٹو میٹک اسلحہ کی نمائش کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت حال میں جب حکومت ہی کچھ نہ کرے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں مذہب کے نام پر جو تشدد اور دہشت گردی ہو رہی ہے اس حوالہ سے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مذہبی سماجی اور سیاسی تنظیموں کے بلا امتیاز حسابات کو چیک کرے۔ اگر فرض کریں کہ کسی مذہبی جماعت یا تنظیم کو باہر سے فنڈز ملتے ہیں تو حکومت اس حوالہ سے قانون سازی کرے اور جس ملک سے فنڈز آتے ہیں ان کی حکومت سے بات کی جائے۔ ایسا طریقہ کار وضع کیا جائے کہ کوئی بھی مذہبی، سیاسی اور سماجی تنظیم اور ادارہ باہر سے براہ راست امداد وصول ہی نہ کر سکے۔ اگر کسی ملک یا بیرونی ادارے نے کسی تنظیم کو فنڈز دینے ہوں تو وہ وزارت مذہبی امور کو دے دیئے جائیں اور وہ مسجد اور مدرسے وغیرہ کی تعمیر خود کروا کے اس تنظیم کے حوالے کر دیں جس کے لئے باہر سے فنڈز آئے ہوں۔ لیکن تمام رقم وزارت مذہبی امور کی زیر نگرانی خرچ کی جائے تاکہ بچ جانے والی رقم سے اسلحہ نہ خریدا جا سکے۔ ہم اس طرح سے پاکستان میں مذہبی دہشت گردی پر قابو پا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام مذہبی تنظیموں کو اس بات کا پابند بنایا جائے۔ ایسا نہ کرنے والوں کے لئے سخت سزا کا تعین کیا جائے۔ اس کے علاوہ تمام مذہبی رہنماؤں، علماء کرام اور اداروں کے افراد کا باقاعدہ احتساب کیا جائے کہ ان کے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی ہے۔ ان کی باقاعدہ نگرانی اور چھان پھٹک کرنے کے بعد یہ معلوم کیا جائے کہ فنڈز اور اسلحہ کہاں سے آئے ہیں۔ آخر حکومت کے پاس جو اتنی ایجنسیاں موجود ہیں وہ کس مرض کی دوا ہیں جبکہ ۱۱ سے زائد ان خفیہ ایجنسیوں پر سالانہ اربوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ کیا وہ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ کل تک جس کے پاس ٹوٹی ہوئی موٹر سائیکل تو کیا سائیکل تک موجود نہیں تھی آج اس کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں اور کوٹھیاں کہاں سے آ گئی ہیں۔ ہمارے اکثر علماء کرام اسلام کی تلقین اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں لیکن جو لوگ ایسا نہیں کرتے میرے نزدیک وہ علماء کرام کے شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اس ملک میں بے شمار علماء کرام ایسے ہیں جو امن کے لئے کام کر رہے ہیں۔

محض چند لوگ تشدد اور دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ وہ دراصل علماء نہیں ہیں اور انہیں علماء بنا دیا گیا ہے۔ تشدد اور دہشت گردی کے سانحات کے ہمارے معاشرے میں بہت گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ذریعہ مسلمانوں کے قتل عام کے واقعات ہو رہے ہیں۔ دہشت گرد اپنا کام دکھا کر چلے جاتے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کا یہ مقصد تھا کہ پاکستان میں گھر گھر اور محلے محلے میں شیعہ سنی لڑائی ہو ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوا۔ تشدد اور دہشت گردی کی روک تھام کے لئے ملی یکجہتی کونسل کا ضابطہ اخلاق موجود ہے جسے تمام مسلک کے علماء کرام نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ ہمارے علماء کرام اس کی باقاعدہ پابندی کر رہے ہیں۔

(شکریہ: جنگ سنڈے میگزین، ۲۵ اپریل تا یکم مئی ۹۹ء ہفت روزہ احوال و آثار، صفحہ ۳۶ تا ۳۴)



اعتراف عظمت

خانیوال شہر کا ہی نہیں اس ارضِ پاک کا بچہ بچہ نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے کٹ مرنے کے لئے تیار ہے

بخدمت اقدس

عزت مآب قائد انقلاب جناب **مولانا الشاہ احمد نورانی صاحب**

محترم جناب صدر جلسہ معزز خادمین جمعیت علماء پاکستان، قابل احترام حاضرین السلام علیکم۔ خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ احسان عظیم ہے کہ آج ہم شہیدوں اور مجاہدوں کی سرزمین خانیوال پر اپنے عظیم اور محبوب قائد محترم و مکرم الشاہ احمد نورانی اور دیگر محترم و مکرم شخصیتوں کو اپنے درمیان موجود پا رہے ہیں۔ جناب قائد کی خانیوال آمد جمعیت علماء پاکستان خانیوال شہر کے تمام اراکین اور عوام کے لیے بے پناہ مسرت و شادمانی کا موقع فراہم کرتی ہے۔

جناب عالی! خانیوال شہر اپنی آبادی وسائل اور دیگر خصوصی حالات کی بنا پر بفضل تعالیٰ ایک ضلع کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے اور یہاں کے لوگ دین کے انقلابی جذبوں سے سرشار ہیں۔ تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کے ولولہ انگیز دور میں اس شہر کے غیور عوام نے اپنے دینی اور نظریاتی جذبوں کا جس قدر کھل کر اظہار کیا ہے وہ ہماری قومی تاریخ کا ایک لازوال حصہ ہیں۔ وہ جوش و خروش آج بھی اس شہر میں بسنے والے ہر فرد کی ذات کا ایک حصہ ہے جو وقت کے ہر فرعون کو نیست و نابود کرنے کے لئے تیار رکھتا ہے۔

جناب عالی! جمعیت علماء پاکستان خانیوال شہر کے اراکین اور خادمین اس فرض منصبی کو جو ان کے سپرد کیا گیا ہے اپنا مذہبی اور ملی فریضہ جان کر پرخلوص ہو کر سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ ان کی یہ تمام تر خدمات صرف اور صرف رضائے الٰہی اور خوشنودی آقا و مولی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

جناب قائد محترم! آج ملت اسلامیہ جس پرآشوب دور سے گزر رہی ہے ہم سب

کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے نام لیوا جب کرب و بلا میں مبتلا ہیں انہیں دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہر طرف ظلم اور ناانصافی کا ایک دردناک منظر ہے۔

جلتے آگ آئی ہیں کیوں صدی کی ساری فصلیں
پیار کے کھیت میں کانٹے تو نہیں بوئے تھے

جناب عالی! المیہ یہ ہے کہ امت مسلمہ نے اس عالم بے چارگی کے باوجود اپنے آپ کو دنیاوی آرام و آرائش میں اس قدر گم کرلیا ہے کہ اس کے دل سے احساس زیاں بھی جاتا رہا ہے۔ بربادی کے طوفان میں گھر جانے کے باوجود بے حسی نے اسے جکڑ رکھا ہے۔ مگر کیا یہ سب کچھ اس کا مقدر ہے۔ نہیں...... ایسا نہیں! اسے صرف اور صرف مخلص رہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہ آج پھر ایک محمد بن قاسم کی راہ تک رہی ہے۔ اسے آج پھر طارق بن زیاد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ آج جبکہ صلیبی جنگیں امن و آشتی کے خوبصورت لبادوں میں لپٹ کر امت مسلمہ کو نت نئے دھوکے دینے کے لیے اسے چاروں جانب سے گھیر رہی ہیں۔ ہماری بے بسیاں بڑھ رہی ہیں۔ کرب و درد کا ایک شور ہے جو ہمارے ناتواں جسموں میں ہر وقت اپنی موجودگی کا احساس جگائے رکھتا ہے۔ قائد محترم! آپ نے ہر دور حکومت میں ہمیشہ کلمۂ حق کہا ہے۔ یہ آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ آج بھی پاکستان کے عوام کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں کیونکہ اس ظلم و ستم کے دور میں آپ ہی قوم کی صحیح رہنمائی فرما سکتے ہیں۔

قائد محترم! آج کی اس مجلس میں ہم اپنی جانب سے آپ کو اپنے اندر مکمل یک جہتی اور پوری حمایت کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم تمام مظالم سہہ کر بھی اپنے استقلال میں کمی نہیں آنے دیں گے اور عشق مصطفےٰ ﷺ کی انقلابی قوت سے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کو دفن کر دیں گے اور اس جذبے سے جہاد بھی جاری رکھیں گے۔

قائد انقلاب! آپ اپنے محترم و مکرم سالاروں کے ہمراہ میر کارواں بن کر دین مصطفےٰ ﷺ کا سبز پرچم لہرا دیجئے۔ خانیوال شہر کا ہی نہیں اس عرضِ پاک کا بچہ بچہ نظام مصطفےٰ ﷺ کے لیے کٹ مرنے کے لیے تیار ہے۔ انہیں جذبات کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔ والسلام

چوہدری محمد اشرف سعیدی (ناظم اعلیٰ: جمعیت علماء پاکستان۔ خانیوال)

(بحوالہ روزنامہ احوال، ستمبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۷)

امام نورانی کی پُرعظمت قیادت کو سلام

خالد محمود قادری

عالم اسلام کے عظیم اور ممتاز عالم دین اہلسنت کے مدبر قائد بابصیرت راہنما اور جمعیت علماء پاکستان کے قائد ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی بڑے حساس راہنما ہیں۔ پچھلے ماہ جب ناموس رسالت کے حوالے سے آرڈیننس میں تبدیلی اور گستاخان رسول کے خلاف ایف آئی آر کے طریقہ کار میں تبدیلی کی حکومتی تجویز سامنے آئی تو مولانا شاہ احمد نورانی اچانک متحرک و فعال ہو گئے انہوں نے اس سلسلے میں ملک کی تمام مذہبی جماعتوں کے راہنماؤں کو اعتماد میں لیا اور ۷ مئی ۲۰۰۰ء کو لاہور میں ان علماء کی ایک قومی کانفرنس بلا کر مذکورہ مسئلہ کا جائزہ لیا۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر طویل غور و فکر کے بعد طے کیا کہ ہم ختم نبوت کے منکروں اور باغیوں کے خلاف لڑیں گے۔ حکومت نے جو ڈھیل دی ہے اس سے انہیں فائدہ نہیں اٹھانے دیں گے۔ ان کا تعاقب کیا جائے گا۔ پریس کانفرنس کے ذریعہ آپ نے ۱۹۷۳ء کے آئین کی تمام اسلامی دفعات کو پی سی او کا حصہ بنانے، قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی، جمعے کی چھٹی کی بحالی، آئی ایف آئی آر کے طریقہ کار میں تبدیلی کی واپسی اور مخلوط انتخابات کی مکمل کر مخالفت کا فیصلہ کرنے کے ساتھ ۱۹ مئی ۲۰۰۰ء کو ملک گیر ہڑتال کی کال دی جس پر قوم نے لبیک کہا۔ آپ کی اسی تحریک کا نتیجہ ۱۱ مئی ۲۰۰۰ء کو داتا دربار تا ہائیکورٹ تک نکلنے والا تاریخی جلوس بھی تھا جس میں علماء اور مذہبی کارکنوں نے جانبازی سے کام لے کر مظاہرہ کیا۔ لاٹھیاں کھائیں، آنسو گیس کے گولے برداشت کیے، گرفتاریاں دیں اور گورنمنٹ کی سازش کو بے نقاب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹ مئی کو ملک گیر ہڑتال نے یہ ثابت کر دیا کہ اس مسئلہ کے حل کی خاطر تمام دینی جماعتیں ایک ہیں۔ حضور ﷺ کے گستاخوں اور باغیوں کو کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی۔ اس کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی کا جذبہ عمل ہے کہ قوم کی بیداری کے لئے ملک بھر میں "ختم نبوت کانفرنسوں" کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ ڈیرہ غازی خان، سیالکوٹ، ملتان، لاہور، گوجرانوالہ، قصور، ملتان، سکھر،

حیدر آباد اور کراچی میں مسلسل خطاب فرما رہے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی ۷۶ سال کی عمر میں بھی تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے اتنے سرگرم، پرجوش اور متحرک ہیں کہ جوان بھی ایسا نہیں کر سکتے وہ قوم کی غیرت وایمیت کو جگانے اور قادیانیوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لئے ایک تڑپتا ہوا دل لے کر نکلے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اکابر کی اس بیداری کی بدولت انشاء اللہ مسلمانوں کے دین وایمان اور ختم نبوت کی حفاظت کا فریضہ ادا ہو کر رہے گا۔ ملک دشمنوں، دین دشمنوں اور ختم نبوت کے باغیوں کی بیخ کنی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ دعا ہے اللہ کریم قائد اہلسنت سے جری، غیور، نڈر اور بے باک راہنما کو درازی عمر اور صحت وسلامتی عطا فرمائے۔ (ہفت روزہ احوال وآثار، جون ۲۰۰۰ء، صفحہ نمبر ۳۱)

جے یو پی نورانی گروپ چودہ سو سال پرانا اسلامی نظام لانا چاہتی ہے

[illegible]

شبیر احمد ہاشمی

[illegible]

روزنامہ جنگ لاہور

THE DAILY JANG LAHORE

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC پاکستان کے ہر دوسرے سے زیادہ

بیابہ مجلس نورانی

ارشادات حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی زیدہ مجدہ

محمد یٰسین نورانی

مورخہ ۷ اپریل ۹۸ء۔ نشست بعد نماز عشاء

سوال: حضرت! کچھ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے بارے میں ارشاد فرمایئے؟

جواب: اس دور (سترہویں صدی عیسوی) میں اکبری دین الٰہی کا بڑا چرچا تھا۔ اکبر بادشاہ کے جو کارنامے تھے یعنی صبح کو سورج کی پرستش، ہندوانہ رسم ورواج کی اشاعت، ذات پات کا امتیاز وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں اور دین اسلام کی تحقیر بھی کرتا تھا۔ دین اسلام کی سب سے بڑی تخریب کاری اکبری دور میں ہوئی۔ یعنی اس نے تمام ادیان کو ملا کر ایک ملغوبہ بنایا۔ ایسے وقت میں جبکہ سرکاری سطح پر اتنی زبردست کوششیں ہو رہی ہوں اور بڑے بڑے علماء کو خاموش کر دیا گیا ہو بلکہ خرید لیا گیا ہو جیسے ابوالفضل اور فیضی وغیرہ۔ ابوالفضل نے بے نقط تفسیر لکھی۔ ایسے قابل ترین علماء وہ بھی اکبری دربار کے نورتن بن گئے یعنی علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جن کو دین کی خدمت کرنا تھی وہ دربار کی خدمت میں لگ گئے اور دربار کفر وشرک کی خدمت میں لگا ہوا تھا۔ ایسے میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نعرہ مستانہ اور نعرہ حق بلند کیا اور لوگوں کو ذات پاک ﷺ کی طرف بلا لیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (ترجمہ) "امت کے فساد کے وقت جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب اللہ رب العالمین عطا فرماتا ہے۔"

آپ کا سب سے عظیم ترین کارنامہ یہ تھا کہ دور اکبری کے ملحدانہ خیالات اور مکروہ وفاسد عزائم پر بند باندھنے کے لئے خواص وعوام کو حضور پرنور ﷺ کی ذات اقدس، آپ ﷺ سے عشق ومحبت اور آپ ﷺ کی سیرت کو اپنانے کی ترغیب دی اور اسے عام کیا۔ اس کے لئے آپ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح "اشعۃ اللمعات" عوامی زبان فارسی وعربی میں لکھیں۔ نیز سیرت طیبہ پر فارسی زبان ہی میں "مدارج النبوت" جو اس دور کی بڑی نایاب

کتاب تھی، تحریر فرمائی اور جذب القلوب الی دیار المحبوب، فضائل مدینہ منورہ اور اس میں حضور اکرم ﷺ کے عشق و محبت کے واقعات رقم فرمائے۔ یہ سارا کام آپ نے اس دور میں سرانجام دیا جب ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کے متعلق مختلف قسم کی افواہیں پھیلائی جارہی تھیں۔ یہ سب کچھ حکومت کی سرپرستی میں ہی ہو رہا تھا۔ ایسے میں غیر سرکاری سطح پر آپ نے مسلمانوں کو دامن رسول اللہ ﷺ سے وابستہ رہنے کی ترغیب دی اور اس کے لئے جو کوششیں کیں وہ قابل مبارک باد ہیں۔ اس بات کو آپ اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے نہایت دانشمندی سے اس بات کا فیصلہ کیا کہ تصنیف و تالیف اور رجال کار کے ذریعے ہی دین متین کا بول بالا کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ کی یہ سعی کہاں تک کامیاب ہوئی تو اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ہی کی کوششوں کی بدولت اکبر کی وفات کے بعد ہی اس کا دین بھی ختم ہو گیا۔ اس وقت جو سیاست تھی اس کا تقاضا ہی یہ تھا کیونکہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے خلاف فوج تو تیار کر نہیں سکتے تھے اور نہ ہی جہاد کا فتویٰ دے سکتے تھے۔ اس لیے آپ جانتے تھے کہ اس کا فائدہ ہندو ہی کو پہنچے گا۔ اس دور میں ہندوؤں نے اپنی عورتوں کو بادشاہ کے حرم میں داخل کر کے اپنا اثر و رسوخ دربار میں بہت بڑھا لیا تھا۔ اس کے لئے آپ نے اپنی علمی تحقیق کے ذریعے اس سیلاب کے آگے بند باندھا۔

اس بات کا ایک بہت بڑا پہلو یہ ہے کہ ایک تو یہ کہ سیاسی جنگ باقاعدہ لڑی جاتی ہے۔ آپ نے اس کا حل یہ نکالا کہ نہ صرف آپ خود اکبری دربار کا جز نہیں بنے بلکہ آہستہ آہستہ جو علماء و فضلاء دربار سے وابستہ تھے ان میں سے ایسے افراد تلاش کئے جن کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن تھی۔ انہیں دامن رسول ﷺ سے وابستہ ہونے کا پیغام پہنچایا۔ بذریعہ خط و کتابت یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ کلمہ حق کو بلند کرنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کلمہ حق کھلم کھلا بلند کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ آہستہ آہستہ ایسے رجال کار تیار کئے جائیں جو کہ آگے جا کر آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کا سبب بنیں۔ شیخ فرید جو کہ دربار اکبری کے سب سے بڑے ستون تھے۔ آپ نے انہیں توڑ دیا۔ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا ایک خاموش تحریک تھی جو حکومتی جبر اور حکومتی شان و شوکت و عظمت کی مناسبت سے دیگر یہ کہ اگر آپ اس وقت کوئی ایسی تحریک شروع کر دیتے جس سے حکومت کا تختہ الٹ

جاتا تو اس کا فائدہ ہندو ہی کو پہنچتا۔ لیکن اس وقت کی مصلحت کے تحت آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ تصنیف و تالیف کے ذریعے تحقیقی طور پر ایسا کام کیا جائے جس سے مسلمان دامن رسول ﷺ سے وابستہ ہو جائیں اور آپ کی یہ سیاسی حکمت عملی ہر طور سے کامیاب رہی کہ آگے چل کر خود شاہی خاندان میں ایسے افراد پیدا ہو گئے جو آگے چل کر نہ صرف خود اچھے مسلمان بنے بلکہ انہوں نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے کام بھی کئے۔ مثلاً شروع میں اکبر کا بیٹا جہانگیر آیا۔ یہ صحیح تھا کہ جہانگیر بھی شرابی تھا لیکن اسلام کے لئے وہ علی الاعلان کہتا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ پھر شاہ جہاں آئے جن کے زمانے میں دہلی کی جامع مسجد بنی اور پھر اورنگزیب جیسے متقی و پرہیزگار بادشاہ بنے جو سنت نبوی ﷺ کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ گویا اکبر کے بیٹوں اور پوتوں یعنی آنے والی نسل نے اکبری دین کو مسترد کر دیا۔ آپ نے اپنی مسند و ارشاد سے وہ کام کر دکھایا جو بڑے بڑے علماء و سیاستدان نہ کر سکے تھے۔ یہ آپ کی سیاسی حکمت عملی کا بہت بڑا ثبوت ہے اور یہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی فکر کا بہت تابناک ترین پہلو ہے۔

ایسے مشکل حالات میں اس حکمت عملی کو اپنایا یعنی لوگوں کو ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کی طرف دعوت دینا آپ ہی کا خاصہ تھا اور ایسے افکار کی اشاعت کہ دین سے برگشتہ لوگ دین کی طرف آئیں یہ حکومت کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا کہ تم وہ کر رہے ہو ہم یہ کر رہے ہیں۔ مقابلہ ہو رہا ہے شیطانی قوتیں کام کر رہی ہیں اور رحمانی قوتیں بھی کام کر رہی ہیں۔ بقول اقبال ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

یہ تو ازل سے ہی ہو رہا ہے۔ اکبری قوتوں کا مقابلہ ایک مرد درویش چراغ جلا کر کر رہا ہے کہ تم دربار میں بیٹھ کر لوگوں کو کفر و شرک کی دعوت دیتے ہو۔ میں مسند ارشاد پر بیٹھ کر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بلاتا ہوں (واضح رہے کہ یہی وہ بنیادی نکتہ تھا یعنی عقیدہ رسالت ﷺ جس کی بنیاد پر آگے چل کر ہندوستان کی تقسیم ہوئی۔

(بحوالہ پاکستان ٹیلی ویژن۔ پروگرام امت واحدہ۔ مورخہ ۲۷ جنوری ۹۸ء
خطاب — مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے سارے کارنامے انگریزوں کے مکمل غلبے تک موثر رہے۔ اس دوران وہابی تحریک کی ابتداء ہوئی جس کی سرپرستی انگریزوں نے کی اور اسی صدی میں محمد بن عبدالوہاب نجدی آئے اور ان کی کتاب کا ترجمہ تقویۃ الایمان کی شکل میں آیا جو کہ مولوی اسماعیل کے نام سے ہے۔ وہ فیصلوں کے انحطاط کا دور تھا۔ وقتی طور پر مغلیہ سلطنت کو آکسیجن ٹینٹ لگ جاتا تھا لیکن پھر ۱۸۵۷ء میں وہ بھی ختم ہو گئی۔ اسے غلامی کا زمانہ بھی کہتے ہیں۔

آج کے دور میں افکارِ شیخ کی اہمیت اس طرح زیادہ ہے کہ ایک تو یہ مسلمان اپنے ماضی کو اور اپنی تاریخ کو یاد رکھیں کہ بادشاہوں نے جو غلطیاں کیں اور علماء نے ان کی اصلاح کے جو طریقے اختیار کیے انہیں پیشِ نظر رکھے اور شیخ محقق نے اصلاح کا جو طریقہ اختیار فرمایا اسے بھی پیشِ نظر رکھے۔ ایسے وقت میں جبکہ سلطنت کے حکمران خود اسلام کے خلاف کام کر رہے ہوں تو ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ ان اقدامات کو عملی طور پر بروئے کار لانے کے طریقوں پر غور کریں اور انہیں نافذ کریں اور یوں دین و دنیا میں کامیابی حاصل کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت شیخ کی ان کوششوں کی بدولت عوام و خواص میں ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا اور الحمد للہ اکبر بادشاہ جو دینِ اسلام کو ختم کرنا چاہتا تھا اس کے جانے کے بعد اس کا دین بھی ختم ہو گیا اور دینِ اسلام باقی رہا اور پوری آب و تاب کے ساتھ باقی رہا۔ بعد وفات شیخ ان کی اولاد نے کئی پشتوں تک اسی سلسلہ رشد و ہدایت کو جاری رکھا اور بہت سی فارسی زبان میں کتب خصوصاً علم حدیث کے میدان میں تالیف کیں۔ تیسری بات یہ کہ ہر حکومت کو ختم کرنے کا صرف یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ جہاد کا فتویٰ اس کے خلاف دے دیں یا تختہ الٹنے کے لئے سیاسی تحریک چلائیں بلکہ عملی اقدامات تصنیف و تالیف اور تیاری رجال کار کے ذریعے بھی اس کے اثرات بد کو ختم کیا جا سکتا ہے اور پھر حضرت شیخ خود جن شخصیات کے زیرِ سرپرستی رہے مثلاً آپ کے پیر و مرشد حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اکبری دربار سے وابستہ رہنے کے باوجود کبھی علی الاعلان کلمۃ الحق بلند کرنے سے گریز نہیں کیا اور بھرے دربار میں نماز کا وقت ہونے پر دربار ہی میں باجماعت نماز ادا فرمائی۔ ایسے نڈر بزرگ کی تربیت کا ہی یہ اثر خاص تھا کہ آپ نے بھی کلمہ حق بڑے تدبر سے بلند کیا جس کے بڑے تابناک اور دور رس نتائج حاصل ہوئے۔ (ہفت روزہ احوال و آثار، نومبر ۱۹۹۸ء، صفحہ ۳۶ تا ۳۸)

تعمیرِ ملت اور جے یو پی

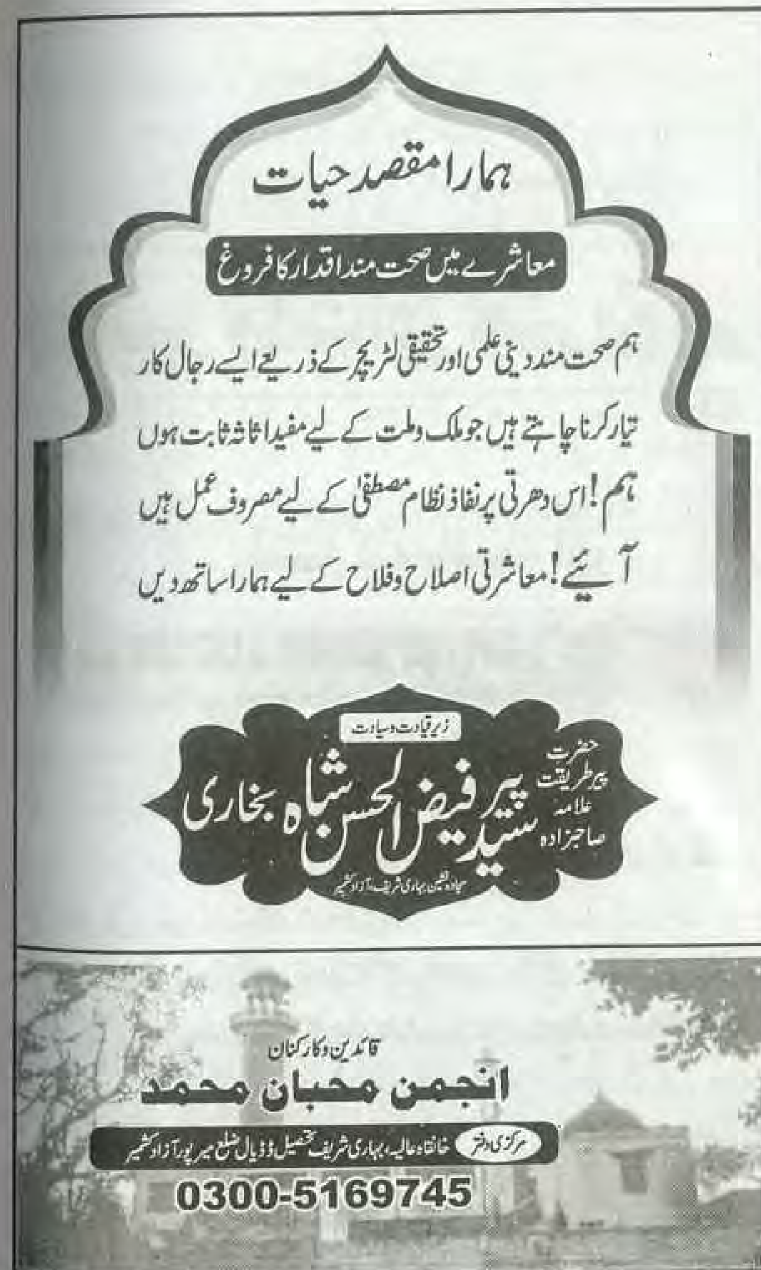
فتنۂ قادیانیت اور مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ قادیانی فتنہ کے خلاف اہلِ سنت کی نورانی تاریخ.......... (علامہ شبیر احمد ہاشمی)

☆ فاتح ربوہ.......... (محمد احمد صدیقی)

☆ مسئلہ ختمِ نبوت پر مولانا نورانی کا مفصل انٹرویو...... (مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی)

☆ مسئلہ توہینِ رسالت اور مولانا شاہ احمد نورانی.......... (ابوطلحہ محمد طارق نور)



قادیانی فتنہ کے خلاف اہلسنت کی نورانی تاریخ

علامہ شبیر احمد ہاشمی

حضور سرور کونین سید الثقلین رحمت اللعالمین سرکار مدینہ ﷺ نے جہاں تمام تر زیبائی رعنائی، کل کائنات کی فرمانروائی اور جمع انبیاء و رسل کی پیشوائی کا شرف عطا فرمایا۔ وہاں آپ نے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج بھی سجایا اور ارشاد فرمایا:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن الرسول اللہ و خاتم النبیین

اس آیہ کریمہ میں خاتم النبیین (ﷺ) کے اس معنی پر کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی ظلی، بروزی، حقیقی یا غیر حقیقی نبی کا آنا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔ پوری امت محمدیہ کے سلف وخلف کا قطعی اجماع ہے۔ خود سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی۔ اس "لا" کو نفی جنس کا "لا" کہا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے جنس نبوت میں سے کوئی حضور ﷺ کے بعد نہیں آ سکتا۔

حضور اقدس ﷺ کے ارشادات گرامی لاتعداد موجود ہیں۔ جو اس اجماعی مسئلہ پر قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کی تمام صحابہ، تابعین وعلماء امت، محدثین، مفسرین، علماء اور فضلاء یہی معنی فرماتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس معنی سے بات قرن مقدس سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں یمن کے شہر یمامہ میں ایک شخص مسیلمہ نامی پیدا ہو چکا تھا۔ جس نے سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد عدل گستر میں اپنے اس جرم کی سزا پائی اور یمامہ کے مقام پر مجاہدین ختم نبوت کی خارہ شگاف شمشیر سے جہنم رسید ہوا۔ لیکن یہ چنگاری اندر ہی اندر دہکتی رہی۔ اسود عنسی اور بنت سجاح نامی لوگ فتنہ انکار ختم نبوت کو ہوا دیتے رہے۔ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں مردان حق آگاہ کو جرات عطا فرمائی۔ اصل میں منکرین مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمت وشان رسالت کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے اس آتش حسد و انتقام میں جلتے رہتے ہیں۔ مگر امت محبوب ﷺ خدا کی جگمگاتی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ ایسے فتنے کی سرکوبی بھی تقاضائے حالات کے مطابق ہوتی رہی۔ اگر

منکرین مقام مصطفیٰ ﷺ انتقام اور حسد کے آتش کدے دہکاتے رہے ہیں تو عاشقانِ حسن حبیب کبریا ﷺ بھی عشق و محبت کے چمن سجاتے اور نسیم بہار سے عناد کی سموم کو کاٹتے رہے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام فاتح کی حیثیت سے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے پہنچا۔ یہ پہلی صدی ہجری کو اعزاز حاصل ہے کہ بتکدۂ ہند میں نعرۂ تکبیر و رسالت بلند ہو گیا اور زمزمہ توحید سے غوغائے شرک مٹنے لگا۔ بندگانِ مصطفیٰ ﷺ جوق در جوق برصغیر میں وارد ہوئے۔ اولیائے امت محمدیہ نے چشتی، قادری، سہروردی، اویسی اور نقشبندی سجادے سجائے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی خیرات تقسیم کی۔ جس سے شرک کی کمر ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ ۱۸۴۰ء میں ضلع گورداسپور پنجاب کی ایک بستی رسول پور قاضیان جس کا بعد میں بگڑ کر نام (قادیان) ہو گیا میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا۔ اس کا خاندان ہمیشہ صحیح العقیدہ حنفی سنی خاندان تھا۔ تصوف سے ہندوستان کا ہر باشعور فرد متعلق تھا۔ غلام احمد قادیانی نے بھی تصوف کا مطالعہ کیا۔ اس زمانہ میں پنجاب میں فرید الزمان امیر عاشقان، فنافی المصطفیٰ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ، چاچڑاں شریف کا روحانی تذکرہ عروج پر تھا۔ ایسے عالم میں آ گیا۔ اگر وہ فرید الزمان کے حضور زانوئے عقیدت تہہ کر لیتا تو تصوف کا فیضان کو مل جاتا۔ مگر اس نے تصوف سے تکلف اور اس کے بعد تصنع کو عروج دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بعد میں یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا کہ اسے حضرت خواجہ غلام فرید کی سرپرستی حاصل ہے۔ حالانکہ یہ بھی اس کی جھوٹی نبوت کی طرح جھوٹا دعویٰ تھا۔ جس کو اسی وقت فرمان فرید الزمان کے نام سے بہاولپور سے چھپنے والے ایک رسالہ میں طشت ازبام کر دیا گیا۔ خواجہ صاحب کا تصوف، حضوری والا تھا۔ لیکن قادیانی نے تصوف کے نام پر سرکار دو عالم ﷺ سے دوری کا کھیل کھیلا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اردو، عربی اور فارسی کی واجبی تعلیم رکھتا تھا۔ اسے سب سے زیادہ ڈگمگاہٹ عقیدہ توحید میں ہوئی۔ حالانکہ ہر عالم کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ سب پہلے عقیدہ سے آشنا ہو، رسالت، معاد اور آخرت پر سب سے زیادہ پریشان خیالی اور توحید کے بارے میں سب سے زیادہ جہالت کا شکار رہا۔ چنانچہ مرزا کا قول ہے کہ "اللہ تعالیٰ روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، لکھتا ہے اور دستخط کرتا ہے، یاد رکھتا ہے، بھول جاتا ہے، مجامعت کرتا

ہے۔ اس کا تجزیہ ہو سکتا ہے، اس کو تشبیہ دی جا سکتی ہے، اس کی تجسیم بھی ہو سکتی ہے۔ (معاذ اللہ) (البشریٰ۔ جلد نمبر ۱۲۔ صفحہ ۹۷)

یہ کتاب قادیانی صاحب کی اپنی تصنیف اور یہ عقیدہ ان کا اپنا بیان کردہ ہے۔ مرزا صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ وہ ایک کھا جانے والی آگ ہے۔" (معاذ اللہ)

(سراج منیر صفحہ ۵۵، روحانی خزائن، صفحہ ۷، جلد ۱۲)

تیسری جگہ مرزا صاحب کا فرمان ہے "ہم تخلیقی طور پر فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود ہے جس کے بے شمار ہاتھ ہیں، بے شمار پر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض طول رکھتا ہے۔" (معاذ اللہ)

(توضیح المرام صفحہ ۷۵)

توحید کے بارے میں قادیانی کا یہ عقیدہ ایسے ملک میں پھیلا دیا گیا۔ جس میں اولیائے عظام اپنی روحانی اور علمی قوتوں سے شرک کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہاں پر وہ ثابت کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ جسم، تحلیل اور تجزی طول و عرض موت و حیات سے پاک ہے۔ بہار شریعت، فقہ، حنفی کی مستند ترین، جامع صغیر، جامع کبیر، شامی اور قاضی خان سے بھی مستند اور معتبر اردو تصنیف ہے۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی دو جلدوں میں عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ فتاویٰ رضویہ، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی لازوال تصنیف ہے۔ بہار شریعت اس کا عکس جمیل ہے۔ جس میں عقائد کے تمام اجزاء پر تفصیلی بحثیں موجود ہیں۔ مگر آنجہانی قادیانی نے بیانات عقیدہ میں بے پناہ خیانتیں اور جہالتیں بکھیری ہیں۔ عقیدہ رسالت کے بارے میں بھی قادیانی کی واہی تباہی اس کی کتابوں "انجام آتھم"، "البشریٰ"، "سراج منیر" اور "براہین احمدیہ" وغیرہ کے ورق ورق میں بکھری پڑی ہیں۔ علماء حق نے اس کے عقائد باطلہ کو اسی طرح مسترد کیا اور شمشیر خامہ سے افکار باطلہ کا سر قلم کیا جس طرح اصدق الصادقین سید المتقین خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شمشیر جوہر دار سے مسلیمہ کذاب کو فی النار کیا۔ اسی سنت کے مطابق علمائے ربانی نے قادیانی کا تعاقب کیا۔ قادیانی نے علمی کام تقریباً ۱۸۹۰ء

سے شروع کیا۔ ۱۹۰۰ء تک اس کے عقائد اسی طرح ملتے ہیں جس طرح دیگر اہلسنت کے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں اس نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور ۱۹۱۰ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کو ختم نبوت کے موضوع پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اعظم بریلوی نے ایک لازوال تصنیف شائع فرمائی تھی جس کا نام جزا اللہ بابانہ ختم النبوۃ تھا۔ کیونکہ ۱۸۹۰ء میں ایک صاحب نے اثر ابن عباس کی آڑ میں حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت میں فرق نہیں آئے گا۔ اس میں بالفرض کے پردے میں حضور ﷺ کے بعد نبوت کے امکان کا شائبہ ملتا ہے۔ علماء حرمین نے اس عقیدہ کو بھی کفر قرار دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی اس تصنیف لطیف میں اسی امکانی نظریہ کا رد کیا تھا۔ ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا تھا۔ تقدیم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حضور ﷺ کی تاخر زمانی کے مجموعے کو بھی معیار فضیلت اور مدار ختم نبوت قرار دیا تھا۔ اسی پر امت کا اجماع نقل فرمایا۔ ۱۹۰۱ء میں قادیانی کا دعویٰ نبوت اصل میں ۱۸۹۰ء کے اسی امکانی نظریہ کی بازگشت تھا۔ قادیانی کے اس باطل نظریہ اور اعلان کفر کے خلاف امام اہلسنت مجدد بریلوی کے صاحبزادے جید عالم دین حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے الصارم الربانی علیٰ اسراف قادیانی کے نام سے تصنیف فرمائی سنی علماء نے السوء العقاب علی مسیلمۃ الکذاب اعلیٰ حضرت کی فاضلانہ تصنیف کی روشنی میں قادیانی کا بھرپور تعاقب فرمایا۔ ادھر پنجاب کی سرزمین میں قادیانیت کے خلاف برق الٰہی اللہ کی عظیم برہان مہر عالمتاب، غوث الاسلام حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ ابھرے۔ انہوں نے قادیانیت کے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ علمی میدان میں قادیانی کی خرافات کی چھاڑ کر دی۔ اس پر قادیانی اپنی روایتی زبان میں گالی گلوچ پر اتر آیا۔ چنانچہ تحفہ گولڑہ کو تلخ گالیوں سے نوازا۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کا سب سے اہم مسئلہ "حیات مسیح" کا انکار کو نوک قلم پر رکھا۔ کتاب و سنت، دلائل وشواہد کی یلغار فرمائی اور یادگار کتاب "سیف چشتیائی" تصنیف فرمائی۔ اس میں قادیانی کے تمام مزعومات اور خرافات کا جواب دیا۔ آج تک قادیانی امت کا کوئی بزرجمہر ایسا نہ ابھر سکا جو اس لازوال کتاب کا جواب دیتا۔ پنجاب میں امیر ملت قبلہ عالم پیر سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قادیانی کا علمی وتقریری تعاقب

فرمایا۔ قادیانی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور کے برانڈرتھ روڈ کی احمدیہ بلڈنگ میں ذلت کی موت مرا۔ ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو امیر ملت کی صدارت میں شاہی مسجد لاہور میں لاکھوں افراد کے جلو میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں ملک بھر کے علماء اہلسنت موجود تھے۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ اعلان فرمایا کہ اگر قادیانی ۲۴ گھنٹے کے اندر ذلت کی موت نہ مر جائے تو مجھے سید نہ کہنا۔ خدا کا کرنا یہی ہوا حضرت کی دعا سے وہ ۲۴ گھنٹے گزرنے سے پہلے پہلے مر گیا۔ (سیرت امیر ملت، انوار الصوفیہ (قصور) (امیر ملت، انوار الصوفیہ (قصور) امیر ملت نمبر وغیرہ) پنجاب میں ایک عاشق رسول ﷺ حضرت علامہ مولانا نواب الدین رمداسی بھی اسی زمانہ میں ابھرے۔ مولانا نواب الدین رمداسی کے داماد مشہور مصنف چوہدری محمد شریف المعروف نسیم حجازی مرحوم اور دوسرے داماد سلطان الواعظین حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر (کوٹلی لوہاری) خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ مولانا نواب الدین کے نامور صاحبزادے بزم شعر وسخن کے تاجدار حضرت مولانا حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جو برس ہا برس روزنامہ کوہستان راولپنڈی کے ایڈیٹر رہے اور نشان راہ کے عنوان سے لازوال کالم لکھتے رہے۔ مولانا نواب الدین مرحوم کے اس پس منظر میں ان کا علمی اور روحانی کردار اپنی جگہ پر قابل فخر ہے۔ مگر قادیانی کے خلاف یہی مرد جلیل تھا جس نے سب سے پہلے قادیانی کی اپنی عبادت گاہ میں جا کر اس سے مناظرہ کیا اور اس کو شکست فاش سے آشنا کیا۔ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں لاہور میں مولانا نواب الدین پر تفصیلی مضامین چھپ چکے ہیں۔ ختم نبوت کی تحریک کو عظیم علمی سرمایہ حیدر آباد (دکن) کے علمی آفتاب اور خالص سنی حنفی رہنما حضرت علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ لکھ کر فراہم کیا۔ آج تک قادیانی امت اس کتاب کا جواب نہیں دے پائی۔

حضرت پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے اس کتاب میں کچھ نہیں لکھا۔ صرف مضامین کی سرخیاں ان کے موئے قلم کا شاہکار ہیں۔ دوسرا تمام مواد مستند قادیانی لٹریچر کا خلاصہ ہے اور قادیانی کے تضادات کو خوبصورت ترتیب دیا گیا ہے۔ حضرت پروفیسر مرحوم نے قادیانیت کا محاسبہ حیدر آباد دکن میں میر عثمان علی خان مرحوم والی حیدر آباد کے زیر

اہتمام منعقد ہونے والی محافل میلاد میں تقاریر کے ذریعہ فرمایا۔ بعد میں اپنی تقاریر کو کتابی شکل میں مرتب فرما دیا۔ قادیانی امت کے خلاف ہمیشہ اہلسنت کا لٹریچر اور کام نمایاں رہا ہے۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی قیادت میں جمیعت علماء کے حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مسلم لیگ کی صوبائی کونسل میں سب سے پہلے علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے متعلق مطالبہ کیا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ ان سے تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے ملاقات کر کے قادیانیوں کے خلاف شرعی فیصلہ نافذ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وقت میں اہلسنت کے اکابرین حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی اور قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی موجود تھے جس کی تفصیل مجلس احرار کے رہنما جانباز مرزا کی کتاب "سوانح امیر شریعت" شورش کاشمیری کی مشہور کتاب "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" جسٹس منیر کی رپورٹ میں موجود ہے۔ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں اگرچہ ۱۹۴۹ء میں نامزد اسمبلی میں علماء تھے۔

۱۹۶۲ء کے ایوبی آئین کی تشکیل اور اس کے زیر سایہ اسمبلی میں بھی علماء موجود تھے۔ ون یونٹ کی مغربی پاکستان اسمبلی میں علماء موجود تھے۔ پاکستان کے کسی پارلیمانی فورم پر قادیانیت کا مسئلہ اٹھانے کی کسی کو سعادت حاصل نہیں ہوئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد ۲۳ اپریل ۱۹۷۲ء کو پاکستان میں اسمبلی کا اجلاس بھٹو نے بلایا۔ اس میں پہلے ہی روز قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی نے قادیانیت کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس سے پہلے یحییٰ خان سے قائد اہلسنت نے ڈھاکہ میں مذاکرات کئے۔ اس میں بھی مشہور قادیانی ایم ایم احمد کی سازشوں سے صرف قائد اہلسنت نے پردہ اٹھایا۔ جمیعت کا وفد شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر مجیب الرحمٰن سے مذاکرات کرنے گیا تھا۔ جس کی قیادت قائد اہلسنت نے فرمائی جس میں جناب پیر محمد کرم شاہ اور ظہور الحسن بھوپالی مرحوم شامل تھے۔

(ہفت روزہ احوال و آثار، مارچ ۱۹۹۸ء، صفحہ ۴۳ تا ۴۷)

فاتح ربوہ

محمد احمد صدیقی

مسلمانان برصغیر کی ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ناکام ہو چکی تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا دل شکست کے صدمے سے زخمی اور دماغ ناکامی کی چوٹ سے مجروح ہو چکا تھا۔ سیاسی اور سماجی غلامی سے پورے ہندوستان کے مسلمان دوچار تھے۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی جاگیر سمجھ کر یہاں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ عیسائی پادری عیسائیت کی دعوت و تبلیغ میں سرگرمی دکھانے لگے۔ ان دنوں مذہبی مناظروں کا میدان ہر طرف گرم تھا۔ مسلمانوں پر یاس و ناامیدی کا غلبہ تھا۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی یلغار سے مقابلہ کرنے کے لئے کسی مرد غیب کی تلاش تھی۔ موقعہ غنیمت جان کر قصبہ قادیان ضلع گورداسپور کے مرزا غلام احمد نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر یہ چیلنج قبول کیا اور دعویٰ کیا کہ عیسائیت کے لئے وہ ایک مدلل کتاب لکھیں گے۔ تحریک احمدیہ کا یہ گمراہ، بدعقیدہ اور بدحواس انسان ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا اعلان کر بیٹھا۔ اس وقت سے علمائے اسلام نے اس کی تردید اور مخالفت شروع کر دی اور ختم نبوت اور مقام مصطفےٰ ﷺ میں سر دھڑ کی بازی لگا دی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ۷۳ سال کی سخت جدوجہد کے بعد مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے قومی اسمبلی میں جس کے قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو تھے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک قرارداد پیش کی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ یہ قرارداد مملکت پاکستان کے آئین کا حصہ بن گئی اور اس طرح قادیانیوں کو ہمیشہ کے لئے کافر قرار دے دیا گیا۔

جعلی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا سر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے قلم کیا گیا تھا۔ اسے حسن اتفاق کہئے یا سلسلہ صدیقیہ کی کرامات کہ دور حاضر کے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی اور اس کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا اسی صدیقی گھرانے کے نجل عظیم مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے سر بندھا ہے جن کا شجرۂ نسب سینتیسویں پشت میں جا کر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

مرزا غلام احمد انگریزوں کا خیر خواہ اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔ اقتدار کا بھوکا تھا۔ دینی اطوار سے تو علمائے کرام نے "قادیانی خباثت" کے سلسلہ میں کافی طبع آزمائی کی ہے۔ ہم تو صرف قارئین کو یہ بتانا چاہیں گے کہ قادیانیوں کے مکر و فریب سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا اور انہوں نے سازشوں کا جال مسلمانوں کے خلاف کتنا بچھایا۔ قادیانیوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کی ہیں۔ مسلمانوں سے غداری کی، انگریز اور ہندوؤں کے وفادار رہے۔ کشمیریوں پر ڈوگرہ راج کے خلاف علم آزادی بلند کیا لیکن قادیانیوں نے ضلع گرداسپور کو بھارت میں شامل کروا کر مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بنا دیا۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ کسی طرح یہ کشمیر پر قبضہ کرلیں اور قادیانی اسٹیٹ قائم کرلیں۔ شہاب نامہ میں مرحوم قدرت اللہ شہاب نے نشاندہی کی ہے کہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں ایک میٹنگ کے نتیجہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ میٹنگ میں جو حضرات شامل تھے ان میں علامہ اقبال، نواب زادہ سر ذوالفقار علی، خواجہ حسن نظامی، نواب کنج پورہ، نواب باغپت، سید محسن شاہ، خان بہادر، شیخ رحیم، عبدالرحیم درد، سید حبیب، اسماعیل غزنوی، صاحبزادہ عبداللطیف اور اے آر ساغر کے نام سرفہرست ہیں۔ بدقسمتی سے صدارت مرزا بشیر الدین محمود نے کر ڈالی اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی وہی بن بیٹھے۔ یہ قادیانیوں کی ایک سوچی سمجھی چال تھی۔ صدر بنتے ہی مرزا بشیر الدین نے ہر خاص و عام کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ ان کی صدارت میں اس کمیٹی کو قائم کر کے ہندوستان بھر کے سرکردہ مسلمان اکابرین نے ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس شر انگیز پروپیگنڈے کے جلو میں قادیانیوں نے انتہائی عجلت کے ساتھ اپنے مبلغین کو جموں و کشمیر کے طول و عرض میں پھیلانا شروع کر دیا تاکہ سادہ لوح عوام کو ورغلا کر اپنے خود ساختہ "نبی" کا حلقہ بگوش بنانا شروع کر دیں۔ مہم کافی کامیاب رہی۔ پونچھ اور شوپیاں میں بہت سے مسلمانوں نے قادیانی مذہب اختیار کرلیا۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت کی آڑ میں مرزا بشیر الدین محمود کی چالبازیاں اور حرکات دیکھ کر علامہ اقبال نے شملہ والی کشمیر کمیٹی سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اقبال کی سرپرستی میں تحریک کی رہنمائی مرزا بشیر الدین محمود کی کمیٹی سے نکل کر مجلس احرار میں آ گئی

تو قادیانیوں نے متوازی خطوط پر اپنی کمیٹی چلانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ قادیانی عرصہ دراز سے کشمیر پر اپنا تسلط جمانے کا خواب دیکھتے چلے آئے ہیں۔ ریاست میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی ایجی ٹیشن میں انہیں غالباً اس خواب پریشان کی تعبیر نظر آنے لگی لیکن مجلس احرار نے ان کی یہ امنگیں اور آرزوئیں خاک میں ملا دیں۔

۳ جون ۱۹۴۷ء کو جب تقسیم ہند کا فارمولا منظور ہوا تو ریاستوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا کہ وہ جغرافیائی اور معاشیاتی حقائق کے پیش نظر بھارت یا پاکستان سے الحاق کرلیں۔

مہاراجہ کشمیر کے بہیمانہ عزائم کو بھانپ کر کشمیر کے غیور مسلمانوں نے سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کے ساتھ الحاق کا عزم بالجزم کرلیا۔ مجاہدین نے کیپٹن فیروز کی سرکردگی میں پونچھ کا تقریباً سارا علاقہ آزاد کرا لیا۔ مجاہدین کا لشکر بارہ مولا تک پہنچ گیا۔ کشمیر کی تاریخ کا دھارا بدلنے ہی والا تھا کہ۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

شکست کے اسباب جو کچھ بھی ہوں لیکن قیاس یہ ہے کہ مقبول قادیانی نے مجاہدین کے ایک لشکر کو بارہ مولا تک رہنمائی کرنے کے بہانے اسے طویل اور پرپیچ راستہ پر ڈال دیا۔ وہ دشوار گزار گھاٹیوں میں بھٹکتے رہے اور انتہائی قیمتی اور فیصلہ کن وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ قیاس آرائی یہ بھی کی جاتی ہے کہ بھارتی ففتھ کالم کے ساتھ قادیانیوں نے گٹھ جوڑ کرلی اور ان کے ایک منظم گروہ نے اس موقع پر مسلمانوں کے ساتھ غداری کو عملی جامہ پہنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اصلی آزاد کشمیر گورنمنٹ تو ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز قائم ہوئی تھی لیکن پونچھ میں جہاد کا رنگ اور رخ بھانپ کر غلام نبی گلکار نامی ایک کشمیری قادیانی نے بیس روز قبل ہی ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اپنی صدارت میں آزاد جمہوریہ کشمیر کے قیام کا اعلان کر کے ریاست کشمیر پر قبضہ کرنا چاہا تھا۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گلکار سری نگر پہنچا جہاں پر اس کی ملاقات شیخ عبداللہ سے ہوئی۔ قادیانیوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ جنت ارضی بلا شرکت غیرے قادیانیوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ پاکستان میں جانے والی ہے تو انہوں نے ففتھ کالم کا روپ دھار کر اس امکان کا ملیا میٹ کر دیا۔ (شہاب نامہ)

اقتدار اور کرسی پر قبضہ کرنے کے لئے قادیانیوں نے سازشوں کا کوئی ایسا جال

نہیں چھوڑا جس کو نہ بنا ہو۔ شومئی قسمت ظفر اللہ خان پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ہوئے اور اس طرح انہوں نے چن چن کر پوری دنیا میں وزارت خارجہ کے تحت قادیانیوں کو بھیجا اور اپنے تبلیغی مشن کو جاری رکھتے ہوئے دنیا کو یہ تاثر دیا کہ جو ان کا مذہب ہے جو ان کا نبی ہے وہی تمام پاکستانیوں کا بھی ہے اپنے اس دجل میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ اس لیے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو پاکستان سے محبت تھی اور وہ سمجھ بیٹھے کہ پاکستانیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا ارشد القادری اور پروفیسر شاہ فرید الحق نے ان کے اس مکارانہ بھرم کا راز فاش کر دیا اور ساری دنیا کے مسلمان ان کو بددین اور غیر مسلم سمجھنے لگے۔

قادیانیوں کی جڑیں پاکستان کی حکومت میں بڑی گہری اور مضبوط ہیں۔ ہر کلیدی عہدہ پر براجمان ہیں یہ قدرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ قادیان پاکستان کے دشمن ہیں۔ یہودیوں اور ہندوؤں سے ان کا گٹھ جوڑ ہے۔ تل ابیب میں ان کا تبلیغی ہیڈ کوارٹر ہے۔ پاکستان کے ان دو دشمنوں سے ان کی دوستی کے رسم و راہ بھی ہے اور راز و نیاز بھی۔ پھر بھی یہ پاکستان میں فوجی اور سول اداروں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ بیرونی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ضلعوں کے کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کے عہدوں پر براجمان ہیں۔ ان کو کلیدی عہدوں سے ہٹانے کے لئے قانون بھی بن گیا ہے۔ لیکن بے چارہ قانون ابھی تک تشنہ ہے نافذ العمل کے لئے۔

پاکستان کی طرف سے یو این او کا ایمبیسڈر نسیم احمد قادیانی کو منتخب کیا گیا ہے۔ ادھر بھارت نے مہاراجہ کشمیر کرن سنگھ کو امریکہ کا ایمبیسڈر بنا کر بھیجا ہے۔ وہ بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ امریکہ پہنچ چکا ہے۔ مہاراجہ کو امریکہ کا سفیر بنانے کا واحد مقصد کشمیر پر اس کے قبضہ کو جائز قرار دینا اور امریکیوں کے ذہن سے ہندوستان کی طرف سے شک و شبہ کا ازالہ کرنا ہے۔ ادھر نسیم احمد قادیانی کی گٹھ جوڑ یہودیوں اور ہندوؤں دونوں سے ہے۔ مستقبل میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ قادیانی نسیم احمد اور مہاراجہ کشمیر مل کر کشمیر کے قضیہ کو، اور ہندوستان کے قبضہ کو قانونی حیثیت دلوانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک بڑی گہری سازش ہے۔ سیاسی بساط کی ان چالوں کا ممکن ہے حکومت پاکستان کو علم ہو اور اگر نہیں تو طوفان آنے سے پہلے بندوبست کر لیا جائے اور قادیانیوں کو ان کے کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ (ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۶، ۷)

مسئلہ ختم نبوت کے تناظر میں

مولانا شاہ احمد نورانی کا تفصیلی انٹرویو

انٹرویو نگار: مفتی منیب الرحمٰن ☆

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا بنیادی، قطعی اور لازمی عقیدہ ہے۔ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الرسل اور خاتم النبیین نہیں مانتا، اس کا آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان ہی نہیں۔ ایسا شخص خواہ ہزار بار کلمہ پڑھے وہ کافر اور مرتد ہے۔ عقیدہ ختم نبوت نصوص قرآنی، نصوص حدیث جو حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں فتنہ قادیانیت اور فتنہ انکار ختم نبوت انگریزوں کا کاشت کیا ہوا پودا ہے۔ آج بھی وہی اس کے مربی ہیں۔ انگریزوں نے کن مقاصد کے تحت جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں میں اس فتنے کا بیج بویا۔ وہ کون سے اہداف تھے جو سلطنت برطانیہ کو مطلوب تھے۔ قیام پاکستان کے موقع پر اس سے پاکستان کو کیا نقصانات پہنچے۔ اس فتنے نے پاکستانی اسٹیبلشمنٹ میں کیسے اثر و نفوذ پیدا کیا اور تحریک تحفظ ختم نبوت کن کٹھن مراحل سے گزری، پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی آئینی معرکہ کیسے سر ہوا اور آج ایک بار پھر اس مسئلے کو پوری شدت کے ساتھ اٹھانے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی، اس مسئلے کے تاریخی پس منظر، اسباب و علل اور عواقب و مضمرات پر روشنی ڈالنے کے لئے دارالعلوم نعیمیہ کے مہتمم پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن نے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے ایک تفصیلی انٹرویو کیا، ہم نے اس اہم دینی مسئلے پر گفتگو کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کا انتخاب اس لئے کیا کہ ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دیئے جانے والی قرارداد کے محرک مولانا ہی تھے اور یہ ایسی لازوال سعادت ان کے حصے میں آئی جو ان کے لئے سرمایہ آخرت بھی ہے اور ملت کے لئے باعث افتخار بھی۔ اس موقع پر مولانا غلام جیلانی اشرفی، مولانا محمد رضوان قادری، مولانا فیصل عدیم احمد قادری اور محمد احمد صدیقی بھی موجود تھے۔ ہم قارئین کے

☆ مہتمم دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

استفادے کے لئے اس انٹرویو کو شائع کر رہے ہیں۔

سوال: مولانا صاحب! برصغیر پاک و ہند میں فتنہ انکار ختم نبوت نے کیسے سر اٹھایا؟ مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کو کن قوتوں نے پروان چڑھایا۔ ان کے مقاصد کیا تھے اور متنبی قادیان نے ان کی تکمیل کس طرح کی؟

جواب: برصغیر پاک و ہند پر سینکڑوں سال مسلمانوں کی حکمرانی رہی، ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد ہندوستان کی سلطنت اسلامی کا زوال شروع ہوا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کے اقتدار کا آفتاب مکمل طور پر غروب ہو گیا۔ انگریز جو تاجر کے روپ میں ہندوستان میں داخل ہوئے تھے، آہستہ آہستہ سازشوں کا جال پھیلاتے چلے گئے اور آخرکار وہ وقت آ گیا جب انہوں نے اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا۔ لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ غاصب ہیں، انہوں نے مکر و فریب سے اقتدار حاصل کیا ہے اور مسلمانوں میں اپنی چھنی ہوئی سلطنت اور غصب شدہ اقتدار کو واپس لینے کی ایک امنگ، ایک جذبہ اور ایک تڑپ موجود ہے اور اسلام کے جذبۂ جہاد سے یہ چنگاری کسی بھی وقت شعلہ جوالہ بن سکتی ہے لہٰذا انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد اور جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ کسی طرح نکال دیں، بقول علامہ اقبال۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی ۔۔۔ اس کے بدن سے روح محمدؐ نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات ۔۔۔ اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

لہٰذا انہوں نے مرزا غلام محمد قادیانی کی شکل میں ایک ایجنٹ تلاش کیا، اس کی مکمل نگہداشت و پرداخت کی، اس کی فکری تربیت کی اور اس کی مصنوعی شخصیت کو افسانوی رنگ دے کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا، مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، حیات مسیح کے مسلمہ اسلامی عقیدے کی نفی کی اور آخر میں جا کر نبوت کا دعویٰ کیا اور اعلان کیا کہ جہاد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ حرام کر دیا گیا ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا کفایت علی کافی ہیں اور دیگر اکابر علماء حق جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کے فتاویٰ جاری کئے، جہاد میں حصہ لیا، انہیں سنگین سزائیں دی گئیں، علامہ فضل حق خیر آبادی کو جلاوطن کر کے جزائر انڈیمان میں

قید کر دیا گیا، مفتی کفایت اللہ کافی کو پھانسی دی گئی اور دیگر اکابر علماء حق، مشائخ اور زعماء ملت کو اذیت ناک سزائیں دی گئیں۔ انگریز چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد مٹ جائے، تاجدار ختم نبوت حضرت محمد ﷺ سے جو والہانہ عقیدت ہے، راہ حق میں اور نام مصطفیٰ ﷺ پر جو مر مٹنے کا جذبہ ہے اسے ختم کیا جائے، حرمین طیبین اور شعائر اسلام کی تقدیس کا جو جذبہ مسلمانوں کے دل و نگاہ میں موجزن ہے اس کی شدت کو کم کر کے آہستہ آہستہ ختم کیا جائے۔ مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔

سوال: برصغیر کے علماء حق نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے کیا خدمات انجام دیں اور اس کا سدباب کس طرح کیا؟

جواب: ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس امت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والے سب سے پہلے اور سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کی سرکوبی کی، مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوئے، جن میں سینکڑوں حفاظ و قراء قرآن بھی تھے اور بالآخر مسیلمہ کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں متنبی قادیان کے خلاف بھی علماء حق نے کفر و ارتداد کے فتاویٰ جاری کئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور دیگر تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی، علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کیئے، یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکا اور امت مسلمہ کا سواد اعظم اس فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا۔

سوال: مولانا صاحب! قیام پاکستان کے موقع پر اور اس کے فوراً بعد قادیانیوں کی سرگرمیاں اور ریشہ دوانیاں کیا رہیں، ان کا طریقہ واردات کیا تھا، مقاصد اور منصوبے کیا تھے اور علماء امت نے تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لئے کیا خدمات انجام دیں؟ آج اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہماری موجودہ نسل کو اپنی قومی، ملکی، دینی و ملی تاریخ کے نشیب و فراز سے آگاہ

کیا جائے کیونکہ جس نظریاتی کشمکش کے مراحل سے گزر کر ہم یہاں تک پہنچے، اس فکری وراثت کو نئی نسل کے اذہان تک منتقل کرنا ہماری دینی و ملی ذمہ داری ہے۔ ہمارا میڈیا تو گو کے عیسائی و یہودی مزدوروں کی داستانیں تو ہر سال بڑی تفصیل سے ہمارے نوجوانوں کے ناپختہ ذہنوں میں منتقل کرتا ہے لیکن شہداء تحفظ ختم نبوت اور شہداء ناموس رسالت کا تذکرہ کم ہی پڑھنے اور سننے کو ملتا ہے؟

جواب: دو قومی نظریہ تحریک پاکستان کی اساس تھا، پاکستان کا قیام اس نظریئے کی فتح اور وطنی قومیت کے تصور کی شکست تھی۔ قیام پاکستان کے موقع پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان سرحدات کی نشاندہی، مسلم اکثریتی آبادی کے علاقے پاکستان کو منتقل کرنے کے لئے ریڈ کلف کی سربراہی میں باؤنڈری کمیشن بنا، اس میں قائداعظم نے پاکستان کا کیس پیش کرنے کے لئے چوہدری سر ظفر اللہ کو اپنا نمائندہ مقرر کیا لیکن چونکہ وہ قادیانی تھا، اس لئے اس نے پاکستان کا کیس عمدگی سے نہیں لڑا۔ اگر مشرقی پنجاب کے سارے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان کو مل جاتے تو کشمیر کے ساتھ ہندوستان کا جغرافیائی زمینی تعلق ہی نہ رہتا اور یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا جو آج تک پاکستان کی موت و زیست کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ چوہدری سر ظفر اللہ کی نااہلی اور خیانت کی وجہ سے جو ریڈ کلف ایوارڈ جاری ہوا، اس میں مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریتی علاقوں سے پاکستان کو محروم کر کے ہندوستان کو کشمیر تک کی زمینی رسائی اور جغرافیائی رشتہ قائم کرنے کی سہولت فراہم کر دی گئی اور یہ پاکستان کے ساتھ بہت بڑی غداری تھی، جس کی قیمت آج تک ہم چکا رہے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کو تقریباً پانچ ہزار ایکڑ قطعہ اراضی دریائے ستلج کے کنارے ربوہ کے نام سے اپنا ہیڈ [illegible] قائم کرنے کے لئے کوڑیوں کے مول دے دیا گیا، چنانچہ انہوں نے اسرائیل اور ویٹی کن سٹی کی طرز پر پاکستان میں ریاست کے اندر ریاست قائم کر دی اور اسے اپنی سازشوں کا مرکز بنا دیا۔ مزید یہ کہ انہوں نے اپنے افراد اعلیٰ سول و ملٹری بیوروکریسی میں ایک باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت سائنٹفک طریقے سے اعلیٰ سطح پر پہنچانے شروع کر دیئے۔ قوم کے ذہین نوجوانوں کو زر و زن کی ترغیب و تحریص دے کر ترک دین پر آمادہ کرنے کی خفیہ تحریک شروع کر دی اور منصوبہ یہ تھا کہ اس ملک میں اسٹیبلشمنٹ پر

غلبہ حاصل کر کے بالآخر اسے قادیانی سٹیٹ بنانے کی سعی مذموم کی جائے۔ مرزا مظفر احمد، ملک کی مالیاتی پالیسیوں پر مسلط ہو گئے۔ اس پس منظر میں تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء نے محسوس کیا کہ اگر بروقت اس سازش کا تدارک کر کے اس فتنے کی سرکوبی نہ کی گئی تو آگے چل کر اس کے آگے بند باندھنا مشکل ہو گا۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اسی لئے برپا ہوئی۔ مولانا ابو الحسنات قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، علامہ حافظ کفایت حسین مجتہد، سید مظفر علی شمسی اور تمام مکاتب فکر کے دیگر اکابر علماء اس میں شامل تھے، یہ فقیر بھی سندھ کی مجلس عمل کا جنرل سیکرٹری تھا۔

بالآخر اس تحریک کا مرکز مسجد وزیر خان اندرون دہلی دروازہ لاہور بنی، جہاں علامہ سید ابو الحسنات قادری خطیب تھے، لاہور میں پہلا مارشل لاء لگا، سینکڑوں عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے سینوں پر گولیاں کھائیں اور جام شہادت نوش کیا، بیسیوں علماء کو پابند سلاسل کیا گیا، تین علماء کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا، جن میں اہل سنت کے دو مقتدر علماء علامہ سید محمد خلیل قادری اور مجاہد ختم نبوت علامہ عبدالستار خان نیازی اور ایک علامہ سید ابو الاعلیٰ مودودی تھے۔ الحمدللہ نہ کسی نے معافی نامے داخل کیے، نہ جان بخشی کی اپیل کی، نہ آہ و فغاں کی، سب نے عزیمت و استقامت کا عملی مظاہرہ کیا اور پرچم ختم نبوت اور پرچم ناموس مصطفیٰ ﷺ کو بلند رکھا۔

سوال: مولانا صاحب! ۱۹۷۴ء میں ایک بار پھر عظیم الشان تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی۔ وہ کون سے اسباب تھے جن کے نتیجے میں مسلمانوں میں اتنا جوش و جذبہ پیدا ہوا اور پورے ملک کے مسلمان تحریک ختم نبوت کے پشتیبان بن گئے؟

جواب: جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ قادیانیوں نے ربوہ کو اسرائیل کی طرز پر اپنا مرکز و مستقر بنا لیا تھا، وہاں کے تمام سرکاری ادارے بھی ان کے تابع تھے اور یہ دراصل ریاست کے اندر ایک خود مختار ریاست تھی، جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ملی و ریاستی مفادات کے خلاف سرگرم عمل تھی۔ مئی ۱۹۷۴ء میں کچھ طلبہ جو اپنے مطالعاتی اور تفریحی دورے پر تھے، دوران سفر ایک ٹرین میں ربوہ کے سٹیشن پر رکے تو ربوہ کے غنڈوں نے ان پر حملہ بول دیا۔ مارا پیٹا اور ختم نبوت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ یہ قادیانیوں کی جانب سے ملت اسلامیہ پاکستان کی دینی حمیت اور جذبۂ عشق مصطفیٰ ﷺ کی ایمانی قوت کو پرکھنے کے لئے ایک

ٹیسٹ کیس تھا، اگر اس موقع پر غلامان مصطفیٰ ﷺ جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو کر اٹھ کھڑے نہ ہوتے تو قادیانیوں کے حوصلے اور بلند ہو جاتے اور وہ اسٹیبلشمنٹ میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مملکت کے اقتدار اعلیٰ پر قبضے کی تدبیریں بھی کر سکتے تھے جو ان کا اصل ہدف تھا لیکن الحمد للہ علی احسانہ! ان کا یہ خواب ناتمام رہا۔ بلکہ ع "عدو شرے برانگیزد کہ خیرے دراں باشد" کے مصداق یہ سازش ان کے لئے پیام اجل ثابت ہوئی اور یہ دراصل خاتم الانبیاء ﷺ کا معجزہ تھا اور ہمیں یہ دعا قبولیت کے پیکر میں ڈھلتی ہوئی نظر آئی کہ "اے اللہ تو ان (باطل پرستوں) کے مکر و فریب ہی میں ان کی تباہی و بربادی کے اسباب مقدر فرما۔"

سوال: تو پھر ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کس طرح منظم ہوئی، کن کن محاذوں پر نظریاتی جنگ لڑی گئی اور پارلیمنٹ سے قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کا بظاہر ناقابل یقین "معجزہ خاتم النبیین" کیسے ظہور پذیر ہوا؟

جواب: ہم نے تحریک کو دو محاذوں پر منظم کیا۔ ایک پارلیمنٹ کے اندر اور دوسرا پارلیمنٹ سے باہر۔ بیرونی محاذ پر کام کرتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے اتفاق رائے اور اجماع سے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی، جس نے ملک بھر میں مسلمانوں کو منظم کیا اور ایسی فضا پیدا ہوئی کہ حکومت کے لئے اس مسئلے کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا، مولانا محمد یوسف بنوری اس مجلس عمل کے صدر اور علامہ سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ تھے اور جس طرح ۱۹۵۳ء کی تحریک میں اس خانوادے کا قائدانہ کردار تھا، اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک میں انہوں نے اسی روایت کو قائم رکھا۔ علامہ سید ابو الحسنات قادری، علامہ رضوی کے تایا تھے اور تحفظ ناموس ختم نبوت کی پاداش میں سزائے موت پانے والوں میں ایک ان کے تایا زاد بھائی مولانا سید خلیل قادری تھے۔ پارلیمنٹ کے اندر ۱۹۷۴ء کے بجٹ اجلاس کے فوراً بعد میں نے قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی۔ اسمبلی کے اندر جو دیگر علماء کرام تھے، یعنی مفتی محمود صاحب، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری صاحب، مولانا سید محمد علی رضوی صاحب، مولانا عبد الحق صاحب اور پروفیسر عبد الغفور احمد صاحب وغیرہم اس کے موید ین میں سے تھے۔

اگرچہ پاکستان کی پچھلی اسمبلیوں میں بھی علماء ارکان رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی اور مجھے یقین کامل ہے کہ بارگاہ شفیع المذنبین میں میرے لئے بھی

ب سے بڑا وسیلۂ شفاعت ونجات ہوگا۔ اس دوران حتمی قادیان کے خلیفہ نے پیش کش کی کہ وہ اسمبلی میں آ کر اپنا موقف پیش کرنا چاہتا ہیں، ہم نے خوش آمدید کہا، قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کے سربراہان آئے۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی کی شکل دے دی گئی اور اس کے In Camera اجلاس شروع ہوئے، جن میں صرف ارکان کو شرکت کی اجازت تھی۔ طریقہ کار کے مطابق ہم یعنی تمام علماء کرام اپنے سوالات تحریری شکل میں جناب یحییٰ بختیار صاحب اٹارنی جنرل آف پاکستان کو دیتے تھے اور وہ قواعد وضوابط کے مطابق وہ سوالات کرتے، ان کا اس مسئلے میں کردار بلاشبہ بہت جاندار تھا، ان سوالات کے نتیجے میں مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت کا دجل و فریب کھل کر ارکان اسمبلی کے سامنے آ گیا اور سب کی غیرت ایمانی جاگ اٹھی اور اب ان کے سامنے دو راستے تھے یا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کو تسلیم کر کے خود کو اور پوری امت مسلمہ کو غیر مسلم تسلیم کریں اور یا انکار ختم نبوت اور جھوٹے ادعاء نبوت کے سبب مرزا غلام احمد قادیانی، اس کو نبی ماننے والے قادیانی گروپ اور مجدد ماننے والے لاہوری گروپ کو کافر و مرتد قرار دیں۔ اس طرح الحمد للہ پاکستان میں یہ معجزہ خاتم الانبیاء ہم عاجز و ناکارہ غلامان مصطفیٰ ﷺ کی مساعی اور پوری ملت اسلامیہ پاکستان کی تائید وحمایت اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام مکاتب فکر کے علماء کی بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کی قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ اس مہم میں علماء اراکین کے علاوہ بعض دیگر ارکان مثلاً موجودہ معطل اسمبلی کے سپیکر جناب الٰہی بخش سومرو صاحب کے والد حاجی مولا بخش سومرو کا کردار بڑا موثر اور مجاہدانہ تھا۔

سوال: مولانا صاحب! ذوالفقار علی بھٹو نظریاتی اعتبار سے سیکولر سمجھے جاتے تھے، جدید تعلیم یافتہ تھے، سوشل ازم کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آئے تھے، اپنے جاگیردارانہ پس منظر کی وجہ سے ان کے مزاج میں ایک طرح کا تمرد اور تحکم بھی تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک ذہین شخص بھی تھے، جدید سیاست کی نزاکتوں پر بھی انہیں عبور تھا اور انہیں مکالمے کا ماہر (Master of Dialogue) سمجھا جاتا تھا، انہیں اس قرارداد کو اسمبلی میں زیر بحث لانے اور منظور کرانے کے لئے آمادہ کرنا آپ لوگوں کی بہت بڑی کامیابی ہے بلکہ یہ ایک کرامت ہے، فرمایئے کہ یہ مرحلہ کیسے سر ہوا؟ اور پھر بعد میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے دوران اسی شخص نے امتناع

شراب، ریس کی ممانعت اور جمعے کی تعطیل کے اعلانات بھی کیے۔

جواب: ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت میں یہ تمام خصوصیات موجود تھیں، مثبت پہلو بھی تھے اور منفی بھی۔ ایک ذہین شخص اور عملی سیاست دان ہونے کی وجہ سے وہ عوام کا نبض شناس تھا اور وقت کے تقاضوں کا صحیح ادراک کرنے کی اہلیت بھی رکھتا تھا۔ اولاً تو اس نے ہمیں بلا کر قائل کرنے کی کوشش کی کہ مولانا صاحبان! یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں زیر بحث لانے کا نہیں ہے، آپ جائیے اپنے مدارس سے اس کے بارے میں فتاویٰ لیجیے اور بس۔ لیکن جب اس نے محسوس کر لیا کہ یہ مسئلہ انتہائی نازک اور حساس اعتقادی مسئلہ ہے اور اب عوامی جوش جذبے (Momentum) کے اعتبار سے اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے اور اسے کسی طور پر بھی ٹالا نہیں جا سکتا تو اس نے وزیر قانون و پارلیمانی امور عبدالحفیظ کے توسط سے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ مسئلہ ہے کیا؟

میں نے کہا: آپ ایک مسلمان ملک کے مسلمان وزیر اعظم ہیں، اب اگر باہر چوراہے پر کھڑا ہوا ایک شخص کہے کہ میں وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوں تو اولاً لوگ کہیں گے کہ یہ پاگل ہے۔ لیکن جب پتہ چلے کہ وہ دانا و بینا بھی ہے، تحریر و تقریر پر بھی عبور ہے۔ اس نے اپنے ہمنوا لوگوں کی ایک جمعیت بھی تیار کر لی ہے جو اس کے اس دعوے کو سچا سمجھتے ہیں تو پھر کہا جائے کہ یہ شخص ملک کا غدار ہے، پارلیمنٹ، جمہوریت اور نظام مملکت و حکومت کی توہین کر رہا ہے، اسے جیل میں ڈال دو، ورنہ لوگوں کو گمراہ کرے گا، انتشار پیدا ہوگا۔ اسی طرح منصب ختم نبوت کا مسئلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا ہے، وہ ختم الرسل ہیں، سید الانبیاء ہیں، تاجدار کائنات ہیں، محبوب رب العالمین ہیں اور یہ عقیدہ ہمارے ایمان کا جزو لازم ہے تو اب اگر کوئی شخص اس منصب کا ادعاء کر رہا ہے تو وہ شان الوہیت کی بھی توہین کر رہا ہے، گستاخ رسول بھی ہے، امت کے مسلمہ اجماعی عقیدے کو رد کر کے پوری امت کی تذلیل کر رہا ہے اور وہ پاگل بھی نہیں ہے، کتابیں تصنیف کر رہا ہے، اپنا جتھہ منظم کر رہا ہے تو یہ اسلام کا غدار ہے، کافر اور مرتد ہے اور لازم ہے کہ اس بارے میں آج کی اسلامی مملکت وہی فیصلہ کرے جو ختم المرسلین ﷺ کے اولین خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب، سجاح اور اسود عنسی کے بارے میں کیا تھا۔

اسی لئے ہم نے اپنی تحریک کو آئین و قانون کے دائرے میں رکھا ہے، پر امن اور

منظم رکھا ہے اور ہر قسم کی توڑ پھوڑ، ہنگامہ آرائی، اسلحے کے استعمال اور اسلحے کی نمائش سے اسے قطعی طور پر پاک رکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری مسلح افواج، جن کا نعرہ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے، ہمارے وطن کی جغرافیائی سرحدات کے ساتھ ساتھ داخلی سلامتی اور نظریاتی سرحدوں کی بھی محافظ ہیں۔ یہ NGO's ہیں جو آسیب کی طرح اقتدار کی کمین گاہوں میں محفوظ بیٹھ کر فوجی حکومت اور دینی قوت کا تصادم چاہتی ہیں، یہ لوگ بیرونی مفادات کے آلۂ کار ہیں اور بیرونی سرمائے پر عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں، یہ محبت وطن نہیں ہیں، ان کی وفاداریاں اسلام اور پاکستان کے بجائے اپنے ان سرپرستوں سے وابستہ ہیں جو انہیں سامان عشرت فراہم کرتے ہیں، یہ ہوا و ہوس کے بندے ہیں، ان کے مکر و فریب اور دام ہمرنگ زمین سے ملک و قوم، حکومت و مملکت اور دین و ملت کو بچانا ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ چیف ایگزیکٹو اپنے آپ کو اس ایجنڈے تک محدود رکھیں جس کا انہوں نے قوم سے وعدہ کیا اور کم از کم وقت میں یا عدالت عظمیٰ پاکستان کی مقررہ مدت میں غیر جانبدارانہ اور منصفانہ احتساب کر کے قوم کی لٹی ہوئی دولت کو لٹیروں اور غاصبوں سے واپس وصول کر کے نظام انتخاب کی تطہیر کر کے، آئین کے آرٹیکل نمبر ۶۲، ۶۳ کی عملی تنفیذ کے لئے اس کے ابہام کو دور کر کے انتخابات میں دولت کے بے دریغ استعمال پر پابندی عائد کر کے امن و امان اور داخلی سلامتی کے ساتھ ساتھ ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کو ناقابل تسخیر بنا کر اور معیشت کے تن مردہ میں جان ڈال کر مسلح افواج اپنی بیرکوں میں باعزت و باوقار طور پر واپس جائیں اور امانت اقتدار عوام کے صحیح نمائندوں کو تفویض کر کے ایفاء عہد کی ایک تابندہ مثال قائم کریں اور ایوان اقتدار کے دروازے چوروں، لٹیروں، غاصبوں، خائنوں اور ظالموں پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیں تا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اقتدار و حکومت کو خدمت و عبادات اور تقدیس کا وہ درجہ مل سکے جو عہد خلافت راشدہ میں تھا۔ دیانت دار، امین، عادل، اہل علم اور باکردار قیادت کے لئے راستہ ہموار ہو سکے اور پاکستان کے مسلمان ان برکات سے مالا مال ہو سکیں جن کی خاطر یہ ملک بنا تھا اور وہ خواب عملی تعبیر میں ڈھلتے ہوئے نظر آئیں گے جو قائدین تحریک پاکستان نے دیکھے تھے، جن کی آرزو میں ہزاروں جانیں قربان ہوئیں، ان گنت عصمتیں پامال ہوئیں، لاکھوں لوگوں نے ترک وطن کیا، اپنے آبائی وطن سے

رشتہ توڑا اپنے اسلاف کی یادگاروں کو چھوڑا اور خاک وخون کے دریا کو عبور کرنا پڑا۔

سوال: امتناع قادیانیت کی آئینی ترمیم کی منظوری کے بعد ہمارے آئینی وقانونی ڈھانچے پر اور بین الاقوامی طور پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: چونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہم مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرا چکے تھے، یہ مسئلہ تحفظ ختم نبوت کے لئے ہماری آئینی وقانونی نظام کی خشت اول تھی۔ پھر قادیانیوں کو کافر ومرتد قرار دینے کی آئینی ترمیم سے اس کی تکمیل ہوگئی۔ بعدازاں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے فارم میں مسلمان کے لئے ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانی و لاہوری گروپ سے برأت حلفیہ بیان لازمی قرار دیا گیا، اس طرح ناموں کے اشتہار سے جو قادیانی ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے تھے بلکہ مکر وفریب سے مسلمانوں میں شامل ہو جاتے تھے، اس کا سدباب ہوگیا۔ بعد میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے دور حکومت میں جداگانہ انتخاب کی طرف پیش رفت ہوئی جو شروع ہی سے ہمارے مقاصد و اہداف میں شامل تھے اور قادیانیوں کے ناموں کا اندراج غیر مسلموں کی فہرستوں میں کرانا لازمی قرار پایا۔ سعودی عرب، ملائشیا، انڈونیشیا اور دیگر مسلم ممالک کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلموں کا درجہ دینا شروع کیا، حتیٰ کہ جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت نے بھی اس کی توثیق کی کہ قادیانی مسلم نہیں ہیں۔ قادیانیوں پر مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ پر پابندی عائد کردی گئی، صدر اور وزیراعظم کے حلف نامے میں ختم نبوت کا اقرار لازمی قرار پایا۔ ابھی بہت سے اہداف ہیں جن کا حصول باقی ہے اور الحمدللہ اس ضمن میں ہمارا جہاد جاری ہے اور ہم اپنے دینی اہداف کے حصول تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

مفتی منیب الرحمن: مولانا آپ کا بہت بہت شکریہ۔ الحمدللہ آپ کے اس انٹرویو سے مسئلہ قادیانیت اور تحفظ ختم نبوت کی صبر آزما اور طویل جدوجہد کی مرحلہ وار مربوط تاریخ سے ہماری اس نسل کو آگاہی ہوگی جو قیام پاکستان کے بعد پیدا ہوئے اور آج مختلف Age Groups میں اپنی زندگی کے شب وروز گزار رہے ہیں۔ اس تاریخی امانت کو نئی نسل تک منتقل کرنا ہمارا قومی، دینی اور ملی فریضہ ہے اور ہمارے ملک اور مملکت کی داخلی وخارجی سلامتی کا لازمی تقاضا بھی ہے۔ (ہفت روزہ احوال وآثار، اگست ۲۰۰۰ء، صفحہ ۳۰ تا ۳۶)

مسئلہ توہین رسالت اور مولانا شاہ احمد نورانی

ابوطلحہ محمد طارق نور☆

محبت رسول اللہ ﷺ دین حق کی شرط اول ہے۔ یہ ہمارے عقیدہ وایمان کی اساس ہے جیسا کہ خود تاجدار مدینہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ترجمہ: قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد سے زیادہ نہ ہو۔" (بخاری شریف جلد اول کتاب ایمان)

اہانت رسول ﷺ ایک ناقابل معافی جرم ہے اور ناقابل تلافی ظلم ہے۔ قرآن و حدیث سیرت رسول اللہ ﷺ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر گواہ ہیں۔ ناموس مصطفیٰ ﷺ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کو ہر مسلمان اپنی جان سے زیادہ پیارا سمجھتا ہے۔ بقول مولانا ظفر علی خاں

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ طیبہ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

مسلمان اور ہر طرح کی بات برداشت کرسکتا ہے مگر حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر کسی قسم کی بھی توہین برداشت نہیں کرسکتا اور یہ بات مبنی برحقیقت ہے کہ محب اپنے محبوب کی خوبیوں کو سن کر خوش ہوتا ہے اور فرحت محسوس کرتا ہے لیکن وہ اپنے محبوب کے بارے میں نکتہ چینی یا عیب جوئی برداشت نہیں کرسکتا اور جب محبوب ہی ایسا ہو کہ

☆ جامعہ زرعیہ فیصل آباد

اپنا معیار زمانے سے جدا رکھتے ہیں ہم تو محبوب بھی محبوب خدا رکھتے ہیں

یہی حال توہین رسالت کا ہے۔ مسلمان کا خواہ تعلق کسی بھی علاقے سے ہو، خواہ کسی بھی برادری سے ہو، اس کا تعلق خواہ کسی بھی عہدے سے ہو وہ سرکار مدینہ ﷺ کی شان میں توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

جیسے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ علماء اسلام نے ہر دور میں اسلام اور سرکار مدینہ ﷺ پر اٹھنے والے اعتراضات کا مبسوط جواب دیا۔ علمائے حق نے اسلام اور نبی کریم ﷺ پر اٹھنے والی ہر اندرونی و بیرونی سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ وہ اسلام اور آقائے نامدار کی عزت کی خاطر ہمہ وقت سینہ سپر رہے۔ انہی علمائے حق میں سے ایک روشن ستارہ قائد اہلسنت، قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی بھی ہیں۔ آپ نے علماء حق کی طرح ہر دور میں حسینی کردار ادا کیا۔ جس طرح آپ نے تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ (۱۹۷۷ء) میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

اسی طرح جب بھی توہین رسالت کے مسئلہ کو چھیڑا گیا۔ قانون توہین رسالت پر آوازیں آنے لگیں تو آپ ذرہ بھر بھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ جوانمردی اور ایمانی جذبہ سے سرشار ہو کر حضور ﷺ کی عزت کی خاطر میدان عمل میں کود پڑے۔ جب ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء میں بے نظیر کے دور حکومت میں قانون توہین رسالت کو تبدیل کرنے کے لئے حکومتی وزراء آوازیں نکالنے لگے تو اس وقت مولانا نورانی نے حکومت اور غیر ملکی حکمرانوں کے ارادے بھانپتے ہوئے میدان عمل میں کودے۔ آپ نے تمام دینی جماعتوں کا اجلاس بلایا اور ملک میں جمعہ کے روز ملک گیر پہیہ جام ہڑتال کی اپیل کی۔ آپ کی اپیل پر پورے پاکستان نے اپنی غیرت و ایمانیت کا ثبوت دیتے ہوئے ہڑتال میں حصہ لیا اور پورے ملک میں پہیہ جام ہڑتال ہوئی اور عوام کا جوش و جذبہ دیکھ کر حکومت توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی نہ کر سکی۔

حال ہی میں اپریل، مئی ۲۰۰۰ء میں بھی ایک دفعہ پھر حکومتی وزراء کی طرف سے توہین رسالت قانون کے بارے میں طرح طرح کی آوازیں آنے لگیں اور خود جنرل پرویز کے بیان نے ساری قوم کو حیران و پریشان کر دیا۔ جس پر پوری قوم سراپا احتجاج بن گئی۔

مولانا نورانی ایک دفعہ پھر غیر ملکی اور اسلام کے دشمنوں کے ارادوں کو خاک میں ملانے کے لئے اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت کی خاطر میدان کارزار میں کود پڑے۔ اس سلسلے میں ۸ مئی کو ملک کی تمام دینی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا جس کی میزبانی آپ اور آپ کی جماعت نے کی اور پھر ۸ مئی کو لاہور میں جو اجلاس ہوا اس کے بارے میں نوائے وقت اور دیگر قومی اخبارات میں یہ لکھا تھا کہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک پہلی بار دینی جماعتوں میں ہم آہنگی دیکھی گئی اور ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ اتنی تعداد میں دینی جماعتیں اکٹھی ہوئیں۔

روزنامہ نوائے وقت اور دیگر اخبارات کے مطابق ۱۹ دینی جماعتوں کے ۴۰ سربراہان نے شرکت کی اور سب نے مولانا نورانی کی تحریک پر یہ قرارداد منظور کی کہ ہم ہرگز توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی برداشت نہیں کریں گے اور پھر اس اجلاس میں ۱۹ مئی کو پورے ملک میں ہڑتال کرنے کی قرارداد بھی منظور ہوئی۔ پھر ۱۹ مئی سے پہلے ہی ۱۶ مئی کو جنرل پرویز نے دورہ ترکمانستان سے واپسی پر یہ مژدہ سنایا کہ توہین رسالت کا پرانا قانون ہی بحال رہے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں علماء اور عوام کا احترام کرتا ہوں اور میں علماء اور عوام کو ساتھ لے کر چلوں گا۔ جس پر پوری قوم خوشی سے جھوم اٹھی۔ الغرض مولانا نورانی کی ذات ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے آج بھی کوشاں ہیں۔ ان کے ارادے یا خیال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں ان کے قدم کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ وہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے مصداق ثابت ہوئے ہیں ۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری قوم کو مولانا نورانی جیسی ستھری اور صاف قیادت پر متحد ہونے کی توفیق عطا کرے۔ ان کی حیات و صحت میں برکت عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

(ہفت روزہ احوال و آثار، جون ۲۰۰۰ء، صفحہ ۱۶ تا ۱۷)

فتنۂ قادیانیت کے خلاف قومی اسمبلی میں مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش کی جانے والی

تاریخی قرارداد کا متن

۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمبلی میں جو تاریخ ساز قرارداد پیش کی اُس کا مکمل متن...... ''ہرگاہ کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کے اس جھوٹے اعلان میں بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکامات کے خلاف غداری تھیں۔ نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھے اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی صورت میں بھی گردانتے ہوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انھیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس جو کہ مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانی اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو کہ ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انھیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔'' مولانا شاہ احمد نورانی (ممبر قومی اسمبلی و پارلیمانی لیڈر، جمعیت علماء پاکستان، جنرل سیکرٹری متحدہ حزب اختلاف قومی اسمبلی وصدر جمعیت علماء پاکستان اور چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن) کی اس قرارداد پر بائیس (۲۲) اراکین نے دستخط کیے جن میں مولانا شاہ احمد نورانی کے علاوہ، مولانا مفتی محمود،

مولانا سید محمد علی رضوی، چوہدری ظہور الٰہی، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، سردار شیر باز خان مزاری، مولانا ظفر احمد انصاری، صاحبزادہ احمد رضا قصوری، مولانا صدر الشہید، جناب عمرہ خان، سردار شوکت حیات خان، راؤ خورشید علی خان، جناب عبدالحمید جتوئی، جناب محمود اعظم فاروقی، مولوی نعمت اللہ، سردار مولا بخش سومرو، حاجی علی احمد تالپور، رئیس عطا محمد مری، مخدوم نور محمد ہاشمی اور جناب غلام فاروق۔ یہ کل بائیس افراد ہیں۔

بعدازاں اس قرارداد پر جن شخصیات نے دستخط ثبت کیے ان میں نواب زادہ میاں محمد ذاکر قریشی، جناب کرم بخش اعوان، مہر غلام حیدر بھروانہ، صاحبزادہ صفی اللہ، ملک جہانگیر خان، جناب اکبر خان مہمند، حاجی صالح خاں، خواجہ جمال محمد کوریجہ، جناب غلام حسن خان دھانڈلہ، صاحبزادہ محمد نذیر سلطان، میاں محمد ابراہیم برق، صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری، جناب عبدالسبحان خان، میجر جنرل جمال دار اور جناب عبدالمالک خان شامل ہیں اور یوں دستخط کرنے والی شخصیات کی کل تعداد ۳۷ ہوگئی۔ واضح رہے کہ قرارداد پر دستخط کرنے والوں پیپلز عوامی پارٹی کے ممبران تک خوش نصیب شامل تھے جبکہ بدقسمتی سے جمعیت علماء اسلام کے مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے پیش کی جانے والی حزب اختلاف کی اس قرارداد پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ یاد رہے کہ اسی روز ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو حکومت کی طرف سے بھی ایک قرارداد عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر جو یقین نہیں رکھتا وہ ان کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح تصور کرتا ہے ان کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔''

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کا ایک دیرینہ مسئلہ حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر شروع کی جانے والی اس تحریک کے ذریعے سے حل کروا دیا اور امت کا اجتماعی موقف پاکستان کے آئین میں شامل کر لیا گیا اور قانونا قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بعض کم نصیب تحریر کو توڑ موڑ کر بیان کرتے ہوئے قائد اہل سنت کی طرف سے پیش کی جانے والی اس قرارداد کے تذکرے کو سرے سے ہی حذف کر دیتے ہیں اور بعض تو کمال ڈھٹائی سے مولانا نورانی کے علاوہ کسی دوسرے اپنے من پسند لیڈر کا نام شمار کرنے کی کوشش کرتے ہیں انھیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ حکومت پاکستان کا ریکارڈ محفوظ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ایک ریکارڈ محفوظ ہے لہٰذا تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے جرم میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔

الاھداء

پاکستان میں فتنۂ قادیانیت کو اسکے منطقی انجام تک پہنچانے والی تحریک ۱۹۷۴ء کے قافلہ سالار
حضور شیخ الاسلام والمسلمین، قائد اہلِ سنت
حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم القدسیہ
اور
آزاد جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی (جون 2002ء) سے قادیانی امت کو غیر مسلم
اقلیت قرار دلوانے والے عظیم روحانی پیشوا مجاہدِ اسلام
حضرت پیرِ طریقت علامہ محمد عتیق الرحمٰن (ایم۔ایل اے) مدظلہ العالی
کے نام
جنہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں تاجدارِ صداقت
امیر المومنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی سنتِ مبارکہ
کے احیاء کا شرف پایا

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

غبارِ راہِ حجاز
محمد محبوب الرسول قادری

۵ ستمبر ۲۰۰۳ء
۴ بجے بعد نماز جمعۃ المبارک

ملک محبوب الرسول قادری کی کتاب "عقیدۂ ختم نبوت اور تحریک ۱۹۷۴ء" کے "الاھداء" کا عکس...... اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۷ ستمبر ۲۰۰۳ء کو منظر عام پر آیا تھا اور حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بے حد پسند فرمایا تھا۔

تعمیر ملت اور جے یو پی

...........ہوتا ہے جادہ پیما
پھر کارواں ہمارا...........

☆ جمعیت علماء پاکستان کی روشن تاریخ...........(رشید احمد رضوی)

☆ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ...........
(صاحبزادہ سیّد غلام مصطفےٰ قادری)

☆ مولانا نورانی اور مولانا نیازی کا استغناء

☆ جمعیت علماء پاکستان کو ایک تنظیمی قوت کیسے بنایا جائے؟

☆ جمعیت علماء پاکستان دعوت حق اور صبر کا مفہوم

☆ کس طرح ظالم نے جمعیت کے ٹکڑے کر دیئے...........(ولی محمد واجد)

☆ کشمور سے کراچی تک بلا امتیاز آپریشن کیا جائے...........
(الیاس صدیقی ایڈووکیٹ)

☆ جمعیت علمائے پاکستان علی پور چٹھہ کے جلسہ عام کی مفصل رپورٹ...........
(صاحبزادہ محمد نصیر احمد اویسی)

محبوب الرسول قادری کو جمعیت علمائے پاکستان کی ڈویژنل کوآرڈینیشن باڈی کا چیئرمین بنا دیا گیا

جوہر آباد (نامہ نگار) ملک محبوب الرسول قادری کو جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کی ڈویژنل کوآرڈینیشن باڈی کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ روز کچہری بازار سرگودھا میں منعقدہ جے یو پی کے اجلاس خاص میں صوبائی جنرل سیکرٹری قاری زوار بہادر نے سرگودھا ڈویژن کی تنظیمی و تحریکی صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد باقی صفحہ 13 کالم 7 پر

چیئرمین

میں ورکنگ کوآرڈینیٹنگ باڈی قائم کی جس کا چیئرمین جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ملک محبوب الرسول قادری کو مقرر کیا گیا۔ دیگر ارکان میں ضلع سرگودھا سے مولانا فیض المصطفیٰ حقی، مولانا قاضی انعام اللہ جلالی، ضلع خوشاب سے ابو الفلاح مولانا حافظ غلام محمد نقشبندی اور مولانا اختر حسین چشتی، ضلع میانوالی سے سید ہدایت علی شاہ اور حافظ فدا حسین وقاص جبکہ ضلع بھکر سے سید عارف حسین قدوسی اور حاجی شوکت شامل ہیں۔ دریں اثناء ڈویژنل کوآرڈینیٹر ملک محبوب الرسول قادری نے چاروں اضلاع کیلئے کوآرڈینیٹر بھی نامزد کر دیئے ہیں جن میں ضلع سرگودھا کیلئے مولانا قاری پروفیسر انوار رضا، ضلع خوشاب کیلئے ملک حبیب اللہ اعوان، ضلع بھکر کیلئے ارسلان خان نیازی اور ضلع میانوالی کیلئے عبد الحمید خان (واں بھچراں) شامل ہیں۔ ڈویژنل اجلاس خاص کی صدارت مرکزی جوائنٹ سیکرٹری مولانا شبیر احمد ہاشمی نے کی جبکہ صوبائی جوائنٹ سیکرٹری رشید احمد رضوی بھی موجود تھے۔

جمعیت علماء پاکستان کی روشن تاریخ

نوٹ: ۔ مندرجہ ذیل مضمون علامہ سید شبیر احمد ہاشمی کی زیر طبع کتاب "جمعیت علماء پاکستان منزل بمنزل" کے ایک باب کی تلخیص ہے اس کتاب میں علامہ ہاشمی نے برصغیر کی تمام مذہبی تحریکوں کا جائزہ لیا ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس اور جمعیت علماء پاکستان کی تاریخ کے انوکھے حقائق رقم فرمائے ہیں۔ ہم نظام مصطفےٰ ﷺ کانفرنس کے موقع پر یہ مضمون شائع کر رہے ہیں۔ عنقریب علامہ کی یہ تاریخی کتاب مکتبہ ندائے اہلسنت شائع کرے گا۔ انشاء اللہ.........(رشید احمد رضوی)

حرف آغاز

برصغیر انگریزی استعمار کے پنجے میں آنے کے بعد غلامی کی بوجھل زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور آہنی زنجیروں کو کاٹنے کے لئے صرف ایک قوم قربانی اور ایثار کی پیکر بنی جس کے دل میں عشق رسالت مآب ﷺ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ وہی لوگ استعماری جبر کے خلاف نعرہ زن ہوئے جنہیں حجرہ نشین اور خلوت گزین کہا جاتا تھا۔ وہ علماء ربانی خواجہ کونین کے غلام علماء مشائخ اہلسنت تھے۔ جزیرہ انڈیمان کی سزا یا دہلی کی پھانسی کو انہیں رہنماؤں نے قبول کیا جو دو قومی نظریئے پر یقین رکھتے تھے۔ ان میں علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا شاہ احمد اللہ مدارسی، مفتی کفایت اللہ کافی، مولانا عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض رسول بدایونی، مولانا رضا علی خان بریلوی، جنرل بخت خاں اور دوسرے مردان حریت تھے جنہوں نے قید و بند زجر و توبیخ اور زنجیر و سلاسل کا مقابلہ کیا۔ مگر برصغیر پر انگریز کی فرمانروائی کو تسلیم نہ کیا حتیٰ کہ بریلی، مراد آباد، میرٹھ، کچھوچھہ، رام پور، بدایون، اجمیر شریف، سرہند، تونسہ شریف، سیال شریف، علی پور شریف، چورہ شریف، لاہور، قصور اور دیگر مقامات پر قائم روحانی آستانے حریت کے آتش فشاں بن کر آمریت اور استحصال کو جلا کر خاک سیاہ کرنے میں مصروف رہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس

تحریک آزادی کی علمبردار یہ تنظیم ایسٹ انڈیا کمپنی کے برصغیر میں آنے کے ساتھ ہی معرض وجود میں آ گئی تھی۔ مگر اس کی ملی سرگرمیوں کا چرچہ ۱۸۹۷ء میں ہوا جب پٹنہ میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجتماع میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا امام احمد رضا فاضل بریلویؒ کی صدارت میں اعلان کیا گیا کہ "مسلمان الگ قوم ہیں، کافر الگ قوم ہیں ان کے ساتھ مل کر مسلمان نہیں رہ سکتے۔" (ترجمان اہلسنت سنی کانفرنس نمبر)

مسلم لیگ ۱۹۰۶ء میں تشکیل دی گئی مگر اس کی پیدائش سے گیارہ سال قبل آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم قومیت کا نعرہ لگا چکی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ نے وہی مطالبہ کیا جس کا امام احمد رضا بریلوی ۱۸۹۷ء میں نعرہ لگا چکے تھے۔ گویا ۱۹۲۲ء میں امام احمد رضا بریلوی کا وصال ہو گیا تو ۱۹۳۰ء میں علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال امام رضا کے فکری جانشین بن کر ابھرے۔ ان کا خطبہ الٰہ آباد وہی نغمہ تھا جسے فاضل بریلوی نے بلند کیا تھا۔

تحریک پاکستان

آل انڈیا سنی کانفرنس نے اپنے تسلسل کو برقرار رکھا اور اس کے رہنماؤں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، مبلغ اعظم مولانا علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی (والد ماجد قائد اہلسنت)، مولانا احمد مختار صدیقی، مولانا نذیر احمد خجندی (یہ دونوں حضرات قائد اہلسنت کے تایا ہیں) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، علامہ سید ابو الحسنات قادری، علامہ سید ابو البرکات قادری، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطیب مشرق حضرت محدث کچھوچھوی کی قیادت میں اعلان کیا کہ اگر مسلم لیگ اور قائداعظم بھی مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جائیں تو آل انڈیا سنی کانفرنس دستبردار نہ ہوگی چنانچہ مسلم قومیت کے علمبردار ان علماء نے مسلم لیگ سے غیر مشروط تعاون کیا اور قائداعظم محمد علی جناح ان اکابر امت کے تعاون سے فکر امام احمد رضا اور حکیم الامت اقبال کے مطابق پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو ۱۸۵۶ء میں مسلط ہونے والی غلامی کی شب تیرہ

میں آزادی کا خورشید طلوع ہوا۔

پاکستان

بھارت میں برہمنی سامراج کو تحفظ دینے والی قوم پرست علماء کی جماعت جمعیت علماء ہند موجود تھی۔ اگرچہ اس جماعت کا آغاز ۱۹۱۹ء کو ہوا تھا اور اس کے اس اجلاس میں کئی سنی علماء بھی موجود تھے مگر بعد میں یہ جماعت گاندھی کے مقاصد کے لئے استعمال کی گئی۔ مجلس احرار یونی نسٹ، کانگرس، جماعت اسلامی اور خاکساروں کی طرح اس نے بھی آل انڈیا سنی کانفرنس اور مسلم لیگ کی زبردست مخالفت کی مگر پاکستان بن جانے کے بعد اس کا فکری شر زیادہ نقصان دہ معلوم ہوا اس لئے پاکستان میں اسلامی قدروں کو مضبوط کرنے فلاحی اور روحانی انقلاب برپا کرنے اور مسلم لیگ کو صراط مستقیم پر رکھنے کے لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلم قومیت پر یقین رکھنے والے اکابرین ایک ایسی تنظیم تشکیل دیں جو عوامی حقوق، معاشی مساوات، روحانی اقدار کی محافظ اور سماجی انصاف کے ساتھ ساتھ پاکستان کو روحانی، فلاحی مملکت بنانے کے لئے بنیادی کردار ادا کرے اور لیلائے اقتدار سے ہم آغوش ہونے والے مسلم لیگیوں کو نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے نصب العین سے آگاہ رکھے۔

جمعیت علماء پاکستان

اس کا قیام ۱۸۹۷ء کے نغمہ حیرت کی علمی تعبیر تھا قیام پاکستان کے ٹھیک سات ماہ اور چودہ دن بعد علمائے حق نے اس تنظیم کو عملی شکل دے دی اور مقصد پاکستان بنانے کے بعد قائم رکھنا اور اس میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا اجراء کرنے کے لئے کوشش کرنا ہے۔ غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں مورخہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ملک بھر کے علماء اور اکابر اہلسنت کا اجلاس بلایا اور اس کے لئے ایک خط جاری کیا جس میں فرمایا: "ہمارا مقصد اعظم صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کی یہ خونی قربانیاں ضائع نہ ہوں، پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قرار پائے اور اس میں اسلامی آئین و قانون کا پوری طرح نفاذ ہو اس کے ساتھ مذہب اہل سنت کا پورا پورا تحفظ ہو۔" (مقالات کاظمی ص ۲۶۸ ج ۲)

اس کے ردعمل میں پورے ملک سے اکابر علماء شریک ہوئے اور انتخاب اول یوں

ہوا۔

صدر:	مولانا علامہ سید ابو الحسنات محمد احمد قادری
نائب صدر:	شیخ المشائخ دیوان سید آل رسول علی خاں (اجمیر شریف)
نائب صدر:	شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی
ناظم اعلیٰ:	غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی
نائب ناظم:	حضرت مولانا سید غلام معین الدین نعیمی کاکاخیل
نائب ناظم دوم:	مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش
ناظم نشر و اشاعت:	مولانا ابو النعیض قلندر علی شاہ صاحب سہروردی

اور دیگر عہدیداروں سمیت مولانا غلام محمد ترنم، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا سید امانت علی شاہ، مولانا مفتی اعجاز ولی، فقیہہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی، مولانا فیض الحسن ورس، مولانا ناصر جلالی، مولانا سراج دین بہاولپوری، مولانا غلام جہانیاں قریشی اور دوسرے حضرات جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ کے اراکین مقرر کیے گئے۔

پہلا کام

جمعیت کے قیام سے قبل مہاجرین کی آبادکاری ایک بڑا مسئلہ تھا اور یہ مسلسل چلا رہا۔ جمعیت نے اپنے قیام کے ساتھ مہاجرین کی آبادکاری پر زور دیا کہ وہ غریب الوطنی میں معاشی اور معاشرتی مسائل کا شکار تھے۔ اس سلسلے میں جمعیت کے رہنماؤں صدر و سیکرٹری کے علاوہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین، مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری کا کردار بے مثال ہے۔

حضرت کرمانوالا

چنانچہ امام العارفین سیدنا پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالہ اپنے وطن ضلع فیروز پور سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لائے اور پاکپتن شریف میں ڈیرہ جمایا۔ وہ اپنے وطن میں کئی مربہ اراضی، کوٹھیاں اور تقریباً دس ہزار من غلہ کے علاوہ مہمان خانے چھوڑ کر پاکستان آئے مگر انہوں نے کسی سے اپنے نقصان کی بات نہ کی۔ اس ضرورت

کو جمعیت کے صدر محترم علامہ سید ابو الحسنات قادری نے محسوس فرمایا اور سیکرٹری بحالیات کے علاوہ اس وقت کے وزیر بحالیات سر شہاب الدین سے ملاقات کر کے اس مسئلہ کو اٹھایا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب کرمانوالہ کے مریدین اور جمعیت کی مشترکہ کوشش سے ان کی جائیدادیں پاکستان میں کسی حد تک مل گئیں یہ واقعہ مئی ۱۹۴۹ء کا ہے۔

(روئیداد مرکزی جمعیت علماء پاکستان لاہور مارچ ۴۸ تا ۱۹۴۹ء، ص ۷۵، ۷۶)

علاوہ ازیں بے شمار مہاجرین کی آبادکاری میں جمعیت نے حسب مقدور سرگرمی سے حصہ لیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جمعیت کی اولین قیادت بھی انہیں قدروں کی علمبردار تھی جنہیں موجودہ سربراہ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی پورے زور سے اجاگر کر رہے ہیں۔

نفاذ نظام مصطفےٰ ﷺ

آبادکاری کے ساتھ ساتھ جمعیت نے پاکستان کے اصل مقصد کو کبھی بھی آنکھوں سے اوجھل نہ کیا۔ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کے ولولوں نے مرکزی ابتدائی قیادت میں بھی اس وقت ظہور کیا چنانچہ آج تک جماعت اسلامی یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اس نے سب سے پہلے پاکستان میں نفاذ اسلام کی تحریک کی ہے جبکہ درحقیقت یہ شرف بھی جمعیت علماء پاکستان کو حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے یہ مطالبہ کیا کہ ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ نافذ کیا جائے۔ جماعت اسلامی اگست ۱۹۴۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ تحریک پاکستان میں اس کو کوئی صالح نظر نہیں آیا۔ چنانچہ اس نے پاکستان کی مخالفت کی۔ پاکستان میں قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء سے پہلے جماعت اسلامی کو ملک میں نفاذ اسلام کا خیال نہیں تھا جبکہ جمعیت علماء پاکستان نے اس مسئلہ کو یوم شریعت کے عنوان سے پیش کیا۔

یوم شریعت

کے عنوان سے مورخہ ۷ مئی ۱۹۴۸ء کو پورے ملک میں تحریک شروع کی اور باغ بیرون موچی دروازہ میں سب سے پہلی کانفرنس جمعیت نے منعقد کی جس کی صدارت شیخ الاولیاء ابو البرکات سید محمد فضل شاہ جلالپوری نے فرمائی اور مطالبہ کیا کہ ملک میں فوری طور پر شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ کیا جائے۔

جہاد کشمیر

قیام پاکستان کے بعد بھارتی حکومت نے سب سے پہلے پاکستان کی سلامتی کو تباہ کرنے، دو قومی نظریے کو جھٹلانے اور اکھنڈ بھارت کا خواب پورا کرنے کے لئے کشمیر کے محاذ پر معرکہ آرائی کی تو پاکستان کے پہلے منتخب وزیر اعظم خان زادہ لیاقت علی خان نے مکّہ دکھایا اور بھارتی حکمرانوں کو لرزہ براندام کر دیا ادھر جمعیت نے مجاہدین کشمیر سے عملی تعاون کیا اور ۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء کو پورے ملک میں یوم کشمیر منایا گیا۔

یوم کشمیر

مجاہدین کشمیر کے لئے لاکھوں روپے کا سامان جس میں جرسی، کوٹ، کمبل، دوائیں، کپڑے شامل تھے کے علاوہ سات جیپیں جن کی مالیت کم از کم پانچ ہزار روپے فی جیپ اس وقت کے مطابق ۳۵۰۰۰ روپے کے علاوہ لاکھوں روپے نقد کی امداد محاذوں پر جا کر خود قائد جمعیت علامہ ابو الحسنات قادری نے پہنچائی۔ راستہ میں جہلم، راولپنڈی وغیرہ میں صدر جمعیت کے فقید المثال استقبال کئے گئے جس پر اس وقت کے اخبارات کے علاوہ شورش کاشمیری کی کتاب "چہرے" گواہ ہے پوری قوم نے اس وقت جمعیت کے صدر علامہ سید ابو الحسنات قادری کو غازی کشمیر کا خطاب دیا۔

آئین ساز اسمبلی

پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کا جب تقرر ہوا تو لیاقت علی خان (پاکستان کے پہلے وزیر اعظم) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین کی خدمت میں سیال شریف حاضر ہوئے تاکہ ان کو اسمبلی کا اعزازی مشیر نامزد کیا جائے۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے اس بناء پر رکنیت قبول نہ کی کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا مقصد اقتدار کا حصول یا اسمبلی کی رکنیت نہیں تھا۔ ہم اسمبلی اور اقتدار کے بغیر بھی پاکستان کی خدمت کر سکتے ہیں۔ (حضرت شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ نے خود مجھے بتایا تھا کہ لیاقت علی خاں کے علاوہ قائد اعظم کا خط بھی آیا تھا مگر خط کہیں گم ہو گیا) ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد کی منظوری کے لئے جمعیت نے اسمبلی سے باہر رہ کر اس کی

ترتیب و تدوین میں نمایاں حصہ لیا۔ چنانچہ گیارہ نکات پر مبنی قرارداد مقاصد مشرقی پاکستان کے ہندو اراکین اسمبلی اور پاکستان کے کچھ سابق یونی نسٹوں کی شدید مخالفت کے باوجود منظور ہو گئی۔

علماء کے ۲۲ نکات

۱۹۵۱ء میں پورے ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ ہوا تو حکمرانوں کا ٹولہ ہمیشہ کی طرح اس عذر لنگ کو سامنے لایا کہ اسلامی نظام کس مسلک کا لایا جائے۔ بریلوی اور دیو بندیوں کی جنگ ہے، وہابی شیعہ اختلاف ہے۔ مگر اس کا توڑ کرنے کے لئے بھی جمعیت نے مولانا عبد الحامد بدایونی کی قیادت میں 22 نکات مرتب کئے اور یہ عذر بھی ختم کر دیا جسے تمام علماء نے قبول کیا۔

مارچ ۱۹۴۸ء کے ملتان اجلاس کے بعد جمعیت کا کوئی انتخابی اجلاس ۱۹۵۵ء تک نہیں ہوا اس طرح جو عہدہ دار ملتان میں منتخب ہوئے وہی بدستور کام کرتے رہے۔ مگر جب حکومت نے مغربی پاکستان کو ون یونٹ میں تبدیل کر دیا اور مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان پیریٹی میں مساوات کا اصول مسلط کر دیا تو جمعیت کو بھی تنظیمی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء کو جمعیت کے دفتر اکبری منڈی لاہور میں جمعیت کا انتخابی اجلاس ہوا اس موقع پر عام جلسوں کا بھی اہتمام کیا گیا۔ انتخاب کے نتائج حسب ذیل ہیں۔

سرپرست حضرت دیوان سید آل رسول علی خان (اجمیری مقیم پاکستان) حضرت غلام خواجہ نظام الدین (تونسہ شریف) حضرت خواجہ محمد قمر الدین (سیال شریف) حضرت پیر عبد الرحمٰن (بھرچونڈی شریف) حضرت سید غلام محی الدین (گولڑہ شریف) حضرت میاں علی محمد خاں (بسی شریف) حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری (لاہور) حضرت مولانا غلام مجدد سرہندی، مولانا محمد اکبر (حیدر آباد) عہدہ داران مرکزی) صدر: حضرت مولانا ابو الحسنات قادری، نائب صدر: تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی (کراچی)، علامہ سید احمد سعید کاظمی (ملتان)، علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی (وزیر آباد)، مولانا غلام محمد ترنم (لاہور)، ناظم اعلیٰ: حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی، نائب ناظم: مولانا غلام معین الدین کا کاخیل، مولانا سید محمود

احمد رضوی۔ مولانا محسن فقیہہ الشافعی، ناظم نشر واشاعت، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا حافظ خادم حسین، خازن، جناب حاجی محمد ابراہیم، مولانا سید خلیل احمد قادری، محتسب: مولانا سید منور علی، مشیر قانون: مولانا مرتضیٰ، احمد خاں میکش، مجلس عاملہ: حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن، حضرت مولانا غلام دین، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی سید مسعود علی شاہ، حضرت فقیہہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی، علامہ عبد المصطفےٰ ازہری، جناب میاں غلام قادر (لاہور) مولانا محبوب رضا خاں بریلوی (عارف والا) ملک محمد شریف، مجلس شوریٰ کے ۳۵ ارکان تھے۔ جن میں مولانا مفتی اعجاز ولی خان، مفتی ظفر علی نعمانی، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں، حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین بدایونی، حضرت مولانا سید منظور احمد شاہ (ساہیوال) شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، مجاہد ملت مولانا محمد علم الدین اوکاڑوی، حضرت مولانا سید محمود شاہ گجراتی، مولانا سید محمد ہاشم، فاضل شمسی اور دوسرے حضرات شامل تھے۔ ون یونٹ کے بعد مغربی پاکستان کی صوبائی تنظیم میں حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن۔ صدر: مولانا علامہ شاہ احمد نورانی، نائب صدر اول: مولانا غلام مہر علی (چشتیاں) مولانا محمد یوسف (سیالکوٹ)، نائب صدور اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی ناظم عمومی منتخب ہوئے۔

(تنظیمی رپورٹ، جمعیت علماء پاکستان دسمبر ۱۹۵۵ء، ص ۲۱، ۲۲، ۲۳ رضوان ۲۱ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء)

دستور ۱۹۵۶ء

قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلے ملکی آئین کی ضرورت پیش آئی کیونکہ پاکستان کی آزادی ۱۹۳۵ء کی انڈیا ایکٹ کے تحت ہوئی تھی اور پاکستان میں ۱۹۴۷ء کے قانون آزادی ہند کی رو سے دستور ساز اسمبلی بنائی گئی جس کے ۹ اراکین تھے۔ قائداعظم دستور ساز اسمبلی کے صدر تھے۔ اسمبلی میں قرارداد مقاصد کے بعد ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو آئینی کمیٹیوں کی رپورٹ زیر بحث آئی۔ یہ رپورٹ دوبارہ دسمبر ۱۹۵۶ء میں پیش کی گئی مگر آئینی ضرورت پوری نہ ہو سکی۔ پاکستان میں وزیروں کے اکھاڑ پچھاڑ کے باعث ستمبر ۱۹۵۴ء میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ بھی خلاء پورا نہ کر سکی۔ ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ کی شکست ہو گئی۔ چنانچہ ۲۸ مئی ۱۹۵۵ء کو نئی دستور ساز اسمبلی بنی اس نے ۲۹ فروری

۱۹۵۶ء کو ایک دستور منظور کیا اس میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دلوانے اور تمام قوانین کو کتاب وسنت کے مطابق بنانے کا اعلان کیا گیا۔ عدلیہ کی غیر جانبداری کا تعین دلایا گیا۔ اس میں جمعیت علماء پاکستان کے قائدین مولانا ابو الحسنات قادری، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی، غزالی دوران مولانا احمد سعید کاظمی، مولانا محمد بخش مسلم نے سو سے زائد ترامیم کا مسودہ اسمبلی کے ارکان کو ارسال کیا اور جس میں سے اکثر وبیشتر کو آئین کا حصہ بنایا گیا۔ یہ دستور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ ہوا جو ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء تک ایوب خان کے مارشل لاء کی نذر ہو گیا۔ مگر جمعیت نے مسٹر غلام احمد پرویز اور دیگر لادین عناصر کی پرزور مخالفت کے باوجود آئین میں اسلامی دفعات داخل کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ (ہفت روزہ رضوان لاہور نومبر، دسمبر ۱۹۵۷ء)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

اس آئینی کردار سے قبل جمعیت کی زندگی میں اہم موڑ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ہے۔ اس میں اہل سنت نے جمعیت علماء پاکستان کی قیادت میں اہم کردار ادا کیا۔ تحریک کی قیادت کے لئے مجلس عمل ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کے پہلے سربراہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر علامہ سید ابو الحسنات قادری منتخب ہوئے۔ ان کے علاوہ علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا خلیل احمد قادری، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری، الحاج لطیف احمد چشتی، مولنا منظور احمد شاہ (ساہیوال) اور دیگر سینکڑوں علماء نے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا مگر احراری اور سابق کانگریسی مولوی صاحبان چندہ اندوزی اور سخن سازی کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ جان کی قربانی بھی یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والوں کے حصے میں آئی۔

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

"میں نے اپنی آنکھوں سے کافی ہاؤس کے سامنے نوجوانوں کے ایک غول کو شہید ہوتے دیکھا جو کہ لا الہ الا اللہ پڑھتے چلے آ رہے تھے۔ مال روڈ کی طرف سے پولیس کا مسلح دستہ پہنچا باڑھ باندھا تڑ تڑ گولیاں چلنے لگیں۔ نوجوانوں کی زبان سے یا رسول اللہ ﷺ کے

سوا کوئی کلمہ نہ نکلا اور اس کلمہ کے ساتھ ہی دس بارہ نوجوان ڈھیر ہو گئے۔"

(پس دیوار زنداں، ص ۱۴۸، اشاعت سوم)

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ غلامات رسالت مآب ﷺ ہی اس عظمت و شرف کے حامل ٹھہرے۔ اگرچہ مولانا عبدالستار خان نیازی، اس وقت جمعیت میں نہیں تھے مگر جمعیت کے ہم مسلک ضرور تھے یہی وجہ ہے مولانا عبدالستار خان نیازی کو 22 مارچ ۱۹۵۳ء کو گرفتار کیا گیا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو فوجی عدالت نے ای ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا ۷ مئی ۱۹۵۳ء سے ۱۴ مئی ۱۹۵۳ء تک سزائے موت کی کوٹھڑی میں رہے۔ بعد ازاں دوسری جیل میں منتقل کر دیے گئے مگر وہ ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو جیل سے رہا ہوئے۔ اس عرصہ میں جمعیت کے صدر علامہ ابو الحسنات کے صاحبزادے مولانا سید خلیل احمد قادری کو بھی سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ادھر جیل میں مولانا ابو الحسنات قادری کی قیادت میں دوسری جماعتوں کے لوگ بھی موجود تھے۔ سب نے مولانا کی قیادت اور امامت کو تسلیم کر لیا اس طرح مولانا ابو الحسنات نے ہی صرف امامت کروائی اور کسی کو جیل میں "مشترکہ نماز" کا شرف نہیں ملا۔ کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کی قیادت میں تحریک چلی تو اس کے قائدین میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی شامل تھے۔ ۲ جون ۱۹۵۳ء کو کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کا اجلاس ہوا اس میں جمعیت کے اکابرین میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا مفتی صاحبداد خان اور مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔

(جسٹس عطاء اللہ بخاری، ص ۲۳۷)

جسٹس منیر نے مولانا غلام دین، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش، مولانا غلام محمد، محمد ترنم، مولانا محمد بخش مسلم کی سرگرمیوں کے علاوہ جمعیت کے پہلے ناظم علامہ سید احمد سعید کاظمی کی طرف سے قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلی قرارداد کا ذکر کیا ہے۔ غرضیکہ مولانا عبدالستار خان نیازی کے تختہ دار سے لے کر بازار میں گولی کھانے تک صرف جمعیت کے ارکان اور ہم خیال افراد کے نام ملتے ہیں ویسے نعرہ بازی، شعلہ نوائی، آتش فشانی اور حرف قال کی حد تک اور بہت سے لوگوں کے نام آتے ہیں۔

سال ۱۹۷۰ء

جمعیت علماء پاکستان ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک کئی نشیب و فراز سے آگاہ ہو چکی تھی۔ ۱۹۷۰ء میں کئی گروپوں میں بٹ کر خلفشار اور انتشار کی آگ میں بھسم ہو چکی تھی۔ مولانا ابو الحسنات قادری کی ولولہ انگیز قیادت میں جمعیت متحد رہی مگر ان کی آنکھ موند لینے کے بعد ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ہر چند کہ جمعیت معروف معنوں میں سیاسی تنظیم نہ تھی مگر اس کے باوجود سیاسی جماعتوں سے زیادہ انتشار کا شکار ہو گئی۔ میری معلومات کے مطابق اس وقت جمعیت کے یہ گروپ تھے۔

۱۔ صاحبزادہ فیض الحسن گروپ۔
۲۔ علامہ عبدالغفور ہزاروی گروپ۔
۳۔ علامہ عبدالحامد بدایونی گروپ۔
۴۔ سید محمود شاہ گروپ۔
۵۔ سید خلیل احمد قادری گروپ۔
۶۔ علامہ محمود احمد رضوی گروپ۔

حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن مجلس احرار سے جمعیت میں آئے۔ مولانا ابو الحسنات کی موجودگی میں ون یونٹ قائم ہونے کے بعد انہیں جمعیت مغربی پاکستان کا صدر منتخب کیا گیا۔ ان کے انتخابی اجلاس کی صدارت فرید العصر حضرت میاں علی محمد خاں (بسی شریف) نے فرمائی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس تنظیم میں نائب صدر منتخب ہوئے تھے مگر ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۰ء تک صاحبزادہ صاحب جمعیت کو کنٹرول میں نہ رکھ سکے۔ ان کی تمام تر خطابت، وجاہت اور ہمہ گیری کے باوجود ان کی سیاسی پالیسیوں سے جمعیت میں انتشار پیدا ہو گیا۔ دراصل ۱۹۵۸ء کا مارشل لاء تمام تنظیموں کے لئے پیغام قیامت بنا۔ مسلم لیگ کونسل اور کنونشن گروپ میں بٹ گئی۔ جمعیت علماء اسلام تھانوی اور ہزاروی گروپ میں بٹ گئی۔ جماعت اسلامی سے کوثر نیازی کا نکلنا دھماکہ خیز ثابت ہوا۔ ان کے ساتھ جماعت اسلامی ہی سے امین احسن اصلاحی، ڈاکٹر اسرار احمد، ارشاد احمد حقانی، عبدالرحیم اشرف وغیرہ نے نکل کر

جماعت اسلامی جو کہ جماعت سے زیادہ محکمہ ہے کو بھی سلامت نہ رہنے دیا۔ پھر جماعت اسلامی کے اندر بھی مودودی صاحب کی موجودگی میں ہندوستانی اور پنجابی سید اور جاٹ وغیرہ قومیتوں نے فروغ پایا۔ ایسے عالم میں جمعیت علماء پاکستان کا ٹکڑوں میں بٹ جانا کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں مگر جمعیت علماء پاکستان کی خوش نصیبی تھی کہ اس وقت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی جیسے بزرگ موجود تھے جو تمام گروپوں کے نزدیک قابل احترام اور ان کا حکم واجب التعمیل تھا۔ چنانچہ حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۴ اپریل ۱۹۷۰ء کو حزب الاحناف لاہور میں تمام گروپوں کے رہنماؤں کا ایک تاریخی اجلاس طلب فرمایا۔ اجلاس میں بلا اختلاف تمام قائدین تشریف لائے مگر مولانا عبد الحامد بدایونی کسی نجی مجبوری کی بناء پر تشریف نہ لا سکے۔ انہوں نے ٹیلی گرام کے ذریعے سید صاحب کو اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ حضرت سید صاحب نے جمعیت کے سرپرست حضرت میاں غلام قادر مرحوم جو لاہور کے سابق میئر میاں شجاع الرحمٰن کے والد تھے جمعیت سے عملی فرماتے تھے کے ذریعے اجلاس کا خوبصورت اہتمام کیا۔ میری دانست میں اتنی بڑی تعداد میں علماء کا یکجا ہونا بنارس سنی کانفرنس کے بعد پہلی مرتبہ ہوا۔

نورانی آفتاب

اہلسنت پر چھائے ہوئے اختلاف کی کالی رات میں پہلی مرتبہ ایک نورانی آفتاب نے طلوع فرمایا۔ یعنی قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی اس اجلاس میں تشریف لائے تو اجلاس کی صورتحال یکسر تبدیل ہو گئی کہ حضرت علامہ سید ابو البرکات کے حکم پر علامہ سید محمود احمد رضوی نے اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کا نام پیش کیا۔ پورے ہاؤس نے تائید کی۔ ہمارے اجلاس میں پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ اجلاس کی صدارت کس طرح کی جاتی ہے۔ مولانا نے بڑی مہارت سے اجلاس کو کنٹرول کیا۔ اختلافات کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں، نفرت کی دیواریں حائل تھیں مگر مولانا نے سحر انگیز خطابات سے آگ اور پانی کو یکجا کر دیا۔ اجلاس میں شیخ فیض الحسن سمیت تمام گروپوں کے رہنماؤں نے استعفے دے دیئے اور چھ کے

چھ گروپ ٹوٹ کر ایک منظم قوت بن گئی۔ علامہ سید محمود احمد رضوی جمعیت کے کنوینر قرار پائے اور جمعیت کا نام مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان ہو گیا۔ فوراً ہی منشور کمیٹی قائم کر دی گئی جس کے ارکان یہ تھے:

۱۔ مولانا شاہ احمد نورانی (چیئرمین)
۲۔ مولانا سید محمود احمد رضوی
۳۔ شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی
۴۔ مولانا محمد حسن حقانی
۵۔ مولانا غلام مہر علی
۶۔ مولانا سید شجاعت علی قادری کے علاوہ بطور ممبر راقم الحروف کا نام بھی شریک ہوتا رہا۔

سنی کانفرنس ۱۹۷۰ء

۴ اپریل ۱۹۷۰ء کو ہی فیصلہ کر لیا گیا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ فیصل آباد (لائل پور) میں مشہور کمیونسٹ لیڈر مولانا عبد الحمید بھاشانی نے جلاؤ گھیراؤ کی تحریک شروع کی تھی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کو لینن گراڈ بنانے کا اعلان کیا۔ جمعیت نے اس کے مقابلہ میں "سنی کانفرنس" کا انعقاد کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۳، ۱۴ جون ۱۹۷۰ء کی تاریخ طے ہو گئی۔ شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کانفرنس میں مرکزی کردار ادا کیا۔ پورے ملک سے علماء و مشائخ کے علاوہ لاکھوں عوام، نوجوانوں اور انجمن طلباء اسلام کے نوجوانوں کے جم غفیر نے بھاشانی پروگرام کے خلاف اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے حق میں پر جوش مظاہرہ کیا۔ جمعیت کا وہ دور بھی مجھے یاد ہے کہ جب قومی اخبارات میں جمعیت کی سرگرمیوں کی کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ بلکہ انتشار کے باعث اخبارات جمعیت کو محض نعت خوانی اور میلاد شریف پڑھنے والے لوگوں کا ہجوم سمجھتے تھے۔ سیاسی طور پر جمعیت کا وجود صفر کے برابر ہو چکا تھا۔ جماعت اسلامی کے اخبارات اور جرائد جب کبھی جمعیت کا ذکر کرتے تو استہزاء اور پھبتی کے انداز میں کرتے۔ مگر اپریل ۱۹۷۰ء کے بعد جمعیت صفحہ اول کا موضوع بن گئی۔ بالخصوص ۱۳، ۱۴ جون کو سنی کانفرنس کے موقعہ پر شہ سرخیاں جمعیت کو ملنے لگیں۔ کانفرنس کے موقعہ پر جمعیت نے انقلابی فیصلہ کیا

کہ مرکزی انتخابات کیے جائیں۔ انتخابات میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی صدر، مولانا شاہ احمد نورانی اور حضرت پیر محمد کرم شاہ نائب صدر، مولانا سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ انتخابی اجلاس میں علامہ سید احمد سعید کاظمی، صاحبزادہ سید فیض الحسن، علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری، پیر صاحب دیول شریف، مولانا تقدس علی خان، میاں غلام احمد شرقپوری، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مفتی مختار احمد نعیمی، مولانا محمد شریف نوری، مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی سید سعادت علی قادری، مولانا سید منظور احمد شاہ اور دیگر علماء نے خطاب کیا۔ اسی اجلاس میں قومی انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا گیا۔ یحییٰ خان اس وقت ملک کی گردن پر مسلط تھے۔ انہوں نے اپنی مرضی سے ون یونٹ توڑ دیا تھا۔ جمعیت نے مطالبہ کیا تھا کہ جس طرح اپنی صوابدید پر صدر نے ون یونٹ کی تنسیخ کی ہے اسی طرح نظام مصطفےٰ ﷺ نافذ کر دیں مگر اس مطالبے کی مخالفت اہل منصورہ نے کی کہ یحییٰ خان کو آئینی طور پر اسلامی نظام نافذ کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ لوگ جنرل محمد ضیاء الحق سے شریعت بل کے نام پر بھیک مانگتے رہے۔ جمعیت نے جون ۱۹۷۰ء سے لے کر دسمبر ۱۹۷۰ء تک انتخابی تحریک چلائی۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی قیادت میں پورا ملک نعرہ رسالت ﷺ سے گونج اٹھا۔ ٹوبہ کے بعد سب سے بڑی سنی کانفرنس کراچی کے نشتر پارک میں 9,8 اگست ۱۹۷۰ء کو منعقد ہوئی جس میں پہلی مرتبہ مولانا غلام علی اوکاڑوی نے سوشلزم کی طرح "مودودی ازم" کی اصطلاح وضع فرمائی۔ سنی کانفرنسوں کا جال بچھا دیا گیا۔ گھر گھر، کوچہ کوچہ جمعیت ہی جمعیت ہوگئی۔ انتخابی نشان جمعیت کو چابی دیا گیا۔ جمعیت کے شاعروں نے چابی کے فضائل اور جمعیت کے منشور کو گلی گلی پہنچا دیا۔ منشور کمیٹی نے اپنا کام مکمل کر لیا اور کتابی شکل میں پیش کر دیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے منشور میں پہلی مرتبہ نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ ہمارے بنیادی نکات قرار پائے۔

دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت نے بڑے بڑے برج الٹ دیئے۔ پنجاب میں ضلع جھنگ کی تمام سیٹیں جمعیت نے جیت لیں اور علاقہ بھر کے سب سے بڑے جاگیردار کرنل عابد حسین (عابدہ حسین کے والد) کو جمعیت کے امیدوار مہر غلام حیدر بھروانہ نے ۲۷۰۰۰ ووٹوں سے شکست دی۔ نوابزادہ نصر اللہ خان بھی جمعیت کے امیدوار میاں محمد ابراہیم

برق سے شکست کھا گئے۔ ادھر راولپنڈی سازش کے شہرہ آفاق جنرل اکبر خان کو جمعیت کے امیدوار مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری نے شکست دی۔

پگاڑا شریف کی گدی

موجودہ پیر صاحب پگاڑا شریف سید مردان علی شاہ اور ان کے بھائی سید نادر علی شاہ کے والد ماجد حضرت سید صبغۃ اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ برطانوی سامراج کے زبردست باغی اور تحریک کے سربراہ تھے۔ وہ مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ کے والد ماجد مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی مدنی کے ذاتی دوستوں میں سے تھے۔ بریلی شریف سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ برطانوی استعمال نے بزعم خویش بغاوت کو کچلنے کے لئے اس آستانہ کی بربادی ضروری سمجھی۔ حضرت سید صبغۃ اللہ کو شہید کر دیا گیا۔ کروڑوں کی جائیداد ضبط کر لی گئی۔ حر مجاہدین سندھ سے ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے قریبی ہندوستانی شہروں میں پناہ لی۔ موجودہ پیر صاحب ان کے بھائی اور ان کی والدہ ماجدہ کو فرانس بھیج دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد بقول پیر صاحب پگاڑا (بحوالہ ہفت روزہ لیل و نہار ۱۳ مئی ۱۹۷۳ء) پیر محمد علی راشدی مرحوم نے ان کی گدی پر قابض ہونے کی کوشش کی۔ مگر اس وقت جمعیت علماء پاکستان سندھ کے نائب صدر حضرت پیر عبدالرحیم بھر چونڈی کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور جمعیت کے دوسرے اکابرین نے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان اور ان کے بعد خواجہ ناظم الدین مرحوم سے ملاقاتیں کیں۔ گدی کی بحالی، صاحبزادگان کی واپسی کے مطالبات اخباری سطح پر کیے گئے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں دوسرے اسباب کے علاوہ جمعیت کے مطالبہ پر پگاڑا شریف کی گدی بحال کر دی گئی اور سید شاہ مردان علی (موجودہ پیر پگاڑا) سجادہ نشین قرار پائے۔ قیام پاکستان کے بعد کانگریس کے رہنما اور مسلمانوں کے کٹر دشمن ہندو لیڈر سردار ولبھ بھائی پٹیل نے حر مجاہدین کو بہکا کر پاکستان پر حملہ کرنے کی سازش کی تاکہ سندھ کو پنجاب سے کاٹ کر پاکستان کا خاتمہ کیا جائے مگر جمعیت کی قیادت نے بروقت اس کا احساس کیا اور پاکستان کو اس مشکل سے بچا لیا۔ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ میں ہمیشہ اکابر علماء اہلسنت اور قیام پاکستان کے بعد جمعیت کے صف اول کے شیخ الحدیث اور استاد متعین رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی

صاحب داد خان کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فاضل بریلوی کے نواسے استاد العلماء مولانا مفتی تقدس علی خاں تشریف فرما رہے۔ اسی نسبت کی بناء پر جمعیت علماء پاکستان نے پیر صاحب پگاڑا کے مسئلہ کو اپنا قومی مسئلہ سمجھا۔ اس اہم مسئلہ پر جمعیت نے مورخہ ۲۴ تا ۲۶ مارچ ۱۹۵۰ء کو آرام باغ کراچی میں سنی کانفرنس منعقد کی جس میں حضرت مولانا ابو الحسنات قادری، حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت پیر ہاشم جان مجددی، حضرت مولانا محمد قاسم مشوری، حضرت مفتی محمد ابراہیم، مولانا قاضی ولی محمد (بلوچستان)، مولانا پیر غلام احمد جان، پیر عبدالغفار خان، مولانا ضیاء القادری، جناب عبدالمعصوم صدوی مصری، مولانا مفتی مظفر احمد دہلوی، مولانا مفتی صاحب داد خان، مولانا عبدالسلام باندوی، مولانا ظہور الحسن درس، قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے بڑے بھائی مولانا شاہ محمد جیلانی صدیقی، سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر مولوی ابوبکر حلیم اور مولانا عبدالکریم وغیرہ ان علماء کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں عوام اہلسنت جمع ہوئے۔ مولانا ظہور الحسن درس نے قرارداد پیش کی کہ صاحبزادگان پیر صبغۃ اللہ شہید کو واپس لایا جائے۔ ان کی گدی بحال کر دی جائے۔ عوام اور علماء نے بھرپور تائید کی۔ چنانچہ گدی بحال ہوئی۔ حضرت پیر پگاڑا شریف پیر تسلیم کئے گئے۔

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت سنی کانفرنس نمبر، بمطابق اکتوبر ۱۹۷۸ء، ص ۴۹)

پارلیمانی لیڈر

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان نے قومی اسمبلی میں سات نشستیں حاصل کیں۔ ان ارکان اسمبلی کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا شاہ احمد نورانی

۲۔ عبدالمصطفےٰ الازہری

۳۔ نا سید محمد علی رضوی

۔ ڈاکٹر

پیر غلام حیدر بھروانہ

۶۔ صاحبزادہ نذیر سلطان

۷۔ میاں محمد ابراہیم برق

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے فوری طور پر سرگودھا میں پارلیمانی پارٹی کا اجلاس طلب کیا جس میں سندھ اسمبلی کے چھ اور پنجاب اسمبلی کے چار ارکان اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس وقت جمعیت کا مرکزی دفتر سرگودھا میں واقع تھا۔ مجلس عامہ اور شوریٰ کے ارکان کی میزبانی حضرت پیر سیال کے مرید فتح محمد خان ٹوانہ نے کی۔ اس اجلاس میں سندھ اسمبلی کے رکن پروفیسر شاہ فرید الحق سندھ اسمبلی میں پارلیمانی لیڈر اور جناب ناصر علی خان بلوچ ایم پی اے کو پنجاب اسمبلی میں جمعیت کا پارلیمانی لیڈر منتخب کیا گیا۔ جبکہ قومی اسمبلی میں سات رکنی پارلیمانی پارٹی کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی منتخب ہوئے۔ اسی اجلاس میں جمعیت نے فیصلہ کیا کہ وہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں حزب اختلاف کا کردار ادا کرے گی۔ جمعیت نے اپنے پارلیمانی ارکان کا قومی پریس سے تعارف کرانے کے لئے جنوری ۱۹۷۱ء کے آغاز میں لاہور میں ایک مقامی ہوٹل میں استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ اس میں مولانا شاہ احمد نورانی کا جس بھرپور طریقے سے تعارف ہوا وہ جماعت اسلامی کے اخبار نویس مختار حسن کی زبانی یوں ہے:

"انہی دنوں لاہور کی ایک سرد شام ایک مقامی ہوٹل کے گرم ہال میں جمعیت علماء پاکستان نے تقریب منعقد کی اور اپنے نو منتخب ارکان اسمبلی کے پریس سے بھر ملاقات کا ذریعہ بنایا۔ پریس ٹرسٹ کے ایک سرخ چیف رپورٹر جو امریکی خرچ پر امریکہ کے دوروں کے باوجود سوشلسٹ رہتے ہیں۔ آغاز تقریب سے پیشتر بڑے لال پیلے ہو رہے تھے۔ وہ قومی اسمبلی میں منتخب ہونے والے باریش ارکان کی گنتی کر رہے تھے۔ بالخصوص اس پر "تاسف" کا اظہار کر رہے تھے کہ یہ داڑھیوں والے انگریزی نہیں جا تے اس لئے کارروائی کے دوران خاموش رہ کر یا الاپ شلاپ بول کر نہ صرف اسمبلی کی سطح (Decorum) پست رکھیں گے بلکہ اپنے حلقوں کے بدقسمت عوام کی ترجمانی بھی نہیں کر سکیں گے۔ تقریب کے آغاز کا اعلان ہوا۔ مولانا شاہ احمد نورانی پہلے مقرر تھے۔ انہوں نے آتے ہی امریکی لہجے میں شستہ انگریزی کو ذریعہ کلام بنایا تو وہ سرخ رپورٹر چند لمحوں تک منہ کھلے، آنکھیں پھاڑے اپنی سماعت پر زور دیتا رہا۔ لیکن جلد ہی دوسرے رپورٹروں کے ہلکے ہلکے قہقہوں نے اسے حالات

کی سنگینی کا احساس دلایا اور پھر اس نے گردن نیچی کر کے یوں لکھنا شروع کیا جیسے وہ ان دنوں اپنے محبوب صدر یحییٰ خان کی تقریر نوٹ کر رہا ہو۔ قومی پریس سے مولانا نورانی کا یہ پہلا تعارف تھا۔" (ہفت روزہ زندگی لاہور، ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۰)

آئین سازی

مولانا شاہ احمد نورانی اور جمعیت علماء پاکستان کا نصب العین چونکہ مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ ہے ان کے لئے سینٹ ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی جذبہ اور جنون کا یہ شاہکار ہے کہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب قومی اسمبلی جو نصف رہ چکی تھی یحییٰ خان کے لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت منتخب ہوئی تھی۔ جسے ایک محدود مدت میں آئین سازی کرنا تھی مگر وہ یحییٰ خان اور ان کے سیاسی ایجنٹوں کی سازشوں کے باعث اور مرزائی امت کے جبل ایم ایم احمد کی وجہ سے مشرقی پاکستان کے اکثریتی حصے سے محروم ہوگئی۔

مجیب الرحمٰن سے مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں جمعیت کے وفد نے ملاقات کی جس میں امام نورانی کی قیادت میں پیر محمد کرم شاہ اور ظہور الحسن بھوپالی بھی شامل تھے۔ مجیب کے چھ نکات پر بات کی۔ مولانا نے چھ نکات کے جواب میں اپنے چھ نکات دیئے۔ مجیب نے تقریباً تسلیم کر لیا مگر یحییٰ خان تو مغربی پاکستان کے سیاسی عناصر کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔ اس لئے اس نے مجیب سے سیاسی مصالحت کی بجائے ملٹری ایکشن (Action) ضروری سمجھا۔

مغربی پاکستان کے تمام پارلیمانی لیڈروں جن میں خان عبدالولی خان، میاں ممتاز خان دولتانہ، سردار شوکت حیات خان، مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد بھی مولانا کے ساتھ ہم خیال تھے۔ ڈھاکہ کے کوچہ و بازار میں موت ناچ رہی تھی۔ غربت کا دیو پھنکار رہا تھا مگر پاکستان کا بقول سپریم کورٹ غاصب حکمران یحییٰ خان شراب کا جام سجائے مذاکرات کی میز پر تھا۔ خان عبدالولی خان نے حمود الرحمٰن کمیشن کو بیان دیتے ہوئے بتایا کہ:

"مغربی پاکستان کے لیڈروں میں صرف مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ جرات کی اور یحییٰ خان کو ڈانٹا کہ قوم مر رہی ہے اور تم شراب پی رہے ہو۔ اٹھایئے اپنے جام و مینا ورنہ ہم جا رہے ہیں۔"

اس سے یحییٰ خان اور اس کے جرنیلوں پر ایک ہیبت طاری ہوگئی اور جام و مینا اٹھا دیئے گئے۔ یحییٰ خان قومی اسمبلی کا اجلاس بلا چکے تھے مگر اپنے سیاسی "ہم پیالہ" کے اصرار پر اجلاس کو ملتوی کرنا چاہتے تھے۔ مگر مولانا شاہ احمد نورانی نے اجلاس ملتوی کرنے کی زبردست مخالفت کی۔ مغربی پاکستان میں پنجاب اور سندھ سے زیادہ سیٹیں جیتنے والی پارٹی کے لیڈر نے اسمبلی میں جانے والوں کی ٹانگیں توڑنے کی دھمکی دی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہ کی اور ڈھاکہ پہنچ گئے۔ مگر یحییٰ خان نے اپنے پروگرام کے مطابق اجلاس ملتوی کر دیا اور بھٹو نے ڈھاکہ سے واپسی پر کہا کہ:

"خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بچ گیا۔"

مگر قائد اہلسنت نے اسی روز ڈھاکہ سے واپسی کے فوراً بعد نشتر پارک کراچی میں عظیم الشان جلسہ سے خطاب کیا۔ یحییٰ اور بھٹو کی پالیسیوں پر زبردست تنقید کی اور اپیل کی کہ پاکستان کو بچانے کا واحد ذریعہ سیاسی تصفیہ ہے مگر اس وقت مغربی پاکستان میں بھٹو پر تنقید اتنی ہی مشکل تھی جتنی ڈھاکہ میں چھ نکات اور مجیب پر تنقید مشکل تھی۔ مگر مولانا نے تمام مصالح کو نظر انداز کرتے ہوئے کلمہ حق بلند کیا۔ یحییٰ خان نے عوامی لیگ کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ مجیب اور اس کے ساتھیوں کو بھاری تعداد میں گرفتار کر لیا اور عوامی لیگ کی تمام نشستوں کو خالی قرار دے کر ضمنی انتخابات کا ڈھونگ رچایا۔ پیپلز پارٹی کے وائس پریذیڈنٹ میاں محمود علی قصوری تھے۔ انہوں نے ضمنی انتخاب میں پیپلز پارٹی کے لئے چھ نشستیں جیت لیں جنہیں بعد میں بھٹو نے چھ بسکٹ قرار دیا۔

یادش بخیر جماعت اسلامی ۱۹۷۰ء کے غیر جانبدارانہ الیکشن میں ضمانتیں ضبط کروا چکی تھی۔ پورے مشرقی پاکستان سے صرف ایک سیٹ پر جماعت اسلامی کے پروفیسر غلام اعظم کامیاب ہوئے تھے۔ اسی طرح جناب نور الامین اور نوابزادہ نصر اللہ خان کی پارٹی بھی مشرقی اور مغربی پاکستان میں صرف ایک سیٹ پر جناب نور الامین کو کامیاب کرا سکی مگر جماعت اسلامی اور بعض دوسری پارٹیوں نے یحییٰ خان سے ملی بھگت کر کے مجیب کی سیٹوں پر قبضہ جما لیا۔ یحییٰ خان نے مولانا شاہ احمد نورانی سے رابطہ قائم کیا اور مشرقی پاکستان میں سیٹوں کی پیشکش کے ساتھ تقریباً چھ چھ لاکھ روپے نقد بھی پیش کرنے کی کوشش کی مگر جمعیت کی محب

وطن اور دانشور قیادت نے اس سیاسی فراڈ میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ ادھر قومی اسمبلی میں جماعت اسلامی بھی ایک پارلیمانی پارٹی بن بیٹھی اور راؤ فرمان علی جو اس وقت مشرقی پاکستان میں فوجی سربراہ تھے اس سے ساز باز کر کے اقتدار کی منتقلی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل بھٹو مجیب سے شریک اقتدار ہونے کی تمام کوششیں کر چکے تھے۔ کسی بھی جمہوری ملک میں ایک ہی ملک میں دو وزراء اعظموں کا فلسفہ بھی بگھار چکے تھے اور مجیب کے چھ نکات جنہیں غداری کی دستاویز کہا جاتا تھا۔ بقول شخصے وہ چھ نکات بھٹو اور ایوب خان کی ملی بھگت سے الطاف گوہر نے تصنیف کیے تھے۔

بھٹو مجیب سے شریک اقتدار ہونے کے لئے مطالبات کے ۱۱ میں سے ۱۰ مطالبات کے علاوہ مجیب کے پانچ نکات تک تسلیم کر چکے تھے مگر مجیب تنہا اقتدار میں آنا چاہتا تھا۔ جمعیت مجیب کو اقتدار منتقل کرنے میں پاکستان کی سلامتی سمجھتی تھی مگر جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی صرف اپنے اقتدار کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ بلکہ جماعت اسلامی تو انتہائی بھونڈا کردار ادا کر رہی تھی کہ جعلی انتخابات کے ذریعے اکثریتی پارلیمانی پارٹی بننے کے زعم میں تھی۔ جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے ان تمام فتنوں کا بروقت مقابلہ کیا۔ یحییٰ خان کے حکم سے مجیب الرحمٰن کی جگہ جعلی ارکان اسمبلی لائے گئے مگر یحییٰ خان ضمنی انتخابات کے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ مشرقی پاکستان میں ہولناک خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مجیب کی مکتی باہنی براہ راست فوج سے ٹکرانے لگی۔ تا آنکہ بھارت نے مشرقی سرحد پر حملہ کر دیا۔ بھٹو پاکستان کے نامزد وزیر اعظم اور وزیر خارجہ بن چکے تھے اور مشرقی پاکستان کے معمر رہنما جناب نور الامین نائب وزیر اعظم بنا دیئے گئے۔ بھٹو وزیر خارجہ کی حیثیت سے سلامتی کونسل پہنچے۔ پاکستان بھارت کی جنگ زوروں پر تھی۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کے ذمہ دار ارکان اور جیالے جنگ کے دوران یحییٰ خان سے تعاون کے حق میں نہ تھے۔ روزنامہ مساوات کا رویہ مسلسل جارحانہ تھا گویا اس جنگ میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے عوام فوج کے ساتھ نہ تھے۔ بھارتی فوج مسلسل مشرقی پاکستان کے اندرونی علاقوں پر قبضے کرتی چلی جا رہی تھی۔ سلامتی کونسل میں روسی بلاک کے ملک پولینڈ نے قرارداد پیش کی۔ ۱۰۴ ملکوں نے قرارداد کی حمایت کی مگر بھٹو اسمبلی میں بیماری کا

بہانہ بنا کر نہ گیا۔ پولینڈ نے اپنی قرارداد میں بھارت کو جارحیت کا مرتکب قرار دیا اور پاکستان کے اندرونی مسائل کا حل وہی تجویز کیا جو مولانا شاہ احمد نورانی ڈھاکہ مذاکرات میں یحییٰ خان کو بتا چکے تھے یعنی اکثریتی پارٹی کو اقتدار کی منتقلی گرفتار شدگان کی رہائی۔ لیکن یحییٰ خان مسلسل جنگ کرتا رہا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ پاکستان کی ۹۰ ہزار فوج گرفتار ہو گئی۔ مسجدوں کا شہر ڈھاکہ مندروں کا پجاری اندرا کے قبضے میں چلا گیا اور جنرل نیازی نے بھارتی جنرل اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ بھٹو نیویارک سے بھاگم بھاگ اسلام آباد پہنچا۔ بعض جرنیلوں کی سازشوں سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن کر اقتدار پر قابض ہو گیا۔ اب وہ صدر بھٹو کہلانے لگا۔ مشرقی پاکستان کے سقوط کا سانحہ ہر پاکستانی کو خون کے آنسو رُلا گیا۔ بھٹو نے فوری طور پر یحییٰ خان کو نظر بند کر دیا یہاں تک کہ ان کی لاش ان کے گھر سے برآمد ہوئی اور دوسرا کام مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن کی سربراہی میں ٹریبونل قائم کر دیا۔ ٹریبونل نے تمام سیاست دانوں کے بیانات لئے۔ جناب عبدالولی خان نے اپنے بیان میں وہ واقعہ بھی بیان کیا کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے یحییٰ خان کو ڈانٹ کر شراب پینے سے منع کیا۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ مرتب کر کے بھٹو کو دے دی۔ مگر پتہ نہیں کتنی تبدیلیوں کے بعد مشرف کے دور میں شائع ہوئی۔ پیپلز پارٹی نے اقتدار کی سلوٹیں درست کرنے کے لئے جرنیلوں کا ایک غول کا غول نکال دیا۔ مگر اپنے منشور جس میں بنیادی حقوق کی ضمانت نیشنل پریس ٹرسٹ کی تنسیخ شامل تھی کی طرف توجہ نہ دی۔ سب سے پہلے پیپلز پارٹی کو اپنے ایم این اے مختار رانا راؤ خورشید علی خان سے مخالفت کا سامنا پڑا۔ بھٹو کے دور میں ایک خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ کوئی بھی شخص حرف اختلاف بلند کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں جیتنے والی سیاسی جماعتوں نیپ اور جمعیت علماء اسلام نے وزارتوں اور دونوں صوبوں کی گورنری کی قیمت پر پیپلز پارٹی سے سہ جماعتی اتحاد کر لیا۔ سردار شوکت حیات خان ذرا سا چہک کر منقار زیر پر ہو گئے۔ مرد آہن خان عبدالقیوم خان وزیر داخلہ بن گئے اور میاں ممتاز محمد خان دولتانہ سفیر بن کر لندن پدھارے۔ خود جمعیت علماء پاکستان کے تین ارکان میاں محمد ابراہیم برق، مہر غلام حیدر بھروانہ اور صاحبزادہ نذیر سلطان نذر سلطان ہو گئے۔ اسی طرح جمعیت علماء اسلام کے تین اولیاء مولوی عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم ممبران قوم

اسمبلی بھی پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اس طرح اپوزیشن جماعتیں توڑ پھوڑ دی گئیں مگر مولانا شاہ احمد نورانی، خان عبدالولی خان، مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد اور ان کے ساتھ ارکان اسمبلی کی مختصر سی جماعت حزب اختلاف میں رہ گئے۔

قائد حزب اختلاف

مولانا شاہ احمد نورانی کی دعوت پر قومی اسمبلی کے اندر حزب اختلاف کا پارلیمانی گروپ تشکیل دیا گیا تھا۔ اولاً سردار شوکت حیات اس کے سربراہ بنے کہ مسلم لیگ حزب اختلاف کی پارٹیوں میں زیادہ سیٹیں لے کر اسمبلی میں آئی تھی۔ اس کے پاس گیارہ سیٹیں تھیں مگر جیسا کہ ابھی عرض کیا سردار صاحب جلد ہی ریشہ خطمی ہو گئے اور مسلم لیگ کی گیارہ سیٹیں صرف چودھری ظہور الٰہی کی صورت میں ایک نشست پر مشتمل اپوزیشن میں رہ گئی تو دوبارہ حزب اختلاف کی قیادت کا انتخاب ہوا۔ اب ولی خان قائد حزب اختلاف بن گئے۔ اس پر جمعیت سے متعلق حلقوں میں شور اٹھا کہ سرخ پوش اور خدائی خدمت گار کو کیوں قائد حزب اختلاف بنا دیا گیا۔ ہمیں معاف فرمایئے اس شور و غوغا میں مشائخ کا وہ عنصر تھا جو اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت سے خیر کی امید باندھے ہوا تھا۔ مگر حقیقت یوں تھی کہ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام کے چار چار ایم این اے صاحبان حکومت میں شامل ہو چکے تھے۔ جبکہ ولی خان اپنے ساتھیوں سمیت سلامت رہے اور سات کے ساتھ ہی اپوزیشن میں ڈٹے رہے۔ اس لئے جمہوری نقطہ نگاہ سے انہیں کا حق قیادت بنتا تھا۔ اس لئے جمعیت نے یہ ولی خان یا نیپ کے لئے نہیں اپنے جمہوری تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے ان سے تعاون کیا۔

جمہوری محاذ

جمعیت نے قومی اسمبلی کے اندر متحدہ پارلیمانی اپوزیشن پارٹی تشکیل دی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی دعوت پر اپوزیشن جماعتوں نے اجتماعی سیاست کی اس فکر کی تائید کی جو مولانا نورانی کے باغ و بہار دماغ نے تراشی تھی۔ چنانچہ اسمبلی کے اندر اپوزیشن کی آواز میں جب ہی توانائی پیدا ہو سکتی تھی جب عوام میں بھی اس کا شعور اجاگر ہو۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی

حکومت کا خاصا رعب تھا کہ بھٹو، یحییٰ خان کے بعد مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن کر آیا تھا اور ماحول میں ایک مخصوص فضا طاری تھی مگر مولانا نورانی نے ۲۸ فروری ۱۹۷۳ء کو اپنے کمرہ ایم این اے ہاسٹل میں سیاست دانوں کو بلایا اور جمہوری محاذ قائم ہو گیا۔ پیر صاحب پگاڑا اس کے صدر ہو گئے اور مولانا نورانی رابطہ عوام مہم کے انچارج قرار پائے اور محاذ نے ۱۲ نکات پر مبنی اعلان اسلام آباد جاری کیا۔

اس کے بعد قومی اتحاد کی تشکیل، بھٹو سے فیصلہ کن جنگ، بھٹو کے خلاف تحریک کو تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کا نام دینا، بھٹو کے خلاف اذانیں دلوانا، قید و بند کی صعوبتیں، قاتلانہ حملے، پھر ضیاء الحق کا دور استبداد، مولانا نورانی کا صبر و استقلال، مارشل لاء کی مخالفت، ایم آر ڈی سے تعاون، جونیجو کی گول میز کانفرنس میں کردار، افغان مسئلہ پر موقف، مسئلہ کشمیر پر خدمات، بے شمار عنوانات ہیں جو آئندہ صفحات میں آتے رہیں گے۔

(ماہنامہ ندائے اہلسنت، اپریل ۱۹۹۶ء، صفحہ ۹ تا ۱۷)

عطا محمد بندیالوی نے خلوص اور محبت سے

تدریسی خدمات سرانجام دیں: عبدالحکیم



جوہر آباد (نمائندہ خصوصی) مرکز تحقیقات اسلامیہ کے سربراہ اور پنجاب کی قدیم دینی درسگاہ جامع نظامیہ رضویہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری نے کہا ہے کہ دنیا بھر کے دینی علمی حلقوں میں جہاں کہیں بھی بحر العلوم استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی کا نام آتا ہے وہاں بڑے بڑوں کی جبینیں عقیدت و احترام سے جھک جاتی ہیں کیونکہ جس خلوص محبت اور جانفشانی سے انہوں نے تدریسی خدمات سرانجام دیں گزشتہ صدی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے آستانہ عالیہ ڈھوک دمن بیلی پدھراڑ میں علامہ بندیالوی کے پہلے سالانہ عرس مبارک کی آخری نشست سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی، پیر سید محمد محفوظ شاہ صاحبزادہ اسرار الحق بندیالوی، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمان الحسنی سمیت متعدد مقررین نے خطاب کیا۔

جمعیت علماء پاکستان کے سابق سربراہ اور عظیم روحانی پیشوا

شیخ الاسلام حضرت

خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ سید غلام مصطفےٰ قادری

جھنگ سرگودھا روڈ دو دریاؤں چناب اور جہلم کے مابین اس طرح تعمیر کی گئی ہے کہ کہیں اس کا ترچھا پن ظاہر نہیں ہوتا۔ جھنگ سے دریائے چناب عبور کریں تو بھروانہ سیالوں کا آخری گاؤں چند آتا ہے اس کے شمال مشرق میں شاہ جیونہ کا وہ قصبہ آباد ہے جہاں کے رہنے والے ضلع جھنگ بلکہ ملکی سیاست پر چھائے رہے ہیں۔ ڈسٹرکٹ کونسل جھنگ کی خاتون سابق چیئر مین بیگم عابدہ حسین کی رہائش گاہ موضع شاہ جیونہ میں واقع ہے۔ موضع چند کے آگے ضلع جھنگ کے دو پولیس تھانوں حسن اور قادر آباد کا علاقہ آتا ہے جو ضلع سرگودھا کے موضع جہانیاں شاہ سے جا ملتا ہے۔ اس سڑک پر جہانیاں شاہ اور لبھو تک ایسے مواضعات ہیں جہاں کے رہنے والے ضلع سرگودھا کی سیاست کے امین بننے کے دعویدار رہے ہیں۔ جہانیاں شاہ سے چند میل آگے سیال شریف کا آستانہ عالیہ آتا ہے۔ سیال شریف ملک کے سیاسی، دینی اور روحانی حلقوں کے لئے کوئی اجنبی نام نہیں۔ پاکستان کی تشکیل کے لئے پنجاب کے پیران عظام اور سجادہ نشینوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس میں مرکزی کردار ادا کرنے والوں میں شیخ الاسلام حضرت حافظ قاری خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے جو مدت العمر آستانہ سیال شریف کے سجادہ نشین رہے۔ سیال شریف دور اکبری میں آباد ہوا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ میاں شیر کرم علی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس وقت گدی سلسلہ قادریہ کی ایک کڑی تھی۔ مگر پیر صاحب خواجہ قمر الدین سیالوی کے پردادا حضرت خواجہ شمس الدین کے ساتھ سیال

شریف سلسلہ چشتیہ سے منسلک ہو گیا۔ خواجہ شمس الدین کے بڑے صاجزادے حضرت خواجہ محمد الدین بڑے بزرگ تھے۔ جبکہ ان کے صاجزادے حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ایسے بزرگ تھے جنہوں نے تحریک خلافت میں قائدانہ کردار کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے انگریز دشمنی میں بڑا مقام پیدا کیا۔ ان کی چناہ پاشیوں سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں اسلام کی اشاعت اور سرفرازی میں بڑی مدد ملی۔ گولڑہ شریف کے پیر حضرت مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی سے فیض حاصل کیا۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کی فوج میں بھرتی ہونے کے خلاف فتویٰ صادر کیا۔ بڑے زمیندار ہونے کے باوجود انہوں نے ساری عمر انگریز کو مالیہ اراضی نہیں دیا۔ ان کی وفات پر ان کے صاجزادے حضرت پیر خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۸ جولائی کو آپ ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے۔ ۲۰ اور ۲۱ جولائی کی درمیانی شب کو زخموں کی تاب نہ لا کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے نامور رہنما تھے۔ جب برصغیر میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو آپ نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط ارسال کیا جس میں ان سے دریافت کیا کہ پاکستان میں کون سا نظام رائج کیا جائے گا۔ اس خط کے جواب میں قائداعظم نے ان پر واضح کیا کہ پاکستان میں قرآن و سنت کا نظام نافذ کیا جائے گا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جوابی چٹھی آج بھی سیال شریف میں موجود ہے۔ اس خط کے موصول ہوتے ہی آپ نے مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ ان کی مسلم لیگ میں شمولیت اس ضلعے کے بااختیار یونینسٹوں پر گراں گزری اس وقت کے رکن پنجاب اسمبلی نواب عبداللہ بخش ٹوانہ سیال شریف آئے اور انہوں نے پیر صاحب کو بتایا کہ ہم ٹوانے آپ کے مرید ہیں اور یونینسٹ پارٹی کے رکن ہیں۔ ہم نے کون سی گستاخی کی ہے کہ آپ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور مسلم لیگ میں چلے گئے ہیں۔ اس پر حضرت خواجہ نے واضح کیا کہ کسی صورت میں مسلم ملت سے غداری نہیں کر سکتے۔ نواب عبداللہ بخش ٹوانہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے اس کے بعد آپ نے اپنے خلفاء اور مریدوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ ۱۹۴۶ء

کے انتخابات میں حلقہ چنیوٹ ضلع جھنگ سے جامع محمدی شریف کے مہتمم حضرت مولانا ذاکر متوقع امیدوار تھے۔ مگر آل انڈیا مسلم لیگ نے ان کی مخالفت کی۔ سردار غلام محمد شاہ کو پنجاب اسمبلی کا ٹکٹ دے دیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے مولانا ذاکر پر زور دیا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدوار کے مقابلے کاغذات نامزدگی جمع نہ کرائیں چنانچہ سردار غلام محمد شاہ بلا مقابلہ پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے حالانکہ ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں مولانا محمد ذاکر نے آزاد امیدوار پیر غلام محمد شاہ کو ناکام بنایا تھا۔ اسی طرح ۱۹۷۰ء میں مولانا مرحوم نے کالعدم جمعیت العلمائے پاکستان کے ٹکٹ پر غلام محمد شاہ کے صاحبزادے پیر زادہ محمد علی کو شکست دے کر قومی اسمبلی کا انتخاب جیتا تھا۔ ناکام امیدوار کالعدم پیپلز پارٹی کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے۔ پیر قمر الدین سیالوی کو تحریک پاکستان کے دوران گرفتار بھی کیا گیا۔ ان کی شان میں گستاخی بھی کی گئی اور توہین بھی کی گئی۔ مگر وہ اس عظیم مقصد سے پیچھے نہ ہٹے۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے دوران بھی پیر صاحب آف سیال شریف کا کردار بڑا روشن رہا۔

انہوں نے خواجہ غلام سدید الدین سابق رکن پنجاب اسمبلی سے مل کر صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف کی ہمنوائی میں ریفرنڈم کو کامیاب کروایا۔ پاکستان بننے کے بعد جہاد کشمیر میں جن پیران عظام نے حصہ لیا پیر قمر الدین سیالوی ان میں سرفہرست تھے۔ انہوں نے سرحد کے قبائلی علاقے سے ہزاروں روپے کا اسلحہ خریدا۔ اسے اپنے مریدین میں تقسیم کیا۔ انہوں نے پنجاب کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ اپنے مریدوں کو جہاد کشمیر کے لئے کمربستہ کیا۔ تحریک ختم نبوت ﷺ کے دوران انہوں نے مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی اور جمعیت العلمائے پاکستان کے قیام میں پوری سرگرمی دکھائی۔ کئی سال تک مرحوم خواجہ صاحب عملی سیاست سے دور رہے انہوں نے اس دوران میں تبلیغی امور پر زیادہ توجہ دی۔ ضلع جھنگ میں گھوم پھر کر جامع محمدی شریف کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے بھرپور عملی کردار ادا کیا۔ جامع محمدی کے ملحقہ زمیندار مریدین نے خواجہ صاحب کی ہدایت پر عشر ادا کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ یہ جامع آج اپنی عمارات کے اعتبار سے یونیورسٹی بننے کی

اہل بن گئی ہے۔

۱۹۷۰ء میں جب بھاشانی کیمونسٹوں نے پورے ملک میں جلاؤ گھیراؤ کی تحریکیں شروع کر دیں اور مذموم سرگرمیاں اس حد تک بڑھیں کہ کیمونسٹوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس کا ڈرامہ رچایا تو دین پسند حلقوں نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت میں دینی حلقوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔

پیر صاحب نے پنجاب کے علمائے کرام کو جمع کیا اور جون ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کیمونسٹوں کے توڑ کے لئے بہت بڑی دینی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس کانفرنس میں حضرت خواجہ صاحب کو جمعیت العلمائے پاکستان کا صدر مقرر کر لیا گیا۔ اس جماعت نے ۱۹۷۰ء میں انتخابات میں حصہ لیا اور اس کے ٹکٹ پر سندھ اور پنجاب کے ساتھ امیدوار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔

ضلع جھنگ جہاں صرف پیر صاحب آف سیال شریف کا اثر و رسوخ تھا۔ اس جماعت کو قومی اسمبلی کی تینوں نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ درگاہ سلطان باہو کے سجادہ نشین کو پہلی بار اس ٹکٹ پر کامیابی نصیب ہوئی۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفی ﷺ میں بھی پیر صاحب سیال شریف کا کردار ناقابل فراموش تھا۔ ان کے ایک ساتھی پیر کرم شاہ بھیروی ضلع سرگودھا میں قومی اسمبلی کے انتخابات میں کالعدم قومی اتحاد کے امیدوار تھے۔ مولانا محمد ذاکر کے صاحبزادے مولانا رحمت اللہ نے بھی پیر صاحب سیال شریف کے ایما پر قومی اتحاد کے ٹکٹ پر کاغذات نامزدگی دائر کئے۔ پیر صاحب سیال شریف ہمیشہ ملک میں اسلام کی سرفرازی کے لئے پیش پیش رہے۔

پیر قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے بڑے صاحبزادے حافظ حمید الدین سیالوی کی دستار بندی کی گئی تھی۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے سالانہ عرس شریف کی دو روزہ تقریباً ۱۷، ۱۸ رمضان المبارک کو آستانہ عالیہ سیال شریف میں منعقد ہوتی ہیں۔ (ماہنامہ ضیائے اہلسنت، مارچ ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۲)

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی
ملک میں یا بیرون ملک کوئی جائیداد نہیں (پیر صاحب دریا شریف)

مولانا نورانی اور مولانا نیازی کا استغنا

حضرو (محمد نعیمین) آستانہ عالیہ دریا شریف کے سجادہ نشین پنجاب اسمبلی کے سابق رکن معروف روحانی و دینی راہنما حضرت حافظ محمد سعید نے کہا ہے کہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی نے بین الاقوامی راہنما ہونے کے باوجود آج تک ملک یا بیرون ملک اپنی کوئی جائیداد نہیں بنائی۔ وہ پاکیزہ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے مطابق زندگی گذار رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا ملی فرض ہے کہ ان کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کریں اور انہیں بھرپور اور غیر مشروط اعانت کا یقین دلائیں۔ حضرت صاحب پروفیسر طاہر القادری کے دربار شریف سے چلے جانے کے بعد اپنے نیاز مندوں کے ایک اجتماع سے گفتگو کر رہے تھے۔ اس سے قبل طاہر القادری حضرت حافظ سے ملنے آئے تھے۔ ملاقات کی تفصیلات بتاتے ہوئے آپ نے کہا کہ میں نے طاہر القادری کو بتایا کہ اگر واقعی آپ جہاد کر رہے ہیں تو مولانا شاہ احمد نورانی بھی یہی چاہتے ہیں۔ ہمیں مل کر کام کرنا چاہئے۔ اتفاق میں برکت ہے۔ علیحدہ علیحدہ تحریکیں چلانے سے ہم اپنی منزل کو نہیں پا سکتے۔ اگر آپ کا بھی مقصد ہے کہ سیاسی، سماجی ناانصافیوں کے خلاف جہاد کیا جائے تو پھر بزرگوں سے مل کر کام کریں کیونکہ وہ آپ سے پہلے بھی کام کر رہے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں حضرت حافظ صاحب نے بتایا کہ اگر جمعیت العلماء پاکستان نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنے میں کوئی کمال یا ہنر سمجھتا ہوں کہ جس سے وہ مجھ سے رابطہ کریں۔ اگر رابطے کی طلب ہو جائے تو آپ ہی بتائیں کہ میں اپنے مقصد میں کہاں تک مخلص ہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار نیازی کو

قریب سے دیکھا ہے۔ یہ پاک لوگ پکے، سچے، باعزت، دلیر اور باطل قوتوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے لوگ ہیں۔ اور ہمارے پاس کسوٹی کسی قسم کا رابطہ نہیں بلکہ شریعت محمدی ہے۔ اسی پر انسان کو پرکھا جانا چاہئے۔ شریعت محمدی کا تابع انسان ہی مدنی کریم کا نظام نافذ کر سکتا ہے اور بحمد اللہ پابندی شریعت ہمارے ان بزرگوں میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ حضرت حافظ صاحب نے کہا کہ دوسری سیاسی جماعتوں میں جو لوگ موجود ہیں انہیں ہم اپنے دوست اور مسلمان کی حیثیت سے ملتے رہتے ہیں لیکن ہمارا نظریہ اپنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری سیاست کا واحد مقصد صرف مدنی کریم کے نظام کو نافذ کرنا ہے اور یہی بات میں دوسری سیاسی جماعتوں میں موجود اپنے دوستوں سے کہتا رہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مشائخ کی کسی گروپ بازی میں شریک نہیں ہیں۔ میں تو صرف علماء و مشائخ کی جوتیاں سیدھی کرنے والا ہوں اور الحمد للہ عقیدے کے اعتبار سے پکا سنی حنفی بریلوی ہوں۔ اس لئے سارے بزرگ میرے محترم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اہلسنت کے جو بزرگ عورت کی سربراہی کے خلاف دوسرے مکاتب فکر کے لوگوں کے ساتھ مل کر تحریک چلا رہے ہیں۔ اس کا جواب انہیں حضرات سے لیا جائے۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ گستاخان رسول سے اتحاد کر کے شریعت کی بالادستی ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ نے سانپ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ بظاہر سانپ کتنا خوبصورت لگتا ہے بین کے آگے ناچنا بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ موقع ملتے ہی ڈنگ مارنے سے گریز نہیں کرتا۔ اسی طرح جن لوگوں نے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے وفا نہیں کی وہ کبھی بھی اہلسنت کو اپنی نیش زنی سے معاف نہیں کریں گے۔ میں تو ان بزرگوں کی خدمت میں یہی عرض کروں گا۔

دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملت ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

حضرت حافظ صاحب نے اپیل کی آقائے مدینہ ﷺ کے نظام کے نفاذ کے لئے ہمیں اپنی ذاتی انا اور مقاصد کو چھوڑ کر وحدت میں گم ہو جانا چاہئے اور گروہ بندیوں ذاتی لڑائیوں سے گریز کر کے مدنی کریم کے نظام کے لئے سراپا جہاد بن جانا چاہئے۔

(بشکریہ ندائے اہلسنت، ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۸)

جمعیت علماء پاکستان کو ایک تنظیمی قوت کیسے بنایا جائے؟

جمعیت علماء پاکستان کا نعرہ انقلاب نظام مصطفیٰ اب پوری قوم کا نعرہ بن چکا ہے۔ اس سے اختلاف رکھنے والے بھی یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہتے کہ اس جماعت کی قیادت ایک مخلص اور بے لوث دینی قیادت ہے جو اس قدر صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ وطن عزیز کے اندر ایک ہمہ گیر دینی انقلاب کی قیادت کر سکے۔ پی پی اور لیگ کے مجرمانہ کردار کا تعاقب اگر جے یو پی کی قیادت نہ کرتی تو آج عوام اس شدومد سے ان دونوں گروہوں اور ان کے قائدین کو مسترد نہ کر رہے ہوتے۔ اب سوال یہ ہے کہ بلاشبہ جمعیت علماء پاکستان کا انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ والا پروگرام بڑا حسین اور جامع ہے جو کہ عوام میں بھی برابر پذیرائی حاصل کر رہا ہے اور یہ بھی کہ عوام ماضی میں چور دروازوں اور دھاندلی و کرپشن کی مدد سے برسر اقتدار آنے والی جماعتوں میں بدعنوانی کے ناپاک سلسلوں سے حقیقی معنوں میں عاجز آ گئے ہیں۔ بہرحال لوگ نظام کی اصلاح چاہتے ہیں۔ لیکن کیا لوگ واقعتاً نظام کی اصلاح چاہتے ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے جمعیت علماء پاکستان کی دعوت عوام کے تمام طبقات تک پہنچانی ہو گی بس یہی ایک کام ہے کہ رکنیت سازی اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے پہلے لوگوں کے سامنے ایک نئے جذبہ کے ساتھ اپنی جماعت کا پیغام رکھا جائے۔ انہیں غور و فکر کی دعوت دی جائے لٹریچر کی بڑے پیمانے پر ترسیل اور تقسیم کے ذریعے اس مرحلہ کو آسان بنایا جائے۔ اس خاص مقصد کے لئے جان توڑ محنت ضروری ہے۔ بھرپور وسائل اور کارکنوں کا ہر لحاظ سے تحفظ بھی ایک دینی تقاضہ ہے۔ اس کے بغیر عہد موجود میں عوام کی موجودہ نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ کرنا ناممکن ہے کہ وہ قربانی اور ایثار کے حوالے سے کس قدر

جذبہ رکھتے ہیں۔

یہ حقیقت بھی عام کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ جو افراد ابھی تک نواز شریف، بے نظیر اور الطاف کی شخصیت سے چپکے ہوئے ہیں انہیں بلاتردید ان سے وابستگی کے مہلک مرض میں مبتلا قرار دیا جا سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ان کی Indentification پست جذبات و خیالات کی Identification ہے۔ مہاجریت، سندھیت اور پنجابیت میں فرق یہ ہے کہ کہیں یہ تمام قوتیں الگ الگ موجود ہیں اور کہیں ان پر خوش نما پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان چالباز فریب کار اور مفاد پرستانہ سیاست کرنے والوں کو پسند کرنے والے لوگوں کی ایک قلیل تعداد ایسی بھی ہے جو خود فریبی میں مبتلا ہونے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بے نظیر جاگیردارانہ نظام کی نمائندہ ہے اور نواز شریف صنعتی نظام کے نمائندے ہیں۔ اس لیے بے نظیر اگر از کار رفتہ ثابت ہو گئی ہے تو کوئی بات نہیں، نواز شریف تو صنعتی عہد کی علامت کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ روزنامہ جنگ اور نوائے وقت وغیرہ کے بعض کالم نگار آج کل بڑی ڈھٹائی اور چالاکی سے ان دونوں پٹے ہوئے مہروں کی شخصیت میں ہی سرخاب کے پر تلاش کرتے پھر رہے ہیں تاکہ ایک بار پھر اس مظلوم قوم کی تقدیر سے کھیلا جائے اس کے مقدر کا سودا کیا جائے اسے اندھیروں اور ظلمات کی گود میں ڈھال دیا جائے اور یہ سلسلہ صرف ایک دو افراد کا ہی نہیں بلکہ ان جیسے بہت سے لوگوں کا ہے جن میں نام نہاد ترقی پسند عناصر لبرل کہلانے والے افراد اور سابقہ کمیونسٹ حضرات و خواتین بھی شامل ہیں۔ یہ بددیانت قلم کار سچائی کا اظہار کریں نہ کریں البتہ ساری قوم یہ ضرور جانتی ہے کہ بے نظیر اگر زرعی جاگیردار ہے تو نواز شریف صنعتی جاگیردار ہے۔ چنانچہ ان میں کوئی جوہری فرق نہ پہلے کبھی تھا اور نہ اب ہے نہ آئندہ ہو گا مگر عجیب اور مضحکہ خیز بات یہ بھی ہے کہ جو لوگ مذکورہ بالا اعتبارات سے خود کو بے نظیر، نواز شریف اور الطاف سے Identify کر رہے ہیں ان کی رائے میں کسی قسم کی تبدیلی کا ان دونوں کی موجودگی میں کوئی امکان نہیں ہے۔

عوام کا ایک طبقہ وہ ہے جو بے نظیر اور نواز شریف سے مایوس ہوا ہے لیکن اس حلقے کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ بے نظیر اور نواز شریف ہی کیا سب ہی برے ہیں،"

ہیں ہم آئندہ کسی کو بھی ووٹ نہیں دیں گے پھر عوام کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو انتخابات میں شریک بھی نہیں ہوتی اس کا مفروضہ بھی یہی ہے کہ سب چور ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ بہرحال عوام کے یہی وہ دو طبقے ہیں جہاں سے انقلاب آئے گا۔ یہ دونوں طبقے مذہبی جماعتوں اور ان کے پروگرام سے بھی کوئی بہت زیادہ توقعات وابستہ نہیں کر پائے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ عین وقت پر مولوی بک جاتا ہے۔ مولوی اپنا پیغام عوام تک نہیں پہنچاتا۔ مولوی سیاست کو سیاست سمجھ کر نہیں کرتا۔ مولوی عوام کے تمام طبقات تک نہیں پہنچ سکا اگر عملاً علماء میدان سیاست میں باضابطہ سیاسی انداز سے کام کریں تو عوامی تائید انہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ آج تک ایسا ہرگز نہیں کر سکے۔ بس یہی اپنی جماعت کا روگ بھی ہے جو اسے عوامی تحریک نہیں بننے دیتا۔ اگر اس کو دور کر لیا جائے تو علماء اور دینی جماعتیں عوام کو مثالی اور جاندار قیادت فراہم کر سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا خیالات کے حامل طبقات کی رائے میں تبدیلی کیسے آئے گی؟ جہاں تک موجودہ سسٹم اور سیاستدانوں کی بے اعتدالیوں کا معاملہ ہے تو تنقید بہت ہو چکی اور اس تنقید کا عوام پر گہرا اثر پڑا ہے۔ نواز شریف اور بے نظیر خواہ کچھ بھی تاویل کریں لیکن عوام کی عظیم اکثریت کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ ہمارا نظام خرابیوں کا پتلا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ پتلا خوبیوں اور اچھائیوں کے پتلے میں کیسے تبدیل ہو گا اور یہ کام کون کرے گا؟ ایک زمانہ تھا کہ لوگ مایوس ہو کر فوج کی جانب دیکھا کرتے تھے لیکن اب انہیں فوج سے بھی کوئی توقع نہیں۔ فوج کی بار بار کی مداخلتوں کا نتیجہ بھی عوام کے سامنے ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عوام ایک بھیانک خلا سے دوچار ہو چکے ہیں اس حوالے سے دیکھا جائے تو نظام پر خالی خولی تنقید عوام کے ذہنوں میں موجود انتشار کو مزید بڑھانے اور ان کی وحشت میں مزید اضافے کا سبب [illegible]۔ دیکھا جائے تو نظام پر چنانچہ ایسا عدارانہ بات یہ ہے کہ جو لوگ ملک کو [illegible] سے انتشار [illegible] پاتے ہیں انہیں اس حقیقت کا ادراک حاصل کرنا چاہیے کہ اب نظام پر تنقید کی بجائے نظام کو چیلنج کرنے کا مرحلہ آ چکا ہے۔ نظام کی تبدیلی کے لئے قربانی دینے اور عزیمت اختیار کرنے کی گھڑی ہے۔ نظام پر تنقید جاری رہنی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ نظام کو عملی طور پر چیلنج کرنے کا عمل بھی شروع ہو جانا

چاہیے۔ صرف یکطرفہ تنقید سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ ہر جانب تنقید جاری ہے لیکن تحفظ کا عمل ابھی پوری طرح شروع نہیں ہو گا۔ جب تک ہر ہر فرد عملی طور پر یہ ثابت نہیں کرتا کہ اس نظام کو چیلنج کرنے اور اسے تبدیل کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہے تب تک عوامی تائید کا حصول قطعاً ناممکن ہے۔ نظام پر خالی قولی تنقید Counter Productive ثابت ہو گی۔ عوام مایوسی، بے یقینی اور بے اختیاری کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں اور محض نظام پر تنقید کے ذریعے محض بیانات کے ذریعے محض نیک توقعات کے اظہار سے صرف نعرے بازی سے یہ کہہ کر کہ ہم سواد اعظم ہیں ہم اس ملک کے وارث ہیں۔ ہم نے پاکستان بنایا یہ ملک اولیاء کا فیضان ہے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ اس ملک کے مقدر سے وابستہ ہو چکا ہے میرے ناقص خیال میں عوام کو مایوس اور بے اختیاری کی دلدل سے اس طرح نہیں نکالا جا سکتا۔

عوام کو مایوسی اور بے اختیاری کی دلدل سے نکالنے کے لئے ہمیں ان کے ہمراہ کھڑا ہونا ہو گا، ان کے معاشی مسائل کو اپنے مسائل سمجھ کر حل کرنا ہو گا۔ ان پر ہونے والے ظلم کو خود سہنا ہو گا۔ اس کے آگے ڈھال بننا ہو گا۔ ان کے دکھ درد، خوشی اور غم میں شرکت کے ذریعے انہیں یہ احساس دلانا ہو گا کہ وہ ایک ملت سے وابستہ و پیوستہ ہیں، وہ ایک ایسی جماعت سے متعلق ہیں جو ہر شعبہ زندگی میں ان کی ہمدردی اور راہنمائی و مدد کے لئے موجود ہے اور یہ سب کچھ باضابطہ تنظیمی طریقہ کار اپنائے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا اس ناممکن کو ممکن بنانے کے لیے سب سے پہلے عہدیداران و ذمہ داران جمعیت اپنی کارکردگی اور جدوجہد کا رخ فکری و تنظیمی بنیادوں پر متعین کریں۔ نظام کی خرابی عوام کا کوئی خیال نہیں بلکہ ٹھوس حتمی تجربہ ہے۔ خیال کو خیال کے ذریعے سے بدلا اور چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف خیالی تجربے کو بدلنے کے سلسلہ میں زیادہ کفایت نہیں کرتا۔ حتمی تجربات کے اثرات کو مثبت تجربات کے ذریعے ہی زائل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جمعیت علماء پاکستان اب جب بھی نظام کو تبدیل کرنے کے لیے اپنے کارکنوں کو کال دے یا میدان میں اتارے تو اس سے پہلے اچھی طرح اپنے ورک سے یہ اندازہ ضرور لگائے۔ اس کا یہ تجربہ صرف مذہبی دنیا کے ماحول تک محدود نہ ہو بلکہ اسے [illegible] سطح تک

پھیل جانا چاہیے اور صرف زندگی کے مذہبی و سیاسی گوشے تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ پوری زندگی پر محیط ہو جانا چاہیے۔

نظام پر تنقید سے جہاں لوگوں کے ذہنوں میں نظام کے خلاف تنفر پیدا ہوا ہے وہیں لوگوں کو یہ بھی محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا عفریت ہے۔ اس کے محافظ بہت طاقتور ہیں۔ اس تناظر کی وجہ سے عوام میں ایک بے بسی کا احساس بھی پیدا ہونے لگا ہے وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس نظام کے سامنے وہ پاکوئی اور اتنا حقیر ہے کہ اگر وہ نظام کو بدلنے کی بات کرتا ہے تو وہ بات اعتبار کے لائق نہیں چنانچہ جو لوگ نظام کو بدلنے کی بات کرتے ہیں ان کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے وسائل، تنظیمی سرگرمیوں اور اپنی جدوجہد کے بل بوتے پر قوت و طاقت کے مظاہر بار بار کریں اور قوم کو بتائیں کہ وہ توانا ہیں۔ ہر ظلم کا راستہ روک سکتے ہیں۔ ظلم ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتے اور خود ظلم کرتے بھی نہیں ہیں۔ نفسیاتی طور پر عوام کو اس کربناک ماحول سے نجات دلانا نہایت ضروری اور اہم ہے اور یہ ملک بھر کے قصبات اور شہروں و دیہاتوں میں جمعیت علماء پاکستان کے دفاتر کی کارکردگی اور کارکنوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ حالات کے دامن میں ابھی یہ گنجائش ہے کہ ہم اپنی صفیں درست کریں آگے بڑھیں اور پورے ملک میں پھیل جائیں۔ اپنی دعوت جہاں کوئی نہیں پہنچ سکا وہاں بھی پہنچا کر دم لیں اگر یہ سب کچھ آپ کرنے کے لیے مستعد ہیں تو خدا و رسول ﷺ کی عنایات اور نوازشات کی بدولت اہل حق اس جہاد اکبر میں ضرور کامیاب ٹھہریں گے اور نصرت و کامرانی ان کے قدموں کو بوسے دے گی۔ ویسے بھی جدوجہد کے بغیر زندگی بہت پھیکی ہے۔ ہر دم نئے مرحلے، نئے اہداف، نئے عزائم ہی زندگی کو پر رونق اور پر بہار بناتے ہیں۔ جن لوگوں کی زندگیاں Aim (مقصد) سے خالی ہیں وہ تو بے کار اور منجمد ذہنوں کے حامل ہو کر زندگی کے حقیقی لطف سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کسی نے کتنا خوب کہا ہے کہ

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

(ہفت روزہ احوال و آثار اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۳۸ تا ۴۱)

جمعیت علماء پاکستان دعوت حق

اور صبر کا مفہوم

صبر کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی جلد باز نہ ہو بالخصوص کارکنان و قائدین تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کو چاہئے کہ وہ اپنی کوششوں کے نتائج فوراً اور جلد دیکھنے کے لئے بے تاب نہ ہوں اور نہ مسائل و مشکلات کو دیکھ کر ہمت ہاریں۔ صابر آدمی کی خوبی تو یہ ہے کہ وہ راہ حق میں دعوت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے تمام حالات اور ہر قسم کے موسموں میں بلند تر مقصد کے پیچھے محنت کرتا ہے وہ پیہم ناکامیوں کے باوجود اپنی راہ سے جدا نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر لمحہ اصلاح خلق اور تعمیر حیات کا فریضہ انجام دیتا چلا جاتا ہے۔ صبر کی صفت کے بغیر کوئی بھی داعی حق اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآء نہیں ہو سکتا۔ سختی تو صرف اسلام کے دشمنوں کے لئے ہونی چاہئے جبکہ مسلمانوں کو آپس میں اخوت و محبت کا خوگر نظر آنا چاہئے۔ شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

قرآن میں بھی یہی صفت بتائی گئی ہے کہ دعوت حق کے لئے کام کرنے والے آپس میں نرم اور کفار کے مقابلے میں سخت ہوتے ہیں۔

سورہ الفتح میں ارشاد ہوا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے اور سجدہ میں گرتے اور اللہ کا فضل و رضا

مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل (الفتح۔۲۹)

چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے۔ سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔

یعنی ان کی سختی جو کچھ بھی ہے وہ دشمنان دین کے لئے ہے۔ اہل ایمان کے لئے نہ ہے۔ اہل ایمان کے مقابلے میں وہ نرم ہیں۔ رحیم و شفیق ہیں۔ ہمدرد و غمگسار ہیں۔ سوا ۔ مقصد کے اتحاد نے ان کے اندر ایک دوسرے کے لئے محبت و ہمدردی و کارسازی پیدا کر دی ہے۔

یہ حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی ہے کہ دعوت حق کے پیروؤں کی پوری زندگی دائمی اور ہمہ گیر صبر کی زندگی ہے۔ پھر جب آدمی ایمان کی راہ اختیار کر کے اپنے نفس اور اس کی خواہشات سے لے کر اپنے اہل و عیال اپنے خاندان، اپنے معاشرے، اپنے ملک و قوم اور دنیا بھر کے شیاطین جن و انس کی مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ راہ خدا میں ہجرت اور جہاد کی نوبت بھی آتی ہے۔ مال و منال کو قربان کر دینے کا مرحلہ بھی آتا ہے راہ حق کے دوران قدم قدم پر مقدمات، دھمکیاں، دھونس اور خطرناک دشمنوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ان سب حالات میں صبر کی صفت ہی آدمی کو ثابت قدم رکھ سکتی ہے۔ صبر کے مفہوم کو عام کرنے اور دیگر انسانوں کو مذاق صبر کا خوگر بنانے کے لئے ماحول اور معاشرہ بھی اہم رول ادا کرتا ہے۔

داعی کا تعلق ہر وقت خدا سے قائم رہنا چاہئے۔ مشکلات کے وقت خدا ہی کو وکیل بنانا چاہئے کیونکہ وہ بہترین کارساز اور حکیم ہے۔ سورہ المزمل میں ہے۔

رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا واصبر علی مایقولون واھجرھم ھجرا جمیلا (المزمل۔۱۰)

وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اس کو اپنا کارساز بناؤ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

دین کی دعوت پیش کرنے پر اور مخلوق خدا کو خدا کی راہ کی طرف بلانے پر تمہارے

خلاف مخالفتوں کا جو طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے اور جو مشکلات تمہیں پیش آ رہی ہیں ان پر کوئی پریشانی تم کو لاحق نہ ہونی چاہئے۔ تمہارا رب وہ ہے جو مشرق و مغرب یعنی ساری کائنات کا مالک ہے۔ جس کے سوا خدائی کے اختیارات کسی کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ تم اپنا معاملہ اس کے حوالے کر دو اور مطمئن ہو جاؤ کہ تمہارا محافظ وہ حامی و مددگار سب وہی ہے۔ اگر تم اسی کی بندگی میں لگے رہے تو وہ تمہارے سب کام نمٹائے گا اور تمہارے مخالفین سے بھی وہ خود ہی نمٹے گا۔

سورہ الفلق اور سورہ الناس میں بھی تعلیم دی گئی ہے شریروں کے وسواس سے خدا کی پناہ مانگ کر دعوت کے کام میں ہمہ وقت مصروف رہنا چاہئے۔ سورہ الدھر میں فرمایا گیا ہے

فاصبر لحکم ربک ولا تطع منھم اثما او کفورا (الدھر۔۲۴)

اور اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔

یہاں درحقیقت صالح اہل ایمان کی پوری زندگی ہی کو صبر کی زندگی قرار دیا گیا ہے جس کا انعام بھی ضرور ملے گا۔ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا:

وجزاھم بما صبروا جنۃ و حریرا (الدھر۔۱۲)

اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔

ہوش سنبھالنے یا ایمان لانے کے بعد مرتے دم تک کسی شخص کا اپنی ناجائز خواہشوں کو دبانا۔ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی کرنا، اللہ کے عائد کئے ہوئے فرائض کو بجا لانا، اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا وقت، اپنا مال، اپنی محنتیں، اپنی قوتیں، اپنی قابلیتیں حتیٰ کہ ضرورت پڑنے پر اپنی جان تک قربان کر دینا، ہر اس لالچ اور ترغیب کو ٹھکرا دینا جو اللہ کی راہ سے ہٹانے کے لئے سامنے آئے۔ ہر اس خطرے اور تکلیف کو برداشت کر لینا جو راہ راست پر چلنے میں پیش آئے ہر اس فائدے اور لذت سے دست بردار ہو جانا جو حرام طریقوں سے حاصل ہو ہر اس نقصان اور رنج اور اذیت کو انگیز کر جانا جو حق پرستی کی وجہ سے پہنچے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر یقین کرتے ہوئے کرنا کہ اس نیک اور صالح

روئیے کے ثمرات اس دنیا میں بھی اور بالخصوص مرنے کے بعد دوسری زندگی میں ملیں گے۔ یہ ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو مومن کی پوری زندگی کو صبر کی زندگی بنا دیتا ہے۔ یہ ہر وقت کا صبر ہے دائمی صبر ہے۔ ہمہ گیر صبر ہے اور عمر بھر کا صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "پھر آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور خلقِ خدا پر رحم کی تلقین کی۔

یاد رکھیے! ایمان کے راستے پر قدم رکھتے ہی آدمی کے صبر کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کی فرض کردہ عبادتوں کے انجام دینے میں صبر درکار ہے۔ اس کے احکام کی اطاعت و پیروی میں صبر کی ضرورت ہے۔ اس کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اخلاق کی برائیوں کو چھوڑنا اور پاکیزہ اخلاق کی تشکیل صبر کے بغیر محال ہے۔ قدم قدم پر گناہوں کی ترغیبات سامنے آتی ہیں جن کا مقابلہ صبر ہی سے ہو سکتا ہے۔

اور ان کی شر انگیزی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے کیونکہ ان کے مقابلے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ ایمان اہلِ حق کے لئے لازم ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کریں۔ سورہ العصر میں ہے:

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (العصر۔۳)

ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور حق کی نصیحت کرتے رہو۔

یعنی معاشرے کا ہر فرد صرف خود ہی حق پرستی اور راست بازی اور عدل و انصاف پر قائم رہنے اور حق داروں کے حقوق ادا کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ دوسروں کو بھی اس طرزِ عمل کی نصیحت کرے۔ یہ وہ چیز ہے جو معاشرے کو اخلاق زوال و انحطاط سے بچانے کی ضامن ہے۔

حق کی نصیحت کے ساتھ دوسری چیز جو اہلِ ایمان اور ان کے معاشرے کو خسارے سے بچانے کے لئے شرط لازم قرار دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس معاشرے کے افراد ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہیں۔ یعنی حق کی پیروی اور اس کی حمایت میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اور اس راہ میں جن تکالیف سے جن مشقتوں سے، جن مصائب سے اور جن نقصانات اور محرومیوں سے انسان کو سابقہ پیش آتا ہے ان کے مقابلے میں وہ ایک دوسرے کو

ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے رہیں ان کا ہر فرد دوسرے کی ہمت بڑھاتا رہے اور حالات کو صبر کے ساتھ برداشت کرے۔

کسی بھی داعی کا اپنی دعوت میں کامیاب ہو جانا فخر کا نہیں بلکہ حمد و شکر کا مقام ہے۔ سورۃ النصر میں ہے:

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (النصر۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے سبق دیتا ہے کہ وہ اپنی عبادت و ریاضت اور کسی خدمتِ دین کو بڑی چیز نہ سمجھیں بلکہ اپنی جان راہِ خدا میں کھپا دینے کے بعد بھی یہی سمجھتے رہیں کہ:

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسی طرح جب مسلمانوں کو کوئی فتح نصیب ہو تو اسے اپنے کمال کا نہیں بلکہ اللہ کے فضل ہی کا نتیجہ سمجھیں اور اس پر فخر و غرور میں مبتلا ہونے کی بجائے اپنے رب کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کریں۔

مندرجہ بالا مختصر سی تحریر کی روشنی میں خواتین و حضرات سے درخواست کروں گا کہ وہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو پاکستانی سوسائٹی میں غالب کر دینے کے لئے اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی خاطر اپنی زندگیاں راہِ حق میں لگا دیں کیونکہ موجودہ عہد میں باطل قوتوں اور سامراجی طاغوت کے مقابل اگر مسلم امہ کی صفوں میں بیداری اور عزم و استقلال نہ پیدا ہوا تو کشتی ملت کا کنارے لگنا محال ہے۔ آیئے ہم سب مل کر راہِ حق میں نکلیں اور باطل قوتوں کی سرکوبی تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

(ہفت روزہ احوال و آثار، اپریل ۱۹۹۷ء، صفحہ ۵۳ تا ۵۹)

کس طرح ظالم نے جمعیت کے ٹکڑے کر دیئے

ولی محمد واجد☆

زیر نظر مضمون ممتاز صحافی ولی محمد واجد نے گزشتہ سال روزنامہ "امروز" ملتان میں تحریر کیا تھا جس میں جمعیت علماء پاکستان کے بارے میں تاریخی حوالوں سے بڑی مدلل بحث کی گئی ہے۔ مضمون کی افادیت کے پیش نظر معمولی تبدیلی کے ساتھ اس مضمون کو "احوال" کے صفحات پر جگہ دی جا رہی ہے......(ادارہ)

قارئین محترم! ہم صرف یہ بتانا چاہتے تھے کہ امام اہل سنت غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کا تعلق ملتان سے تھا اور اب قیامت تک رہے گا۔ اس لئے ہم ملتان والے اس مکتبۂ فکر پر بات کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ تاریخ پاکستان کے حوالے سے تحریک آزادی وطن کے بارے میں معلومات رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ قیام پاکستان میں 98 فیصد کوششیں اہل سنت علماء اور مشائخ عظام نے کی تھیں۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ "بنارس سنی" کانفرنس سے لے کر ملتان سنی کانفرنس تک کے 45, 50 برسوں میں یہی ایک مکتبۂ فکر ہے جس کے کسی ایک عالم دین اور قابل ذکر شخصیت نے کسی مرحلے پر بھی پاکستان کے قیام کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی حضرت قائداعظم کے بارے میں کبھی معاندانہ رویہ اختیار کیا۔ 1947ء سے قبل کی مسلم لیگ کی اصل روح تو بے شک حضرت قائداعظم ہی تھے لیکن اس مسلم لیگ کا بدن بھی بریلوی مسلک کے سنی مسلمان تھے۔ تحریک پاکستان میں دیوبندی مسلک کے علماء نے بھی ایک حد تک اپنا کردار ادا کیا۔ لیکن گنتی کے چند نام ہی ایسے ہیں جن کا شمار بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر ہو جاتا ہے۔ بہرحال وہ بھی سب کے سب قابل احترام ہیں۔

☆ ایڈیٹر: ماہنامہ "السعید" ملتان

قیام پاکستان سے قبل ہمارے دیوبندی علماء حنفی مذہب کے پیروکار اپنے ہی ان بریلوی بھائیوں کو سیاسی شعور سے بے بہرہ قرار دیتے نہیں تھکتے تھے بلکہ انہیں چڑانے کے لئے طرح طرح کے ناموں بلکہ بدناموں سے یاد کرتے تھے لیکن تحریک پاکستان میں بے مثال سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کر کے بریلوی علماء نے اپنے سیاسی اور عقیدتی حریفوں کو بری طرح پچھاڑ دیا۔ قیام پاکستان کے بعد جب استحکام پاکستان کے مرحلے کا آغاز ہوا تو ان علماء کو مسلم لیگ سے الگ اپنے خصوصی تشخص کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مغربی پاکستان کی سطح پر علماء اہل سنت کا ایک بہت بڑا اجتماع ملتان کے مدرسہ انوار العلوم میں ہوا جس میں علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ ابوالحسنات، علامہ غلام محمد ترنم، حضرت پیر قمر الدین سیالوی، پیر صاحب آف گولڑہ شریف، علامہ عبدالغفور ہزاروی، علامہ سید محمود احمد رضوی، پیر صاحب آف شرق پور شریف علامہ عبدالحفیظ ازہری اور دوسرے بے شمار علماء شریک ہوئے۔ یہ اتنا بڑا نمائندہ اجتماع تھا کہ مسلک بریلویہ کا کوئی بھی قابل ذکر عالم غیر حاضر نہیں تھا۔ یہ زمانہ بھی عجیب جوش و جذبے کا دور تھا۔ قارئین کرام! جسے دیکھو پاکستان کے لئے سراپا خلوص اور کچھ کر گزرنے کی دھن میں پیکر عزم و ہمت بنا ہوا۔ بہرحال ملتان کی اس سرزمین پر علماء نے اپنی تنظیم کا فیصلہ کیا اور جمعیت علماء پاکستان کے نام پر منظم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس نام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ علماء دیوبند کی اپنی تنظیم جمعیت علماء ہند کے نام سے پہلے کام کرتی تھی جسے بعد جمعیت علماء اسلام کا نام دیا جا چکا تھا۔ تو جناب ملتان کے علامہ احمد سعید کاظمی اس جمعیت کے مرکزی ناظم اعلیٰ چنے گئے اور جمعیت علماء پاکستان پنجاب کا صدر حضرت مولانا غلام محمد ترنم کو بنایا گیا وہ ایک درویش منش عالم باعمل بزرگ تھے۔ وہ صحیح معنوں میں سلف صالحین کی سیرت کا نمونہ تھے۔ بہرحال ملتان میں اس تنظیم دینی جماعت کا قیام عمل میں آیا تو پورے پاکستان میں اس اعلان کی صدائے بازگشت سنائی دینے لگی۔ اس جماعت کے نام سے پورا ملک گونجنے لگا۔ لیکن ان عناصر کو جو پاکستان میں غریب پاکستانیوں کی سیاست کسی بھی شکل میں دیکھنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ پریشانی کے دورے پڑنے لگے۔ اسی وقت مختلف دفاتر میں "تھیس" پر غور ہونے لگا۔ اینٹی تھیس تیار ہوئے۔ آخر کار طے پایا کہ اس جمعیت کو منتشر کر دیا جائے۔ قبل اس کے کہ یہ پاکستان کے مسلمانوں کی تنظیم اکثریت کو ساتھ ملا کر کوئی

سیاسی کارنامہ انجام دینے کے قابل ہو۔ یا تو اس کی سوچ کا دھارا تبدیل کر کے استحکام پاکستان کی صراط مستقیم سے ہٹا دیا جائے اور اگر یہ جاندار لوگ اس طرف نہ آئیں تو پھر ان میں اپنے آدمی شامل کر کے انہیں اندر سے توڑ پھوڑ دو۔

یہ خبیس کہاں سے آیا؟ ہمارے پاس اس کے تاریخی شواہد ہیں۔ لیکن ملتانیات کا ہلکا پھلکا کالم اس سنجیدہ تاریخی حقیقت اور حالات کے جبر کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کسی دوسرے انداز میں بات کرنے کا وعدہ کر کے آگے چلتے ہیں تو پیارے قارئین! سب سے پہلے جس تنظیم نے اس جماعت کو اپنے زیر اثر لانے کی کوشش کی وہ تھی اپنی محترمہ جماعت اسلامی۔ اس جماعت کے بانی حضرت مولانا مودودی نے بوجوہ پاکستان کے قیام کی جنگ میں شرکت نہیں کی، بلکہ مسلم لیگ اور حضرت قائداعظمؒ کے خلاف پروپیگنڈے کے طومار باندھ دیئے۔ اپنے اس ماضی کے ساتھ اس جماعت نے پاکستان بنتے ہی یہاں اسلامی آئین دستور کی بالادستی کا نعرہ لگایا۔ ظاہر ہے کہ یہ نعرہ اپنے اندر بہت ہی کشش اور انتہائی جاذبیت رکھتا تھا۔ لیکن آفرین ہے نئے نئے قائم ہونے والے پاکستان کے لئے پڑھے عوام پر کہ انہوں نے ان لوگوں کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور بدستور اپنی اپنی اصل جماعتوں کے بینر تلے کام کرتے رہے۔ ادھر حضرت قائداعظم کی وفات کے بعد مسلم لیگ بھی اقتدار کے نشے کی حالت میں بے اعتدالیوں پر اتر آئی۔ ایسے میں جمعیت علماء پاکستان نے عوام کی توجہ مزید اپنی طرف مرکوز کر لی۔ جمعیت کے اکابرین نے واضح کیا کہ وہ ملک کو فلاحی اسلامی ریاست بنانے کے لئے خلافت راشدہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا نظام رائج کریں گے اور عوام کو ان کے تمام بنیادی حقوق دیں گے۔ اس تناظر میں جب حضرت مولانا مودودی نے دیکھا کہ جمعیت علمائے پاکستان میں چوٹی کے علماء قوت عمل سے لیس کارکن اور ووٹوں کی اکثریت والے عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سب کچھ موجود ہے تو انہوں نے جمعیت کے رہنماؤں سے رابطہ کیا اور کہا کہ آیئے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنانے کے لیے ملک کے لئے اسلامی آئین تیار کریں۔ اس پروگرام میں ہم سب ایک دوسرے کے حلیف بن جائیں۔ شروع شروع میں تو جمعیت کے کسی بھی قابل ذکر رہنما نے اس بات کو درخور اعتناء نہ سمجھا وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ انہیں کام کرنے سے روکنے کی ایک چال ہے۔ لیکن جب

جماعت اسلامی کی طرف سے یہ بات پبلک جلسوں میں کہی جانے لگی تو جمعیت علماء پاکستان کے بزرگوں نے اس کا مثبت جواب دینے کے لئے مذاکرات کی دعوت قبول کرلی۔

دونوں طرف سے ٹیمیں تیار ہوئیں۔ جمعیت علماء پاکستان کی ٹیم کے سربراہ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی مرکزی ناظم اعلیٰ تھے۔ ان کے ساتھ حضرت مولانا غلام محمد ترنم صدر پنجاب جمعیت تھے۔ مولانا محمد ارشد پناہوی، علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان اور قائم ملک ممتاز بھی اس ٹیم میں شامل تھے۔ یہ مذاکرات ۲۵ نومبر ۱۹۵۰ء کو ساڑھے نو بجے شب لاہور کی اہم آبادی اچھرہ میں حضرت مودودی صاحب کے مکان پر شروع ہوئے۔ دونوں طرف سے مختلف موضوعات پر بات ہوئی۔ حل طلب مسائل پر تبادلہ خیالات ہوا۔ امیر جماعت اسلامی حضرت مودودی صاحب کی ٹیم جمعیت علماء پاکستان کی ٹیم کو مطمئن نہ کر سکی اور مذاکرات ناکام ہو گئے۔ ناکامی بھی ایسی کہ جمعیت علماء پاکستان کی ٹیم نے یہ تاثر لیا کہ حضرت مودودی صاحب پاکستان میں جس اسلام کو فروغ دینا چاہتے ہیں وہ نبی آخر الزمان رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے اسلام سے مختلف ہے۔ اپنے ان تاثرات کو اس ٹیم کے سربراہ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کے نام سے بعد میں شائع کیا گیا۔ ان مذاکرات کی روداد کا جو نام تجویز ہوا وہ بذات خود ایک داستان ہے۔ ذرا دیکھئے تو ان علماء حق نے اپنے تاثرات کو یہ عنوان دیا تھا۔ "مسلمانوں کو فتنہ مہدویت سے خبردار کرنے کے لیے خطرے کی گھنٹی۔" اس پمفلٹ نما کتابچے کا شائع ہونا تھا کہ بہت سی جبینوں پر شکنیں ابھر آئیں۔ سامراج کے بہت سے بغل بچوں نے تو یہ بھی کہا کہ "یہ جمعراتی مولوی اور حلوہ کھانے والے مُلا۔ ہمارے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں انہیں مزا چکھا دیا جائے گا۔"

لو جی! قارئین کرام وہ دن اور آج کا دن اس جمعیت علماء پاکستان کا قصور کسی دور میں بھی معاف نہیں ہوا۔ البتہ ۱۹۷۷ء کی بھٹو دشمن تحریک میں دونوں یعنی آگ اور پانی قومی اتحاد میں شامل تھیں۔

مارشل لاء کے گزشتہ نہیں، حالیہ یعنی ابھی ابھی گزرنے والے دور میں جن جماعتوں کو سب سے زیادہ نشانہ [illegible] بنایا گیا، ان میں جمعیت علماء پاکستان بھی شامل ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کو مارشل لاء کی [illegible] حریف تھی ہی۔ اس کے خلاف جن جماعتوں نے تحریک

چلائی تھی ان میں جمعیت علماء اسلام سے زیادہ بلکہ باقی تمام جماعتوں کے مجموعی کام سے بھی زیادہ کام اسی جمعیت علماء پاکستان نے کیا تھا۔ کراچی، لاہور، ملتان اور دوسرے شہروں کی کارروائیوں کے اثرات کی شہادت آج بھی یہاں کے درو دیوار دیتے ہیں تو جناب قارئین! مارشل لاء کے امیر اور اس امیر کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونے والے فقیر تمام اس جمعیت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے۔

ویسے تو یحییٰ خان کے دور میں بھی جمعیت کو بعض طاقتوں نے اپنے دام تزویر میں جکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کی سیاسی بصیرت نے جمعیت کو بچا لیا۔ حضرت کاظمی صاحب اس وقت بہاولپور یونیورسٹی میں شیخ الحدیث تھے۔ انہوں نے وہاں سے اپنے ایک قریبی اور معتمد ساتھی (شاگرد) علامہ خدا بخش اظہر کو اپنا خصوصی سفیر بنا کر خواجہ قمر الدین سیالوی کے پاس بھیجا اور پھر نتیجہ عوام و خواص نے دیکھا کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کراچی جیسے شہر سے جمعیت علماء پاکستان نے جماعت کو شکست دی حالانکہ ایک زمانے میں کراچی کو جماعت کا مضبوط ترین قلعہ گردانا جاتا تھا۔ اگرچہ جمعیت کی اس گستاخی کی سزا بھی اسے دی گئی لیکن سب سے بڑی گستاخی تو وہ تھی جب جمعیت علماء پاکستان کی قیادت نے مارشل لاء کے ساتھ تعاون کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ جماعت اسلامی نے قومی اتحاد کے زمانے میں بھی جمعیت کو سزا دی تھی اور اس کے جنرل سیکریٹری مسٹر رفیق باجوہ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ پھر جب مارشل لاء کے بعد جماعت اسلامی، مسلم لیگ، جمعیت علماء اسلام، پی ڈی پی، جمعیت اہل حدیث وغیرہ نے مارشل لاء کے ساتھ وزارت سازی میں اشتراک کیا تو جمعیت علماء پاکستان اور اس کی حلیف جماعت تحریک استقلال نے صاف انکار کر دیا۔ مولانا نورانی میاں نے نہ صرف جمعیت کے پلیٹ فارم سے مارشل لاء کی مخالفت کی بلکہ اس کے ساتھ اشتراک عمل کو بھی گناہ کبیرہ قرار دیا اور قارئین محترم یہی وہ ناقابل معافی جرم تھا جسے مارشل لاء کے ڈکٹیٹر نے اپنے دل میں [illegible] اور پھر مولانا نورانی میاں کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے دربار میں جھکنے پر مجبور کرنا چاہتا۔ لیکن مردانِ حق تو ہوتے ہی مصائب و آلام برداشت کرنے کے لئے ہیں۔ جمعیت نے پورے زور و شور سے مارشل لاء کی مخالفت

اور ملک میں عام انتخابات کرانے کا وعدہ پورا کرنے پر زور دینا شروع کیا۔ عین اسی وقت جمعیت کے پلیٹ فارم سے کچھ دوسری بولیاں بھی سنائی دینے لگیں۔ کسی نے کہا کہ اگر صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اسلام نافذ کر دیں تو علماء مارشل لاء کو بھی تسلیم کر لیں گے۔ ایک اور طرف سے آواز آئی، ملک اسلام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن سیاستدانوں نے اسے خراب کر دیا۔ اب جنرل محمد ضیاء الحق اسلام نافذ کرتے آئے ہیں تو ہم انہیں امیر المومنین ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ناطقہ اور بھی حیران تھا اور حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی تھی کہ آخر جمعیت کے پلیٹ فارم سے یہ کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ ایسے محسوس ہو رہا [illegible] کہ ذاتیوں کے تصرف میں ہے مطالبوں کا تعین۔ اسی دوران میں ا بر ۱۹۷۸ء آ گیا۔ مارشل لاء اپنا پہلا سال مکمل کر چکا تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی سے مشورہ کر کے ملتان میں سنی کانفرنس رکھی۔

اکتوبر کی ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ کو ملتان شہر عوام کے مکمل بے پناہ کی زد میں رہا۔ لوگ حیران تھے کہ آخر اتنی مخلوق آ کہاں سے گئی ہے۔ قلعہ ابن قاسم کے وسیع و عریض اسٹیڈیم اور اردگرد کے تمام پلاٹوں میں مخلوق خدا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق سنی کانفرنس کی تمام نشستوں اور اجلاسوں میں ۲۵ لاکھ کے لگ بھگ لوگ مختلف شہروں، گاؤں اور قصبوں سے شامل ہوئے۔

پیارے اور بہت ہی پیارے قارئین! اس وقت تک شاید یہ راز اکابرین جمعیت کو معلوم نہیں تھا کہ کسی بھی فوجی ڈکٹیٹر کے سامنے اپنی اصل طاقت کا بھرپور مظاہرہ اس کے غیظ و غضب کو للکارنے خود کو مصائب و آلام سے زبردستی گزارنے اور ہر قسم کی پریشانیوں کو خود پکارنے کے مترادف ہوتا ہے۔

اس کانفرنس کے تمام اجلاسوں میں بار بار ایک ہی نعرہ لگتا تھا کہ اسلام کے نام پر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش ناکام بنا دی جائے گی اور یہ کہ فوری طور پر انتخابات کراؤ۔ جمعیت کے اکابرین کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی کہ ان کے بعض ساتھیوں کا خفیہ رابطہ جمعیت کے مخالفوں سے بھی ہے۔ اس لحاظ سے وہ خاصے محتاط ہو چکے تھے اور کوئی ایسی بات کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے جو معمولی سے اختلاف کی بنیاد بھی بن جائے۔ خدا خدا کر کے

کانفرنس کا اختتام قریب آ گیا اور آخری یعنی اختتامی اجلاس شروع ہوا۔ علامہ کاظمی کے ساتھ مولانا حامد علی خان بھی اسٹیج پر تشریف فرماتے کہ حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کی تقریر شروع ہوئی انہوں نے پیپلز پارٹی کا نام لیے بغیر کہا کہ ہم کوئی ایسی تحریک چلانے کے لئے تیار نہیں جس کا فائدہ کوئی دوسری جماعت اٹھا سکے۔ البتہ ہم اپنے طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کریں گے۔ مولانا اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھے تو لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ ان کے بارے میں کچھ شکوک وشبہات پھیلائے گئے تھے۔ لیکن جناب ٹھہریئے! اصل مرحلہ تو ابھی شروع ہونے والا تھا۔ اسٹیج سے حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کا نام پکارا گیا۔ انہوں نے آتے ہی بہت سخت الفاظ میں جنرل محمد ضیاء الحق کے خلاف تقریر شروع کی۔ یوں لگتا تھا کہ جنرل کے بارے میں لعنت کے تمام برے الفاظ کا ایک ٹیپ تھا جو آن کر دیا گیا۔ مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ ہم تحریک چلائیں گے کیونکہ اسلام میں مارشل لاء کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے جوش خطابت میں یہ بھی کہا کہ لوگو آؤ! آج میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ نفاذ اسلام کی راہ میں کون حائل ہے۔ تو سنو! اور اے قاسم باغ کے اسٹیڈیم تو گواہ رہنا کہ میں اپنی بصیرت کے مطابق یہ اعلان کر رہا ہوں کہ جنرل ضیاء الحق ایک ایسا شخص ہے جو قوت فیصلہ سے محروم، بزدل اور ہمت وجرأت کے جذبے سے نابلد ہے...... محترم چونکہ جنرل ضیاء الحق اب اس دنیا میں نہیں رہے اس لئے ہم وہ تمام باتیں جو مفتی نعیمی صاحب نے ان کے بارے میں کہی تھیں، یہاں نقل کرنا کچھ اچھا نہیں سمجھتے۔ اتنا بتانا ہی کافی ہے کہ انہوں نے جنرل صاحب کو اسلام کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ کہا۔ مفتی صاحب کی تقریر پر ان کے خلاف ایک مقدمہ تھانہ بہائی کوتوالی میں درج ہوا۔ یہ سربمہر ایف آئی آر ابھی تک تھانے کے ریکارڈ میں موجود ہوگی۔ اب اسے کھول لینا چاہئے اور پتہ لگانا چاہئے کہ آخر مفتی صاحب نے وہ فتویٰ کیوں اور کس لئے دیا تھا۔ وہ الفاظ کیا تھے۔ مفتی صاحب کی تقریر کا سامعین پر اتنا اثر ہوا کہ پنڈال کئی منٹوں تک تالیوں سے گونجتا رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ مذہبی نوعیت کے کسی جلسے میں کبھی اس طرح سرشاری کے عالم میں سامعین نے تالیاں نہیں پیٹیں اور کبھی اتنے جذباتی ہو کر نعرے نہیں لگائے۔ اتنی گرما گرم تقریر کے بعد کسی ہنگامے کی توقع بھی رکھی جا سکتی تھی۔ ادھر مارشل لاء کی جوانی کے بھرپور دنوں میں اس کے سب سے بڑے ایڈمنسٹریٹر کو اس

طرح صاف صاف اور کھری کھری سنانا عجیب بات تھی۔ مولانا نورانی صاحب نے مختصری مگر جھول سی تقریر کی اور علامہ کاظمی کی دعا پر سنی کانفرنس نفاذ اسلام اور عام انتخابات کے مطالبے پر ختم ہو گئی۔

کہنے کی بات تو یہی ہے کہ سنی کانفرنس ختم ہو گئی لیکن مارشل لاء کے امیر المومنین اور غریب المومنین تمام نے جمعیت علماء پاکستان کو ختم کرنے کے احکام صادر کر دیئے۔ جمعیت کے اندر نقب لگائی گئی اور چند دنوں کے بعد اس کے نتائج سامنے آ گئے۔ مجلس شوریٰ کے نام سے جو بھان متی کا کنبہ اکٹھا ہوا اس میں کئی اینٹیں اور کئی روڑے اچھے بھی تھے لیکن اکثریت کوڑ کباڑ کی تھی۔ قارئین کرام یہ بات سن کر حیران ہوں گے کہ کچھ عرصہ پہلے قلعہ قاسم باغ کی دیواروں کو گواہ بنا کر جنرل محمد ضیاء الحق کی اسلام دشمنی کے قصے بیان کرنے والے مفتی نعیمی صاحب بھی اس مجلس میں دھر لئے گئے۔ ظہور الحسن بھوپالی اور ان کے ساتھی جنہیں جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں کی محنت اور اکابرین جمعیت کی شفقت نے کچھ سے کچھ بنا دیا تھا وہ مجلس شوریٰ کی زینت بنائے گئے۔ اس طرح سب سے زیادہ نقصان جمعیت علماء پاکستان کا ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جس دن مجلس شوریٰ کا اعلان ہوا تو ہم وفاقی انجمن صحافیان پاکستان کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی گئے تھے۔ پریس کلب کراچی میں اجلاس ہوا تھا۔ مجلس شوریٰ کے ارکان کی فہرست وہیں ٹی وی پر دیکھی اور سنی۔ ہم بھی بہت پریشان ہوئے۔ مولانا نورانی میاں کا گھر پریس کلب کے قریب ہی ہے اس لئے ہم نے نماز مغرب کے بعد ان کی زیارت کا عزم کیا تو وہ بھی مجلس شوریٰ کے ناموں پر غور کر رہے تھے۔ ہم نے گزارش کی مولانا! جنرل صاحب نے سب سے زیادہ مہربانی اور فیاضی آپ کی جماعت پر کی ہے۔

نورانی میاں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا واجد صاحب! اچھا ہوا یہ لوگ ہمارے لئے مصیبت بن گئے تھے۔ یہ لوگ مارشل لاء کے ایجنٹ تھے ہم دکھانا یہ چاہتے ہیں کہ جمعیت علماء پاکستان کا اس طرح تیا پانچہ کرنے کے باوجود جنرل صاحب کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی اور جمعیت کا ایک اور حصہ نظام مصطفےٰ ﷺ گروپ کے نام سے الگ کیا گیا۔ ۱۹۸۵ء کے انتخابات کا جمعیت علماء پاکستان نے بھی بائیکاٹ کیا تو نظام مصطفےٰ ﷺ

گروپ کے نام پر انتخاب لڑنے والے اور جمعیت کو مارشل لاء کی وزارتیں قبول کرنے والے دوستوں نے کہا تھا اگر ہم انتخابات میں حصہ نہ لیتے تو دوسرے لوگ ہماری مارکیٹ پر قابض ہو جاتے۔ اس دوران جمعیت کے کچھ بہی خواہوں نے اتحاد کی کوشش بھی کی تو اکابرین جمعیت نے یہی شرط رکھی کہ مارشل لاء سیاست سے توبہ تائب ہوئے بغیر کوئی شخص جمعیت میں نہیں آ سکتا۔ یہ شرط بہت کڑی تھی۔ ایک تو اقتدار کی کرسی کا مسئلہ تھا دوسری طرف مارشل لاء کے سرپرست ناز برداریاں کر رہے تھے۔ اس لئے جمعیت کے ان گروپوں میں صلح نہ ہو سکی اور اب یہ دیکھ لیا کہ اسی ایک جمعیت کے کتنے حصے بخرے کئے گئے۔ ارے ہاں اسی مسلک کی ایک اور جماعت کا قصہ جسے جماعت اہل سنت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہوا یوں کہ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کی قیادت میں ایک سیاسی تنظیم جماعت اہل سنت قائم ہوئی جو کافی مقبول اور مضبوط ہو رہی ہے۔ دوستوں نے اسے بھی دولخت کر دیا اور ایک حصہ کو باقاعدہ سیاسی جماعت کے طور پر رجسٹرڈ بھی کرا لیا تو گویا وہ جمعیت علماء پاکستان کی کوکھ سے جنم لینے والی خالص مسلک کی بنیاد پر قائم ہونے والی سیاسی جماعتوں کی تعداد کافی ہو گئی ہے۔ ہمارے ایک دوست نے جمعیت کی اس انتشاری کیفیت پر لکھے شعر میں تھوڑا سا تصرف کیا ہے۔

پہلے اس نے جم کہا پھر "عی" کہا پھر "یت" کہا
اس طرح "ظالم" نے جمعیت کے ٹکڑے کر دیئے

لیکن جناب ٹھہریئے! جمعیت علماء پاکستان اس تمام تر حشر سامانی کا مقابلہ بڑی پامردی سے کرتی رہی اور جب مارشل لائی بزرجمہروں کو یقین ہو گیا کہ یہ ٹکڑا بازی بھی جمعیت کا کچھ نہیں بگاڑ سکی تو اس نے ایک انتہائی خطرناک چال چلی۔ وہ تھی ایم کیو ایم کو منظم کرنا۔ سید غوث علی شاہ کا اقبالی بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس جن کو بوتل سے کس نے نکالا تھا۔ یہ ہمارے اس کالم کا موضوع نہیں۔ ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایم کیو ایم کا وجود صرف اور صرف جمعیت کو ختم کرنے کے لئے قائم ہوا اور سب دیکھ لیں کہ آج بھی ایم کیو ایم کے رہنما اگر کسی سے خائف ہیں تو وہ مولانا شاہ احمد نورانی اور جمعیت علماء پاکستان کے کارکن۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ دو تین بار تو مولانا نورانی میاں پر جان لیوا حملے بھی ہو چکے ہیں اور

مولانا نے بار بار کہا ہے کہ یہ حملے صرف ایم کیو ایم ہی کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ ایم کیو ایم کے رہنما جس سیاست کو لے کر چلے ہیں وہ کچھ عرصہ کے بعد خود ہی دم توڑ جائے گی یا پھر ملک کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ بن کر سامنے آئے گی۔

لیکن جمعیت علمائے پاکستان کے غریب اور مخلص کارکن اس جھنڈے کو تھامے رہیں گے اور کہتے رہیں گے۔

قتل گاہوں سے چن کر ہمارے علم اور نکلیں گے عشاق کے قافلے

آخر میں یہ بھی سن لیجئے کہ ملتان آج بھی جمعیت کے کارکنوں کا بہت بڑا گڑھ ہے۔ گزشتہ انتخابات میں جمعیت کے امیدوار صاحبزادہ حامد سعید کاظمی نے مسلم لیگی امیدوار سے دوگنا ووٹ حاصل کئے۔ پیپلز پارٹی کی بنیادیں بھی ملتان میں مضبوط ہیں لیکن اس کے رہنماؤں اور ارکان اسمبلی کو زیادہ محنت کرنا ہوگی۔

(ہفت روزہ احوال، مئی ۱۹۹۰ء، صفحہ ۳۴ تا ۳۵)



جے یو پی صوبہ سندھ کی یک جہتی کانفرنس

کشمور سے کراچی تک بلا امتیاز آپریشن کیا جائے

الیاس صدیقی ایڈووکیٹ

آج صوبائی، لسانی عصبیت عام ہے، رنگ، زبان ونسل کی بنیاد پر مسلمان مسلمان کا قتل عام کر رہا ہے۔ لوٹ مار، قتل وغارت گری، ڈاکے، اغواء برائے تاوان، اخلاقی جرائم کی وارداتیں عام ہو رہی ہیں۔

اسلامی ومذہبی شعار کا مذاق سرعام اڑایا جا رہا ہے۔ پاک وطن کے رہنے والے ایک دوسرے کے خلاف ایسے برسر پیکار ہیں جیسے حق وباطل کا مقابلہ ہو، رسول اللہ (ﷺ) نے ایک مسلمان کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام کر دیا ہے جیسے حج کے دن مکہ میں کعبہ کی حرمت، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا تھا:

"اے کعبہ! تیری عظمت اور حرمت میں کوئی شبہ نہیں مگر قسم ہے رب ذوالجلال کی! کہ مسلمان کی حرمت اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ہے۔"

لیکن آج مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر کے برسرعام کعبہ کی حرمت کو پامال کر رہے ہیں۔ اصل شے علاقہ اور زبان بن گئی ہے۔ یہ اس نبی کریم ﷺ کی امت ہے جنہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہو، اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنائے گئے تھے۔"

علاقہ وزبان کی حمایت میں "کلاشنکوف" اور خودکار ہتھیاروں سے "ظالمانہ

اقدامات" ہو رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ اسے جہاد کا نام دیا جا رہا ہے۔ اسلام دشمن قوتوں کے ایجنٹ پاکستان کی سالمیت پر شب خون مارنے کے لئے "مسلم قومیت" کو تباہ کر رہے ہیں۔ ملک کی بنیادیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ آج اندلس کی تباہی کی تاریخ پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے۔ مسلمانان پاکستان کو ان بدترین حالات میں قائد انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی مسلمانان عالم کے ساتھ مسلمانان پاکستان کو دعوت فکر دے رہے ہیں اور اسلام اور پاکستان کے خلاف ہونے والی سازشوں کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ جس کی پاداش میں دہشت گردوں کی طرف قائد انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی پر گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی لیکن ان کے پائے استقلال میں لرزش نہیں آئی۔ آپ کا حق وصداقت کا سفر تمام تر سچائیوں کے ساتھ جاری ہے اور آج حکومت پاکستان اور عوام پاکستان کو "مولانا شاہ احمد نورانی" کے خدشات اور مسلم قومیت کی اہمیت وافادیت "حرف سچ" کی طرح نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہیں کہ اب پاکستان میں قائد انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں انقلاب کروٹیں لے رہا ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ سرفروشان انقلاب نظام مصطفےٰ ﷺ اس اصولی اور انقلابی قیادت میں صف بندی کر لیں۔ اسی آواز وقت پر جمیعت علماء پاکستان صوبہ سندھ نے لبیک کہتے ہوئے ۲۲ مئی ۱۹۹۲ء کو مفکر پاکستان علامہ اقبال سے منسوب "گلشن اقبال" میں اسلامک مشن ہال میں عظیم الشان صوبائی تربیتی کنونشن اور سندھ یکجہتی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جس میں کراچی، حیدرآباد، ٹنڈو آدم، میرپور خاص، ٹنڈو الہ یار، ہالہ، سانگھڑ، میرواہ گورچانی، ٹھٹھہ، بدین، ماتلی، تھرپارکر، جیکب آباد، لاڑکانہ، شکارپور، ڈھرکی، گھوٹکی، اباڑو، نواب شاہ اور خیرپور وغیرہ سے ہزاروں سرفروشان انقلاب نظام مصطفےٰ ﷺ شریک ہوئے۔ کنونشن میں صوبہ سندھ کی ممتاز روحانی شخصیات نے بھی شرکت کی۔ اس تربیتی کنونشن سے خطاب کرنے کے لئے سابقین اے ٹی آئی کی تنظیم بزم رفقاء اسلام کے کنوینر ممتاز دینی اسکالر پروفیسر محمد طفیل سالک خصوصی طور پر لاہور سے تشریف لائے۔

کنونشن کے بھرپور انعقاد کے لئے جے یو پی سندھ کے جنرل سیکریٹری عثمان خان نوری نے کراچی تا کشمور شاخوں کا دورہ کیا اور کارکنان کو اس کنونشن کی اہمیت اور افادیت سے آگاہ کیا۔ جے یو پی سندھ کے صدر مولانا جمیل احمد نعیمی قدم بہ قدم اپنے [illegible]

خطیبین کنونشن کو نوازتے رہے۔

کنونشن کے انتظامات اور پبلسٹی انفارمیشن کے لئے جے یو پی کراچی ڈویژن کے صدر سید ارشاد علی، سیکریٹری اطلاعات صوبہ سندھ الیاس صدیقی ایڈووکیٹ، شاہد مہر سیکریٹری مالیات سندھ اور اے این آئی صوبہ سندھ کے طارق محبوب نے اپنی ذمہ داریوں کو باحسن خوبی نبھایا۔ ۲۱ مئی ۱۹۹۲ء کی شام کو ہی کارکنان جے یو پی کے قافلے کراچی پہنچنا شروع ہو گئے۔ مندوبین کنونشن کو خوش آمدید کہنے کے لئے استقبالیہ کیمپ موجود تھے۔ ۲۲ مئی ۱۹۹۲ء کو بعد نماز فجر درس قرآن سے کنونشن کی پہلی نشست کا آغاز ہوا۔ درس قرآن خطیب پاکستان مولانا صدیق ملتانی نے دیا۔ وقفہ ناشتہ کے بعد دوسری نشست ساڑھے نو بجے شروع ہوئی۔ جس کی صدارت جے یو پی صوبہ سندھ کے نائب صدر محمد شریف سرکی نے کی اور جنرل سیکریٹری جے یو پی سندھ عثمان خان نوری نے کنونشن کی غرض و غایت سے آگاہ کیا۔ اس نشست میں بزم رفقاء اسلام کے مرکزی کنوینئر پروفیسر محمد طفیل سالک نے اسلام اور بنیاد پرستی کے عنوان سے اہم اور فکری خطاب کیا۔ اس نشست کی نظامت کے فرائض ہاشم صدیقی ایڈووکیٹ نے انجام دیئے۔

وقفہ طعام اور نماز جمعہ کے بعد ٹھیک ساڑھے تین بجے کنونشن گاہ عظیم الشان سندھ یکجہتی کانفرنس کے خوبصورت پنڈال میں تبدیل ہو چکی تھی۔ تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد عثمان خان نوری نے کانفرنس کی نظامت کے فرائض سنبھالتے ہوئے اپنے جوش خطابت سے مندوبین کانفرنس کے دلوں کو گرمایا۔ انہوں نے کہا سچل سرمست، شاہ عبداللطیف، لعل شہباز قلندر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی یہ دھرتی اسلام اور پاکستان سے محبت کرنے والوں کی دھرتی ہے۔ انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کے اس عزم کو دہرایا کہ ہم کسی لندن پلان کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور سندھ کی تقسیم کی سازش کو ناکام بنا دیں گے۔ سندھ یکجہتی کانفرنس کی صدارت مولانا جمیل احمد نعیمی نے کی۔ کانفرنس سے پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر مختار جان سرہندی، ڈاکٹر سہراب خان سرکی، محمد شریف سرکی، ابو الخیر زبیر، احمد علی عباسی، مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا جمیل احمد نعیمی نے خطاب کیا اور مولانا شاہ احمد نورانی کی اصولی اور انقلابی قیادت کو خراج تحسین پیش کیا۔ جیسے وقت ٹھہر گیا ہو۔ احساس

اور آنکھوں میں حرکتوں کا دیدنی عالم تھا۔ یہ کیا ہے کیوں نہ ہو دنیائے عالم کے عظیم مذہبی راہنما مسلم قومیت کے روح رواں پاکستان کی سیاست میں ناقابل شکست، بدترین حالات میں ظالم اور جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۃ الحق جن کا امتیاز خاص ہے۔ قائد انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی تشریف لا رہے تھے۔ شرکاء کانفرنس احتراماً کھڑے ہو گئے۔ فضاء حق و صداقت کی نشانی، مولانا شاہ احمد نورانی، نعرہ اسلام، جے مسلمان سے گونج اٹھی۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گلشن میں بہار آ گئی اور پھر وہ گھڑی آ گئی جب قائد انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی کو کانفرنس سے خطاب کی دعوت دی گئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا:

ہم صوبہ سندھ میں بحالی امن کے لئے آپریشن کلین اپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ صوبہ سندھ کو ڈاکوؤں، دہشت گردوں اور تخریب کاروں سے پاک کرنے کے لئے کراچی تا کشمیر بلا امتیاز کارروائی کی جائے ناجائز اسلحہ بازیاب کیا جائے۔ ٹارچر سیلوں کو ختم کیا جائے۔ دہشت گردوں، ڈاکوؤں اور تخریب کاروں کے سرپرستوں کو سرعام پھانسی پر لٹکایا جائے۔ تاہم آپریشن کلین اپ کے نام پر حریف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کے خلاف سیاسی انتقامی کارروائی کی گئی تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ اس وقت پاکستان کا سب سے اہم مسئلہ صوبہ سندھ کا ہے جس کو محسوس کرتے ہوئے جے یو پی سندھ نے یکجہتی کانفرنس کا انعقاد کیا ہے۔ انہوں نے کہا سندھ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ منظم اندرونی اور بیرونی سازش کا نتیجہ ہے، مشرقی پاکستان میں جو کھیل کھیلا گیا وہی کھیل سندھ میں کھیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مشرقی پاکستان کے سازش کے کردار سامنے آ چکے ہیں اس میں قادیانی بیورو کریسی، یحییٰ خان اور اس کے ساتھی مشرقی پاکستان میں موجود غدار اور لندن اور امریکہ کے پلان شامل تھے۔ انہوں نے کہا جے یو پی کی قیادت نے قبل از وقت اس سازش کو بے نقاب کر دیا تھا اور اب بھی پاکستان توڑنے اور سندھ کو تقسیم کرنے کی سازشوں سے جے یو پی پاکستانی عوام کو نہ صرف آگاہ کر رہی ہے بلکہ ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے جرات مندانہ کوششیں کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو قومیت کے خانوں میں تقسیم کرنے والے یہودیوں اور

ہندوؤں کے ایجنٹ ہیں اور وہ لارنس آف عربیہ کا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا مسلم قومیت اور پاکستان کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی سازش کے خلاف جے یو پی نے اپنا موقف گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی بیان کیا۔ انہوں نے اس عزم کو دہرایا کہ جے یو پی صوبہ سندھ کو تقسیم نہیں ہونے دے گی۔ انہوں نے کہا مسلم قومیت پر یقین رکھنے کی وجہ سے جے یو پی آج بھی یہاں موجود ہے جب کہ مسلم قومیت کو تقسیم کرنے والے ملک سے بھاگ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا سندھ کی سرزمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے محبت کرنے والوں کی سرزمین ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ہجرت کر کے سرزمین سندھ پر قدم رکھا تو یہاں کے باسیوں نے ماں کی ممتا کی طرح انہیں اپنی آغوش میں پناہ دی تھی۔ اس سرزمین میں بھائیوں کو آپس میں لڑانے والے ہندوؤں کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں انہیں مسلمان نہیں کہا جا سکتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے خطاب کرتے ہوئے ببانگ دہل کہا کہ جے یو پی کے کارکن سندھ اور پاکستان کو سازشوں اور لندن پلان کے ذریعے ٹکڑے کرنے کے منصوبے کا مقابلہ کریں گے اور اسے ناکام بنا دیں گے اور ملک میں نظامِ مصطفےٰ ﷺ کا عملی نفاذ کر کے اسے امن و محبت اور عدل و انصاف کا گہوارہ بنا دیں گے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومتِ وقت پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ اقتدار کے نشے میں مست ہے اس کو ملک و قوم کے خلاف ہونے والی سازشوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ سیاسی انتقام کے لئے ایک بار پھر الذوالفقار کی تسبیح پڑھی جا رہی ہے۔ اسے سنگاپور ہائی جیکنگ میں ملوث کیا گیا لیکن کوئی تحقیقات منظرِ عام پر نہیں آئیں اور نہ کسی کو سزا ملی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کراچی اور حیدر آباد دہشت گردوں کا مرکز ہیں۔ ان کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے بلا امتیاز دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کی جائے، شہروں میں دہشت گردوں کی حکمرانی ہے۔ ہتھیاروں کی بھرمار ہے۔ ٹارچر سیل قائم ہیں، انہوں نے کہا کہ دیہات کو ڈاکوؤں اور شہروں کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کے لئے کشمور سے کراچی تک آرمی کا ایکشن ہونا چاہئے۔ ناجائز اسلحہ برآمد کیا جائے۔ ٹارچر سیلوں کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے کہا علی گڑھ، قصبہ کالونی اور پکا قلعہ کے واقعات کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے اور یہ معلوم کرایا جائے کہ یہ قتلِ عام کس نے

کرایا ہے؟ انہوں نے کہا جو لوگ علی گڑھ، قصبہ کالونی اور پکا قلعہ کا مرثیہ پڑھتے ہیں وہ مرکز اور صوبے کی حکومتوں میں ہونے کے باوجود ان واقعات کی تحقیقات کیوں نہیں کراتے۔ مجرموں کو سزا کیوں نہیں دلواتے۔ انہوں نے کہا کہ ان واقعات کی تحقیقات اس لئے نہیں کرائی جا رہی ہے کہ تحقیقات کے نتیجے میں ان کے اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو جاتی اور ان کی سازش طشت ازبام ہو جاتی کہ مسلمانوں کے خون سے کس نے ہولی کھیلی اور اسلام و پاکستان سے کس نے دشمنی کی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا پاک فوج اور انٹیلی جنس کو علم ہے کہ ٹارچر سیل شہروں میں کہاں کہاں قائم ہیں اور اسلحہ کہاں کہاں موجود ہے۔ فوج آگے بڑھ کر ان ٹارچر سیلوں کو ختم کر کے اسلحہ برآمد کرے اور مجرموں کو عبرتناک سزا دے، انہوں نے کہا کہ ہماری محبِ وطن فوج پر عوام پاکستان کو اعتماد ہے وہ نظریہ پاکستان اور جغرافیائی سرحدوں کے محافظ ہیں۔

تیسری نشست بعد نماز عصر تا مغرب مجلس مذاکرہ کے عنوان سے ہوئی جس میں شبیر احمد ہاشمی (صحافی)، محمد احمد صدیقی (صحافی)، محمد صدیق راٹھور (سیاست دان)، سید ارشاد علی (سیاست دان)، طارق محبوب (نوجوان رہنما)، صاحبزادہ محمود احمد قادری (طالب علم رہنما) نے گفتگو کی اور سوالات کے جوابات دیئے۔ نظامت کے فرائض وسیم ساغر نے انجام دیئے۔ بعد طعام اور نماز عشاء آخری نشست ہوئی جس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی نے کی۔ اس نشست میں خالصتاً تربیتی اور پالیسی کے عنوانات سے تقاریر ہوئیں۔ اس نشست سے قائدِ انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ محمد حسن حقانی، صوفی ایاز خان نیازی اور پروفیسر طفیل سالک نے خطاب کیا۔

کنونشن مثالی تھا اور ہزاروں مندوبین کے چمکتے ہوئے چہرے اور پیشانیاں اس بات کی گواہی دے رہی تھیں کہ جمعیت علماء پاکستان کی اصولی اور انقلابی سیاست، کارکنان کی جدوجہد اور قائدِ انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی کی استقامت اور جرات مندانہ فیصلے اور جدوجہد رنگ لا رہی ہے اور اب مستقبل جمعیت علماء پاکستان کا ہے۔

(ہفت روزہ احوال، جون 1992ء، صفحہ 8-7)

گوجرانوالہ کی ڈائری

جمعیت علمائے پاکستان علی پور چٹھہ کے جلسہ عام کی مفصل رپورٹ

صاحبزادہ محمد نصیر احمد اویسی

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ اور اسلامی جمہوری محاذ کے صدر امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی تقریباً عرصہ چودہ سال کے بعد جب علی پور چٹھہ تشریف لائے تو ہزاروں افراد نے فلک شگاف اور پرجوش نعروں سے امام انقلاب کا استقبال کیا۔ قائد اہلسنت پر کئی من پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ اس موقع پر علاقہ کے نوجوان اور عوام متعلقین آستانہ اویسیہ سرانیہ نے بھی قائد اہلسنت کا استقبال کیا۔ کاروں، موٹر سائیکلوں، جیپوں، سوزوکیوں، ٹرالیوں کے جلوس میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو آستانہ اویسیہ سرانیہ لایا گیا جہاں پر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب شعبہ خدمت عامہ کے چیئرمین اور آستانہ اویسیہ سرانیہ کے سجادہ نشین صاحبزادہ غلام رسول اویسی کی طرف سے قائد اہلسنت کو عشائیہ دیا گیا جس میں سیاسی جماعتی رہنماؤں نے شرکت کی۔

قائد اہلسنت امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی رات دس بجے حیدری چوک جلسہ عام میں تشریف لائے تو ہزاروں افراد نے کھڑے ہو کر قائد اہلسنت کا استقبال کیا۔ اسٹیج پر علاقہ کی مشہور و معروف شخصیات تشریف فرما تھیں جن میں پیر طریقت سائیں محمد اسلم اویسی، خطیب اسلام سید شبیر حسین حافظ آبادی، پیر سید محفوظ احمد مشہدی، حافظ محمد سعید احمد نقشبندی، میاں غلام اویس اویسی، مولانا حافظ محمد آصف علی اویسی، مولانا محمد داؤد رضوی، حافظ انور محمود رضوی، مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی، محمد سعید شاہ، حافظ محمد حمید اختر سلطانی، حافظ عبدالرشید حبیب، حافظ ریاض احمد سلطانی، صاحبزادہ محمد نصیر احمد اویسی

شامل تھے۔

تلاوت و نعت کے بعد جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے جنرل سیکریٹری سردار محمد خان لغاری کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ آج کے بدکردار حکمران اسلام آباد میں، پنجاب میں، کراچی، کوئٹہ، پشاور اور لاہور میں بیٹھے ہیں۔ اسلام آباد میں برملا شراب فروخت ہوتی ہے۔ اسلام آباد بدکرداری کا بہت بڑا اڈا ہے۔ انہوں نے کہا آئی جے آئی کی حکومت میں نہ اسلام ہے نہ جمہوریت ہے نہ اتحاد ہے جو اسلام کے بڑے دعوے کرتے تھے اب انہیں پوچھو کیا ہوا؟ بیس مہینے ہو گئے اسلام کہاں ہے؟ انہوں نے کہا اسلام خود وزیراعظم کے چہرے پر نہیں وزیراعظم کے گھر میں نہیں، دفتر میں نہیں انہوں نے کہا عجب اسلامی حکومت ہے جس میں سود کو حلال قرار دیا جا رہا ہے اور سود کا نام مارک اپ رکھ دیا گیا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی جنرل سیکریٹری خواجہ جنرل محمد اظہر خان صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فوج سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد مجھے مسلم لیگ پیر پگاڑا نے دعوت دی لیکن مجھے کوئی جماعت ایسی نظر نہ آئی جو اسلام کا بول بالا کرنے والی ہو۔ جب میں نے جمعیت علماء پاکستان کو دیکھا کہ یہ جماعت ایسی ہے جو ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ چاہتی ہے تو میں نے اس میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے کہا قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی جیسا قائد کسی کے پاس نہیں ہے۔

آخر میں قائد اہلسنت امام انقلاب مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کو دعوت خطاب دی گئی تو ہزاروں افراد نے فلک شگاف نعرے لگائے، نعروں کی گونج میں قائد اہلسنت نے اپنا خطاب شروع کیا۔ انہوں نے کہا صنعتوں کو نجی تحویل میں دینے سے دولت ۲۲۰ خاندان میں جمع ہو کر رہ گئی ہے اور موجودہ حکومت کی نج کاری کی پالیسی سے بڑے بڑے لوگوں کو ہی مفادات حاصل ہو رہے ہیں۔ اس دوست نواز پالیسی سے عوام کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ صدام حسین اور قذافی عالم اسلام کے مجاہد ہیں اور دوسرے سب حکمران امریکی حکومت کی کٹھ پتلیاں ہیں جو صرف اور صرف امریکی مفادات کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مولانا نورانی نے کہا عراق اور بوسنیا ہرزیگووینا پر حملے

بش کے اسلام دشمن نیو ورلڈ آرڈر کی کڑی ہیں۔ دراصل نیو ورلڈ آرڈر مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کی ہزیمت کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ افغانستان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نورانی نے کہا سامراجی طاقتیں افغانستان کو لسانی بنیاد پر تقسیم کرنے کے درپے ہیں اور وہاں اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ امن کے قیام کو ناممکن بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا افغانستان کی خانہ جنگی پاکستان کے مفادات کے خلاف ہے۔

مولانا نورانی نے کہا عابدہ حسین کے ذریعہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا شوشہ موجودہ حکومت کی ایماء پر چھوڑا گیا تھا۔ اس کا مقصد عالم اسلام کی رائے عامہ کا جائزہ لینا تھا۔ حکومت نے جب دیکھا عالم اسلام نے اس تجویز پر جواباً شدید مخالفانہ رد عمل ظاہر کیا ہے تو اس پر خاموشی اختیار کر لی۔ حکومت نے یہ مسئلہ چھیڑ کر دنیائے اسلام کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ مولانا نے کشمیر کے بارے میں کہا اس مسئلہ کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے سفارت خانے آرام کرنے کی بجائے کام کریں۔ مولانا نورانی نے کہا متناسب نمائندگی کی بنیاد پر اگر الیکشن کرائے جائیں تو ملک میں کرپشن ختم ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کرپشن کا سلسلہ اور پلاٹوں کی تقسیم جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں شروع ہوئی۔ ضیاء حکومت سے قبل جو ارکان اسمبلی تھے ان کو کاریں اور ضرورت مند ممبران کو پلاٹ الاٹ کیے جاتے تھے جس بے ہارس ٹریڈنگ ہوتی تھی۔ نواز شریف کے دور میں لاکھوں روپے ممبران میں تقسیم کیے گئے۔ مولانا نورانی نے کہا جب تک معاشرے سے کرپشن کی جڑ کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ملک میں اچھے اثرات مرتب نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا سندھ میں ڈاکوؤں کے سرپرستوں پر ہاتھ ڈالنا ضروری ہے۔ اندیشہ ہے فوج کے جانے کے بعد ڈاکو عوام سے بدلہ لیں گے۔ اس آپریشن کا فائدہ بھارت اٹھائے گا۔ سندھ ایک خاص صوبہ بن گیا ہے۔ اگر وہاں توجہ نہ دی گئی تو مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔

مولانا نورانی نے اتحاد کے بارے میں کہا کہ ۷۰ کی دہائی کے بعد ملکی سیاست میں دولت اور طاقت کا عمل دخل بڑھ جانے سے نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی راہ کھوئی ضرور ہوئی ہے لیکن ہم مایوس نہیں ہیں بلکہ ہم نے مذہبی جماعتوں سے اتحاد کر کے نفاذ اسلام کی شمع مزید

بھڑکا دی ہے۔ مولانا نورانی نے کہا نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے قافلہ کو چھوڑ کر پلاٹوں اور پرمٹوں کے لئے بکنے والے آج حکومت کو کوس رہے ہیں۔ مولانا نورانی نے مولانا عبدالستار خان نیازی سے اتحاد کے بارے میں کہا اگر وہ سود کو حلال قرار دینے والی حکومت کا ساتھ چھوڑ دیں تو وہ ان کے ساتھی دوبارہ جمعیت میں شامل ہو سکتے ہیں۔
انہوں نے کہا جمعیت نے تمام مذہبی جماعتوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے اور اگر جماعت اسلامی بھی نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ اور متناسب نمائندگی پر یقین رکھتی ہے تو ہم اس کے ساتھ بھی اتحاد کے لئے تیار ہیں۔ جلسہ رات دو بجے ختم ہوا اور مولانا نورانی منڈی بہاؤالدین تشریف لے گئے۔

(ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۹۲ء، صفحہ ۲۰، ۲۱)


ABC CERTIFIED
Daily AUSAF Islamabad
روزنامہ اوصاف اسلام آباد
جلد: 3 | جمعۃ المبارک 13 رمضان 1420ھ 24 دسمبر 1999ء 6 پوہ 2056 بکرمی صفحات 12 قیمت 6 روپے | شمارہ: 156

عالم کفر مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنا چاہتا ہے' شاہ احمد نورانی

3 شاہ احمد نورانی

جمعیت علماء پاکستان تاریخی جبر کا شکار کیسے ہوئی؟

سردار محمد اکرم بٹر ایم اے

ملی اور قومی تحریکوں کی بنیاد ہمیشہ تاریخی حوالوں کے سہارے رکھی جاتی ہے۔ جب بھی کوئی تحریک جنم لیتی ہے تو اس کے پس منظر میں دو طرح کے حالات ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کریں تحریک کی بنیاد ماضی کے ان فکری اور نظریاتی محلات کے کھنڈرات کا ملبہ ہوتا ہے جو گردش زمانہ کا شکار ہو کر تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور ان کے ورثاء اب نئے سرے سے انہیں تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ورثاء اب نئے سرے سے انہیں تعمیر کرنا چاہتے ہوں۔ جبکہ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ نئی تحریکیں پہلے سے جاری تحریکوں کا تسلسل ہی ہوتی ہیں جو تاریخ کا سفر طے کرتے کرتے تھک کر سست پڑ جاتی ہیں چنانچہ ان کے مشن کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھانے کے لئے نئے لوگ اپنے اپنے انداز میں کام کو آگے لے کر بڑھتے ہیں۔

اسی تناظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو یہ بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ جمعیت علماء پاکستان اگرچہ ۲۹۔۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ انوار العلوم ملتان کے بانی و مہتمم مولانا سید احمد سعید کاظمی کی دعوت پر اکٹھے ہونے والے اکابر علماء مشائخ اہلسنت کے ہاتھوں تشکیل پا رہی ہے لیکن اس کا ایک طویل تاریخی پس منظر اور تسلسل ہمیں تاریخی حوالوں سے قرطاس تاریخ پر پڑھنے کو ملتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں محمد بن قاسم سے لے کر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر تک تقریباً ۱۱ سو سال عقیدہ مسلک اہلسنت کے حامل حکمرانوں کی حکومت رہی ہے۔ کفرستان ہند کے کروڑوں اصنام پرستوں کو کلمہ توحید پڑھا کر خالق کائنات کی بارگاہ میں سربسجود کرنے والے مشائخ طریقت اور علماء کرام ان حکمرانوں کی پشت پر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۸۵۷ء میں مغلیہ خاندان کے زوال سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اسلامیان ہند پر

انگریزوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا تو اس ابتلاء کی گھڑی میں اکابر علماء مشائخ ہی ایک بار پھر میدان جہاد میں نکلے۔ لیکن کوئی باقاعدہ منظم تنظیم نہ ہونے کی وجہ سے مختلف محاذوں پر انگریز سے مقابلہ کرتے ہوئے قربان ہو گئے۔ ان میں محدث کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی کو کالے پانی کی سزا دی گئی اور وہیں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جبکہ دیگر اکابرین کو درختوں سے باندھ کر گولیوں سے بھون دیا گیا۔ سرعام پھانسیاں دی گئیں۔ ان شہیدان ملک و ملت میں رئیس المجاہدین مفتی عنایت احمد کاکوری شہید، مولانا کفایت علی کافی شہید امام المجاہدین سید احمد اللہ شاہ مدراسی، غازی اسلام مولانا فضل رسول بدایونی، علامہ فیض احمد عثمانی شہید حریت مولانا وہاج الدین مراد آبادی مجاہد جلیل مولانا رسول بخش کاکوروی حضرت مولانا صدر الدین آزردہ اور ان کے احباب و تلامذہ شامل تھے۔

یہ قافلہ ایک مرتبہ جب سب کچھ لٹا چکا انگریز کو سکون ہو گیا۔ اب اس نے مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا کرنے کے لئے کئی قسم کی تحریکوں کو کھڑا کیا۔ جن کا مقصد امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا تھا۔ ان میں مرزا قادیانی کی تحریک سب سے زیادہ خطرناک تھی۔

چنانچہ امام احمد رضا خان بریلوی، خواجہ ضیاء الدین سیالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر جماعت علی شاہ جیسے اکابرین نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحریک حریت جاری رکھی اور شعائر اسلام کے تحفظ کی خاطر ہر قربانی دینے کو تیار ہو گئے۔ اپنی صفوں کی شیرازہ بندی کی اور باغیان دین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

آگے چل کر پھر تذکرہ اکابرین کے جانشیان اور تلامذہ نے تحریک آزادی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے تنظیمی کام کو آگے بڑھایا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت کی صحیح سمت میں راہنمائی کی۔ پورے برصغیر میں سنی کانفرنسوں کے نام سے اجتماعات منعقد کیے اور آخرکار ۱۹۴۶ء میں بنارس اور اجمیر شریف میں ہونے والے تاریخی اجتماعات سے جدوجہد آزادی فیصلہ کن موڑ پر آ گئی۔ ان راہنمایان ملت میں پیر سید جماعت علی شاہ، سید محمد محدث کچھوچھوی، سید نعیم الدین مراد آبادی، مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی، غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی، شاہ محمد عارف اللہ قادری، مولانا ابوالحسنات سید

محمد احمد قادری، مولانا ابو البرکات سید محمد احمد قادری، مولانا عبدالماجد بدایونی اور شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی جیسے یگانہ روزگار بزرگ شامل تھے۔

آخر کار ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بن گیا۔ مگر مسلم لیگی قیادت نے حامیان پاکستان کی بجائے مخالفین کو دستور ساز اسمبلی میں جگہ دی۔ مسلم لیگ پر سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا قبضہ ہو گیا۔

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے — منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

چنانچہ ان حالات کے پیش نظر مولانا سید احمد سعید کاظمی نے عزم ہمت باندھ کر جہاد کا آغاز کر دیا اور ۲۸۔۲۹ مارچ ۱۹۴۸ء کو مدرسہ انوار العلوم ملتان میں ایک اجلاس بلایا جس میں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھ دی گئی۔ مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری صدر اور مولانا سید احمد سعید کاظمی اس کے پہلے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ جبکہ دیوان سید آل رسول علی خان، مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی صاحب داد خاں، خواجہ قمر الدین سیالوی اور مولانا عبدالغفور ہزاروی نائب صدر قرار پائے۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی اور مرتضیٰ احمد خاں میکش نائب ناظم اعلیٰ چنے گئے۔ جبکہ مولانا قلندر علی خاں کو مرکزی ناظم اطلاعات کی ذمہ داری سونپی گئی۔

اس کے بعد جمعیت نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز فرما دیا۔ ۷ مئی ۱۹۴۸ء کو پورے ملک میں یوم نفاذ شریعت منایا گیا۔ بڑے بڑے جلسے کئے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح اور وزیراعظم لیاقت علی خاں کو قراردادیں اور تار ارسال کئے گئے۔ مئی ۱۹۴۸ء میں کشمیر کی جنگ شروع ہوئی تو جمعیت علماء پاکستان نے جہاد کشمیر کے لئے کشمیری مسلمانوں کی حمایت کا فیصلہ کیا۔ ہزاروں روپے کی امداد محاذ پر پہنچائی گئی۔ موچی دروازہ لاہور میں ایک کانفرنس منعقد کرائی جس میں صدر آزاد کشمیر بھی شریک ہوئے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء کو پورے ملک میں یوم کشمیر منایا گیا۔ کشمیر کاز کے لئے جدوجہد کرنے پر جے یو پی کے مرکزی صدر مولانا ابو الحسنات کو غازی کشمیر کا لقب دیا گیا۔

۱۹۴۸ء کے وسط میں مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی (والد محترم مولانا شاہ احمد نورانی) پاکستان تشریف لائے تو علماء اہلسنت کا ایک اہم اجلاس کراچی میں منعقد ہوا

جس میں اسلامی دستور کا خاکہ تیار کیا گیا اور پھر شاہ عبدالعلیم صدیقی کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی وفد نے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کر کے دستور کا مسودہ پیش کیا۔ اس وفد میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا سید احمد سعید کاظمی، ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا محمد عمر نعیمی اور مولانا غلام معین الدین نعیمی شامل تھے۔ تین گھنٹے کی طویل گفتگو کے بعد قائداعظم نے وفد کو یقین دلایا کہ یہ مسودہ اسمبلی میں پیش کروں گا اور پھر اسے نافذ کر دیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ وعدہ وفا نہ ہو سکا کیونکہ قائداعظم ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پوری قوم کو داغ مفارقت دے گئے۔

کچھ اور بڑھ گئے ہیں اندھیرے تو کیا ہوا — مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

چنانچہ علماء کرام نے اپنی جدوجہد کو مزید تیز کر دیا۔ پاکستان کو صحیح اسلامی مملکت بنانے کے لئے اپنی کوششیں منظم انداز میں شروع کر دیں۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو جمعیت کے راہنما قاری احمد جیلی نے اسمبلی میں قراردادِ مقاصد کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ جمعیت کے صدر مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری نے ایک وفد لے کر کراچی میں وزیراعظم لیاقت علی خاں سے ملاقات کی اور انہیں اسلامی دستور سے متعلق قرارداد کے اعلان پر آمادہ کیا۔ جون ۱۹۵۵ء میں جب نئی اسمبلی قائم ہوئی تو اس کا افتتاحی اجلاس جولائی میں ہوا۔ اس وقت JUP کی قیادت نے اسمبلی پر دباؤ ڈالا کہ ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنے کا اعلان کیا جائے۔ چنانچہ ۱۰۔۱۱۔۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء کو موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان نے ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی جس میں تمام اکابرین ملت نے پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے جہد مسلسل کرنے کا اعلان کیا (بحوالہ جے یو پی ۷۹۔۱۹۴۸ء) انگریزی کتاب جمعیت علماء پاکستان نے اگرچہ الگ کام شروع کیا ہوا تھا لیکن اس کے کئی عہدیدار ابھی تک مسلم لیگ کے رکن بھی تھے۔ جے یو پی کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا سید احمد سعید کاظمی جو کہ مسلم لیگ کی پنجاب کونسل کے ممبر تھے انہوں نے پنجاب کونسل کے اجلاس میں ۱۵ جون ۱۹۵۲ء کو قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی تھی جو قادیانی فتنہ کے خلاف سب سے پہلی اٹھنے والی باقاعدہ آواز تھی۔ قرارداد کی مخالفت صرف ۱۸ ارکان نے کی جبکہ ۲۸۴ ارکان نے حمایت میں ووٹ دیئے۔ (جسٹس منیر رپورٹ) اس کے بعد قادیانیوں کے خلاف با۔۔

تحریک کا آغاز ہو گیا۔ ۸ مئی ۱۹۵۲ء کو انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام کراچی میں جلسہ ہوا۔ جس میں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے بھی تقریر کی۔ جس کے بعد کراچی میں ... وارانہ فسادات پھوٹ پڑے چنانچہ فوری طور پر مذہبی جماعتوں کا اجلاس بلایا گیا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے برطرف کیا جائے۔ اجلاس میں ایک کنونشن بلانے کے لئے ۱۷ رکنی بورڈ بنایا گیا۔ جس میں جے یو پی کی نمائندگی مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی صاحب داد خاں اور مولانا شاہ احمد نورانی نے کی۔

۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو برکت علی محمڈن ہال میں آل پارٹیز مسلم کنونشن ہوا جس میں ایک مجلس عمل بنائی گئی۔ جس کی نظارت جمعیت کے سربراہ مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری کے سپرد کی گئی۔ اس کے بعد مولانا عبدالستار خاں نیازی نے مسجد وزیر خاں لاہور کو ہیڈ کوارٹر بنا کر تحریک کو منظم کیا۔ حکومت نے تمام علماء کرام کو جیلوں میں بند کر دیا مگر تحریک کو نہ روکا جا سکا۔ جمعیت کے ہزاروں کارکن اور قائدین کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ ۱۹۶۰ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل کرانے کے لئے بھی جے یو پی نے جدوجہد کی۔ جمعیت علماء پاکستان کے قائدین نے ہمیشہ ملک و ملت کی خاطر تن من دھن کی قربانی دی ہے۔ شاعر نے شاید انہی کے لئے کہا تھا کہ۔

چمن والو خدا حافظ قفس میں لے چلی ... وطن میں گر اندھیرا ہو تو میرا گھر جلا دینا

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں جنرل محمد ایوب خاں نے جمہوریت کی بساط لپیٹ دی ملک میں طویل مارشل لاء لگا دیا گیا۔ سیاسی جماعتوں کو توڑ پھوڑ کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ جے یو پی بھی ایوب کی حمایت اور مخالفت پر مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی نے الگ دھڑا قائم کر لیا۔ صاحبزادہ فیض الحسن نے ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء کو لاہور میں اجلاس بلایا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی صدر اور علامہ سعید احمد کاظمی ناظم اعلیٰ چنے گئے۔ جبکہ مولانا غلام جہانیاں نائب صدر چنے گئے۔ صاحبزادہ فیض الحسن کو مغربی پاکستان کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اس اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت مسئلہ کشمیر کا کوئی بھی ایسا حل قبول نہ کرے جو عام رائے شماری کے احوال پر مبنی نہ ہو۔

اس دوران بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی قائم ہوئی تو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی

ناظم اعلیٰ مولانا سید احمد سعید کاظمی جو کہ علم حدیث پڑھانے میں ید طولیٰ رکھتے تھے جامعہ کے شیخ الحدیث بنا دیئے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد جے یو پی میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ تنظیمی طور پر جمعیت علماء پاکستان میں پانچ کے قریب گروپ قائم ہو گئے اور سب الاٹ، پلاٹ، روٹ پرمٹ اور لائسنس حاصل کرنے کی دوڑ میں شامل ہو گئے اور یوں نااہل لوگوں نے بزرگوں کی وراثت کو اقتدار کی چوکھٹ پر قربان کر دیا۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران مولانا عبدالحامد بدایونی نے علماء و مشائخ کے ہمراہ آزاد کشمیر کا دورہ کیا اور مہاجرین میں تین لاکھ روپے کا عطیہ اور صدر آزاد کشمیر کو ۱۱ ہزار روپے نقد دیئے۔ جے یو پی میں انتشار اور خلفشار ۷۰ء کے شروع تک عروج پر تھا آخر کار درد دل رکھنے والے لوگ آگے بڑھے۔ کچھ نوجوانوں نے ہمت کر کے بزرگوں کے سامنے اپنی زبوں حالی کا قصہ پیش کیا چنانچہ عظیم المرتبت بزرگ سید ابو البرکات محمد احمد قادری نے سب گروپوں کو اپنے مدرسہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں جمع کیا۔ ۴ اپریل ۱۹۷۰ء کو تمام گروپوں کا مشترکہ اجلاس ہوا جس میں علامہ ہزاروی، مفتی محمد حسین نعیمی، سید محمود شاہ گجراتی، صاحبزادہ سید فیض الحسن، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا سید خلیل احمد قادری نے اپنے اپنے نمائندگان کے ساتھ شرکت کی۔ علامہ ابو البرکات سید محمد احمد قادری نے اس اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کا نام پیش کیا جو کہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اس اجلاس میں مولانا نورانی نے تمام گروپوں کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لئے کھلا وقت دیا۔ جس سے ان کی پارلیمانی صلاحیت کا پتہ چل گیا۔ آخر کار سب گروپ توڑ کر ایک مرکزی تنظیم "سنی مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان" کے نام سے بنائی گئی اور علامہ سید محمود احمد رضوی کو اس کا کنوینر مقرر کیا گیا۔

اٹھ کر گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے ... چمن بچاؤ غم آشیاں کا وقت نہیں

اسی دوران مشہور کیمونسٹ بنگالی راہنما مولانا عبدالحمید بھاشانی نے گھیراؤ جلاؤ کی تحریک شروع کر دی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک عدد کسان کانفرنس میں ٹوبہ کو لینن گراڈ کا نام دے دیا گیا۔ چنانچہ جمعیت نے اس جگہ پر ٹوبہ میں ۱۳۔۱۴ جون ۱۹۷۰ء کو سنی کانفرنس کرنے کا اعلان کر دیا۔ پورے پاکستان سے سنی علماء مشائخ اور عوام نے جوش و جذبہ کے ساتھ کانفرنس

کی تیاری کی۔ تمام بڑے بڑے بزرگوں نے کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جمعیت نے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کا پہلی مرتبہ اعلان کیا۔ مولانا نورانی نے ذوالفقار علی بھٹو کے نعرہ سوشلزم کے خلاف بڑی زبردست تقریر کی اور فرمایا کہ:

"یہ اصطلاح غلط ہے کہ سوشلسٹ ہماری لاشوں سے گزر کر سوشلزم نافذ کریں گے بلکہ اصطلاح یہ ہونی چاہئے کہ ہم سوشلسٹوں کی لاشوں پر نظام مصطفیٰ ﷺ کی عمارت تعمیر کریں گے۔"

کانفرنس میں خواجہ قمر الدین سیالوی کو جے یو پی کا صدر منتخب کرلیا گیا اور مولانا شاہ احمد نورانی نائب صدر چنے گئے۔ مولانا سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مولانا نورانی کی سربراہی میں منشور کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی میں علامہ محمود احمد رضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی اور مولانا غلام مہر علی شامل تھے۔ کمیٹی کا اجلاس مسلسل ایک ہفتہ جاری رہا۔ کمیٹی کے اجلاس میں مولانا نورانی نے پہلی مرتبہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح سیاسی زبان میں پیش کی۔ (جمعیت کے عروج وزوال کی داستان۔ علامہ شبیر ہاشمی)

خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ سید محمود احمد رضوی کی قیادت میں قافلہ چل نکلا۔ پورے ملک کے دورے کئے۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں صرف ۶ ماہ کی تیاری کے بعد جمعیت کو بڑی اور شاندار کامیابی حاصل کر کے اہل سیاست کو دنگ کر دیا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی ۱۹ سیٹوں پر قبضہ کرلیا۔ قومی اسمبلی میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، سید محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر، مہر غلام حیدر بھروانہ، صاحبزادہ نذیر سلطان، ابراہیم برق اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی جمعیت کی نمائندگی کے لئے پہنچے۔

جبکہ سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف پروفیسر شاہ فرید الحق کی قیادت میں میر ارائیں، مولانا محمد حسن حقانی، مفتی محمد حسین قادری، ظہور الحسن بھوپالی، حاجی زاہد علی اور عثمان کینڈی پر مشتمل ٹیم پہنچی۔ پنجاب اسمبلی میں خان تاج محمد، حاجی دلاور خان میاں ناصر علی بلوچ اور سید مہتاب احمد شاہ گئے اس دور میں جب بڑے بڑے سیاستدان بھٹو کے نام سے کانپتے تھے جمعیت کے حقیقی نمائندگان نے ذاتی مفادات سے دور رہ کر قوم کی خدمات کی۔ مولانا شاہ

احمد نورانی نے تمام اپوزیشن جماعتوں کے نمائندہ کی حیثیت سے بھٹو کے مقابل وزیر اعظم کا الیکشن لڑا۔

بھٹو کا دور حکومت جمعیت کے لئے مصائب و آلام کا دور ہے۔ جمعیت کو توڑنے کے لئے بھٹو نے تمام سرکاری ذرائع کو استعمال کیا۔ خوشامدی مولویوں کو قریب کرلیا۔ خواجہ قمر الدین سیالوی نے بڑھاپے کے باوجود بڑی تدبر ہی سے کام کیا۔ لیکن ان کے گرد بھی چند ایسے افراد منڈلاتے رہتے تھے جو کام میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے تھے۔ سقوط ڈھاکہ سے قبل جنرل یحییٰ خاں نے قومی اسمبلی کا اجلاس ڈھاکہ میں بلایا تو عالمی سازش کے مہرہ کی حیثیت سے بھٹو نے اجلاس بائیکاٹ کرنے کی دھمکیاں دیں اور یہ بھی کہا کہ جو رکن اسمبلی اجلاس میں شرکت کے لئے ڈھاکہ جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ لیکن مولانا نورانی اپنے ساتھیوں سمیت اجلاس میں پہنچے۔ انہوں نے ایوان صدر ڈھاکہ میں ۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو ملاقات کی۔ اس وقت مولانا مفتی محمود، خان عبدالولی خاں، ممتاز احمد خاں دولتانہ اور سردار شوکت حیات بھی موجود تھے۔

مولانا نورانی نے صدر یحییٰ خاں کو مشورہ دیا کہ حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے تمام پارٹیوں کی کانفرنس بلائی جائے۔ مگر یحییٰ نے انکار کر دیا اور پھر عالمی سازش اور بھٹو مجیب گٹھ جوڑ کی وجہ سے مشرقی پاکستان الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔

خواجہ قمر الدین سیالوی نے پیرانہ سالی کی وجہ سے جمعیت کی قیادت سے استعفیٰ دے دیا تو ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء کو خانیوال میں کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں پہلی مرتبہ جمعیت کا دستور منظور کیا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کو جمعیت کا صدر اور مولانا عبدالستار خان نیازی کو سیکریٹری جنرل چن لیا گیا۔ اسمبلیوں میں مولانا نورانی، علامہ ازہری، مولانا محمد ذاکر اور پروفیسر شاہ فرید الحق نے جس طرح پارلیمانی جدوجہد میں حصہ لے کر عوام کی نمائندگی کا حق ادا کیا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ جمعیت کی قیادت نے اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ ہمیشہ حق کی سیاست کی۔ اس کے لئے انہیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ ۱۹۷۳ء کا آئین جب تیار ہو رہا تھا تو آئین ساز کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے مولانا نورانی نے پارلیمانی تاریخ کا سنہری کردار ادا کیا۔

آئینی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی۔

بھٹو کے حواری عوامی جمہوریہ پاکستان بنانا چاہتے تھے لیکن مولانا نے اسلامی دفعات کو آئین کا حصہ بنوا کر اسلامی جمہوریہ پاکستان سرکاری نام تسلیم کروایا۔ دینی مدارس کی سند کو وزارت تعلیم سے ایم اے کی ڈگری کے برابر تسلیم کروایا جس پر آج ہزاروں مولوی سرکاری ملازمت کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تو جے یو پی کی قیادت نے قربانیاں دیں اور مولانا شاہ احمد نورانی نے مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی لئے اسمبلی میں قرارداد پیش کی جس پر بھٹو نے کہا کہ مولانا آپ نے میرے لئے ایک بڑا مسئلہ کھڑا کر دیا ہے (کیونکہ مرزائی PPP کے ووٹر تھے) پھر اسمبلی میں قادیانی مرزا ناصر سے مناظرہ کر کے اسے ذلیل و رسوا کیا۔ اس دوران لاہوری مرزائیوں نے مولانا نورانی کو ۵۰ لاکھ روپے پیش کئے کہ قرارداد سے لاہوری کا لفظ نکال دو۔ مگر مولانا نے پائے حقارت سے ٹھکرا کر اعلان کیا کہ ہمارا سودا بازار مصطفی ﷺ میں ہو چکا ہے۔

جب مولانا نورانی قابو میں نہ آئے تو مرزا ناصر قادیانی اور غلام مصطفی کھر نے جمعیت کے ممبر قومی اسمبلی غلام حیدر بھروانہ کے ذریعہ مولانا نورانی کو پارلیمانی لیڈر شپ سے برطرف کرنے کی سازش کی۔ لیکن بری طرح ناکام ہوئے۔ اس سازش میں جمعیت کے بڑے بڑے لیڈر بھی ناسمجھی میں ملوث ہو گئے۔ مگر سب کو ناکامی ہوئی اور آخرکار قومی اسمبلی نے مولانا نورانی کی قرارداد منظور کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

ستمبر ۱۹۷۴ء میں بھٹو نے جمعیت کے پنجاب اسمبلی میں نمائندگان کو پی پی میں شامل کر لیا۔ قومی اسمبلی سے نذیر سلطان، برق اور بھروانہ خرید لئے گئے۔ راولپنڈی کے ایک پیر صاحبزادہ نذر دیوان سے مولانا کے خلاف بیان دلوا کر مولانا کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہا مگر سوائے ناکامی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ صاحبزادہ نذر دیوان کو بعد میں بیگم نصرت بھٹو نے ۱۰ ہزار کا چیک اس غداری کے صلہ میں دیا (منیر احمد کی کتاب ایجنسیوں کا کردار) لیکن ان تمام سازشوں کے باوجود مولانا نورانی اور ان کے ساتھی جرات و پامردی کے ساتھ میدان سیاست میں نظام مصطفی ﷺ کا پرچم بلند کرتے رہے۔

گھبرائیں نہ ظلمت سے گزرنے والے آغوش میں ہر شب کے سحر ہوتی ہے

بھٹو کا سیاہ دور صبر و ہمت سے گزر گیا۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلیوں کے خلاف تحریک چلی تو اس کو تحریک نظام مصطفی ﷺ میں بدلنے کا سہرا بھی مولانا نورانی کے سر ہے۔ جمعیت کی ساری قیادت اور اے ٹی آئی کے نوجوانوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ مولانا نورانی، مولانا نیازی پیر کرم شاہ اور مفتی مختار احمد نعیمی جیسے اکابرین نے عملی سیاست میں جہاد کیا۔ مولانا سید احمد سعید کاظمی نے دینی محاذ پر جدوجہد کی۔ آپ کی صدارت میں ایک اجلاس لاہور میں ہوا۔ جس میں تحریک میں جاں بحق ہونے والوں کے لئے شہید کا فتویٰ دیا گیا۔ مولانا نورانی کو بھٹو نے گڑھی خیرو جیکب آباد کی کوٹھڑی میں بند کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہر وقت آگ برستی ہے۔ مقصد یہ تھا کہ مولانا نورانی گھبرا کر بھٹو سے صلح کر لیں گے۔ مگر قربان جائیں قائد اہلسنت کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ قومی اتحاد کی ساری قیادت شہروں میں جبکہ مولانا نورانی صحرا میں قید تھے۔ مولانا نورانی اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

جس نے پھر در زنداں پہ دستک دی سحر قریب ہے دل سے کہو گھبرائے نہیں

بھٹو آمریت کا دور گزر گیا تو مارشل لاء آمریت آ گئی۔ جمعیت اپنے اصولوں پر قائم رہی۔ ضیاء الحق کی ہزار ترغیب و تحریص کے باوجود بھی جے یو پی کے نمائندے کابینہ میں شامل نہ ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں ملتان سنی کانفرنس اور ۱۹۷۹ء میں رائے ونڈ میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس کے بعد جمعیت اپنے عروج کی بلندیوں پر تھی۔ یہی وہ دور تھا جب ممتاز احمد خاں دولتانہ نے ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ مستقبل کی حکمران جے یو پی ہو گی۔ ان کانفرنسوں کے بعد جنرل ضیاء الحق نے ایک بار پھر مولانا نورانی کو دعوت اقتدار دی۔ مولانا نورانی، مولانا نیازی، پیر برکات وغیرہ پر مشتمل وفد نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق شہید سے ملاقات کی۔

جنرل ضیاء الحق نے جمعیت کو شکست و ریخت سے دوچار کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ سرکاری خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ مولویوں کی منڈی لگ گئی۔ اسلامی نظریاتی کونسل، رویت ہلال کمیٹی، وفاقی مجلس شوریٰ، صوبائی کونسلیں، زکوٰۃ و عشر کمیٹیاں،

پلاٹ، پرمٹ، ملازمین، قاضی کورٹس، ایوان صدر میں علماء و مشائخ کونشن غرضیکہ بے شمار قسم کے دانے بکھیر کر جال بچھا دیئے گئے۔ جو نا سمجھ تھے پھنس گئے۔ جو بک سکتے تھے خرید لئے گئے۔ مولانا نورانی کی کمر میں خنجر گھونپ دیا گیا ایک ایک مولوی ۳ لاکھ سے ۶ لاکھ میں خریدا گیا۔ مدارس کے سالانہ جلسوں میں صدارت اور مہمان خصوصی کی نشست ضیاء الحق یا ان کے حامیوں کے لئے مخصوص ہوگئی۔ پھر ریفرنڈم اور غیر جماعتی انتخابات ہوئے۔ مگر ان سب غیر جمہوری اور غیر دستوری ہتھکنڈوں سے جمعیت اپنا دامن بچا کر نکل گئی۔ ۱۹۸۸ء میں جنرل محمد ضیاء الحق کی شہادت کے بعد عام انتخابات کا بگل بجایا گیا۔ مولانا نورانی نے اصغر خان اور محمد خان جونیجو کے ساتھ مل کر عوامی اتحاد تشکیل دیا۔ جس پر تمام سیاسی پنڈت متفق تھے کہ آئندہ سب سے بڑی سیاسی قوت کے طور پر عوامی اتحاد حکومت کرے گا۔ مگر خفیہ ایجنسیوں نے اپنا کام کیا۔ حمید گل جیسے لوگوں نے جونیجو کو اغوا کر لیا۔ جس سے عوامی اتحاد ٹوٹ گیا اور آئی جے آئی کی شکل میں اتحاد وجود میں آیا۔ ان انتخابات میں جمعیت کے چار نمائندے اسمبلی میں پہنچے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی، ڈاکٹر شیر افگن، ڈاکٹر ذوالفقار اور میجر جنرل محمد حسین انصاری پر مشتمل پارلیمانی پارٹی تشکیل پائی۔ لیکن مخالفوں کو یہ بھی برداشت نہ ہو سکا۔ اسی دوران حاجی اصغر گھرکی ایم این اے فوت ہو گئے۔ حلقہ NA 99 میں ضمنی الیکشن ہوا جس میں جمعیت نے مولانا عبدالغفور الوری کو ٹکٹ دے دیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے جے یو پی پر دباؤ ڈالا کہ اپنا امیدوار بٹھا دیں۔ مگر جمعیت کی قیادت نے امیدوار دستبردار کرانے سے انکار کر دیا۔ اس نے اپنے اتفاقی خزانہ کے منہ کھول دیئے۔ زکوٰتی پلاٹی اور فتوئی فروش مولوی اور مفتی میدان میں نکل آئے جو مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کو اقتدار کی چوکھٹ پر ذبح کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مولانا نیازی، مولانا نورانی کی ۱۷ سالہ رفاقت ختم ہوگئی۔ جمعیت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ (یہ داستان الگ مضمون میں لکھوں گا)۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں جمعیت نے ایک بار پھر قسمت آزمائی کی۔ سید حامد سعید کاظمی، سردار عبدالقیوم جتوئی اور میاں عطاء محمد قریشی پر مشتمل مختصر ٹیم اسمبلی میں پہنچی۔ قومی اسمبلی میں جمعیت کا گراف ۸ سے ۳ پر آ گیا اور پھر ۱۹۹۳ء میں بالکل صفایا ہو گیا۔

جمعیت نے عمل سیاست میں صاف ستھری اور حب الوطنی کی سیاست کو فروغ دیا ہے۔ ہر دور میں بدعنوان حکمرانوں اور ان کے چیلوں نے جے یو پی پر شب خون مارا ہے لیکن مولانا نورانی اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ۱۹۹۵ء میں ملک دہشت گردی اور فرقہ واریت کی لپیٹ میں تھا۔ چنانچہ مولانا نورانی نے قاضی حسین احمد مولانا سمیع الحق اور ساجد نقوی جیسے راہنماؤں کے ساتھ مل کر ملی یکجہتی کونسل تشکیل دی جس کی چیئرمین شپ مولانا نورانی کو پیش کی گئی۔ یہ تمام مکاتب فکر کے قائدین کی طرف سے مولانا نورانی کی عظمت اور صلاحیتوں کا اعتراف ہے۔

قائد اہلسنت امام شاہ نورانی فیصل آباد میں

فیصل آباد (شبیر احمد سلطان سے) قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی نے فیصل آباد کا دو روزہ دورہ کیا مولانا محمد سعید اسد صدر، ڈاکٹر محمد جاوید اختر سینئر نائب صدر پنجاب، مولانا محمد جمیل الوری، محمد امین بٹ، میاں محمد رفعت جاوید ایڈووکیٹ، محمد صدیق قادری صدر خادم الحبیب ٹرسٹ، حاجی محمد رفیع، صوفی محمد اسماعیل قادری، حاجی لیاقت علی، حاجی اسلم نورانی، سید محمد علی شاہ، صوفی محمد صدیق اور دیگر رہنما ان کے ساتھ تھے۔ قائد اہلسنت نے جمعیت علماء پاکستان کے رہنما حاجی خوشی محمد انصاری مرحوم کے گھر جا کر فاتحہ پڑھی اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمد جاوید اختر کی نگرانی میں نورانی فری ڈسپنسری کا افتتاح بھی فرمایا۔ امین پور بنگلہ روڈ چک نمبر ۱ ج ب میں شان صحابہ رضی اللہ عنہم کے جلسہ سے خطاب فرمایا اور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سابق حکومت کی ملک دشمن سرگرمیوں پر تفصیلا اظہار خیال فرمایا۔ بار کا پروگرام پریذیڈنٹ رانا محمد اظہر خان ایڈووکیٹ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ قومی و سیاسی مسائل پر سیر اثر بحث کے بعد کسی بھی قانون دان نے کسی سوال کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

(ماہنامہ ندائے اہلسنت، اپریل ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۵ تا ۱۸)

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی عہدیداران کے انتخابات

۲۸ مئی / جامعہ نعمانیہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں پورے ملک کے چاروں صوبوں سے شوریٰ کے اراکین نے شرکت کی۔ اراکین کی حاضری کے لحاظ سے یہ اجلاس تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ نفرتوں کے اس دور میں سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے تحریکی ساتھیوں کا اجتماع محبتوں کی خوشبو پھیلا رہا تھا۔ یہ اجتماع اس بات کی دلیل تھا کہ جمعیت علماء پاکستان قومی سیاسی جماعت ہے جس میں ہر رنگ اور نسل کے لوگ شامل ہیں۔ یہ مسلم قومیت پر یقین رکھتے ہیں اور اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں۔ اجلاس کا آغاز کلام الٰہی کی تلاوت اور بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنے سے ہوا۔

اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمد اکرم شاہ نے سابقہ اجلاس کی کارروائی پیش کی۔ اجلاس کے شرکاء نے اس کی توثیق کی۔

اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان سندھ کے جنرل سیکرٹری سابق رکن قومی اسمبلی کی تجویز پر ممتاز عالم دین علامہ مفتی محمد مختار گجراتی اور کراچی، حیدرآباد میں بے گناہ ہلاک ہونے والوں کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ قائد اہلسنت نے فاتحہ پڑھی۔ ڈاکٹر بدر قریشی پر مشتمل انتخابی کمیٹی کی زیر نگرانی مرکزی انتخابات عمل میں آئے جس کے مطابق درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا۔

صدر: قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی (کراچی)

نائب صدر: پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب (سندھ)

۲۔ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب (خوشاب)

۳۔ خواجہ محمد عبدالمناف صاحب تونسوی (تونسہ شریف)

۴۔ مخدوم نور محمد ہاشمی صاحب (رحیم یار خان)

۵۔ مولانا محمد قاسم صاحب بروہی (بلوچستان)

۶۔ پیر سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی (سرحد)

مرکزی ناظم اعلیٰ: جناب جنرل خواجہ محمد اظہر صاحب (لاہور)

ڈپٹی سیکریٹری جنرل: صاحبزادہ محمد اکرم شاہ صاحب (راولپنڈی)

مرکزی نائب ناظمین

۱۔ صاحبزادہ محمد اقبال اظہری (ملتان)

۲۔ پیرزادہ سید خلیل الرحمٰن چشتی (گوجرانوالہ)

۳۔ مولانا شبیر احمد ہاشمی صاحب (لاہور)

۴۔ مولانا محمد وارث صاحب (بلوچستان)

۵۔ صوفی محمد ایاز خان نیازی (سندھ)

۶۔ قاضی محمد نسیم جدون (سرحد)

مرکزی سیکریٹری اطلاعات: پیر اعجاز احمد ہاشمی صاحب (لاہور)

سیکریٹری مالیات: چوہدری محمد یعقوب (لاہور)

شام تک جاری رہنے والے اجلاس میں ملکی سیاسی صورتحال پر غور وخوض کے علاوہ تنظیمی معاملات بھی زیر غور آئے۔ مختلف تنظیمی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور درج ذیل قراردادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

۱۔ جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس سندھ کی بگڑتی ہوئی صورتحال انتہائی سنگین اور تشویشناک صورتحال پر اپنے انتہائی دکھ اور غم کا اظہار کرتا ہے۔ صوبہ سندھ اس وقت لاقانونیت، غنڈہ گردی، لوٹ مار، بربریت اور قتل وغارت گری کا مرکز بن چکا ہے۔ حکومت سندھ کا قانون نافذ کرنے والا ادارہ ناکام ہو چکا ہے۔ کراچی اور حیدرآباد میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ لسانی دہشت گرد تنظیموں کے اعمال حکومت کے غیر مؤثر اقدامات اور نوکر شاہی نیز پولیس کی متعصبانہ کارروائیوں نے پرامن شہریوں کی زندگی اجیرن بنا دی ہے۔ بے گناہ مسلمانوں

کا خون بہہ رہا ہے۔ انتہا یہ ہو چکی ہے کہ عورتیں اور بچے بھی گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ مرکزی مجلس شوریٰ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے فوری طور پر امن بحال کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ شرپسندوں کی سرکوبی کے لئے فی الوقت کراچی اور حیدرآباد میں فوج کے مکمل تعاون سے امن کو بحال کیا جائے اور پرامن شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کی جائے۔

۲۔ سندھ کی سرحد فوراً بند کر کے کرفیو لگا دیا جائے۔ تمام لسانی، علاقائی دہشت گرد تنظیموں کی نگرانی کی جائے اور ان سے اسلحہ برآمد کیا جائے۔ پولیس کی ظالمانہ کارروائیوں اور اندھا دھند فائرنگ کی تحقیقات کروا کر فوری طور پر کارروائی کی جائے۔ متاثرین کو فوراً معاوضہ ادا کیا جائے۔ ایسی تمام تنظیمیں جو نفرت اور عصبیت کو پھیلا کر اپنی سیاست کی دکان چمکا رہی ہیں۔ ان تنظیموں کو پاکستان کے آئین اور نظریۂ پاکستان کی روشنی میں کام کرنے کے لئے پابند کیا جائے اور انہیں ان کی مذموم حرکات سے باز رکھنے کے لئے ان کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے اور جرم ثابت ہونے پر عبرتناک سزائیں دی جائیں۔

۳۔ جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس کشمیر کی روز افزوں بگڑتی ہوئی صورتحال پر اپنی انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے مسلمان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ بھارت اپنی وحشیانہ کارروائیوں سے مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ اس کی فوجیں گھروں میں گھس کر مسلمانوں کو قتل کر رہی ہیں۔ ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ بچے ذبح کیے جا رہے ہیں۔ آج مسلمانوں کے ساتھ بھارت وہی سلوک کر رہا ہے جو ہٹلر نے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔ مسلمان ممالک سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ بھارت کی ان ظالمانہ کارروائیوں کا نوٹس لیں۔ بھارتی حکومت اور اسرائیلی حکومت نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے خفیہ گٹھ جوڑ کر رکھا ہے اور روس اور امریکہ ان دونوں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ ساتھ دے رہے ہیں۔ جے یو پی کا یہ اجلاس پاکستان کے تمام مسلمانوں اور دیگر شہریوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر کشمیریوں کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ بعض غیر ملکی ہاتھوں کے آلۂ کار اور بھارتی ایجنٹ نفرت اور عصبیت پھیلا کر خود آپس میں مسلمانوں کی گردنیں کٹوا رہے ہیں۔ سندھ میں

بالخصوص اور پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بالعموم قتل و غارت گری، لوٹ مار، افراتفری اور بموں کے دھماکے سوچی سمجھی سازش کے تحت کروائے جا رہے ہیں تاکہ کشمیر کے مسئلہ سے مسلمانان پاکستان کی نظر ہٹ جائے۔ ہمارا یہ دینی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں کی جس طرح بھی ممکن ہو امداد کریں۔

۴۔ جمعیت علماء پاکستان کی نو منتخب مرکزی مجلس شوریٰ جو ملک کے چاروں صوبوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے نو منتخب صدر امام انقلاب قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقا اور نو منتخب دیگر مرکزی عہدیداران پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتی ہے اور یہ اعلان کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے کہ اس ملک میں فی الوقت اہل سنت و جماعت کو ان کا جائز مقام دلانے اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کی جدوجہد قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی بے داغ قیادت ہی میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ علماء، مشائخ، وکلاء، اہل علم اور عوام اہلسنت پر مشتمل مرکزی شوریٰ ملک کے تمام اکابرین علماء، مشائخ اور عوام اہلسنت سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے تمام تر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں قافلۂ نظام مصطفےٰ ﷺ میں شامل ہو کر اپنا دینی اور ملی فریضہ پورا کریں۔

۵۔ جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ شرعی عدالتوں کے محدود اختیارات کو شریعت میں مداخلت تصور کرتی ہے اور ایسے تمام لوگوں کو جو شریعت کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں اللہ کے حکم کے مطابق فاسق اور ظالم تصور کرتی ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ مارشل لاء کے اسلامی سرخیل جناب صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے بھی شرعی عدالتوں کے دائرہ اختیارات پر دس سال کے لئے پابندی لگا دی تھی۔ وہ دس سال جون ۱۹۹۰ء میں پورے ہو رہے ہیں۔ اجلاس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد شرعی عدالتوں کے دائرہ اختیارات میں کسی قسم کی پابندی اگر موجودہ حکومت نے لگائی تو وہ اللہ کے قہر و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ موجودہ حکومت شرعی عدالتوں کو تمام مالیاتی اور دیگر امور میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کے اختیارات تفویض کر دے۔ بصورت دیگر جمعیت علماء پاکستان اس کے خلاف پورے ملک میں رائے عامہ کو ہموار کر کے موجودہ حکومت کو از سر نو انتخاب کے ذریعہ تبدیل کرنے کی تحریک چلائے گی۔ (ہفت روزہ احوال، جون ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۶)

سنی تربیتی کنونشن

ذوالفقار علی بھٹو نے کہا مولانا نورانی اسمبلی میں نہ ہوتے تو مسئلہ کبھی حل نہ ہوتا

جمعیت علماء پاکستان کاہنہ نو کی تنظیم کا ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء جمعۃ المبارک کو ایک عظیم الشان تربیتی کنونشن ہوا۔

سنی تربیتی کنونشن کے انتظامات کے لئے غلہ منڈی کاہنہ نو میں خوبصورت ٹینٹ لگا کر پنڈال بنایا گیا جس کو جمعیت علماء پاکستان جماعت اہلسنت، انجمن نوجوانان اسلام اور انجمن طلباء اسلام کے خوبصورت خیر مقدمی بینروں اور گنبد خضراء والے پرچموں سے سجایا گیا۔

پروگرام کے مطابق صبح ۸ بجے مہمان تشریف لانا شروع ہوئے اور ۹ بجے کنونشن کی باقاعدہ کارروائی مولانا شرافت علی رضوی کی تلاوت کلام مجید سے شروع ہوئی اور پھر جامعہ غوثیہ کے خادم مولانا محمد الیاس نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ جماعت اہلسنت کاہنہ نو کے جنرل سیکریٹری محمد الیاس فریدی نے افتتاحی تقریر کی اور پھر کاہنہ نو کے بزرگ شاعر صفی عبدالرشید نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا اور پھر تقاریر کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ کنونشن میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل جناب جنرل کے ایم اظہر خان مہمان خصوصی تھے۔ جب کہ صدارت کے فرائض جے یو پی پنجاب کے صدر جنرل حافظ محمد حسین انصاری نے ادا کئے۔ جمعیت علماء پاکستان کے پرانے کارکن اور ضلع لاہور کی مجلس عاملہ کے رکن ظفر اقبال بٹ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

ہمارے قائد امام شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ اصولوں کی سیاست کی ہے۔ انہوں نے کبھی بھی چور دروازے سے اقتدار میں آنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل

محمد ضیاء الحق کے دور میں بار بار وزارتوں کی پیش کش کو اصولوں کی بنیاد پر ٹھکرا دیا کیونکہ امام نورانی نہیں چاہتے تھے کہ آمروں کے ساتھ شریک اقتدار ہو کر ان کے سیاہ کارناموں میں حصہ دار بنیں۔ ظفر اللہ بٹ نے کہا کہ امام نورانی کی قیادت میں کام کرنا ہمارے لئے دین و دنیا میں فائدہ مند ہے۔ ان کے بعد جماعت اہلسنت حلقہ کاہنہ نو کے صدر حضرت مولانا اشرف علی سعیدی نے اپنے خطاب میں علماء اہلسنت کی تحریک پاکستان میں قربانیوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے انگریز استعمار کا مقابلہ کر کے جس تحریک کا آغاز کیا تھا اور امام شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے تلامذہ اور مریدین کو ساتھ لے کر جو مشن شروع کیا تھا اور سید نعیم الدین مراد آبادی پیر سید جماعت علی شاہ، شاہ عبدالعلیم صدیقی، سید ابوالحسنات احمد قادری، سید ابوبرکات احمد قادری، سید محمد محدث کچھوچھوی اور غزالی دوراں رازی زماں، مولانا علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی جس تحریک کے قائد تھے علامہ شاہ احمد نورانی اسی سلسلہ کی یادگار ہیں اور اپنے اسلاف کے عظیم مشن کو لے کر کامیابی سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہیں۔

مولانا اشرف علی سعیدی نے کہا کہ دراصل آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام ہی جمعیت علماء پاکستان ہے۔

جمعیت علماء پاکستان ضلع وسطی لاہور کے صدر جناب غلام پیر زادہ اقبال احمد فاروقی نے فرمایا کہ:

موجودہ عاقبت اندیش حکمرانوں نے ملک کو تباہی کے گڑھے کے کنارے پہنچا دیا ہے لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، انشاء اللہ وقت آنے والا ہے جب اس ملک میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ علامہ نورانی کے پیروکاروں میں جاگیردار، وڈیرے، دولت پرست صنعتکار، پارسہ گیر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ جب کہ جنرل اظہر اور جنرل انصاری جیسے درویش حضرات آپ کے جانثاروں میں شامل ہیں جنہوں نے اقتدار میں رہنے کے باوجود اپنے دامن کو آلودہ نہیں ہونے دیا۔ علامہ فاروقی نے کہا کہ آج اقتدار کی چمک دمک دولت کی فراوانی اور شان و شوکت کے دلفریب مناظر بڑے بڑے پارساؤں کی آنکھیں چندھیا دیتے ہیں اور لوگ اپنی تمام عمر کی کمائی چند روزہ اقتدار پر قربان کرنے میں ذرا بھ

ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے لیکن ایسے حالات میں بھی ہمارے جرنیل ثابت قدمی سے تحریک نظام مصطفی ﷺ کی کامیابی کے لئے کوشاں ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان ضلع لاہور جنوبی کے جنرل سیکریٹری محمد ارشد مہر نے اپنی تقریر میں کاہنہ نو کے کارکنان کو اتنا اچھا پروگرام کرنے پر مبارکباد پیش کی اور اس بات پر زور دیا کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جے یو پی میں شمولیت کی دعوت دینی چاہیئے۔ کاہنہ نو کے جنرل سیکریٹری سردار محمد اکرم بٹ نے اپنے خطاب میں کہا کہ جے یو پی کے کارکنان قائد اہلسنت کی قیادت میں متحد ہو کر دشمنان اہلسنت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علماء اور مشائخ اہلسنت نے ہی پاکستان بنایا تھا اور اب وہی پاکستان کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام پیران عظام، علماء کرام اور عوام اہلسنت حضرت امام شاہ احمد نورانی کی قیادت میں متحد ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ صرف نعرہ بازی اور جانثاری کا دعویٰ ہی کافی نہیں بلکہ عملی جدوجہد کی اشد ضرورت ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے بزرگ رہنماء نامور سنی عالم دین حضرت مولانا محمد انوار السلام رضوی نے اپنے خطاب میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے قائد جیسا اصول پسند متقی اور محب وطن راہنماء پاکستان کی کسی سیاسی جماعت کے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا ذوالفقار علی بھٹو کے بس کی بات نہیں تھی۔ بلکہ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر مولانا نورانی اسمبلی میں نہ ہوتے تو یہ مسئلہ کبھی حل نہ ہوتا۔ اس وقت ملک قتل و غارت گری، ڈکیتی، فحاشی اور بے حیائی کا مرکز بن رہا ہے مگر یہ نام نہاد حکمران "ہنوز دلی دور است" کا نعرہ لگا کر خواب خرگوش میں محو ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے جنرل سیکریٹری اور نوجوان رہنماء سردار محمد خان لغاری نے بہت ہی مختصر وقت میں کارکنان سے تنظیمی گفتگو کی کیونکہ وقت کافی ہو رہا تھا اور قائدین کا خطاب سننے کے لئے بے چین ہے۔

سردار محمد خان لغاری نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کاہنہ نو نے ابتدائی سطح پر کنونشن منعقد کر کے دوسرے لوگوں کے لئے اچھی روایت کا آغاز کیا ہے کیونکہ ہمارے ہاں

ابھی تک ضلع کی سطح پر کنونشن ہوتے رہے لیکن اب کاہنہ نو کے کارکنان نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قائد اہلسنت کے جانثار جس وقت اور جس سطح پر چاہیں پروگرام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے عظیم الشان سنی تربیتی کنونشن کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو انشاء اللہ جمعیت علماء پاکستان اور لاہور ڈویژن کا خادمین کنونشن بھی لاہور میں ہوگا۔ اس کے بعد پروگرام کے مہمان خصوصی صوبہ سرحد کے سابق گورنر فاتح رن کچھ بزرگ سیاستدان اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل جناب جنرل کے ایم اظہر خان نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان ۱۹۷۰ء سے نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لئے کوشاں ہے۔ ہماری قیادت بڑی پر عزم اور باہمت ہے کہ زمانے کے حوادث، تیز آندھیاں اور بڑے بڑے حکمراں بھی اپنی تمام کوششوں کے باوجود بھی ہمارے قائد کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔

لیکن یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیئے کہ اکیلا قائد کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب میدان عمل میں نکلیں۔ اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور دوسرے شہریان پاکستان کو جمعیت علماء پاکستان کے جھنڈے تلے جمع کریں۔ انہوں نے جے یو پی کے کارکنان پر زور دیا کہ وہ پورے ملک میں جہاں بھی جائیں لوگوں تک اپنا پیغام پہنچائیں۔ جنرل اظہر خاں نے کہا کہ ہمارے ملک میں نمائندگی کا معیار اس قدر کم ہو گیا ہے کہ اس وقت قومی اسمبلی میں ۲۲۷ ارکان میں بڑی مشکل سے ۲۰ ارکان ایسے ہوں گے جو وہاں بیٹھنے کے قابل ہیں۔

آخر میں سنی تربیتی کنونشن کے صدر جناب جنرل حافظ محمد حسین انصاری صدر جے یو پی پنجاب نے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ:

میں تمام حالات و مشاہدات کا جائزہ لینے کے بعد انتہائی ایمانداری سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اب ہمیں یہ نعرہ لگانا چاہیئے کہ: "سنی ہے تو جمعیت علماء پاکستان میں آ"

انہوں نے کہا کہ کئی تنظیمیں قائد اہلسنت کی مثال بیان کرتی نہیں تھکتیں۔ خود کو قائد کا دست و بازو کہتی ہیں لیکن میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔

انہوں نے کہا کہ میں اپنا دست و بازو اس کو سمجھتا ہوں کہ جو میرے جسم کے ساتھ

لگا ہے۔ جو بازو میرے جسم کے ساتھ نہیں وہ میرے کس کام کے وہ تو اپنے مالک کو ہی فائدہ دے سکتے ہیں۔

جنرل انصاری صاحب نے کہا کہ ایسے سنی لوگوں کی مثال اس مرغی کی ہے جو کڑ کڑ تو ہمارے ہاں کرتی ہے، دانا دنکا ادھر سے کھاتی ہے لیکن انڈہ کہیں اور دیتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ مہنگائی کا یہ عالم ہے کہ مسور کی دال ۲۸ روپے کلو، آلو ۱۲ روپے کلو فروخت ہو رہے ہیں۔ بکرے کا گوشت ۶۰ روپے اور گائے کا ۳۳ روپے کلو روپے فروخت ہو رہا ہے۔ اب تو کوئی متوسط طبقہ کا سفید پوش آدمی ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی گوشت نہیں کھا سکتا۔

ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جن افسران کو سرکاری خرچ پر کھانا ملتا ہے ان کا کھانا بند کر کے انہیں پیسے دیئے جائیں تا کہ وہ بازار سے خریدیں تا کہ انہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری جماعت میں کوئی رسہ گیر، لوٹ مار کرنے والا، صنعت کار، وڈیرا اور منشیات فروش نہیں ہے بلکہ یہ جماعت حقیقی طور پر غریب عوام کی جماعت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ظالموں سے جنگ جاری رکھنی چاہئے۔

جنرل انصاری صاحب نے جمعیت علماء پاکستان کا ہے تو کے خادمین کو خصوصی حکم دیا کہ شعبہ خواتین قائم کر کے اس کو مضبوط بنایا جائے۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا اور جنرل انصاری صاحب نے دعا فرمائی۔

پروگرام ڈیڑھ بجے اختتام پذیر ہوا۔ شرکاء سنی کنونشن اور قائدین کے لئے کھانے کا بھی بندوبست کیا گیا تھا۔ کنونشن میں جوائنٹ سیکریٹری محمد خالد منور نے سالانہ کارکردگی کی رپورٹ تفصیل سے پڑھ کر سنائی اور محمد الیاس فریدی، محمد الیاس طاہر اور افتخار احمد شہزاد نے قراردادیں پیش کیں۔ جب کہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض سردار محمد اکرم بشیر نے ادا کئے۔

(ہفت روزہ احوال، نومبر ۱۹۹۱ء، صفحہ ۲۳-۳)

جمعیت علماء پاکستان کی آل پارٹیز کانفرنس

بعنوان "اقوام متحدہ کا کردار اور عالم اسلام"

عقیل انجم قادری

اقوام متحدہ کا کردار عرصہ دراز سے انتہائی مشکوک رہا ہے اور کشمیر، فلسطین، لیبیا، بوسنیا اور عراق کے مسئلہ میں تو یو۔ این۔ او نے مکمل طور پر امریکہ و اسرائیل کے حلیف کا کردار ادا کیا ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ بالخصوص پاکستانی عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یو۔ این۔ او صیہونی لابی کی زر خرید لونڈی کا کردار ادا کر رہی ہے اور اس نے دنیا کی آبادی کی ایک تہائی اور یو۔ این۔ او کے ممبران کے ۳۲ فیصدی تعداد کی ان کے جذبات و احساسات کی بلکہ عدل انصاف کے تقاضوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ پچھلے دنوں عراق کا مسئلہ پورے سات سال بعد عالمی میڈیا پر سرفہرست رہا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ امریکہ پھر اپنی طاقت کے زعم میں سرزمین عراق کو تہہ و بالا کر دے گا۔ مگر اصل صورتحال قدرے مختلف تھی اور سلامتی کونسل کے تین ممبران اور مسلم امہ بھی امریکہ پر زبردست دباؤ ڈال رہی تھی کہ طاقت کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔

اس اہم اور سلگتے ہوئے عنوان پر جمعیت علماء پاکستان کراچی نے اہل اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے ۲۱ نومبر بروز ہفتہ ہوٹل پیراڈائز کے محفل ہال میں ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کر ڈالی جس میں پاکستان کی تمام قابل ذکر جماعتوں کے اہم نمائندگان نے شرکت کی۔ کانفرنس کے میزبان جے۔ یو۔ پی ڈویژن کے صدر جناب محمد صدیق راٹھور اور ناظم جناب اسلام الدین ایوبی ایڈووکیٹ سیکرٹری کراچی تھے۔

اس پروگرام کی صدارت جے یو پی کے سینئر مرکزی نائب صدر پروفیسر سید شاہ

فرید الحق نے کی۔ پروگرام کا آغاز سہ پہر ساڑھے تین بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کے بعد بارگاہ مصطفوی میں ہدیہ نعت پیش کیا گیا۔ پروگرام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل پروفیسر این ڈی خان جماعت اسلامی کے نائب امیر پروفیسر غفور جے یو پی سندھ کے قائم مقام صدر سید ارشاد علی تحریک استقلال کے احمد دادا، مسلم لیگ کے زبیر اکرم ندیم، جماعت اسلامی کے محمد حسین محنتی، قومی محاذ آزادی کے معراج محمد خان، فنکشنل لیگ کے الحاج شمیم الدین، مزدور کسان پارٹی کے فتحیاب علی خان، مسلم رابطہ کونسل کے نصرت مرزا، جمعیت علماء اسلام (ف) کے قاری شیر افضل جے یو آئی (س) کے اسعد تھانوی، مسلم لیگ (قیوم) کے امان اللہ خان، این پی پی کے سید ضیاء عباس سابق ایم این اے حافظ محمد تقی، پی ڈی پی کے مشتاق مرزا اور دیگر جماعتوں کے نمائندگان موجود تھے۔ جبکہ جے یو پی کی جانب سے مفتی عبدالحلیم صدیقی، زبیر اکرم ندیم، تحریک منہاج القرآن کے خواجہ محمد اشرف عقیل انجم قادری، مفتی مقدم الحق مجددی، عبدالرزاق سانگانی، محمد راشد فاروقی، پیر سید محمد بلال شاہ مجددی، علامہ مفتی مختار احمد قادری، مولانا عبدالغفار اویسی، بابو غلام حسین قادری، محمد اشرف جدون، حافظ نور الحسین اور وزیر رہبر نمایاں تھے۔

ابتدائی خطاب جناب صدیق راٹھور نے کیا جس میں انہوں نے اس پروگرام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ پروگرام کے تقریباً تمام شرکاء نے جے یو پی کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اتنے اہم موقع پر باہم مل بیٹھنے کا اہتمام کیا۔ تمام مقررین نے یو این او امریکہ اور اس کے حواریں کے خلاف کھری کھری اور گرما گرم باتیں کیں۔ جے یو آئی کے لوگ تو اس بات پر مصر تھے کہ یو این او سے رابطہ توڑ کر مسلم اقوام متحدہ بنائی جائے اور عالم کفر کے خلاف جہاد کیا جائے۔ کیونکہ مسلم امہ کی کامیابی کا راز جہاد میں مضمر ہے۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یو این او عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے اور تمام ممالک کے ساتھ یکساں طرز عمل رکھے۔ ہمیں صرف صدام حسین سے محبت نہیں بلکہ ان کروڑوں عراقی بھائیوں سے بھی انتہائی محبت ہے جن پر امریکہ نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ۸ سال ہو چکے ہیں اور یو این او کے امریکی انسپکٹرز جو کہ عراق کی ہر

منعت کو تباہ کر چکے ہیں ان کی ہتھیاروں کی تلاشی کی مہم ختم ہو کر نہیں دے رہی۔ انہوں نے موجودہ نواز حکومت کے کردار پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر پاکستان میں کوئی آئین و دستور موجود ہے تو اس پر عمل ہونا چاہئے کہ دستور میں ہر کسی کی حدود متعین ہیں اور اگر حدود کی پابندی کی جائے تو نظام میں کبھی خرابی پیدا نہیں ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے پڑھا تھا کہ اگر کسی ملک کو دیکھنا ہو کہ اس کا نظام کیسا ہے تو اس کی عدلیہ کو دیکھنا چاہئے کہ اس کی کارکردگی کیسی ہے کہ معاشرے میں انصاف ہو گا تو ملک کا تمام تر نظام درست ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکمران معیشت کی درستگی اور پاکستان کو ایشین ٹائیگر بنانے کا دعویٰ کر کے اقتدار میں آئے تھے اور انہیں عوام نے بھاری مینڈیٹ دیا تھا مگر اس زمانے میں متوسط طبقے اور غریب طبقے کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے اور فی زمانہ سفید پوشی کا بھرم برقرار رکھنا بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیاسی بحران ہر ملک میں آتے ہیں مگر ایسا شائد ہی کسی ملک میں ہوتا ہو کہ بحران کے خاتمہ کے لئے فوج کے سربراہ کو بلا کر ملوث کیا جائے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل پروفیسر این ڈی خان نے مطالبہ کیا کہ عراق پر عائد پابندیاں ختم کی جائیں تا کہ وہاں معمول کی زندگی کا آغاز ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے عراق اور صدر صدام حسین کے خلاف ذاتی مخالفت کا رویہ اپنا رکھا ہے۔ مارچ ۹۷ء میں امریکہ کی وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ اگر عراق سے تمام اسلحہ ختم ہو جائے اور وہ یو این او کی عائد کردہ تمام پابندیوں کو بھی تسلیم کر لے تو جب تک صدام حسین موجود ہے پابندیاں برقرار رہیں گی۔ انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ پر اقوام متحدہ کو سوچنا چاہئے کہ یہ رویہ امن عالم کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ صدی تہذیبوں کے تصادم کی صدی ہو گی اور یہ تصادم میدان جنگ میں نہیں بلکہ معیشت و اقتصادیات کے میدان میں ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے عوام و امراء کو اپنے تہذیبی تحفظ کے لئے اپنی پالیسیز کو تبدیل کرنا چاہئے۔ مسئلہ کشمیر پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کشمیر کی جنگ نے جو کہ نہرو و شاستری و اندرا و گجرال پالیسی کے تحت ہوئیں بھارت کو افلاس کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ بھارت کو اپنی پالیسی تبدیل کرنا چاہئے تا کہ مشرقی تہذیب کے علمبردار مغربی تہذیب کا مقابلہ کر سکیں۔

جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر پروفیسر عبدالغفور نے کہا کہ افغان جہاد

کے ثمرات نے جہاں روس کو تباہ و برباد کیا وہاں امریکہ واحد عالمی سامراج بن گیا اور اس کی پالیسیز اور رویے نہ صرف امن عالم بلکہ امریکہ کے حق میں بھی برا ہے اور یو این او کا کردار مسخ ہو چکا ہے وہ صرف یہود و نصاریٰ کے مفادات کے تحفظات کا فورم بن کر رہ گیا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ عراق کے خلاف یو این او کی تمام قراردادوں پر تو بھرپور عمل ہوتا ہے مگر فلسطین و کشمیر سے متعلق یو این او کی قراردادیں سرد خانے میں ڈال دی جاتی ہیں۔ بھارت کے خلاف کسی بھی قرارداد پر عمل نہیں ہوتا خون مسلم کی ارزانی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

قومی محاذ آزادی کے سربراہ معراج محمد خان نے کہا کہ ہمارے مسلمان بھائی عالمی فکر میں رہ کر نہیں سوچتے۔ ہم بین الاقوامی سیاست میں رہنے کی بجائے سکڑنے اور سمٹنے کی بات کرتے ہیں۔ امریکہ محض اسلام دشمن نہیں بلکہ یہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کا علمبردار اور سرمایہ دار مفادات کا نگہدار ہے۔ اس کی جنگ صرف عالم اسلام سے نہیں بلکہ ہر مخالفت ابھرتی ہوئی طاقت سے ہے انہوں نے کہا کہ ویت نام، چین، کوریا اور کیوبا تو مسلمان نہیں آخر اس کے خلاف امریکی ناکہ بندی اور جنگ کیوں تھی۔ عراق جب تک ایران سے برسرپیکار رہا امریکہ اس سے خوش تھا۔ خمینی نے امریکہ کو للکارا تو امریکہ نے اس کے خلاف پابندیوں کی کوشش شروع کی مگر شاہ ایران رضا پہلوی امریکہ کا حاشیہ بردار تھا تو امریکہ اس کا سرپرست تھا۔ یہ وہی عراق و ایران ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ پہلے غیر مسلم تھے اور اب مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے افغانستان میں امریکی جہاد کے خلاف کیا۔ امریکہ نے ویت نام میں اپنی شکست کا بدلہ افغانستان میں روس سے لے لیا۔ مگر ہم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ روس کی تباہی نے امریکہ کو واحد استعماری قوت بنا دیا اور اس کے خلاف کہیں بھی داد فریاد نہیں ہو سکتی۔ موجودہ گلوبل ولیج میں امریکہ ایک وڈیرے کے روپ میں سامنے آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جہاد ضرور کرنا چاہئے مگر اس سے قبل جہاد کی تیاری بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی جب تک مسلمان مستحکم نہیں ہو گئے جہاد کا حکم نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں پہلے اقتصادی اور فنی میدان میں ترقی کرنی چاہئے اور چین و ایران سے اپنے رابطے بڑھانے چاہئیں۔

جے یو آئی سمیع الحق گروپ کے مولوی اسعد تھانوی نے کہا کہ یو این او کی

افادیت ختم ہو چکی ہے۔ وہ صرف امریکہ کی زر خرید کا کردار ادا کر رہا ہے اور مسلم امہ کو اپنی علیحدہ اقوام متحدہ بنانی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ چیچنیا کی آبادی صرف ۱۰ لاکھ ہے اور اس کا رقبہ صرف حیدر آباد شہر جتنا ہے۔ مگر جب انہوں نے روس کے خلاف مسلح جہاد بلند کیا تو اللہ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ مسلم لیگ فنکشنل کے جناب الحاج شمیم الدین نے کہا کہ آج عراق کے کروڑوں عوام کے مظالم کی وجہ سے غذائی قلت کا شکار ہیں۔ لاکھوں بچے دودھ غذا اور ادویات کی عدم فراہمی کے سبب مر رہے ہیں مگر مسلم حکمرانوں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ انہوں نے کہا کہ یو این او میں ۵۴ اسلامی ممالک ممبر ہیں وہ علیحدہ یو این او کے قیام کے بجائے متحدہ مسلم امہ کا تصور پیدا کریں اور یو این او کے اجلاس سے قبل مسلم گروپ کا اجلاس ہو جس میں واضح پالیسیز طے کی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سیاستدان گروپ بنا کر مسلم ممالک کے سفراء سے ملاقات کر کے انہیں پاکستانی عوام کے جذبات سے آگاہ کریں اور انہیں مسلم گروپ کے قیام پر آمادہ کریں۔ جے یو پی کراچی ڈویژن کی اس آل پارٹیز کانفرنس سے دیگر سیاستدان مفکرین نے بھی پر مغز خطابات کئے اور عراقی عوام سے اپنی محبت بھرے جذبات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کو صدر صدام حسین جیسے بیدار و جری حکمرانوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں صدر صدام حسین کی پالیسیوں سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر ان کی جرات و استقامت سے انکار نہیں۔ اس محفل کا دورانیہ تقریباً ۴ گھنٹے رہا اور اس دوران دو نمازیں عصر و مغرب باجماعت ادا کی گئیں۔ جبکہ پروگرام کے آخر میں صدر محفل نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور شرکاء کی تواضع کی گئی۔ یوں یہ اے پی سی اختتام کو پہنچی۔ پروگرام سے واپسی آتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہماری یہ نشست۔ نشستن۔ گفتن خوردن برخاستن تک محدود رہے گی یا یہ آواز یو این او امریکہ، مسلم حکمرانوں اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کا کام بھی کرے گی۔ مگر جن حکمرانوں کا ضمیر کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور عراق میں بہنے والے لاکھوں مسلمانوں کے لہو اور ان کی دردناک چیخوں سے بیدار نہ ہو سکا ہوٹل کی خنک ماحول میں ہونے والی تقریریں ان پر کیا اثر ڈالیں گی افسوس۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

(ہفت روزہ احوال و آثار، دسمبر ۱۹۹۷ء، صفحہ ۴۲ تا ۴۵)

جمعیت علماء پاکستان اور پنجاب کی سیاسی اہمیت

خالد محمود قادری

جمعیت علماء پاکستان وطن عزیز کے سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے نمائندے واحد سیاسی تنظیم ہے جو ارض وطن پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ، مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور فروغ عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے صبح و شام مصروف جہد ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جو وطن میں حقیقی اسلامی مساوات، کسانوں، مزدوروں، طالب علموں، تاجروں، ملازمین اور دانشوروں کے حقوق کی سچی محافظ و نگہبان ہے۔ اگرچہ پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں بھی جمعیت کے کام پر توجہ دی جا رہی ہے۔ مگر میرے نقطہ نظر سے جماعت کے قائدین کو جس قدر پنجاب پر تنظیمی اعتبار سے توجہ دینے کی ضرورت ہے اس قدر نہیں دی جا رہی ہے۔ پنجاب سیاسی و تہذیبی، علمی و ثقافتی، تجارتی اور معاشرتی حوالوں سے ہر طرح سے نہایت ہی توجہ کے لائق ہے۔ یہ پانچ دریاؤں بلکہ دو آبوں والی زمین ہے جس کو پنجاب کہا جاتا ہے۔ یہ صوبہ ہمیشہ سے ہندوستان کے سیاسی معاملات کی کلید اور کل براعظم ہندوستان کے لئے آلہ مقیاس الحرارت اور مرغ بادنما کا کام دینے والی حیثیت کا حامل رہا ہے۔ تاریخ زمانہ سے پہلے کے حالات کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو عہد تاریخی میں مسلمانوں نے سندھ کو فتح کیا مگر سندھ کے ذریعہ تمام ہندوستان پر قابو نہ پا سکے۔ اس کے برعکس جب عظیم مجاہد محمود غزنوی نے پنجاب پر کنٹرول کر لیا تو بڑی آسانی سے تمام ہندوستان پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ سکندر اعظم کے بعد امیر تیمور بھی ہندوستان میں صرف پنجاب ہی کو فتح کرنے پایا تھا کہ تمام ہندوستان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ابراہیم لودھی کے قبضہ سے صرف پنجاب کا صوبہ نکل گیا تھا یعنی دولت خان لودھی سے باغی ہو کر بابر سے مل گیا تھا۔ نتیجتاً یہ ہوا کہ ابراہیم لودھی کے قبضہ میں ہندوستان کی سلطنت نہ رہ سکی۔ ہمایوں نے سب سے بڑی غلطی یہی کی تھی کہ صوبہ پنجاب اپنے بھائی مرزا کامران

کو دے دیا تھا۔ نتیجتاً یہ ہوا کہ اس کو ہندوستان کی حکومت سے دست بردار اور بحالت ذلت دار بار ملک سے فرار ہونا پڑا۔ شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو بھگا کر سب سے پہلے پنجاب پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا چنانچہ وہ ہندوستان کا عظیم الشان بادشاہ سمجھا گیا۔ نادر شاہ ایرانی نے صرف پنجاب ہی کو مغلوب و مفتوح کیا تھا کہ سلطنت ہند کا تمام بست و کشاد اس کے قبضہ میں تھا۔ مرہٹوں کی چند مہینوں کی شہنشاہی اسی لیے تسلیم کی جاتی ہے کہ انہوں نے چند مہینے پنجاب میں بھی اپنا تسلط جما لیا تھا۔ پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کے پانچ لاکھ سے زیادہ تعداد کے لشکر گراں کو احمد شاہ درانی اور اس کے ساتھیوں کے صرف ۸۷ ہزار سپاہیوں کے مقابلہ میں اسی لئے شکست ہوئی کہ پنجاب مرہٹوں کے قبضہ سے نکل کر احمد شاہ درانی کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ انگریز بھی اس وقت تک ہندوستان کے مالک نہیں مانے گئے جب تک کہ پنجاب ان کے قبضہ میں نہ آ گیا۔ غدر ۵۷ء میں انگریزی حکومت صرف اسی وجہ سے ہندوستان میں قائم رہ سکی کہ پنجاب والوں نے انقلاب پسندوں کا ساتھ نہیں دیا اور اکثر و بیشتر انگریزوں کے وفادار و جانثار رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں بھی اگر اتحادیوں کی لاج رکھی تو صرف پنجاب نے انگریز گورنمنٹ کے استحکام کے لئے اگر سب سے بڑھ کر مالی جانی قربانی کسی صوبے نے کی ہے تو اس کا نام پنجاب ہے۔ ہندوستان کی تمام سیاسی و مذہبی تاریخ میں مختلف تحریکوں اور ملکی انقلابات میں وہ طاقت اور جان جو قابل تذکرہ ہو اور تمام ملک کو اپنی طرف متوجہ کر سکے صرف اسی وقت پیدا ہوئی جب پنجاب کے لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔

دہلی کے حادثہ سے ہندوستان پر وہ ہرگز اثر نہ ہوا جو پنجاب کی رولٹ ایکٹ کے مظاہروں، جلیانوالہ باغ اور مارشل لاء کا اثر ہوا۔ پنجاب کی سیاسی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہی انگریز نے ہمیشہ یہاں کے عوام کے معاملات میں مداخلت جاری رکھی۔ انہیں بے قرار کیا گیا۔ ان کی لیڈرشپ کو داخل زنداں رکھا گیا۔ اخبارات و جرائد بند کیے گئے۔ اہل پنجاب کو سب سے زیادہ ستایا گیا آہ

تیرے جور و تغافل کی ستمگر انتہا یہ ہے
کہ تیرے چاہنے والے بھی تجھ سے چھینے جاتے ہیں

پنجاب ہندوستان کا دل اور پنجاب کا دل لاہور ہے۔ لاہور میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی۔ پنجاب کا مسلمان بیدار ہوا تو ہندو سکھ اور انگریز تینوں شکست سے دوچار ہو گئے۔ ختم نبوت اور نفاذ اسلام کے لئے قیام پاکستان کے بعد آج تک جتنی تحریکات ابھریں ان سب کا مرکز پنجاب رہا ہے۔ ۵۳ء اور ۷۴ء ختم نبوت تحریک ۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ پنجاب سے ابھریں اور پھیلتی چلی گئیں۔ مذہبی حوالے سے بھی عروس البلد اور بزرگان دین کا مسکن بھی شہر رہا ہے۔ پنجاب بھٹو کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا تو بھٹو پورے ملک پر چھا گیا۔ پنجاب نے نواز شریف کا ساتھ دیا تو وہ ملک کے لیڈر بن گئے۔ پنجاب کی سرزمین اسلام پسند لوگوں کی سرزمین ہے جو اسلام کے لئے غیرت ایمانی اور جذبہ دینی بے پناہ رکھتے ہیں۔ یہاں جگہ جگہ دینی مدارس اور لائبریریوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اولیاء اکرام کے مزارات چپہ چپہ پر موجود ہیں۔ اب بھی وہ حکومت اور تحریک یا سیاسی جماعت کامیاب ہے جس کے ساتھ پنجاب ہے۔ مسلمانوں کا بہترین ورثہ اس صوبے میں ہے۔ تہذیبی، تمدنی اور سیاسی و سماجی اعتبار سے قوت و طاقت کے تمام دھارے اسی صوبے سے پھوٹتے ہیں۔ یہاں کے لوگ دین کے حوالے سے فراخ دل اور ہمدرد واقع ہوئے ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان کو چاہئے کہ وہ اس صوبہ پر سب سے زیادہ توجہ مرکوز کرے۔ تحریکی شعور بیدار کرنے اور عوام الناس کو اپنے قریب لانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کی ضرورت ہے۔

۱۔ ہر مقام پر جے یو پی کے (ذات) دفاتر کا قیام
۲۔ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ڈویژنل سکرٹریٹ کا قیام
۳۔ ہر قابل ذکر مقام پر لائبریری فری ڈسپنسر اور سکول کے قیام کی منصوبہ بندی۔
۴۔ تمام دینی مدارس اور اہم مساجد کو جے یو پی تحویل میں لینے کا فیصلہ کرے اکم از کم ہر ضلعی سطح پر ورلڈ اسلامک مشن کے زیر انتظام دینی تعلیمی مراکز کا قیام عمل میں لایا جائے۔
۵۔ مضبوط اور موثر ترین دفتری نظام کا قیام تاکہ کارکنوں سے ہر وقت رابطہ رکھا جا سکے۔
۶۔ ٹھوس اور مستقل بنیادوں پر فنڈز کا اہتمام

۷۔ وافر مقدار میں تحریکی لٹریچر کی فراہمی
۸۔ رسائل و جرائد کے اجراء یا پہلے سے موجود جرائد پر توجہ کی ضرورت
۹۔ صوبائی سیکرٹریٹ کا قیام
۱۰۔ ہمہ وقت کام کرنے والے قائدین اور کارکنوں کو معاشی تحفظ دینے کی ضرورت لاہور قدرتاً تحریکی حوالے سے تمام ملک کے اعتبار سے نہایت موزوں واقع ہوا ہے۔ پرنٹ میڈیا کو نا صرف ہمارے ہاں بلکہ بدر غرب میں بھی حکومت کا ایک ستون سمجھا جاتا ہے۔ سچے خادم اور قوم کے خیر خواہ صحافیوں کے قلم اگر حرکت میں رہیں تو وزیر مشیر سب اخبار نویس کے قلم سے تھرتھراتے ہیں۔ حکومتیں ان کے مشوروں کو ٹھنڈے دل سے سنتی ہیں اور ان کی واجبی قدر بھی کرتی ہیں۔ البتہ ان کی تنقید و تعریف سے گھبرا جاتی ہے مگر ہمارے ہاں اپنی جماعت کے رسائل و جرائد کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے اور ایک اخبار نویس کے لئے اخبار چلانے کی خاطر جو کچھ گذرتی ہیں وہ سب پر عیاں ہے۔

عیاں راچہ بیاں

بہر حال آخری گذارش یہی ہے کہ کارکنان و قائدین تحریک نظام مصطفیٰ جان توڑ محنت اور مسلسل رابطے سے اپنی تنظیم کو نہ صرف زندہ کریں بلکہ تنظیمی طاقت کو اپنوں و بیگانوں سب سے منوائیں۔ ملک گیر پیمانے پر مسلسل رابطہ، دفتر فنڈز، لٹریچر، تربیت اور جدوجہد کے ساتھ ادارے اور جماعت کے کارکنوں کے مسائل کے حل پر قابل قدر توجہ دی جائے۔ اگر جماعت نے یہ سب کچھ اہتمام کر لیا تو انقلابی دور کا آغاز جلد ہوگا اور انقلاب کی تکمیل میں زیادہ عرصہ درکار نہ ہوگا بس تمام افراد ملت ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ یہ دور افراد کا نہیں جماعتوں کا دور ہے۔ لہٰذا فوراً اور جتنی جلدی ممکن ہو جماعت کو ایک مضبوط اور مستقل ادارے میں بدل دیں۔ انشاء اللہ کامرانی آپ کے قدموں کو بوسہ دے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ قوم لائق تعظیم نہیں ہے
جس کے افراد میں تنظیم نہیں ہے

گرانڈ سُنی الائنس (جی۔ ایس۔ اے)

تجزیہ نگار کے قلم سے

پاکستان میں اہلسنت والجماعت کی اکثریت ہے۔ ۹۰ فی صد یا اس سے زیادہ کی آبادی اہلسنت والجماعت پر مشتمل ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ رہی ہے کہ اکثریت ہونے کے باوجود ان کو کبھی اقتدار نصیب نہیں ہوا۔ پاکستان کی تخلیق میں بھی اہلسنت والجماعت کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ بنارس سنی کانفرنس کے بعد پاکستان کی تحریک میں اس قدر سرعت پیدا ہوئی کہ تین ہی سال بعد پاکستان وجود میں آ گیا۔ پاکستان کی تخلیق کے بعد اس طبقے سے تعلق رکھنے والے عوام اور علماء کرام کا خیال تھا کہ ان کا مشن پورا ہو گیا۔ علماء کرام خانقاہوں کو سدھار نے جبکہ عوام اہلسنت سیاست سے لاتعلق ہو گئے۔ لیکن بعد کے سیاسی حالات نے ان کے بے حس وحرکت جسم میں ایک مرتبہ پھر جان ڈال دی۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں پوری دنیا میں سوشلزم کا دور تھا۔ جمال عبدالناصر، چواین لائی، فیڈرل کاسترو، مارشل ٹیٹو، پنڈت جواہر لال نہرو اور صدر سوئیکارنو سب کے سب سوشلزم کے حامی تھے۔ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کے کچھ منچلے بھی پاکستان میں سوشلزم کی داغ بیل ڈالنے کے خواب دیکھنے لگے۔ متحدہ پاکستان میں مشرقی پاکستان سے مولانا بھاشانی اور مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو پر سوشلزم کا بھوت سوار ہوا۔ بھاشانی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کو وہ "لینن گراڈ" بنائیں گے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ دے کر پاکستانی عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک آ پہنچی تو علماء اہل سنت ایک بار پھر سیاسی میدان میں کود پڑے اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پورے ملک کے علماء کرام جمع ہوئے اس اجتماع میں قائد اہلسنت کا وہ تاریخی خطبہ عوام اہل سنت کے دلوں میں گھر کر گیا کہ "قبل اس کے کہ سوشلسٹ ہماری لاشوں پر سے گذریں ہم ان کی لاشوں پر سے گذریں گے۔" ٹوبہ ٹیک سنگھ کے تاریخی اجتماع میں فیصلہ کیا گیا کہ عوام اہل سنت انتخابات میں حصہ لیں گے

اور اس ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ جاری وساری کریں گے جس کے لئے یہ وطن عزیز حاصل کیا گیا تھا۔

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان جو عوام اہلسنت کی سیاسی جماعت ہے اس کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر منتخب ہوئے۔ ان کی ذہانت اور سیاسی سوجھ بوجھ کا ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی معترف ہے۔ اسی زمانے میں جمعیت کی کوششوں سے دستور میں مسلمانوں کی تعریف اسلامی جمہوریہ پاکستان کا اندراج صدر اور وزیراعظم کا مسلمان ہونا ضروری، حلف وفاداری اٹھانے کا مسودہ، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ترامیم کا پیش کرنا وہ عظیم کارنامے ہیں جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ بعد میں ذوالفقار علی بھٹو کی انانیت اور آمریت کے خلاف جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی کوششوں سے پاکستان قومی اتحاد تشکیل پایا۔ پاکستان کی تاریخ میں اتنی بڑی تحریک کبھی نہیں ابھری تھی۔ لیکن جنرل ضیاء الحق اور جماعت اسلامی کی وجہ سے تحریک کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

جماعت اہلسنت کی مقبولیت روز دن دوگنی اور رات چوگنی ہوتی جارہی تھی۔ ہر سنی کے دل میں جمعیت علماء پاکستان گھر کرتی جارہی تھی اور اس کے قائد، قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کو ملک کے طول وعرض میں جو پذیرائی حاصل ہوئی وہ کسی بھی سیاستدان کو نہیں تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ان کو اپنا اقتدار نہیں بلکہ کالی کملی والے آقا ﷺ کا اقتدار چاہئے۔ ان کو اسلام آباد نہیں اسلام چاہئے۔ قائد اہلسنت کی اس سوچ اور اس فکر میں کس قدر اسلامی جذبہ تھا، ہر سنی ان پر جان چھڑکتا تھا۔ سنی عوام کو ایک سیاسی پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے ۱۹۷۷ء میں ملتان میں اور بعد میں رائے ونڈ میں سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا جہاں بیس لاکھ عوام اہلسنت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا انسانی سمندر تھا۔ لیکن اس نقطۂ عروج کے بعد پھر سنیوں کو انحطاط کا سامنا کرنا پڑا۔ جنرل ضیاء الحق نے اس عظیم جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، ضمیر فروشوں کو خر لا۔ سنیوں کے دارالعلوم کو زکوٰۃ کے بہانے اپنے تابع کر لیا اور علماء اہلسنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔

ان حالات کے پیش نظر جمعیت علماء پاکستان جو سنیوں کی ایک عظیم سیاسی قوت تھی، کمزور ہوتی گئی۔ جنرل ضیاء الحق نے جمعیت علماء پاکستان میں ہی توڑ پھوڑ نہیں کی بلکہ انہوں نے علاقائیت اور عصبیت پھیلا کر سیاسی اداروں کو تباہ کر دیا۔ غیر جماعتی انتخابات کرا کر ملک کو قوم اور برادری کے شکنجے میں جکڑ دیا اور عوام کو قومی دھارے کی سیاسی جماعتوں سے کاٹ کر رکھ دیا۔ انہوں نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ "کلاشنکوف کلچر" اور "ہیروئن" کے کاروبار پھیلا کر قوم کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا جس کا خمیازہ قوم اب تک بھگت رہی ہے۔ اس تناظر میں قومی وحدت ختم ہو گئی۔ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں دو جماعتیں خاص کر جمعیت علماء پاکستان جو عوام اہل سنت میں بڑی مقبول تھی، اس کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔ معاملہ صرف یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے جانشین نواز شریف نے حلقہ نمبر ۹۹ کے ضمنی انتخابات میں مولانا نورانی اور نیازی کی بیس سالہ بے مثال رفاقت کو بھی ختم کروا دیا۔ اس طرح سے وہ ایک عظیم قوت جو ہر سنی کے دل کی دھڑکن اور آرزو تھی تقسیم ہو کر ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

اس تناظر کے پیش نظر ایک نئے ولولے اور ایک نئے جوش نے جنم لیا ہے۔ باشعور سنیوں کا خیال ہے کہ اگر تمام اختلافات ختم کر دیئے جائیں اور سنی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تو وہ اس ملک کی سب سے بڑی قوت بن سکتے ہیں۔ اس لئے گرانڈ سنی الائنس کے لئے کوششیں تیز کر دی گئی ہیں۔ جناب پروفیسر طاہر القادری نے مولانا شاہ احمد نورانی سے اگست کے وسط میں کراچی میں ملاقات کی اور دونوں کے خیالات میں ہم آہنگی پائی گئی۔ اتحاد کی بنیاد نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ طے پایا۔ دوران گفتگو مولانا عبدالستار خان نیازی سے بھی مصالحت کی بات چھڑی، مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ وہ ہمہ وقت اور ہر جگہ مولانا عبدالستار خان نیازی سے ملاقات کرنے کے لئے تیار ہیں ادھر شنید ہے کہ مولانا نیازی اور نورانی کے اتحاد کے لئے کوششیں بھی کی جا رہی ہیں۔ اس کے لئے مولانا فضل الرحمٰن اور اسی طرح اور دوسری جماعتوں سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر ان کوششوں میں کامیابی ہو گئی تو پاکستان میں انتخابات سے قبل "گرانڈ سنی الائنس" کا قیام عمل میں آئے گا جو سیاسی میدان میں کایا پلٹ کر رکھ دے گا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ (آمین)

(ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۱۔۱۲)

جمعیت علماء پاکستان کی نئی آزمائش

کلیم حجازی

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کا اعزاز، وقار، اعتبار اور اعتماد قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی بے داغ قیادت اور جدوجہد کی بدولت قائم و باقی ہے۔ وسائل اور مخلص افراد کے اعتبار سے یہ جماعت ہمیشہ تنگ دامانی کا شکار رہی ہے مگر پھر بھی قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی اور ان کے ساتھی جمعیت علماء پاکستان کو ایک بیدار، فعال اور متحرک جمہوری جماعت بنانے کے لئے شروع سے ہی کوشاں رہے ہیں وہ اسے ایک متحرک تنظیم اور منظم تحریک کا روپ دینا چاہتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جمہوری مملکتوں اور اسلامی معاشروں میں صرف وہی جماعتیں زندہ رہتی ہیں جن میں تنظیم بھی ہو اور تحریک بھی۔ جماعتوں کا نظم اور تحرک صرف اور صرف نظریات کی بنیاد پر قائم و استوار ہوتا ہے جمعیت علماء پاکستان کی اپنی شناخت ہے اس کے مخصوص نظریات اور اپنی پہچان ہے اگر چند پیش افتادہ مفادات کے لئے نظریات کو داؤ پر لگانے کی روش اپنا لی جائے تو پھر جمعیت علماء پاکستان، جمعیت علماء پاکستان نہیں رہے گی۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ بن جائے گی۔ عوامی حلقے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ نظام مصطفیٰ تحریک کے کارکن جنہوں نے ہر دور میں قربانیاں دیں اور تحریکوں میں حصہ لیا کیا وہ سب اپنی جماعت کے اکابرین، صاحبزادگان اور گدی نشین حضرات کو اپنے جبوں کیوں سمیت کلثوم نواز کے قدموں میں دیکھیں گے اور اب وہ اپنی قیادت شرعی طور پر ایک عورت کو سونپ دیں گے؟ اس سے بڑا المیہ کیا ہو گا کہ جمعیت علماء پاکستان جیسی بڑی دینی جماعت بھی چند مفاد پرستوں کی بدولت نقش عبرت بن جائے۔ ہم سب کی تگ و دو، جدوجہد اور سعی و کاوش کا ماحصل یہ ہے کہ ہم علامہ سید ابو الحسنات، علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ خواجہ قمر الدین سیالوی اور علامہ شاہ احمد نورانی کی جمعیت پاکستان کو ایک مخصوص خاندان کی میراث کا روپ دھارتے نہیں دیکھ سکتے۔ اس معاملے کو صرف وہ لوگ ٹھنڈے پیٹوں

برداشت کر سکتے ہیں جو پیدائشی نظریاتی نہیں ہیں بلکہ مفاداتی ہیں جو اصولی کی بجائے وصولی ہیں۔ مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے بعد اب جناب صاحبزادہ حامد سعید کاظمی کو مس گائیڈ اور ڈی ٹریک کرنے والے مہم جوؤں کے چہروں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ جمعیت علماء پاکستان سے علیحدہ ہونے والے ہر گروہ یا شخصیت کے ان نومولود اور نوزائیدہ خیر خواہوں کی اکثریت کی سیاسی ولادت، فکری پرورش اور نظریاتی اٹھان ان حکمرانوں کی آغوش میں ہوئی۔ جمعیت علماء پاکستان کا عروج واقبال اور استحکام و بقا جنہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا جمعیت علماء پاکستان سے علیحدہ ہونے والے اکثر حضرات کا معاملہ یہ رہا ہے کہ "وایا بھٹنڈا" یعنی گدیوں کا سہارا لے کر آئے اور آتے ہی جمعیت پر توجہ دینے کی بجائے اپنے مفادات کے حصول کے لئے تیر بہدف مجربات کا استعمال اس مشاقی سے کیا کہ جمعیت علماء پاکستان کے عہدوں پر قابض ان کے معاونین اور مخلصین بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

اس افسوسناک حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صاحبزادہ حامد سعید کاظمی صاحب نے جمعیت علماء پاکستان پنجاب کا صدر منتخب ہونے کے بعد جماعت کو منظم و متحرک کرنے کی بجائے غیر فعال کرنا شروع کر دیا۔ انہیں جماعت سے زیادہ دلچسپی اپنے مریدوں کی تنظیم کے حوالے سے رہی۔ انہوں نے جمعیت علماء پاکستان میں کریڈٹ کی بجائے "پیری مریدی کلچر" کو فروغ دیا اور وسیع پیمانے پر نذرانوں کی وصولی شروع ہو گئی انہوں نے سیاسی کارکنوں کو نظر انداز کیا اور جی حضوریوں کو آگے لے آئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کئی حنیف طیب ان کی آنکھیں، کان اور زبان بن گئے۔ صاحبزادہ حامد سعید کاظمی حادثاتی، مفاداتی اور برساتی مشیروں کے ہاتھوں رضا کارانہ یرغمالی قبول کر چکے تھے۔ خود کردہ را علاج نیست کے مصداق وہ روز بروز خود دار کارکنوں اور عزت دار ساتھیوں اور باکردار سرپرستوں سے دور ہوتے چلے گئے۔ خوشامد انگیز ماحول میں رہنے کا نشہ، اپنے قصیدے اور کرامتیں سننے کا جنون...... بھلا کوئی خوددار جی حضوریوں کے اس ٹولے کی طرح ہمہ وقتی چاپلوسی اور کل وقتی خوشامد کا ناخوشگوار فریضہ ادا کر سکتا ہے؟ ان چاپلوس ملاؤں نے حضور کو اس خوش فہمی میں مبتلا کر دیا کہ ان کی ذات والا صفات اختیار و اقتدار کا سرچشمہ ہے۔ یہ

جماعت ان کے اباجی نے بنائی تھی لہٰذا اب بھی ان کا ہی حق ہے باقی سب لوگ میدان خالی چھوڑ دیں۔ اب جہاں چاہیں ترکتازی کریں کس کے منہ میں اتنے دانت ہیں کہ انہیں روکنے، ٹوکنے کی جسارت کر سکے۔ حنیف طیب اینڈ کمپنی تو خیر سال خوردہ، سن رسیدہ، سرد و گرم چشیدہ اور گرگ باراں دیدہ قسم کے سیاست کار ہیں۔ وہ سیاست کو صنعت کا درجہ دیتے ہیں ان کا کاروبار زندگی اس سے ہی چلتا ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت مہم جوئی میں رہتے ہیں تاکہ انتشار و افتراق کے عمل کو مزید بہتر کیا جائے اور اپنے دیرینہ آقاؤں سے اس کی قیمت وصول کی جائے۔

واقفان حال جانتے ہیں کہ انگلیوں کی پوروں پر گنے جانے والے وہ چند گستاخ جو برسرِ مجلس صاحبزادہ حامد سعید کو روکنے ٹوکنے کی جسارت برملا کیے کرتے تھے ان میں زیادہ تعداد ان کے مخلصین اور ہمدردوں کی ہے۔ اختیار اور بہار کے دنوں میں بھی وہ حامد سعید کاظمی کو سمجھاتے رہے کہ اپنا قبلہ درست کریں اور آج خزاں کے دنوں میں بھی وہ ان کو راہ راست پر لانے اور راہ راست دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ راقم عاجز کا بس جرم یہی رہا ہے کہ جب سب لب بستہ مجسموں، مہر بلب مورتیوں اور زبان بریدہ غلاموں کی طرح اندر سے یا اوپر سے نازل ہونے والے ہر غلط سلط حکم پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں تو ہم ڈنکے کی چوٹ سیاہ کو سفید ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم جمعیت علماء پاکستان کو قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں ایک اصولی اور باکردار جماعت دیکھنا چاہتا ہیں۔ ہمارا دل دکھا ہوا ہے۔ ہمیں موجودہ صورت حال پر بہت قلق ہے۔ ہم جماعت کی فزیکل یونٹی کے قائل ہیں۔ ہم اسے ایک طاقتور اور بااصول، بے داغ، باکردار سیاسی جماعت کے روپ میں پھلتا پھولتا دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ صاحبزادہ حامد سعید کاظمی سے درخواست ہے کہ وہ بیان بازی سے پرہیز کریں اور اپنے قائد محترم کے عمل کو اپنائیں وہ اپنی فروگزاشتوں پر معذرت کر کے اس بات کا اعلان کریں کہ وہ اب بھی اتحاد، اتفاق اور اجتماعیت پر مکمل یقین رکھتے ہیں تاکہ جماعت کسی نئی آزمائش سے دوچار ہی نہ ہو۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اہل سنت و جماعت کو متحد و منظم فرمائے اور مفاد کے بندوں کو ہدایت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(ہفت روزہ احوال و آثار، جولائی ۲۰۰۰ء، صفحہ ۴۲،۴۳)

مدینۃ الاولیاء ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کے خادمین کا

ملک گیر کنونشن

جماعتی اختلافات کے زمانے کی ایک تاریخی دستاویز

جمعیت علماء پاکستان کے خادمین کا ملک گیر کنونشن ۲۲ اور ۲۳ مارچ کو مدینۃ الاولیاء ملتان میں منعقد ہوا۔ کنونشن میں شرکت کرنے کے لئے چاروں صوبوں سے ہزاروں کی تعداد میں خادمین یہاں پہنچے۔ پہلا قافلہ جو ملتان کی سرزمین پر پہنچا وہ کراچی سے انجمن طلبہ اسلام اور انجمن نوجوانان اسلام پر مشتمل تھا۔ یہ قافلہ ۲۱ مارچ کو بذریعہ تیز رو کراچی سے ساڑھے دس بجے شب روانہ ہوا۔ پروگرام کے مطابق کراچی سے پوری ایک اسپیشل ٹرین جانی تھی۔ کراچی ڈویژن کے کنوینر سید ارشاد علی نے بتایا کہ ریلوے انتظامیہ نے ان کو دھوکے میں رکھا اور آخر وقت میں بتایا کہ پوری ٹرین کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ صرف دو بوگی تیز رو کے ساتھ جوڑ دی جائیں گی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا کہ باقی لوگ کراچی سے ملتان تک کا سفر بس سے کریں۔ جو قافلہ ٹرین کے ذریعہ روانہ ہوا تھا اس کی قیادت محمد احمد صدیقی کر رہے تھے۔ جب ٹرین حیدر آباد پہنچی تو ایک عجیب ہو کا عالم تھا۔ حیدر آباد سے بھی خادمین کا ایک قافلہ اسی ٹرین میں سوار ہو گیا۔ وہ سب کے سب غمگین اور نڈھال تھے۔ اسی روز حیدر آباد میں فرقہ وارانہ فساد ہوا جس میں کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ جو لوگ حیدر آباد اسٹیشن سے سوار ہوئے وہ گولیوں کی بوچھاڑ سے نکل کر آئے تھے۔ حیدر آباد اسٹیشن پر شہر میں ہونے والی فائرنگ کی صاف آواز آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو ملکوں میں آپس میں جنگ ہو رہی ہے۔ حیدر آباد اسٹیشن پر گاڑی کافی لیٹ ہو گئی۔ جستجو کرنے پر معلوم ہوا کہ اس سے آگے جو گاڑیاں گئی ہیں ان پر فائرنگ ہو چکی ہے۔ ایک گھنٹہ تاخیر کے بعد ٹرین حیدر آباد سے روانہ ہوئی۔ راستہ میں دو ایک مرتبہ فائرنگ کی آواز بھی سنی

گئی۔ بہر حال خطرات سے نکل کر دوپہر ۱۲ کے بجائے ٹرین ملتان شہر تقریباً تین بجے پہنچی تو محترم ڈاکٹر بدر، محترم شبیہ ہاشمی و دیگر حضرات نے کراچی سے پہنچنے والے حضرات کا استقبال کیا۔ پورا اسٹیشن فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ سپر پاور، سپر پاور، سنی پاور، سنی پاور۔ جوانیاں لٹائیں گے نظام مصطفےٰ ﷺ لائیں گے۔ نورانی سے جو ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا۔ بعد ازاں استقبال کرنے والوں نے استقبالیہ تقاریر کیں اور اسٹیشن پر ایک جلسہ کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ چونکہ صوبہ کی تمام گاڑیاں نواز شریف نے ۲۳ مارچ کے جلسہ کے لئے ضبط کر لی تھیں اس لئے کنونشن گاہ تک پہنچنے میں بڑی دشواری پیش آئی اور پورا قافلہ تانگوں، رکشوں اور سوزوکیوں کے ذریعہ عید گاہ ملتان پہنچا۔

کراچی سے جو دستہ بذریعہ بس سید ارشاد علی کنوینر کراچی ڈویژن کی قیادت میں روانہ ہوا تھا ملتان نہیں پہنچا۔ رات کے دس بج چکے تھے۔ اجلاس بعد نماز مغرب شروع ہو چکا تھا لیکن پھر بھی یہ قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا جس کی وجہ سے قائد اہلسنت کو بڑی تشویش تھی۔ بعد ازاں اطلاعات آنا شروع ہوئیں کہ راستہ میں ڈاکوؤں کا خطرہ ہے۔ پوری صورتحال سے آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ سخت اضطراب کے عالم میں تھے۔ آخر کار بس کا پہلا قافلہ رات دس بجے پہنچا تو مرزا فخر الدین نے بتایا کہ ڈاکوؤں کے خطرہ کے پیش نظر راستہ تبدیل کر لیا تھا۔ ہماری بسوں کے ڈرائیور بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے خطرہ کو بھانپ کر راستہ تبدیل کیا اور طویل راستہ اختیار کر کے یہاں پہنچے لیکن دو بسیں ابھی تک نہیں پہنچی تھیں۔ اس لئے سارے لوگ فکر مند تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ دوسری بسیں بھی رات تقریباً گیارہ بجے وہاں پہنچ گئیں اور تمام صعوبتیں اور مصیبتیں اٹھاتے ہوئے عشق رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار یہ قافلہ بھی کنونشن میں شرکت کے لئے پہنچ گیا۔

۲۲ تاریخ کو کنونشن کے منتظمین کو پورے صوبہ پنجاب سے ٹیلی فون موصول ہوتے رہے کہ نواز شریف صاحب نے بسوں کو ضبط کر لیا ہے۔ ٹرینیں بھی بک کرا لی ہیں۔ ذرائع نقل وحمل کے سارے راستے مسدود کر دیے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عشق رسول ﷺ کا جذبہ خادمین کے دل میں اس قدر جاگزیں تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اجلاس میں شرکت کرنے اور پہنچنے کی کوششوں میں معروف تھے۔ اس کی ایک ادنیٰ

مثال یہ ہے کہ بہاولپور سے ایک نابینا حافظ سعید قادری صاحب ۲۰۰ خادمین کا دستہ لے کر پا پیادہ ہی چل پڑے۔ اللہ اللہ قربان جائیے اس جذبہ پر۔

۲۲ تاریخ کو بلوچستان کا دستہ مولانا فتح محمد باروزئی صدر جمعیت علمائے پاکستان صوبہ بلوچستان کی قیادت میں ملتان اسٹیشن پہنچا اور سیدھا عید گاہ روانہ ہو گیا۔

۲۳ مارچ کی صبح کو صوبہ سرحد سے دس بسوں میں سوار ایک عظیم الشان قافلہ عصمت اللہ صاحب مستی خیل کی زیر قیادت شہر ملتان میں داخل ہوا اور سیدھا کنونشن گاہ پہنچا۔

۲۳ مارچ کی صبح کو پورے پنجاب کے ہر شہر سے خادمین جمعیت علمائے پاکستان، ممبران مرکزی مجلس شوریٰ و عاملہ، علماء کرام کنونشن گاہ پہنچنا شروع ہو گئے۔ صوبہ سندھ سے جو علماء کرام کنونشن میں شرکت کے لئے پہنچے ان میں مولانا عبدالسبحان قادری، مولانا صدیق ملتانی، مولانا غلام حسن لغاری، مولانا عبدالکریم سیالوی، مولانا مختار احمد قادری، مولانا عبدالعلیم قادری، مولانا غلام فرید چشتی، مولانا عبداللہ نعیمی، حافظ عبدالقدیر، مولانا عبدالکریم چشتی، مولانا عبدالقادر قادری، مولانا محمد افضال نورانی، حیدر آباد سے مولانا محمد سعید احمد قادری، صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر، حضرت مولانا نور الدین قادری، مولانا خادم حسین صاحب، مولانا محمد رفیق صاحب۔ جیکب آباد سے مولانا محمد شریف سرکی، سکھر سے مولانا محمد عارف سعیدی، میر پور ماتھیلو سے مولانا محمد قاسم پتافی اور پیر عبدالحمید قادری بھر چونڈی شریف تھے۔ صوبہ پنجاب کے علماء کرام میں علامہ عطا محمد بندیالوی، صاحبزادہ حامد سعید کاظمی، صاحبزادہ مظہر سعید کاظمی، صاحبزادہ قادری محمد میاں، مولانا شبیر احمد ہاشمی۔ مشائخ کرام میں صاحبزادہ خواجہ عبدالستار تونسوی، فیصل آباد سے پیر انوار حسین شاہ گجرات سے حضرت صاحبزادہ محمد صدیق نقشبندی۔ بشیر پور سے صاحبزادہ علامہ محمد احمد صاحب، فیصل آباد سے پیر انوار حسین شاہ دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔ صوبہ سرحد سے دیوان آل سیدی اجمیری، صاحبزادہ اکرم شاہ گڑھی شریف کے علاوہ دیگر ممتاز علماء کرام نے شرکت کی۔ صوبہ بلوچستان سے مولانا غلام محمد صاحب قاسمی، مولانا محمد قاسم ساسولی بلوچ کے علاوہ دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔

۲۲ مارچ کو جمعیت کے خادمین کا ملک گیر کنونشن بعد نماز مغرب غزالئ زماں حضرت علامہ سید سعید احمد شاہ صاحب کاظمی نور اللہ مرقدہ کے مزار شریف کے زیر سایہ شروع

ہوا۔ اسی ملتان شہر میں ۱۹۴۸ء میں علامہ کی زیر سرپرستی جمعیت علماء پاکستان کی داغ بیل پڑی تھی اور مولانا ابو الحسنات قادری جمعیت کے پہلے صدر اور علامہ سید احمد شاہ سعید کاظمی جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ اسی مناسبت سے جمعیت کا ملک گیر کنونشن کے لئے ملتان شہر کا انتخاب کیا گیا تھا۔ کنونشن کی پہلی نشست حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زیر صدارت ہوئی۔ نظامت کے فرائض عبدالرزاق سنگھانی کونسلر بلدیہ عظمیٰ جمعیت علماء پاکستان کراچی نے انجام دیئے۔

کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ سب سے پہلے مقرر جناب محمد صدیق راٹھور تھے جنہوں نے کنونشن کی غرض و غایت پر سیر حاصل تقریر کی۔ دوسرے مقرر جناب علامہ شبیر احمد ہاشمی تھے جنہوں نے جمعیت کے حالیہ انتشار کی ذمہ داری آئی جے آئی اور نواز شریف ٹولہ پر ڈالی اور کہا کہ نواز شریف کا ٹولہ جماعت اسلامی کا شکار ہو چکا ہے اور آئی جے آئی کی پالیسیاں منصورہ میں ترتیب دی جاتی ہیں۔ منصورہ کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ کسی طرح جمعیت علماء پاکستان میں شگاف ڈالا جائے۔ آخر کار حلقہ نمبر ۹۹ کے الیکشن میں ہمارے اکابر نناوے کے چکر میں آ گئے۔ بریف کیس سیاست میں ملوث ہو گئے اور چند سکوں اور ۲ سو مرلہ پلاٹ کے عوض جمعیت کو نواز شریف کے حوالے کر دیا۔ وہ گھن گرج آواز جو مولانا عبدالستار خان نیازی کی تھی جو ہمیشہ "نواز شریف" کو "بابرا شریف" کہہ کر پکارتے تھے سکوں کی جھنکار میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دب کر رہ گئی۔ انہوں نے جمعیت کے خادمین کو مشورہ دیا کہ وہ جماعت اسلامی کے فتنوں سے ہوشیار رہیں اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں متحد رہیں۔ ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ برپا کرنے کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیں۔ جس پر پورا مجمع کھڑا ہو گیا اور بیک آواز نعروں سے سارا مجمع گونج اٹھا۔ ہم سب کا قائد نورانی، ہم سب کا رہبر نورانی، نہ جھکنے والا نورانی، نہ بکنے والا نورانی۔

اس کے بعد چاروں صوبوں کے جنرل سیکریٹریز نے اپنے اپنے صوبوں کی رپورٹ اجلاس میں پیش کیں۔ بعد ازاں اجلاس نماز تہجد تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔ صبح چار بجے ہزاروں خادمین نے قائد اہلسنت کے ساتھ نماز تہجد ادا کی اور استاد العلماء حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی نے نبی کریم ﷺ کی نورانیت پر فاضلانہ درس قرآن دیا اور قرآن کریم کی

روشنی میں عمل کی تلقین کی۔ بعدازاں نماز فجر ادا کی گئی۔ درس حدیث کی نشست ہوئی اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام فرید صاحب ہزاروی نے حدیث شریف پر درس دیا اور اس کے بعد ناشتہ کا وقفہ دیا گیا۔

۲۳ مارچ کو دوسری نشست ٹھیک صبح ساڑھے نو بجے شروع ہوئی۔ نشست کا آغاز تلاوت کلام اور نعت شریف سے کیا گیا۔ نعت شریف کراچی سے آئے ہوئے ممتاز نعت خواں محمد یوسف میمن نے خوش الحانی کے ساتھ پڑھی اور پورے مجمع میں ایک سرور پیدا کر دیا۔ دوسری نشست میں چاروں صوبوں سے خادمین پہنچ چکے تھے اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اب اپنے قائد علامہ شاہ احمد نورانی کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی میں محو سماعت تھا۔ انجمن طلبہ اسلام کے مرکزی نائب صدر عبدالرؤف مرزا نے تقریر کا آغاز کیا اور پرجوش انداز میں طلباء کو ہدایت دی کہ وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی بے لوث اور جرات مند قیادت پر بھروسہ کرتے ہوئے نظام مصطفےٰ کا سفر جاری رکھیں، انجمن نوجوانان اسلام کراچی کے کنوینر طارق محبوب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوجوانوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ قائد کے حکم پر اپنی گردنیں کٹا دیں گے۔ انہوں نے کہا ہمارے ماضی کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ حق بات کہی ہے اور کبھی کسی جابر اور ظالم حکمران کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے مولانا شاہ احمد نورانی کو یقین دلایا کہ نوجوان آپ کے حکم پر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے آرگنائزنگ سیکریٹری جناب عثمان نوری نے پرجوش انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان اس ملک میں نظام مصطفیٰ کا انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ جو یقیناً ملک میں سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی تبدیلی کا باعث ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ خادمین اور کارکنان اپنی زندگیوں میں علم و عمل کا حسین امتزاج پیدا کریں۔ اس لئے کہ کارکن ہی کسی تحریک کی کامیابی یا ناکامی کا سبب بنتے ہیں لہٰذا کارکنان اپنے اندر انقلاب برپا کریں اس موقع پر انہوں نے علامہ اقبال کا شعر پڑھا۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

انہوں نے کارکنان سے کہا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی آواز پہنچانے کے لئے وہ

پورے ملک میں پھیل جائیں اور اس نازک وقت میں اپنی قوت اور استعداد سے بڑھ کر جدوجہد کریں۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے، تو پھر لہو کیا ہے

عثمان نوری نے مزید کہا کہ انجمن طلباء اسلام اور انجمن نوجوانان اسلام ہمارا قیمتی اثاثہ ہیں۔ ان کی بھرپور سرپرستی کر کے ہم مستقبل کو تابناک بنا سکتے ہیں۔

محترم صوفی ایاز خان نیازی نائب مرکزی ناظم اعلیٰ نے جہاد کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جہاد ہی وہ تلوار ہے جو عصبیت کی چٹان کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ میں نہ کوئی پنجابی ہے نہ کوئی سندھی نہ کوئی بلوچی اور نہ ہی پٹھان۔ آپ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے جانثار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا یہاں آنا بھی جہاد ہے آپ یہاں نظام مصطفیٰ ﷺ کے جاری وساری رہنے کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جو قیادت جمعیت علماء پاکستان کو میسر ہے وہ کسی اور جماعت کو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ علامہ مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی شخصیت ہے جس نے قادیانیوں کے قصے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ صوفی ایاز خان نے کہا کہ میری اس پیرانہ سالی آنکھ نے آج تک ایسا مخلص اور بے لوث قائد نہیں دیکھا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس کا ساتھ اس طرح نہیں دے سکے جیسا کہ دینا چاہئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت کو ماضی میں جمعیت ہی کے سوداگروں سے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس لئے خادمین کو جمعیت کے ساتھ نظام مصطفےٰ ﷺ کی جدوجہد کے جہاد میں لگن سے کام کرنا چاہئے۔

صوفی ایاز خان نیازی نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جو ٹولہ مولانا عبدالستار خان نیازی کے ساتھ گیا ہے وہ مفاد پرستوں کا ٹولہ ہے۔ وہ کسی کے وفادار نہیں وہ صرف اپنے مفادات سے وفا کرتے ہیں۔ ماضی میں بھی انہوں نے ضیاء الحق کی خدمت کی اور جمعیت کو نقصان پہنچایا اور آج بھی انہوں نے اپنے ہی مفادات کی خاطر جمعیت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ انہوں نے خادمین کو تلقین کی کہ وہ اس مفاد پرست ٹولے سے ہوشیار رہیں اور ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیں۔

عمر احمد صدیقی نے اجتماع سے افراد، معاشرہ اور جماعت کے موضوع پر بھرپور

دلائل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ودیعت فرمائی ہے کہ وہ اپنی پسند کی جماعت میں رہے۔ اس لئے خادمین کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ انہوں نے جمعیت علماء پاکستان میں نظریات کی بناء پر شمولیت حاصل کر رکھی ہے اور وہ نظریہ ہے ملک پاکستان میں رسول اللہ ﷺ کے قانون کو نافذ کرنے کا۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی جماعت کے تین ادوار ہوتے ہیں۔ عہد طفلی۔ عہد شباب اور عہد پیری۔ جماعت کو انحطاط سے بچانے کے لئے ان میں نوجوان نسل کو شامل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے صوبائی، ضلعی اور علاقائی عہدہ داروں سے میری درخواست ہے کہ وہ نوجوانوں کو اپنی صفوں میں شامل کریں۔ ورنہ آپ کے ہم خیال نوجوانوں کو کوئی اور اچک لے جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماہرین سیاسیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جماعت کے قائد میں دو خصوصیات ہونا لازم ہیں۔ اول تو یہ کہ اس سے سب محبت کریں اور دوئم یہ کہ اس سے سب خوفزدہ رہیں۔ محبت اس لئے کریں کہ وہ ہر ایک سے محبت اور شفقت سے پیش آتا ہو اور خوفزدہ اس لئے رہیں کہ اس کی اصول پسندی اور ایمانداری کی وجہ سے غلط کار لوگ سودے بازی نہ کر سکیں۔ جب انہوں نے مجمع سے پوچھا کہ کیا ہمارے قائد میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں تو پورا مجمع اٹھ کھڑا ہوا اور جئے نورانی، نورانی کا فلک شگاف نعرہ لگانے لگا۔ محمد احمد صدیقی نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ایک مرکزی تربیتی سیل قائم کیا جائے تا کہ خادمین کو معاشیات، سیاسیات، اسلامیات اور حالات حاضرہ پر تربیت دی جا سکے۔ محمد احمد صدیقی نے جمعیت علماء پاکستان کے شاندار ماضی پر بھرپور روشنی ڈالی اور کہا کہ جب ۱۹۶۷ء میں پوری دنیا میں سوشلزم کا عروج تھا تو اس کا اثر پاکستان پر بھی پڑا۔ جمعیت علماء پاکستان نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ملک گیر سطح پر علمائے کرام اور عوام اہلسنت کو جمع کر کے سنی کانفرنس منعقد کی اور سوشلزم کے بدکردار اور بدکتے ہوئے گھوڑے کے منہ میں لگام دی۔ انہوں نے کہا کہ تمام خادمین کو پوری طرح واقفیت ہونی چاہئے کہ جمعیت نے ماضی میں جابر اور ظالم حاکموں کے سامنے کس طرح کلمہ حق ادا کیا۔ مارشل لاء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جمہوریت کی بقاء کے لئے کتنی قربانی دی۔ جمعیت کی قیادت نہ کبھی جھکی ہے اور نہ کبھی بکی ہے۔ خادمین کو چاہئے کہ جمعیت کے اس شاندار کارنامے کو گلی گلی اور کوچہ کوچہ پھیلائیں اور نظام مصطفےٰ ﷺ کا پیغام گھر گھر پہنچائیں۔ اس کے بعد اجلاس نماز

جمعہ کے لئے ملتوی ہو گیا۔

نماز جمعہ میں تقریر کرتے ہوئے علامہ شاہ احمد نورانی نے رمضان کی آمد آمد کا مژدہ سنایا اور خادمین کو تلقین کی کہ وہ رمضان کے مہینہ کا استقبال اس طرح کریں جیسے کہ اس کا حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ رمضان المبارک کا مہینہ آپ کو تقویٰ کا درس دیتا ہے۔ آپ روزہ رکھیں تا کہ آپ متقی اور پرہیزگار بن جائیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ لوگ آج کل مجھ سے یہ فتویٰ پوچھنے آتے ہیں کہ عورت کی سربراہی جائز ہے یا ناجائز۔ جو لوگ یہ مسئلہ مجھ سے پوچھنے آتے ہیں میں ان غیور سنیوں سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے ان سے کہا کہ آؤ نظام مصطفےٰ ﷺ کی طرف آؤ تو انہوں نے آئی جے آئی، جب میں نے تم سے کہا آؤ نظام مصطفےٰ ﷺ کی طرف آؤ تو تم نے کہا پی پی پی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ انتخابات سے پہلے میں نے کہا تھا کہ آئی جے آئی نہ اسلامی ہے نہ جمہوری، انتخابات سے پہلے میں نے کہا تھا کہ عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے تو اے غیور سنیو تم نے کیوں پی پی پی کو ووٹ دیا۔ تم نے کیوں آئی جے آئی کو ووٹ دیا۔ اب مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ عورت کی حکمرانی شرعی ہے یا غیر شرعی۔ میں نے تمہیں تو بہت پہلے بتا دیا تھا کہ عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے لیکن تم نے ہماری بات نہ سنی تم نظام مصطفےٰ ﷺ کی طرف نہ آئے۔ اب تم ہم سے کیوں یہ بات پوچھتے ہو۔ عورت اگر حکمران ہوئی ہے تو تمہارے ہی دونوں سے، عورت کو اگر وزیراعظم بننے کی دعوت دی ہے تو صدر غلام اسحاق خان نے، عورت کو اعتماد کا ووٹ دیا ہے تو مولانا فضل الرحمٰن نے۔ عورت کو اگر اعتماد کا ووٹ دیا ہے تو درخواستی گروپ کے علماء کرام نے، ان سے جا کر پوچھو، صدر غلام اسحاق خان سے پوچھو، ہم تو تم کو نظام مصطفےٰ ﷺ کی دعوت دیتے ہیں، پوچھو جا کر ضیاء الحق اور ان کی باقیات سے کہ ضیاء الحق نے گیارہ سال تک اس ملک پر حکومت کی، اپنے مفادات کے لئے انہوں نے دستور میں ترامیم کیں، انہوں نے یہ ترمیم کیوں نہیں کی کہ اس ملک کی سربراہ عورت نہیں ہو سکتی۔ جبکہ ان کو معلوم تھا کہ پیپلز پارٹی انتخابات میں حصہ لے رہی ہے۔ پیپلز پارٹی جب جیتے گی تو سربراہ عورت ہی ہو گی۔ اس غیر شرعی عمل کی پوری ذمہ داری ضیاء الحق پر ہے۔ ان کی باقیات پر ہے ان سے جا کر پوچھو، ان سے پوچھو جو اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں جب ہم اسمبلی میں تھے تو دستور کو اسلامی بنایا۔

حالانکہ اس سے پہلے جتنے دستور تھے اس میں اسلام کا نام نہیں تھا۔ جب ہم اسمبلی میں تھے تو قادیانیت کا فتنہ ختم کرایا۔ جب ہم اسمبلی میں تھے تو دینی مدارس کی تنظیم، تنظیم المدارس کو رجسٹر کروایا اور وہاں کے فارغ التحصیل علماء کی سند کو ایم اے کے برابر تسلیم کرایا۔ اے غیور سنیو! تم نظام مصطفےٰ ﷺ کی طرف کیوں نہیں آتے۔ اگر تم سب مل کر نظام مصطفےٰ ﷺ کو ووٹ دو تو نہ صرف عورت کی سربراہی کا غیر شرعی مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا بلکہ اور دوسرے مسائل بھی، فحاشی و عریانی کا مسئلہ، سود کا مسئلہ، جوا کا مسئلہ اور دوسرے بھی بے شمار مسائل غیر شرعی ہیں۔ ان کی طرف بھی توجہ دینا ہے۔ ان کو بھی ختم کرانا ہے۔ سارے غیر شرعی مسئلوں کو ختم کرانا ہے۔

نماز جمعہ کے بعد کنونشن کا اختتامی اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد کراچی کے کنوینر سید ارشاد علی نے کنونشن کی غرض و غایت کے بارے میں تقریر کی، بعد ازاں سید حامد سعید کاظمی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج یہ جم غفیر اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ سنیوں کے قائد صرف اور صرف حضرت علامہ شاہ احمد نورانی ہیں جنہوں نے ہر دور میں باطل پرستوں کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے علماء کی بھاری اکثریت مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ ہے۔ ہم مولانا شاہ احمد نورانی کو یقین دلاتے ہیں کہ جب تک اس ملک میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ نہیں ہو جاتا ہم اپنی جدوجہد جاری و ساری رکھیں گے۔ ہماری منزل نہ اسلام آباد ہے نہ اسمبلی بلکہ ہمارا دامن ہماری منزل سبز گنبد کے آقا کے نظام کے نفاذ سے وابستہ ہے۔ میں آپ کو بیس ہزار خادمین کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ ہم کو آپ اس جہت میں کسی سے پیچھے نہیں پائیں گے۔

جناب صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر احمد نے نظم و ضبط کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم کے نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے نظم و ضبط بہت ضروری ہے۔ جس جماعت میں پارٹی ڈسپلن کا فقدان ہوتا ہے وہ کبھی پروان نہیں چڑھ سکتی۔ اس لئے تمام قارئین کو چاہئے کہ وہ قائد کے کہنے پر عمل کریں۔ ہمارے قائد اور ہمارے رہبر صرف مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔ ہمیں ان کی قیادت پر فخر ہے۔ ہمیں انہیں کی اطاعت پر فخر ہے۔

اجتماع سے صاحبزادہ اکرم شاہ قائم مقام ڈپٹی سیکرٹری جنرل نے خطاب کرتے

ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان وہ واحد تنظیم ہے جس نے ملک میں جمہوریت کے لئے جاں فشاں کوشش کی ہے اور ہر دور میں جابروں اور ظالموں کا مقابلہ کیا ہے لیکن افسوس کہ جمعیت کے ایک قائد نے پیرانہ سالی میں جمعیت کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ لیکن قائد اہل سنت کی دلیرانہ قیادت نے جمعیت کی ساکھ کو بچا لیا۔ ہم سب قائد اہل سنت کی قیادت پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور ان کو باور کراتے ہیں کہ ہر مشکل دور میں ہمارا تعاون ان کو حاصل رہے گا۔

اجتماع سے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت پیر اعجاز احمد ہاشمی نے موجودہ دور میں ابلاغ کی اہمیت پر زور دیا اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ جمعیت کے پیغام کو آگے بڑھانے میں کس طرح ابلاغ سے کام لینا چاہئے۔ اجلاس سے صوبہ بلوچستان سے مولانا فتح محمد باروزئی، مولانا حبیب احمد نقشبندی نے بھی خطاب کیا جب کہ عبیداللہ قادری و دیگر حضرات نے متعدد قراردادیں پیش کیں۔

کنونشن میں جمعیت علماء پاکستان اوورسیز کے صدر اور مولانا شاہ احمد نورانی کے برادر بزرگ مولانا شاہ محمد جیلانی صدیقی نے بھی شرکت کی۔

جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے جنرل سیکریٹری اور قومی اسمبلی میں جمعیت کے پارلیمانی لیڈر حافظ محمد حسین انصاری نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حلقہ نمبر 99 کے الیکشن پر مفصل روشنی ڈالی اور انتشار کے پیدا کرنے والے افراد کو بے نقاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی کو "منصورہ" سے ہدایت براستہ "نواز شریف" ملتی ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ غلط ہے کہ جمعیت علماء پاکستان پیپلز پارٹی کی بی ٹیم ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے ان سے کہا تھا کہ اگر خفیہ بیلٹ کے ذریعے بے نظیر کو اعتماد کا ووٹ دینا ہوگا تو وہ دیں گے لیکن اگر ہاتھ اٹھا کر دینا ہوگا تو وہ پھر نہیں دیں گے جس پر میں نے ان سے کہا کہ شرعی احکامات، شرعی احکامات ہوتے ہیں۔ چاہے وہ پوشیدہ طور پر کئے جائیں یا ظاہری طور پر۔ یہ منافقت مجھ سے نہیں ہوگی کہ اگر پوشیدہ طور پر ووٹ دینا ہو تو بے نظیر کو دیں اور ظاہری طور پر دینا ہو تو نہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک جو کام ظاہری طور پر غلط ہے وہ پوشیدہ طور پر بھی غلط ہے۔ بہرحال آہستہ

آہستہ ان پر نواز شریف ٹولہ نے گھیراؤ ڈالنا شروع کر دیا اور مولانا عبدالستار خان نیازی نے قائد اہل سنت کے بارے میں لوگوں میں بدگمانی پیدا کرنا شروع کر دی اور اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق جمعیت کے دفتر پر قبضہ کر لیا۔ گاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ غنڈوں کو اکٹھا کیا، نام نہاد خادمین کا اجلاس طلب کیا، کسی بھی خادم کو اجلاس کا نوٹس نہیں بھیجا اور اس طرح سے منصورہ کے دیئے گئے پروگرام پر عمل کر کے ہمارے عظیم قائد، قائد اہل سنت کو بقول ان کے معزول کر دیا جب انہوں نے خادمین سے پوچھا کہ جمعیت کا صدر کون ہے تو تمام خادمین نے اٹھ کر ہاتھ اٹھا کر کہا نورانی، نورانی۔ انہوں نے کہا کہ بہرحال جمعیت سودے بازوں سے پاک ہو گئی ہے۔

اجلاس سے جمعیت علماء پاکستان اوورسیز کے جنرل سیکریٹری خواجہ غلام سیدین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عزم نو کے ساتھ تمام خادمین کمربستہ ہو جائیں اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں اس ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ کو برپا کریں۔ انہوں نے کہا کہ خادمین کو چاہئے کہ گلی گلی کوچہ کوچہ جا کر جمعیت کے پیغام کو گھر گھر پہنچائیں۔ روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ جمعیت کے کاموں کے لئے صرف کریں اور جمعیت کو مضبوط کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کریں۔ جمعیت علماء پاکستان کے سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ جب حقی نعرہ لگا کر لسانی گروہی عصبیتیں اجاگر کر کے مسلمانوں کی اکثریت کے ذہن کو بدلا جا سکتا ہے تو اسلام اور عقیدے کی عصبیت کا ولولہ پیدا کر کے پاکستان کی تقدیر بھی بدلی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے۔ کشمیر میں مجاہدین آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس وقت قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی لیکن ضیاء الحق کی باقیات قومی یک جہتی کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں۔ تو دوسری طرف پیپلز پارٹی بھی لوگوں کو جمع کر کے اپنا زور دکھا رہی ہے اور ادھر آئی جے آئی اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ان لوگوں کو نہ تو ملکی استحکام عزیز ہے اور نہ عوام کی فلاح سے کوئی دلچسپی ہے سندھ میں فسادات، قتل و غارت گری، روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ لاقانونیت اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے کوئی پروگرام ان کے پاس نہیں ہے۔ غریب عوام مسائل سے دوچار ہیں اور اراکین اسمبلی ہارس ٹریڈنگ میں ملوث

ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ رائج نہیں ہوتا ملک سے یہ برائیاں کبھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے خادمین کی ذمہ داری ہے کہ وہ نظام مصطفےٰ ﷺ کا پیغام شہر شہر اور گاؤں گاؤں پہنچا دیں۔

اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ان کی جماعت عید کے بعد بھرپور انداز میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ملک گیر سطح پر تحریک چلائے گی اور پھر پاکستان میں کوئی طاغوتی قوت باقی نہیں رہے گی۔ انہوں نے خادمین کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر جوش و جذبے کے ساتھ اپنے مکانوں اور دکانوں پر نبی کا جھنڈا لہرا دیں۔ انہوں نے کہا کہ جب نبی کا جھنڈا لہرائے گا تو پھر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ قائد اہل سنت نے اس بات کو جھوٹ قرار دیا کہ ان کا جھکاؤ پیپلز پارٹی کی جانب ہے انہوں نے کہا کہ ہمارا جھکاؤ روضۂ رسول ﷺ کی جانب ہے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ پیپلز پارٹی سے ہم نے پہلے دور اقتدار میں کچھ نہیں لیا جبکہ وہ اس وقت مضبوط پوزیشن میں تھی تو اب کمزور حکومت ہمیں کیا دے سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم اسمبلی میں تھے تو اس وقت پوری قوت سے اسلام کے لئے آواز اٹھائی جس کا ریکارڈ گواہ ہے۔ (ہفت روزہ احوال، مارچ ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۲ تا ۱۶)

روزنامہ جنگ لاہور (13) 28 دسمبر 1999ء



محبوب الرسول قادری ڈاکٹر طاہر القادری کو اپنی تازہ کتاب پیش کر رہے ہیں

ظلم اور ناانصافیاں ارباب اقتدار کو ذلت کے گڑھوں میں دھکیل دیا کرتی ہیں: طاہر القادری

نوشہرہ (نامہ نگار جنگ) پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا ہے کہ ظلم اور ناانصافیاں ارباب اقتدار کو ذلت کے گڑھوں میں دھکیل دیا کرتی ہیں یہ آج کی بات نہیں بلکہ صدیوں کا تجربہ ہے ... [illegible]

ایک اہم تاریخی دستاویز

جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد کا فارمولا

آج مورخہ ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء بوقت دس بجے صبح مولانا عبدالستار خان نیازی کے دفتر واقع ۲۲ اویس قرنی روڈ اسلام پورہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کی مذاکراتی ٹیموں کے مابین دونوں گروپوں کے اتحاد کے لئے مذاکرات ہوئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی گروپ کی قیادت پیر اعجاز ہاشمی ہمراہ سردار محمد خان لغاری اور مولانا عبدالستار خان نیازی گروپ کی قیادت حاجی غلام سرور خان نیازی، نوابزادہ سید شمس حیدر اور صاحبزادہ رب نواز درانی، میاں غلام شبیر قادری نے مذاکرات کئے۔ مذاکرات میں دونوں گروپوں نے مفصل بحث ومباحثہ کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد پر اتفاق کیا اور مندرجہ ذیل نکات پر ابتدائی فیصلہ کیا گیا۔

۱۔ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی جمعیت علماء پاکستان کے دستور کے مطابق عرصہ تین سال کے لئے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر ہوں گے۔

۲۔ دستور میں ترمیم کر کے ایک سپریم کونسل بنائی جائے گی جو دونوں گروپوں کے برابر اراکین پر مشتمل ہوگی۔ مولانا شاہ احمد نورانی پہلی صدارتی مدت عرصہ تین سال کے لئے سپریم کونسل کے چیئرمین ہوں گے۔ سپریم کونسل باہم مشورہ سے فیصلے کرے گی۔ اختلافی صورت میں جمعیت کے صدر اور سپریم کونسل کے چیئرمین کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوگا۔

۳۔ مرکزی سیکرٹری جنرل کا عہدہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور سپریم کونسل کے چیئرمین باہمی مشورہ سے نورانی گروپ سے لیں گے۔

(پیر اعجاز ہاشمی چیئرمین مذاکراتی کمیٹی نورانی گروپ) (سردار محمد خان لغاری)

(حاجی غلام سرور خان نیازی چیئرمین) (میاں غلام شبیر قادری نیازی گروپ)

(صاحبزادہ رب نواز درانی نیازی گروپ) (سید نوابزادہ شمس حیدر نیازی گروپ)

امام نورانی کا اتحاد امت سیشن سے قرطبہ میں خطاب

۲۷، ۲۸، ۲۹ اکتوبر کو جماعت اسلامی نے قرطبہ موٹروے سٹی میں اپنے اجتماع عام کا انعقاد کیا۔ ۲۸ تاریخ کی سہ پہر کو تمام مکاتب فکر کے علماء کو اتحاد امت سیشن پر خطاب کی دعوت دی۔ قائد اہل سنت نے وہاں پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت امت مسلمہ کی شیرازہ بندی بہت ضروری ہے۔ عالم اسلام آتش فشاں بنا ہوا ہے ہر جگہ عالم کفر مسلمانوں کے خلاف جنگ آزما ہے۔ اس وقت مجاہدین اسلام ایثار وقربانی کی لازوال داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ مسلمان امت کو جہاد اسلامی کو منظم ومربوط بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگر مسلمانوں نے اپنا فرض ادا نہ کیا تو کفر کی تاریکی بڑھتی جائے گی۔

(ہفت روزہ احوال، ۱۰ تا ۱۶ نومبر ۲۰۰۰ء، صفحہ نمبر ۵۸)


مسلسل اشاعت کے 59 سال

DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE

روزنامہ نوائے وقت لاہور

شمارہ	رجسٹرڈ نمبر ایل	صفحات		جلد
161	203	40	اتوار 23 جمادی الاول 1420ھ 5 ستمبر 1999ء 21 بھادوں 2056ب فون نمبر 54 - 6367551 - 6302050 قیمت 10 روپے	59

ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوششیں تیز کی جائیں۔ مولانا شبیر احمد ہاشمی

[illegible]

ہفت روزہ "زندگی" میں رؤف طاہر کی من گھڑت کہانی

جے یو پی کی مخالفت میں حقائق کا قتل

محمد عباس ظہیر

جمعیت علماء پاکستان کا اندرونی خلفشار ملک کے ہر دین پسند اور اسلامی قدروں کے طرفدار پاکستانی کے لئے تشویش کا باعث بنا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان کی صرف ایک سیاسی جماعت ایسی تھی کہ جس پر جھکنے اور بکنے کا الزام نہ تھا مگر موجودہ صورتحال میں یہ خوش فہمی بھی فوت ہو چکی ہے۔ ملک میں تشویش کی اس لہر کے باوجود سب سے زیادہ خوشی جن عناصر کو ہوئی ہے وہ ہیں منصورہ کے طرفدار۔ ان میں منصورائی پریس کا لاؤڈ لشکر مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو صدر پکا کرانے میں پوری قوتیں صرف کر رہا ہے اور مولانا شاہ احمد نورانی کو بزعم خویش معزول کر کے اہل منصورہ بڑے خوش موڈ میں ہیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے تنخواہ دار کراچی اور لاہور کے جرائد مولانا نیازی صاحب کو بڑی فراخدلی سے سپورٹ کر رہے ہیں۔ مولانا نیازی صاحب کے انٹرویو چھاپے جا رہے ہیں اداریے لکھے جا رہے ہیں، اور اپنے گمان کے مطابق منصورہ خوش ہے کہ اس نے اپنی منزل حاصل کر لی ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی منصورہ کے شیشے میں نہیں اتر سکتے جبکہ نیازی صاحب کو نواز شریف کے وسیلۂ جلیلہ سے منصورہ نگر کا ایک دست نگر بنانے کی سازش کامیاب ہو چکی ہے۔ چنانچہ کبھی "بڈھا سیاست" کے عنوان سے اداریہ "جمعیت علماء پاکستان میں تفرقہ بازی" کے عنوان سے مضمون اور حالیہ شمارہ ۱۶ تا ۲۲ مارچ کے صفحات ۲۷ تا ۳۱ میں رؤف طاہر صاحب کی ایک مسلسل کہانی چھپی ہے جس میں "جمعیت علماء پاکستان لیبیا اور میانوالی کے درمیان کے عنوان سے "بیس سالہ زیرو بم کی داستان" کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ رؤف طاہر جمعیت کے اندرونی معاملات سے بالکل ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے مضمون برائے مضمون کا کھیل کھیلا ہے جس سے حقیقت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ان کے مضمون پر انہیں کی

طرح پیرا وائس ہی گفتگو کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اگر جناب مجیب الرحمٰن شامی میں صحافتی غیر جانبداری کا شائبہ بھی ہوا تو میرا مضمون بھی ان کے اس ہفت روزہ میں جگہ پا سکے گا۔

یہ بات درست نہیں ہے کہ ۱۹۷۸ء سے پہلے جمعیت علماء پاکستان اہلسنت (بریلوی علماء و مشائخ) کی غیر سیاسی تنظیم تھی بلکہ جمعیت اس ملک کی واحد سیاسی تنظیم تھی جس نے ۲۷ مئی ۱۹۴۸ء کو سب سے پہلے ملک میں یوم شریعت کانفرنس جمعیت کے موجودہ قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے ۱۸ مئی ۱۹۵۳ء کو کراچی میں آل مسلم پارٹیز کنونشن میں جمعیت کی نمائندگی کی (منیر رپورٹ صفحہ ۸۰) آغا شورش کاشمیری کی کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۲۳۷ اور جمعیت کے پہلے صدر حضرت علامہ ابوالحسنات قادری تحریک ختم نبوت کے سربراہ تھے۔ جمعیت نے ۱۹۴۸ء کے جہاد کشمیر میں حصہ لیا اور ۱۵ اپریل ۱۹۴۸ء کو جمعیت نے ہی ملکی سطح پر یوم کشمیر منایا اس طرح یہ کہنا کہ ۱۹۷۰ء سے پہلے جمعیت غیر سیاسی تنظیم تھی، صحیح نہیں البتہ جمعیت نے انتخاب میں پہلی مرتبہ ۱۹۷۰ء میں حصہ لیا اور بھٹو، بھاشانی کے کمیونزم اور سوشلزم کے نعروں کا مقابلہ سب سے پہلے جمعیت ہی نے کیا۔

☆☆☆

یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالغفور ہزاروی، محترمہ فاطمہ جناح کے حامی تھے بلکہ علمائے اہلسنت فاطمہ جناح اور بے نظیر سمیت آج بھی عورت کی سربراہی کو اتفاق رائے سے حرام سمجھتے ہیں۔ مولانا عبدالستار خان نیازی محترمہ فاطمہ جناح کے حامی تھے۔ مگر اس وقت جمعیت میں نہ تھے اور اہل سنت بریلوی مکتب فکر میں بھی ان کی شمولیت واضح نہیں تھی۔ رؤف طاہر صاحب کا شکریہ کہ انہوں نے ۱۹۴۶ء کی بنارس سنی کانفرنس کو تحریک پاکستان کا ایک اہم باب تسلیم کر لیا ہے جبکہ ۲۶ اپریل ۱۹۴۷ء کو جماعت اسلامی کے پٹنہ اجتماع میں گاندھی جی کی تشریف آوری بھی ایک مسلم امر ہے۔

(تاریخ جماعت اسلامی مصنفہ سید اسعد گیلانی صفحہ ۳۶۱)

☆☆☆

رؤف طاہر صاحب کی یہ بات بھی درست نہیں کہ مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد

عبدالعلیم صدیقیؒ اپنے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی کی بجائے اپنی صاحبزادی پر زیادہ اعتماد فرماتے تھے۔ بلکہ مولانا شاہ احمد نورانی کے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ محمد جیلانی خدا کے فضل سے اب بھی موجود ہیں وہ بڑے بھائی ہونے کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی کے علم وتقویٰ کے انتہائی معترف بلکہ معتقد ہیں۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا پورا خاندان اعلیٰ حضرت امام احمد خان بریلویؒ کا مرید تھا اور اسی نسبت سے وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔

☆☆☆

یہ الزام بھی قطعی غلط ہے کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی صدارت کے خلاف مولانا نورانی نے کوئی لابی یا سازش کی تھی بلکہ مولانا نورانی آخر وقت تک حضرت خواجہ صاحب سے انتہائی عقیدت اور نیازمندی کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ حضرت خواجہ صاحب انتہائی نیک دل اور نیک سیرت بزرگ تھے اور وہ صرف بوجہ علالت مستعفی ہوئے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی جمعیت کے مرکزی نائب صدر تھے۔ ۱۳ جون ۱۹۷۷ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ سنی کانفرنس میں حضرت خواجہ صاحب صدر منتخب ہوئے تھے جبکہ اس موقع پر مولانا نورانی کو نائب صدر منتخب کیا گیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۷۳ء میں بوجہ علالت استعفیٰ دے دیا تھا جبکہ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء میں خانیوال کنونشن منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر منتخب کیا گیا تھا اور یہ کہنا کہ کراچی کے کسی اجلاس میں جمعیت کے دستور سے وہ شق حذف کی گئی جس میں ایک شخص کے دو سے زیادہ مرتبہ صدر بننے پر پابندی عائد تھی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شق ۲۵ مارچ ۱۹۷۹ء کو رائے ونڈ میں جمعیت کے زیرِ اہتمام منعقدہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کے موقع پر مجلس شوریٰ اور عاملہ کے اجلاس میں مولانا نیازی صاحب کی تجویز پر حذف کی گئی۔ اس وقت جمعیت کی مجلس شوریٰ ۱۷۱ ارکین پر مشتمل تھی جن میں ۱۵۰ ارکان موجود تھے۔ صرف ایک ووٹ اس شق کے برقرار رہنے کے حق میں تھا اور وہ ووٹ مولانا شاہ احمد نورانی کا تھا جبکہ تمام مجلس شوریٰ نے مولانا نیازی صاحب کے اسرار پر مولانا شاہ احمد نورانی کو ہمیشہ صدارت کے لئے مجبور کیا جاتا رہا ہے اور جب بھی مولانا نورانی نے صدارت سے علیحدہ ہونا چاہا تو مولانا نیازی ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ "ساتھ آئے ہیں اور ساتھ جائیں گے۔"

☆☆☆

باقی رہی یہ بات کہ مولانا نورانی نے اصغر خان کے ساتھ دوستی کیوں نبھائی، تو اس سلسلے میں گذارش ہے کہ مولانا نورانی کی ایئر مارشل اصغر خان سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے جبکہ مولانا مودودی اور اصغر خان کی بیویاں آپس میں بہنیں ہیں۔ مولانا نورانی نے تو ہمیشہ اصغر خان کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے قائل کیا ہے اور اصغر خان نے ہمیشہ مولانا نورانی کی فکر کو اپنایا ہے۔ باقی رہی ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کی اصغر خان کی طرف سے مخالفت تو مولانا نیازی صاحب بارہا یہ بیان کر چکے ہیں کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مولانا مودودی تحریک میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ بقول مولانا نیازی صاحب مولانا مودودی صاحب یہ فرماتے تھے کہ تحریک ختم نبوت ان پر اسی طرح مسلط ہو گئی ہے جس طرح سڑک پر کھڑے ہوئے انسان پر ٹرک چڑھ جائے۔

(ماہنامہ فیضان لاہور بابت اپریل ۱۹۷۵ء)

☆☆☆

رؤف طاہر صاحب نے ہفت روزہ "زندگی" ۸ تا ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کے حوالے سے بھٹو کے خلاف مولانا نورانی کا انٹرویو نامعلوم کس وجہ سے نقل فرمایا ہے جبکہ آج بھی مولانا نورانی اور پوری جمعیت بھٹو پیپلز پارٹی یا ان کی حکومت کے بارے میں کسی خیر کے جذبات نہیں رکھتی۔ آج بھی پیپلز پارٹی اور اس وقت کے فوجی آمروں کو ملک توڑنے کا ذمہ دار کہتے ہیں اور آج بھی عورت کی سربراہی کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ مولانا نورانی اپنے سیکڑوں بیانات میں ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے نتائج کو عوام کا غلط فیصلہ قرار دے چکے ہیں۔ پیپلز پارٹی سے کسی قسم کے معاہدے کے امکان کو مسترد کر چکے ہیں، مگر مولانا نورانی کا قصور یہ ہے کہ وہ نواز شریف جماعت اسلامی اور آئی جے آئی کے نام سے ٹولے کو بھان متی کا کنبہ قرار دیتے ہیں اور پیپلز پارٹی سے انہیں مختلف نہیں سمجھتے ان لوگوں کو اسلامی تو تیں تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کو مارشل لاء کے زیرِ سایہ پلنے والے سیاسی بونے سمجھتے ہیں۔ پس اسی رائے کی سزا مولانا نورانی کو دی جا رہی ہے اور انہیں زبردستی پیپلز پارٹی سے منسلک کیا جا رہا ہے۔ مولانا نیازی صاحب خوب جانتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کو نورانی صاحب کبھی اپنا حلیف نہیں بنا سکتے مگر جماعت اسلامی کے حلیف اور سرپرست صحافی اپنے اہلسنت سے بغض کے باعث مولانا

نورانی کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

☆☆☆

بھٹو دور میں جمعیت علماء پاکستان کی جدوجہد رؤف طاہر صاحب نے تسلیم فرما کر بڑی مہربانی کی ہے مگر جمعیت سندھ کی صوبائی تنظیم کے صوبائی وزیر اعلیٰ سندھ جناب جتوئی سے خوشگوار تعلقات کی کہانیوں سے متعلق بات بھی حسب معمول بے بنیاد الزام ہے جبکہ پنجاب میں پیپلز پارٹی نے کھر کے زمانے میں مبینہ طور پر ڈاکٹر نذیر احمد کو قتل کر دیا۔ یہ جماعت اسلامی کے پنجاب سے واحد منتخب رکن قومی اسمبلی تھے۔ جماعت اسلامی کے لڑکے نعرے لگاتے تھے "ایک کے بدلے تین سر، بھٹو، کوثر اور کھر" مگر حیرت سر پیٹ لیتی ہے جب مولانا مودودی انہیں دنوں کھر کے دستر خوان پر دعوت تناول فرماتے دیکھے گئے جس پر آغا شورش کاشمیری جیسے لوگ بھی تڑپ گئے۔ ایسے عالم میں رؤف طاہر صاحب کو جمعیت کے کچھ لوگوں کی خفیہ کہانیوں کی بجائے ڈاکٹر نذیر احمد کے خون کی مبینہ توہین کا جائزہ لینا چاہیے۔

☆☆☆

قومی اتحاد سے جمعیت کا علیحدہ ہونا صرف اس بناء پر تھا کہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو قومی اتحاد کی تمام جماعتوں نے اتفاق رائے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ضیاء الحق کی نامزد وزارت میں نہیں جائیں گے مگر سب سے پہلے مسلم لیگ کے چوہدری ظہور الٰہی ضیاء الحق کی کابینہ میں وزیر بن گئے۔ نیز قومی اتحاد نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ اس کے عہدیداران کا انتخاب اتفاق رائے سے ہوگا مگر اتحاد کے وڈیروں نے اس کے عہدے ریوڑیوں کی طرح بانٹ لئے۔ جمعیت جنوری ۱۹۷۸ء میں علیحدہ ہوئی تھی مگر دسمبر ۱۹۷۷ء میں چوہدری ظہور الٰہی وزیر بن چکے تھے اور نوابزادہ نصر اللہ خان اتحاد کے انتخابات کے سلسلے میں جمعیت کے دلائل کے قائل ہو چکے تھے۔ ظہور الحسن بھوپالی مرحوم نے خان گڑھ میں نوابزادہ نصر اللہ خان کو جمعیت کا موقف پیش کیا اور نوابزادہ نصر اللہ خان اتحاد کے انتخابات کے سلسلے میں جمعیت کے دلائل کے قائل ہو چکے تھے۔ ظہور الحسن بھوپالی مرحوم نے خان گڑھ میں نوابزادہ نصر اللہ خان کو جمعیت کا موقف پیش کیا اور نوابزادہ نصر اللہ خان دلائل کا جواب نہ دے سکے۔ انہوں نے جمعیت کے موقف کو درست تسلیم کر لیا مگر جماعت اسلامی اور مفتی محمود نے اس کو مسترد کر دیا

اس طرح قومی اتحاد توڑنے کا ثواب دارین بھی جماعت اسلامی کے کھاتے میں ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے نزدیک آج بھی جماعت اسلامی جمہوریت سے مخلص نہیں ہے۔ وہ واقعتاً مارشل لاء کی بی ٹیم رہی ہے اور آئندہ بھی خدانخواستہ کوئی مارشل لاء لگ جائے تو جماعت اسلامی ڈکٹیٹروں کے بوٹ پالش کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرے گی۔ دولتانہ صاحب کی وساطت سے مسلم لیگ اور جمعیت کا جو اتحاد ہوا تھا اسکیں پہلی شرط یہ تھی کہ پیر صاحب پگاڑا جنرل محمد ضیاء الحق سے تنہا کوئی ملاقات نہیں کریں گے اور دونوں پارٹیوں کی سات سات رکنی کمیٹیاں سیاسی پالیسی طے کریں گی۔ مگر جب پیر صاحب نے اس کی پابندی نہیں کی تو جمعیت نے ان سے ناطہ توڑ دیا اور مولانا نورانی صاحب نے واضح بیان دیا کہ پیر صاحب سے ہمارا روحانی تعلق پیر جوگوٹھ تک ہے اس سے آگے ہمارے اور ان کے راستے جدا جدا ہیں۔ رؤف طاہر صاحب کو جمعیت کی اس مسئلے میں تعریف کرنی چاہیے تھی کہ اس نے جی ایچ کیو کے پیر صاحب کو واپس لانے کی کوشش کی مگر وہ اس کو بھی طعنہ کے انداز میں پیش کر رہے ہیں اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ دو جماعتی اتحاد کو کابینہ میں شمولیت کی کوئی دعوت تھی بلکہ جمعیت نے یہ اتحاد پیر صاحب کو مارشل لاء سے دور رکھنے کے لئے کیا تھا۔ سردار عبدالقیوم کا ایم آر ڈی سے نکل جانا ان کی اس حکمت عملی کا مظہر ہے جس کا وہ آج بھی مظاہرہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کی ہر مرکزی حکومت سے وہ بگاڑ نہیں سکتے۔ چنانچہ ضیاء الحق کے مرشد کہلانے کے باوجود بے نظیر کے حالیہ دورۂ آزاد کشمیر میں وہ بے نظیر کے مرید نظر آ رہے تھے اس لئے ان کے ایم آر ڈی کو توڑنے کا کوئی سیاسی اثر جمعیت پر نہیں پڑ سکتا۔

☆☆☆

ایم آر ڈی میں شمولیت کا کبھی جمعیت نے فیصلہ نہیں کیا بلکہ اخلاقی حمایت ہوتی رہی ہے۔ جمعیت کے اندر ایک طبقہ ایسا ضرور تھا جو ایم آر ڈی میں شمولیت چاہتا تھا چنانچہ ۱۹۸۲ء میں جمعیت پنجاب کی شوریٰ نے اتفاق رائے سے اس سفارش کو قبول نہ کیا اس میں مولانا نیازی کے کسی زور کا اثر نہ تھا بلکہ جمعیت خود اپنا علیحدہ تشخص قائم رکھنے میں کامیاب رہی جبکہ پیپلز پارٹی ایم آر ڈی میں اور جماعت اسلامی ضیاء الحق کی غلامی میں گرفتار ہو گئیں۔ مولانا فضل الرحمٰن ۷۰ کلفٹن میں احرام باندھ کر حاضری دیتے رہے ایسے عالم میں جمعیت

واحد جماعت تھی جس نے گول میز کانفرنس اور ایک نکاتی فارمولا کے عنوانات سے اپنا سیاسی وقار نہ صرف بحال رکھا بلکہ بہت حد تک قیادت کی آل پارٹیز کانفرنس کا تصور جمعیت نے دیا جس سے ضیاء الحق اور جماعت اسلامی پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

☆☆☆

مضمون نگار نے یہ دور کی کوڑی رقم کی ہے کہ جہاد افغانستان کے مسئلے پر مولانا نورانی کے رویہ کے باعث علماء و مشائخ جمعیت سے دور ہوتے چلے گئے بلکہ حقیقی علماء و مشائخ آج بھی جمعیت اور مولانا نورانی کے ساتھ ہیں اور آج بھی یہ حقیقت ہے کہ مسئلہ افغانستان امریکہ اور جماعت اسلامی کا مسئلہ زیادہ اور جہاد کم تھا۔ مولانا نیازی صاحب کو جمعیت کے صدر اس مسئلہ پر تائید نہیں مل سکی۔ ۱۹۸۷ء میں مولانا نورانی کے دورۂ افغانستان کو مولانا نیازی نے نہیں مولانا نورانی کی وسعت ظرفی نے منسوخ کیا تھا کیونکہ اس مسئلہ پر مولانا نیازی صاحب کی تجویز پر مجلس عاملہ کا اجلاس بلایا گیا تھا، بھرپور بحث کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ شرکاء کی اکثریت نے دورۂ افغانستان کی حمایت کی تھی۔ اجلاس میں حضرت سید محمد امیر شاہ گیلانی، صاحبزادہ محمد زبیر، مفتی مختار احمد نعیمی، جناب جاوید صدیقی، محمد احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد بدر قریشی، پیر اعجاز احمد ہاشمی اور خود مولانا نورانی نے دورہ افغانستان کی حمایت کی تھی۔ جبکہ مولانا عبدالستار خان نیازی، پیر برکات احمد اور شیخ محمد لطیف چشتی دورۂ افغانستان کے حامی نہیں تھے اس کے باوجود اکثریت دورہ کرنے کے حق میں تھی کہ افغانستان کے ۹۵ فیصد مسلمان حنفی سنی ہیں اور صرف ۵ فیصد دوسرے عقائد سے تعلق رکھتے ہیں۔ گلبدین حکمت یار کا ٹولہ صرف ایک فیصد ہے مگر امریکہ کی مدد سے وہ سنی مسلمانوں کو اپنے عقائد سے بھگا رہا ہے۔ مولانا نیازی صاحب کے پاس ان دلائل کا جواب نہ تھا۔ اس کے باوجود مولانا نورانی نے صرف اس جذبے کے تحت کہ مجلس شوریٰ تقسیم نہ ہو جائے رضاکارانہ طور پر دورہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور پوری شوریٰ کو اس پر قائل کر لیا اس طرح مضمون نگار کا یہ کہنا کہ دورہ صرف مولانا نیازی صاحب کی وجہ سے منسوخ ہوا یہ ایجاد بندہ ہے۔

☆☆☆

جمعیت علماء پاکستان نومبر ۱۹۸۸ء کے بعد ایک نئے سیاسی دور میں داخل ہوئی کہ

مولانا نیازی کی وجہ سے جمعیت علماء پاکستان کسی مضبوط اتحاد میں شامل نہ ہو سکی جس کی بناء پر جمعیت کو صرف تین سیٹیں ملیں۔ پاکستان عوامی اتحاد کے نام سے جمعیت اسمبلی میں پہنچی مگر نشستیں صرف تین تھیں۔ ۲۶ نومبر ۱۹۸۸ء کو جمعیت کی مجلس عاملہ نے مولانا نیازی صاحب سمیت فیصلہ کیا کہ وفاق کی سالمیت کے لئے اعتماد کا ووٹ بے نظیر کو دیا جائے مگر اپوزیشن میں فعال کردار ادا کیا جائے تا کہ جماعتی تشخص بھی برقرار رہے اور دونوں حکمران ٹولوں کا مناسب محاسبہ بھی ہوتا رہے۔ مگر مولانا نیازی نے بروقت ووٹ استعمال نہ کیا اور کہا کہ اگر خفیہ رائے شماری سے فیصلہ ہوتا تو میں ووٹ دے دیتا مگر شو آف ہینڈ میں، میں بے نظیر کو ووٹ نہیں دے سکتا۔ اس فکر نے جمعیت کو مزید نقصان پہنچایا۔ عدم اعتماد کے موقع پر اگرچہ جمعیت کی رائے میں یہ تحریک قبل از وقت تھی مگر پھر بھی بے نظیر کے خلاف ووٹ دیا گیا ہے۔ لیکن مولانا نیازی نے اس کو نامناسب طریقے سے استعمال کیا جس سے رؤف طاہر صاحب کو بھی موقع ملا۔ حلقہ ۹۹ کا ضمنی انتخاب بھی اسی کشمکش کا شکار ہوا کہ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کو شوریٰ میں فیصلہ ہوا کہ انتخاب لڑا جائے گا۔ مولانا نیازی نے بھی فیصلے کو تسلیم کیا۔ ۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء کو مولانا نیازی نے خود مولانا الوری کو ٹکٹ جاری کیا۔ ۲۶ جنوری تک مولانا نیازی بظاہر انتخاب لڑنے کے حق میں رہے لیکن اندرون خانہ وہ الوری صاحب کو بٹھانے پر اصرار کرتے رہے۔ ۱۲ فروری کو رات ۲ بجے تک مولانا نیازی کسی بھی معاہدے سے انکار فرماتے رہے۔ ۱۴ فروری کو الوری صاحب نے دستبرداری کی افواہ کی تردید کرنے کے لئے جمعیت کے پانچ رہنماؤں کی پریس کانفرنس کی اس پر مولانا نیازی نے یکطرفہ طور پر ان رہنماؤں کی رکنیت ختم کروا دی جبکہ جمعیت کے دستور کے مطابق کسی بھی صوبائی عہدیدار کی رکنیت تو کیا صوبائی صدر بھی معطل نہیں کر سکتے۔ مولانا نیازی نے خود بیان دیا کہ انہوں نے آئی جے آئی سے سودے بازی کی ہے۔ اس پر جمعیت کے ان رہنماؤں نے بھی نیازی صاحب کو سودے بازی کا الزام دیا۔ ۱۸ فروری کو جمعیت کے مذکورہ پانچ رہنماؤں صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، صاحبزادہ محمد محفوظ مشہدی، علامہ سید شبیر احمد ہاشمی، سردار محمد خان لغاری اور الحاج جاوید اقبال کے نام سے ایک بیان چھپا جس میں کہا گیا کہ وہ "بڈھا گروپ" کو نکال دیں گے اس کی تردید ان رہنماؤں نے ۱۹ فروری کے اخبارات میں کر دی۔ میں نے اس سلسلے میں علامہ سید شبیر احمد ہاشمی سے

رابطہ کیا تو انہوں نے صاف کہا کہ یہ بیان کسی ابلیس زادے نے سازش کے لیے ان کے نام سے دیا ہے۔ اس پر نہ ہم نے دستخط کیے ہیں اور نہ ہم نے بیان دیا ہے۔ نیازی صاحب کے حامیوں نے آتشیں اسلحہ سے دفتر پر قبضہ کر لیا۔ ۲۰ فروری کو مولانا نیازی نے جنرل انصاری کے نام نہاد استعفے کا اعلان کیا حالانکہ جنرل انصاری اس کی مسلسل تردید کر رہے ہیں۔ ۲۳ فروری کو مولانا نیازی نے خادمین کے نام سے ایک فرضی کنونشن منعقد کیا جس میں اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے دو علماء مولانا عطاء الرحمٰن اور مولانا عنایت اللہ (کاہنہ نو) نے شرکت کی جس کی اب تک مولانا نیازی تردید نہیں کر سکے اس طرح جمعیت کی ۲۰ سالہ رفاقت میں مولانا نورانی اور مولانا نیازی میں جدائی ڈال دی گئی۔ اس کا کریڈٹ ہر حال میں میاں محمد نواز شریف اور جماعت اسلامی کو جاتا ہے۔ اس طرح بیس سال کی یہ مسلسل کہانی جمعیت کے خلاف جماعت اسلامی کی گھناؤنی سازش کا نتیجہ ہے۔

(ہفت روزہ احوال، اپریل ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۹ تا ۳۳)


ABC CERTIFIED
Daily AUSAF Islamabad
روزنامہ اوصاف اسلام آباد
محب وطن طبقات نظام کی تبدیلی کیلئے اجتماعی جدوجہد کریں، شبیر ہاشمی
حکمرانوں کیطرف سے نفاذ اسلام کے سلسلہ میں مجرمانہ غفلت ان کی منافقت کی دلیل ہے

قائد اہلِ سنت سے دشمنی؟

چند افسوس ناک واقعات...... چند خطرناک رجحانات

ڈاکٹر محمد طفیل سالک ☆

قائد اہل سنت کے بارے میں راقم کا ایک مضمون جو کہ افق اکتوبر ۲۰۱۱ء میں "قائد اہل سنت زیرِ انجمن طلباء اسلام" کے عنوان سے چھپا تھا، اس کے آخر میں یہ اشارۃً عرض کیا گیا تھا کہ انجمن طلباء اسلام کے نوجوان اور طلبہ، جو اپنے جلسوں میں "حق و صداقت کی نشانی، شاہ احمد نورانی" کے نعرے لگاتے نہیں تھکتے تھے۔ آناً فاناً ایجنسیوں اور اُن کی آلہ کار بعض شخصیتوں کے طلسم ہوشربا کا شکار ہو کر آناً فاناً اس حد تک قائد دشمنی پر اتر آئے کہ انہیں اتحاد اہل سنت کی راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں سمجھنے لگے اور اتحاد اہل سنت کا سب سے بڑا دشمن گرداننے لگے اور انجمن کا بنیادی درس حریت و جذبہ انقلابیت کو یکسر فراموش کر کے ایک فوجی آمر کی چوکھٹ پر جبیں سائی کرنے لگے اور ان کے دیکھا دیکھی بہت سے سادہ لوح اور سادہ دل نوجوان بھی ان کے ہاں میں ہاں ملاتے گئے اور انہ کا سا راگ الاپنے لگے اور وہ جو کبھی تقریروں میں کہا کرتے تھے۔

لباسِ خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر جینے کی خواہش ہو تو کچھ پہچان پیدا کر

بالآخر خود بھی ایجنسیوں کا شکار ہو گئے اور دوسروں کو بھی شکار ہونے کے لئے اکسانے لگے اور اپنی طرف کھینچنے لگے۔

یہ ایجنسیاں کیا ہوتی ہیں اور ان کا ہماری ملکی وقومی اور دینی و سیاسی تاریخ میں کیا کردار رہا ہے یہ بجائے خود ایک اہم اور مستقل موضوع ہے جس کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ دینی وملی تناظر میں اور بالخصوص اہل سنت کے حوالے سے ایجنسیوں کے کردار کو جس طرح اس عاجز نے طالب علمانہ حیثیت سے زندگی بھر دیکھا اور محسوس کیا ہے آئندہ ایک الگ کالم میں اس پر گفتگو کو سپردِ قلم کروں گا۔

☆ سابق صدر شعبہ فلسفہ: گورنمنٹ کالج، لاہور

اس وقت مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مولانا نورانی سے والہانہ محبت آخر معاندانہ عداوت کیوں بدل گئی کہ آج اُن کے وصال کو اتنا عرصہ گزر چکا ہے مگر ان مخالفانہ ومخاصمانہ جذبات میں کمی نہیں آئی۔ بلکہ جب بھی یار لوگوں کو موقع ملتا ہے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے اندرونی عناد اور قلبی فساد کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ سننے والا حیران و پریشان ہو کے رہ جاتا ہے کہ یہ عجیب سنی ہیں کہ اپنے قائد کے بارے میں ایسے حتمی جذبات وخیالات رکھتے ہیں اور جنہیں وہ خود کبھی مسلمہ اور بلاشرکت غیرے قائد اہل سنت بلکہ قائد ملت اسلامیہ کہا کرتے اور جن کے بارے میں دن رات "حق وصداقت کی نشانی۔ شاہ احمد نورانی" کے فلک شگاف نعرے لگایا کرتے تھے اور انہیں نگاہ بلند سخن دلنواز اور جاں پرسوز کا حامل میر کاروں سمجھتے اور قرار دیتے تھے اب ایک بے بصیرت، عاقبت نااندیش، متکبر مزاج، انانیت پسند، دشمن اہل سنت اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا ہے جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مولانا نورانی سے دشمنی کی وجہ یا وجوہ کیا ہیں؟ ان کو جاننے سے پہلے ذرا چند واقعات کو دیکھ لیجئے۔ یہ تمام واقعات میرے چشم دیدہ بھی ہیں اور خود شنیدہ بھی۔

پہلا واقعہ

یہ واقعہ مولانا کی زندگی کا ہے۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں جبکہ عاجز اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایل ایل ایم (شریعہ) کا طالب علم تھا، انجمن طلباء اسلام کے مرکز کی طرف سے مرکزی مجلس مشاورت کے ہنگامی اجلاس کے سلسلے میں ایک خوفناک اور لرزہ فگن دعوت نامہ موصول ہوا، جس میں لکھا تھا کہ انجمن طلباء اسلام کراچی میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے آیئے اور اس کے بچانے کی کوشش کیجئے اور خاص طور پر اس عاجز کے لیے نیچے یہ خصوصی نوٹ بھی تحریر تھا کہ ہم نے آپ کی بصیرت و رہنمائی سے ہمیشہ استفادہ کیا ہے۔ تشریف لایئے اور اپنی مسیحا نفسی سے انجمن کے تن مردہ میں جان تازہ پھونک دیجئے۔ (مفہوماً وملخصاً) میں یہ دعوت نامہ دیکھتے ہی لرزہ براندام ہوگیا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ہوا کیا کہ اس قدر ڈراؤنا اور انہونا منظر نامہ پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ میرے حالات شروع سے کبھی

ایسے ہنگامی پروگراموں اور دوسروں کے لیے سازگار نہیں رہے اور اس وقت جبکہ میری طالب علمی کا ایک نیا اور آخری دور بھی شروع ہو چکا تھا اور حالات بھی کچھ زیادہ ہی دگرگوں تھے لیکن پھر بھی میں نے اس اجلاس میں جانے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے پیارے دوست اور نیک بھائی شریف سیالوی (جو اس وقت تک ڈاکٹر نہیں بنے تھے اور میری طرح اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایل ایل ایم شریعہ کے سلسلے میں زیر تعلیم تھے خاکسار سے ملنے آئے تو میں نے ان سے اس دعوت نامہ کا ذکر کیا۔ انہیں شاید ابھی تک وہ دعوت نامہ نہیں ملا تھا۔ جب میں نے ان سے اس کے نفس مضمون کے بارے میں عرض کیا تو وہ بھی حیران اور ششدر رہ گئے اور خط دیکھ کر کہنے لگے کہ بظاہر ایسی کوئی بات تو نہیں تھی معلوم نہیں کہ اندرون خانہ کیا ہوا اور یہ دعوت نامہ کیوں بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت انجمن کے مرکزی صدر تھے اور یہ دعوت نامہ مرکز کراچی سے جنرل سیکرٹری جو اس وقت خالد علی انصاری تھے کے دستخط سے جاری ہوا تھا بلکہ ان کے نقش تحریر (ہینڈ رائیٹنگ) سے جاری ہوا تھا۔ میرے لئے یہ بات کوئی حیران کن نہیں تھی کہ مرکزی صدر کے علم میں لائے بغیر جنرل سیکرٹری نے کراچی میں بیٹھ کر یہ دعوت نامہ کیوں اور کیسے جاری کردیا کیونکہ میں شروع ہی سے انجمن کے نظم کو اسی ڈگر پر چلتے دیکھ رہا تھا کہ دراصل انجمن میں، اور وہ بھی کراچی میں ایک مخصوص اور محدود حلقہ اور گروہ سیہ ایسا رہا ہے جسے انجمن کی اشرافیہ Establishment کہنا بجا ہوگا اور اسی کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ موم کی ناک کی طرح انجمن کو جس طرح جدھر چاہے گھما لیا جائے، اگر وہ طبقہ مولانا نورانی کے حق میں ہے تو حق میں اور اگر مخالفت میں ہے تو مخالفت میں اسی طرح داخلی طور پر جس کو چاہے صدر یا جنرل سیکرٹری بنوا دے اور جس کو چاہے اتار دے۔ بہرحال میں نے شریف بھائی سے کہا کہ اس دعوت نامہ کے بعد تو مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ آخر اس تنظیم کی آبیاری میں ہمارا خون جگر بھی استعمال ہوا ہے۔ اب میں اس گلشن کو برباد ہوتے کیسے دیکھ لوں۔ میری تو ہر وقت یہی آرزو رہی ہے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

سیالوی صاحب کو تو بحیثیت مرکزی صدر اجلاس میں شرکت کے لیے جانا ہی تھا

اس لئے ہم دونوں بھائی متعلقہ تاریخ کو تیز گام کے ذریعے کراچی کے لیے روانہ ہو گئے اور ہمیں الوداع کہنے کے لیے راولپنڈی ریلوے اسٹیشن پر یادش بخیر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری جو اس وقت راولپنڈی میں آرمی میڈیکل کالج کے طالب علم تھے، بمعہ احباب تشریف لائے۔ یہ اجلاس مولانا جمیل احمد نعیمی کے مدرسہ دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا، کراچی میں رکھا گیا تھا کہ اُس وقت تک مولانا نعیمی ہمارے ان دوستوں کے لئے ناپسندیدہ شخصیت نہیں بنے تھے۔

حمد و نعت کے بعد اجلاس کی رسمی کارروائی شروع ہوئی، تو میں نے کراچی کے دوستوں سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر خوفناک اور لرزہ فگن خط کیسے اور کیوں لکھا ہے۔ میرے اس سوال پر جنرل سیکرٹری نے جو گفتگو کی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کی مقامی تنظیم جس میں ہمارے پرانے دوست حنیف طیب صاحب عہدہ دار تھے بوجوہ اختلافات کا شکار ہوئی، تو حنیف بھائی کے مخالف گروپ نے (جیسا کہ عام طور پر سیاسی و سماجی تنظیموں میں ہوتا ہے) قیادت کی ہمدردیاں حاصل کر لیں اور جس کے نتیجے میں ان دوستوں کے بقول مولانا نورانی نے انجمن طلباء اسلام کو توڑ دینے اور تقسیم کر دینے کی دھمکی دے دی ہے۔ بھلا مولانا انجمن کو کیونکر توڑ سکتے تھے کہ یہ جمعیت علماء پاکستان کی ذیلی تنظیم تو کبھی رہی ہی نہیں اور انجمن کا بہرحال اپنا نظم ہے جو آزاد اور خود مختار ہے اور جس میں جمعیت علماء پاکستان یا کسی اور سیاسی، دینی اور سماجی سنی تنظیم کا کبھی کوئی عمل دخل رہا ہی نہیں اور نہ ہونا چاہیے) مگر کراچی کے ان دوستوں کا کہنا یہ تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم واضح طور پر جمعیت علماء پاکستان سے مکمل علیحدگی اور لاتعلقی کا اعلان کر دیں۔ اس حد تک تو بات درست تھی کہ انجمن کبھی جمعیت علماء پاکستان کی ذیلی تنظیم نہیں رہی اور ایک آزاد اور خود مختار طلبہ تنظیم کے طور پر اس کا اپنا نظم اور ڈھانچہ رہا ہے۔ لیکن جمعیت علماء پاکستان مسلمہ طور پر اہل سنت کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت کے تشخص کی حامل ہے اور انجمن طلباء اسلام بھی اہل سنت طلبہ کی نمائندہ تنظیم ہے۔ ان دونوں کے درمیان نظریاتی تعلق اور مسلکی تعلق اور ہم آہنگی کا انکار کیسے ممکن ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے پاس انجمن طلباء اسلام کے نظم کو توڑنے کا کوئی اختیار نہیں لیکن انجمن کے پاس بھی جمعیت علماء پاکستان سے علیحدگی، بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک سی، لاتعلقی (جو اس سے بھی زیادہ خوفناک اصطلاح ہے) کا کوئی جواز نہیں۔

یہی وہ نکتہ ہے جس کو ہمارے دوست اس وقت بھی سمجھنے سے قاصر تھے اور اب بھی ہیں اور یہی تصور فہم تمام تر فکری و عملی الجھاؤ پیدا کر رہا ہے اس لئے اسے ہم ایک الگ کالم میں مزید واضح کرنا چاہیں گے)۔ اس لئے جمعیت علماء پاکستان سے لاتعلقی کے اعلان کی جو تجویز مجلس مشاورت کے اس اجلاس میں پیش کی گئی وہ کم از کم انجمن کے اس دیرینہ خادم کے لئے قطعاً ناقابل قبول تھی۔ اور اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض گفتگو تھی جو اس موقعہ پر کراچی کے بعض دوستوں کی طرف سے ہوئی۔

ایک صاحب نے اپنے خالص میمن سٹائل میں کہا "یہ لوگ (واضح اشارہ حضرت قائد اہل سنت کی طرف) انٹرنیشنل مبلغ بنے پھرتے ہیں۔ ان میں اتنی ....(س کی بجائے ش کے ساتھ) ہے کہ مقامی شیاشت (دوبارہ س کی بجائے ش کے ساتھ) کیا ہوتی ہے۔"

دوسرے صاحب نے کہا: "لوگ (اشارہ حضرت نورانی کی طرف) اب انجمن طلباء اسلام کو تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم یہ فیصلہ کر کے انھیں اور یہ اعلان کر دیں کہ ہم جمعیت علماء پاکستان کی کوئی ذیلی تنظیم نہیں اور ہمارا جمعیت علماء پاکستان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔"

تیسرے صاحب نے کہا: "بہت ہو گیا۔ ہم نے گلے پھاڑ پھاڑ کر حق و صداقت کے نعرے لگا کر دیکھ لیا کہ یہ ہمارے خیر خواہ نہیں تو ہم ان کے خیر خواہ کیوں رہیں۔ یہ دراصل ہمارے دوستوں (جو انجمن سے فارغ ہو کر جمعیت علماء پاکستان میں چلے گئے تھے) کے دشمن ہیں تو یہ دراصل ہمارے بھی دشمن ہیں کہ دوست کا دشمن بھی دشمن ہی ہوتا ہے۔ وغیر ذلک من الھفوات والخرافات۔

اس کے بعد کیا ہوا اس کا بیان پھر میں کسی وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ سردست مجھے یہ دکھانا مقصود ہے کہ صرف ایک دوست (یا چند دوستوں) کی خاطر کیونکر انجمن طلباء اسلام کو جمعیت علماء پاکستان سے ٹکرا جانے کا مشورہ آخر کیوں دیا جا رہا تھا اور جمعیت علماء پاکستان سے انجمن طلباء اسلام کی علیحدگی بلکہ لاتعلقی پر اصرار کیا جا رہا تھا۔ افسوس کہ اسی انداز فکر نے بعد میں ۱۹۸۳ء میں انجمن کو دولخت کر دیا۔ اور یہ سب نتیجہ تھا ایک پرانے ساتھی کی بے جا طرفداری اور قائد اہل [illegible] ناروا مخالف اور دشمنی کا۔

دوسرا واقعہ

اور اس واقعہ کا تعلق بھی قائد اہل سنت کی زندگی کے دور سے ہے کہ جب انجمن طلباء اسلام دو حصوں میں بٹ چکی تھی۔ اگرچہ اس تقسیم سے پہلے دونوں طرف کے ساتھیوں نے عاجز کو مشورہ کے قابل نہیں سمجھا لیکن تقسیم کے بعد میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ میں اس گروپ کا ساتھ دوں جو میرے نظریات اور میرے جذبات کے قریب تھا یعنی جو جمعیت علماء پاکستان (JUP) کا حامی اور حضرت قائد اہل سنت کا عقیدت مند تھا۔ میرے اس فیصلہ کا اس جانب کے دوسرے دوستوں کو یقیناً افسوس ہوا لیکن جب ہر کوئی سقراط و بقراط یا افلاطون و جالنوس بننے کی فکر میں، اور مفکر اسلام یا شیخ الاسلام کہلانے کے چکر میں ہو تو وہ ہم جیسے پس ماندہ راہرو اور دیرینہ خادم کی کیا پروا کرے گا۔

ارے جانے والے دیکھ کے چل　　　ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں

اس دور میں حالات کے اس تناظر میں جانبین کے جذبات کچھ اس قدر گرم تھے کہ سینئر جونیئر اور چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز باقی نہیں رہی تھی اور بالخصوص اس مرحلہ پر جبکہ ہم نے رفقاء کو بھی از سرِ نو انقلابی خطوط پر منظم ہونے کی دعوت دی تھی تو فریق مخالف کے جذبات اور بھڑک اٹھے تھے۔ اس دوران ایک دوست (اب میں نام نہیں لوں گا کہ مقصود کسی کی نشاندہی یا کردار کشی نہیں بلکہ ذہنیت کی اصلاح ہے:

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت　　　میں تو صرف اصلاح ہی چاہتا ہوں جہاں تک ممکن ہو۔

نے مجھے حزب الاحناف کے باہر دیکھا اور میرے پیچھے پیچھے مکتبہ المعارف چلا آیا اور کہنے لگا: کیا آپ سالک صاحب ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اس عاجز کو ہی سالک کہتے ہیں تو مجھ سے ان الفاظ میں گویا ہوا:

سنا ہے آپ نے انجمن ۔ رفقاء کو بھی نورانی صاحب کے حق میں اور ہماری مخالفت میں منظم کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ وہی نورانی صاحب ہیں جو اہل سنت اتحاد کے مخالف اور ہماری انجمن کے دشمن ہیں۔ اس لئے آپ بھی ان کی حمایت کر کے ہمارے ساتھ

دشمنی کر رہے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ہم دشمن کو مار بھی دیتے ہیں اور مارنے کے بعد اس کا نشان بھی ختم کر دیتے ہیں۔

اس کی یہ گفتگو سن کر میرا دوست نصر مالک مکتبہ المعارف بھی پریشان ہو گیا۔ لیکن میں نے جرأت و ہمت کرتے ہوئے اس دوست سے مخاطب ہو کر کہا: بھائی! مجھ کو ڈراتے کیوں ہو تجھے دیکھ کر ڈر آتا ہے اور یہ بھی اس سے کہا کہ اگر ہم کسی سے ڈرنے والے ہوتے تو انجمن طلباء اسلام کی دعوت شروع کرتے وقت اسلامی جمعیت طلبہ سے ڈرتے۔ اب ہمیں دعوت حق سے کون ڈرا سکتا ہے کیونکہ جس کو ہم حق سمجھتے ہیں وہ کہہ کر رہیں گے۔ ہم بزرگوں کے ماننے والے ہیں اور ہم نے بزرگوں سے حق گوئی و بے باکی ہی کا سبق سیکھا ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ہاں! آپ سے یہ ضرور کہیں گے کہ:

یوں نہ آئیں آپ برچھی تان کر　　　اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

آپ کو شاید کسی نے بتایا نہیں کہ جس انجمن کے غم میں آپ ہلکان ہو رہے ہیں اس کو ہم نے اس خونِ جگر سے سینچا اور فکر سے پروان چڑھایا ہے۔ ہاں جس نظریہ کے آپ علم بردار ہیں اسی عاجز کا مرتب کردہ ہے۔ انجمن کا یہ تعارف جو آپ جگہ جگہ لئے پھرتے ہیں، اسی کا عاجز کا لکھا ہوا ہے، یہ نعرے جو آپ گلی گلی، گاؤں گاؤں جلسہ و جلوس میں لگاتے پھرتے ہیں اسی عاجز کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور اسی عاجز کے تجویز کردہ ہیں جن میں سے ایک نعرہ یہ بھی ہے:

”حق و صداقت کی نشانی۔ شاہ احمد نورانی۔“

اب بتاؤ کیا کہتے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو۔ اس کے بعد میں نے اس افسوس ناک واقعہ کی اطلاع بہ طور احتجاج اپنے پرانے دوست اور پیارے بھائی ڈاکٹر ظفر اقبال نوری جو کہ ان دوستوں (نورانی دشمنوں) کی قیادت کر رہے تھے کو دی اور ان سے پوچھا کہ یہ سب کس کی دعوت کا نتیجہ اور کس کی تربیت کا اثر ہے۔ مگر جواب ندارد اور پھر جلد ہی اس دوست کا قدرت کی طرف سے جو حشر ہوا وہ بھی عبرتناک تھا جس کا مجھے افسوس بھی ہوا۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا　　　صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

تیسرا واقعہ

قائد اہل سنت کو وصال پائے بمشکل پانچ چھ ماہ ہوئے تھے کہ اعوان ٹاؤن لاہور (جہاں اب میری رہائش ہے) کے بازار میں ایک نوجوان میری طرف بڑھا اور اس نے عقیدت ومحبت سے مجھے سلام کیا اور ہاتھ چوم لئے۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور تعارف پوچھا تو کہنے لگا کہ میں انجمن طلباء اسلام پنجاب کا صوبائی عہدیدار ہوں (اس نے عہدہ کا نام بھی لیا تھا جو اب مجھے یاد نہیں رہا اور نام بھی بتایا تھا جسے میں اب بھول گیا ہوں ویسے کسی کا نام دینا پسند طبع بھی نہیں کہ مقصد کسی کی شخصیت کو ہدف تنقید بنانا نہیں بلکہ ذہنیت کو ٹھیک کرنا ہے) میں نے جواب سلام اور اظہار تشکر کے بعد اس سے دریافت کیا کہ عزیز! آپ پہلے کیا کرتے تھے اور آپ کو یہ شکایت تھی کہ مولانا نورانی ہمارے کام میں رکاوٹ ہیں اور ہمیں کام نہیں کرنے دیتے۔ اب تو مولانا دنیا سے چلے گئے اب ان کی وفات کے بعد تو جبکہ آپ کے راستے کی یہ رکاوٹ بھی دور ہوگئی ہے، آپ کو کام کرنے میں آسانی ہوگی۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نوجوان نے مجھے جواب دیا کہ جی ہاں! اب ہم مکمل کر بغیر کسی روک ٹوک کے کام کر سکتے ہیں۔ جب میں نے اس کا تذکرہ بہ انداز شکوہ اپنے دوست میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ سے کیا۔ جن کا اپنا شمار بھی حضرت قائد اہل سنت کے مخالفین یا ان سے اختلاف رائے رکھنے والوں میں ہوتا ہے تو انہوں نے مخصوص انداز میں ایک بہت بڑی گالی دیتے ہوئے کہا کہ اس کم بخت اور بے وقوف نے سمجھا ہی نہیں کہ آپ اسے کیا کہہ رہے ہیں۔

چوتھا واقعہ

یہ واقعہ بھی حضرت قائد اہل سنت کے وصال کے بعد کا ہے۔ لاہور میں ہمارے ایک بزرگ برادر طریقت مولانا مفتی محمد زبیر صاحب کا وصال ہوگیا۔ مجھے اطلاع ملی تو جنازہ میں شرکت کے لئے حاضر ہوا۔ مفتی صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادہ مولانا حسنات احمد مرتضٰی اب سنی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت اور جماعت اہل سنت کے صوبائی عہدیدار بھی ہیں کچھ ان کے اثر ورسوخ کی وجہ سے اور کچھ مفتی صاحب کے حلقہ

عقیدت وارادات کے نتیجے میں لاہور کے بہت سے علماء وخطباء جنازہ میں شرکت کے لیے ان کے قائم کردہ ادارۂ تعلیمات اسلامیہ میں پہنچ گئے تھے۔ ابھی مفتی صاحب کا جسد خاکی گھر ہی میں تھا اور تجہیز وتکفین کی تیاری ہو رہی تھی اور ہم سب لوگ صف ماتم میں بیٹھے تھے کہ چند نوجوان علماء نے موقعہ کی نزاکت واہمیت کو دیکھے اور محسوس کئے بغیر وقت گزاری کے خیال سے یا اپنی عادت وطبیعت سے مجبور ہو کر سیاسی گفتگو شروع کر دی اور لگے مولانا نورانی کو کوسنے کہ انہوں نے یہ کر دیا وہ کر دیا اہل سنت کے اتحاد کا جنازہ نکال دیا، اور اہل سنت میں انتشار وافتراق کے بیج بو دیئے اور کسی کو کام کرنے نہیں دیا۔ جب وہ سب نوجوان علماء یکے بعد دیگرے اسی طرح کا خیال ظاہر کر چکے تو کسی دوست نے کہہ دیا کہ ہم اتنی دیر سے گفتگو کر رہے ہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب (راقم الحروف) خاموش بیٹھے ہیں انہوں نے اب تک کچھ نہیں فرمایا یہ سن کر دوسرے دوست کہنے لگے کہ ہم ان کا بڑا احترام کرتے ہیں اور ان کے خیالات بڑے قیمتی ہوتے ہیں ان سے بھی تو درخواست کرنا چاہیے کہ وہ بھی اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ جب تقریباً سبھی شرکاء نے اسی قسم کے جذبات کا اظہار کیا تو میں نے اس قدر افزائی پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرات! ہم سب ایک غم کی تقریب میں بیٹھے ہیں اور میری خاموشی بھی اسی وجہ سے ہے یہ نہیں کہ مجھے کچھ کہنے کا سلیقہ نہیں لیکن گفتگو، اگر بامقصد اور بامحل ہو تو مفید ہے ورنہ کسی بے مقصد اور بے محل گفتگو کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی صورت میں تو اکبر الہ آبادی سے معذرت کے ساتھ یہ کہنا پڑے گا۔

سیاسی گفتگو میں نے کی ہی نہیں　　　فالتو عقل مجھے میں تھی ہی نہیں

(اکبر کے شعر میں پہلے مصرعہ میں سیاسی کی بجائے مذہبی ہے)۔ میں نے آپ دوستوں کی گفتگو بڑے غور اور درد سے سنی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ مولانا کو وفات پائے کتنا عرصہ گزر گیا ہے؟ کہنے لگے تقریباً دو سال۔ میں نے کہا کہ اب تو مولانا ہمارے درمیان نہیں اور ہمیں کام کرنے سے نہیں روکتے تو ہم کام کیوں نہیں کرتے؟ اب اہل سنت کو متحد ہونے سے کون روکتا اور کام نہیں کرنے دیتا؟ کہنے لگا کہ مولانا کا اثر اب بھی پایا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تو کسی شخصیت کی عظمت کی دلیل ہے کہ اس کے اثرات اس کے مرنے کے بعد بھی

باقی ہوں اور محسوس کیے جائیں۔ میری اس گفتگو سے سناٹا چھا گیا اور ایسے لگا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ یہ خاموشی جاری تھی کہ یکایک کلمہ شہادت کا آوازہ اٹھا اور ہم سب لوگ اپنا فرض ادا کرنے باہر نکل گئے۔

پانچواں واقعہ

اس واقعہ کا تعلق بھی قائد اہل سنت کے وصال کے بعد کے دور سے ہے۔ بلکہ نسبتاً ماضی قریب یعنی دو سال پہلے سے ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے عزیز اور مکرم دوست ڈاکٹر شریف سیالوی صاحب کی دعوت و تحریک پر ایک علمی و تعلیمی پروگرام کے سلسلے میں فیصل آباد گیا اور وہاں اپنے پرانے ساتھی اور پیارے بھائی عطاء المصطفیٰ نوری صاحب کے ہاں بھی حاضری ہوئی، جہاں ایک بہت بڑے قائد، اتحاد اہل سنت کے نقیب اور علم بردار بلکہ سربراہ بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے آتے ہی اتحاد اہل سنت پر بات شروع کردی اور نہ جانے کیوں دوران گفتگو قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کو ہدف وتنقید بنانا شروع کردیا کہ مولانا اتحاد اہل سنت کی راہ میں سنگ گراں تھے اور ان کی وجہ سے اہل سنت منتشر ہو گئے اور مسلکی بنیاد پر سیاسی کام ٹھپ ہو کے رہ گیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ مرنے کے بعد کسی کی عظمت کا اندازہ اس کی قبر سے ہوتا ہے ہمارے تو بزرگوں کی قبریں بھی بولتی ہیں۔ ان کا اشارہ واضح تھا مجھے ان کی یہ گفتگو سن کر تعجب ہوا۔ یہ موقعہ نہیں کہ ان کے استدلال کو اور نکتہ نظر کا جواب دیا جائے کہ اس پر تو یقیناً ایک مقالہ ہی نہیں بلکہ کئی مقالات لکھے جاسکتے ہیں یہاں پر صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مولانا کی دشمنی ابھی تک کن کن حوالوں سے اور کن کن پیرایوں سے ظاہر ہو رہی ہے اور مولانا سے بغض رکھنے والے اب بھی اپنی دشمنی کو چھپا نہیں سکتے اور اٹھتے بیٹھتے اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اہل سنت اتحاد کے داعی اور علم بردار بنتے ہیں اور اس کے رہنما کہلاتے ہیں۔

مجھ سے جب ایک دوست نے اہل سنت کے حوالے سے بننے والے نے ایک نئے اتحاد کا ذکر کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس اتحاد میں کون کون سی جماعتیں اور

شخصیات شامل ہیں اس نے مختلف تنظیموں اور شخصیات کا نام لیا۔ میں نے کہا فلاں جماعت (یعنی جمعیت علماء پاکستان) بھی اس اتحاد میں شامل ہے کہنے لگا نہیں میں نے کہا تو اتحاد کیا ہوا؟ دراصل یار لوگ اپنے ہم خیال دوستوں اور نورانی دشمنوں کے اتحاد ہی کو اتحاد اہل سنت کا نام دیتے ہیں۔

چھٹا واقعہ

راقم الحروف ملتان گیا اور وہاں چند دوستوں کے ہمراہ ایک مخدوم زادہ سے ان کے عزیز کی ناگہانی وفات پر تعزیت کے لیے حاضر ہوا، وہ میرے خیالات وجذبات سے واقف تھے یا نہیں۔ مگر بظاہر اس کا کوئی موقعہ بھی نہیں تھا کہ انہوں نے بلاوجہ ہماری رعایت کیے بغیر اور موقعہ کی مناسبت دیکھے بغیر اپنی توپوں کا رخ قائد اہل سنت کی طرف موڑ دیا اور فرمانے لگے کہ مولانا نورانی کی کون سی نشانی باقی ہے۔ ان کے بچوں میں سے آج کوئی بھی ان کی جگہ لینے والا نہیں۔ ان میں ایسی صلاحیت نہیں کہ وہ اپنے والد کی جگہ بھرپور کام کرسکیں اور اس قسم کی کئی معترضانہ باتیں کیں۔ ان کی یہ گفتگو سن کر میں دنگ رہ گیا کہ نہ تو اس کا کوئی موقعہ تھا اور نہ اس کی چنداں ضرورت۔ ہم تو تعزیت کے لئے حاضر ہوئے تھے اور انہیں ہمارے خیالات بھی اچھی طرح معلوم ہوں گے اور ہونے بھی چاہیے تو ہم سب مولانا سے محبت رکھنے والوں اور ان سے عقیدت کا دم بھرنے والوں میں سے ہیں، اگر اولاد کی عظمت ہی سے والد کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے تو ؛ ور علماء مشائخ کی اولاد کا حال ہمارے سامنے ہے۔ ان کو اپنے بزرگوں کے علم وفضل اور فقرہ ولایت کے ساتھ کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور پھر ہاتھ تو خود تنقید کرنے والوں اور الزام دینے والوں کے اپنے گریبان تک بھی پہنچیں گے۔

اتنا نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

جہاں تک مولانا نورانی کی اولاد حقانی کا تعلق ہے ماشاء اللہ دونوں صاحبزادے انس نورانی اور اویس نورانی، اپنے عظیم والد کی عظیم نشانی ہیں جس کی ایک عالم گواہی دے رہا

ہے لیکن ظاہر ہے کہ مولانا کے مقام تک پہنچنے میں انہیں وقت .... ہر ایک کو لگتا ہے اور اگر کسی کو دن دیہاڑے بھی نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کیا قصور:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ہم نے تو اب تک یہی سنا اور پڑھا ہے کہ والد کے دوست کو بھی والد ہی سمجھنا چاہئے اور جس والد اپنا قائد کہے۔ بھلا اسے کیا سمجھنا چاہئے؟ قائد یا دشمن؟ اور اگر والد کے بارے میں یہ عقیدہ اور نظریہ بھی ہو کہ وہ عالم دین ہی نہیں بلکہ ولی اللہ بھی تھے تو کیا ایک ولی کامل کی بصیرت و فراست کو ٹھکرا کر زندگی میں امن و سکون حاصل کیا جاسکتا ہے اور عظمت و سربلندی کا خواب دیکھا جاسکتا ہے؟ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ حالات سب کے سامنے ہیں اور کسی تبصرہ کے محتاج نہیں۔

ساتواں واقعہ

ہم ۲۰۰۷ء میں اپنے عظیم ترین دوست اور عزیز ترین بھائی جناب محمد عثمان خاں نوری سابق ایم این اے کراچی و سابق مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان کی دعوت پر امریکہ گئے اور وہاں ان کے ہاں ریاست ورجینیا کے شہر ہرنڈن میں مقیم تھے کہ وہاں ہمارے دوسرے عزیز دوست اور بھائی جناب ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری صاحب الیگزینڈریا (واشنگٹن) سے اپنے ایک مہمان پاکستانی مولانا کے ساتھ تشریف لے آئے اور حضرت باوا محی الدین کے مزار پرانوار پر حاضری کے لیے ساتھ چلنے کی دعوت دی جسے میزبانوں کی اجازت سے فوراً قبول کرلیا گیا۔ گاڑی میں انہوں نے ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر مجھے بٹھایا اور خود اپنے مہمان مولانا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ تھے فاضل نوجوان اور مقرر شعلہ بیان، اور ہم ہوئے بے نام ونشان کج مج بیان۔ اب ہم باوا صاحب کے مزار کی طرف سرگرم سفر تھے کہ راستہ میں مولانا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے بعض ساتھی مولاناؤں کے فن تقریر کی نقلیں اتارنا شروع کردیں جس سے ہم محظوظ کیا ہوتے الٹا حیرت میں پڑ گئے۔ جب وہ اس نقالی سے تھک گئے تو انہوں نے اہل سنت کی تنظیمی وسیاسی صورتحال پر بحث شروع کردی۔ آخر وقت گزاری کے لیے کوئی موضوع تو چاہیے ہی تھا اور "ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود" لیکن یہ اچھی

طرح جانتے ہوئے کہ قائد اہل سنت کے بارے میں ہمارے کیا خیالات و جذبات ہیں انہوں نے حقوق رفاقت کا خیال رکھے بغیر مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو تنقید بنانا شروع کردیا۔ یہ ابھی نوجوان علماء میں سے ایک تھے جو مفتی محمد زبیر صاحب مرحوم کے جنازہ کے موقعہ پر بھی مجھے ملے تھے اور جن کا میں نے وہاں بھی نام نہیں لیا تھا اور یہاں بھی نہیں لوں گا کیونکہ جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مقصود تو ذہنیت کی اصلاح ہے نہ کہ کسی کے فکروکردار پر تنقید، اس مرتبہ بھی انہوں نے اپنا وہی پرانا موقف اور استدلال دھرایا جس کا اظہار انہوں نے مفتی صاحب کے جنازہ کے موقع پر کیا تھا۔ فرمانے لگے کہ مولانا نورانی نے اہل سنت اتحاد کو بڑا نقصان پہنچایا اور آج بھی ان ہی کی وجہ سے جمعیت علماء پاکستان کی طرح جماعت اہل سنت بھی متحد نہیں ہوسکی۔

میری حیثیت چونکہ دوسرے مہمان کی تھی اور اس استدلال کا میں پہلے ہی انہیں مفتی صاحب کے جنازہ کے دن جواب دے چکا تھا۔ اس لئے میں نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا کہ یہ تحصیل حاصل کے مترادف ہوتا۔ لیکن وہ باز نہیں آرہے تھے اور بار بار وہی گھسا پٹا موقف دھرا رہے تھے۔ بالآخر مجھے بولنا ہی پڑا کہ مولانا نورانی تو اب دنیا میں نہیں اب ہمیں متحد ہونے سے کون روکتا ہے؟ رہے ان کے اثرات کہ ان کی وجہ سے اتحاد ممکن نہیں رہا۔ تو کیا اتحاد کے بغیر کام نہیں ہوسکتا؟ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہر سیاسی و دینی جماعت کئی کئی گروپوں میں منقسم ہے۔ مسلم لیگ کی دیکھئے کتنی جماعتیں ہیں کہیں ن لیگ ہے تو کہیں ق لیگ کہیں ہم خیال ہیں اور کہیں فنکشنل والے۔ یہی حال پیپلز پارٹی کا بھی ہے کہیں پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین ہے تو کہیں پروگریسو (شیر پاؤ گروپ)، کہیں نیشنل پیپلز پارٹی ہے تو کہیں شہید بھٹو گروپ۔ یہ تو خالص سیاسی جماعتیں ہیں۔ ذرا دینی سیاسی جماعتوں کا معاملہ بھی دیکھئے۔ جمعیت علماء اسلام کتنی مضبوط اور کامیاب تنظیم سمجھی جاتی ہے جو ہر مرتبہ انتخابات میں جیتتی ہے اور ساتھ کہیں نہ کہیں حکومت بناتی ہے یا حکومت میں شامل ہوتی ہے لیکن اس کے بھی کئی گروپ ہیں فضل الرحمٰن گروپ، سمیع الحق گروپ اور اجمل قادری گروپ جب مفتی محمود زندہ تھے تو اس وقت بھی اس کے دو بڑے گروپ موجود تھے ایک مفتی محمود گروپ اور دوسرا غلام غوث ہزاروی گروپ۔ جماعت اسلامی کے بھی کئی گروپ بنتے اور

ٹوٹتے رہے۔ امین احسن اصلاحی جماعت اسلامی سے نکلے جبکہ ایک اچھا خاصا حلقہ ان کے ساتھ تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد بھی کے یکے از متاثرین اور ان کی تنظیم اسلامی بھی تو جماعت اسلامی ہی کی بدلی ہوئی اور بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس طرح نعیم صدیقی (مصنف محسن انسانیت) نے بھی جماعت اسلامی سے نکل کر تحریک اسلامی بنالی۔ اگرچہ وہ کامیاب نہ ہوسکی۔ غرضیکہ کوئی جماعت بھی خواہ وہ سیاسی ہو یا دینی سیاسی، گروہ بندی سے یکسر خالی نہیں۔ مگر ہر جماعت کا ہر ہر گروپ اپنے اپنے طور پر کام کرتا نظر آتا ہے، لیکن زیادہ کامیاب وہی ہے جو زیادہ محنت کرتا ہے اور یہی دستور فطرت اور قاعدۂ حکمت بھی ہے۔ قرآن حکیم نے اسی اصول عامہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض (جو بنی نوع انسان کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے وہی زمین میں قرار پکڑتا ہے اور اقتدار و استحکام حاصل کرتا ہے) اور قوانین و اصولِ فطرت تو سبھی انسانوں کے لئے برابر ہیں خواہ کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ سنی ہو یا غیر سنی جب عزت و کامیابی اور قوت و اقتدار کا اصول ہی از روئے فطرت یہی ہے یعنی محنت و خدمت تو آپ نے اہل سنت کی سیاسی و مذہبی گروپ بندی کو اپنے ذہن پر کیوں سوار کر رکھا ہے اور اس کو اپنے لئے کیوں مسئلہ بنا رکھا ہے؟ اگر جو گروپ زیادہ محنت کرے گا تو وہی زیادہ کامیاب اور آبرومند ہوگا اور اس کا مخالف گروپ خود بخود آہستہ آہستہ پس منظر میں چلا جائے گا۔ عوام کو تو کام چاہیے۔ اسے تو پھل کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے نہیں۔ میری اس گفتگو سے وہ کچھ محظوظ سے ہوگئے اور اس کے بعد خیریت گزری اور سفر کے دوران آتی جاتی دفعہ انہوں نے پھر وہ موضوع نہیں چھیڑا اور قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی شان میں گستاخی کی ہمت نہ کرسکے۔

میں نے یہ واقعہ کچھ زیادہ ہی تفصیل سے بیان کردیا ہے لیکن یہ ضروری بھی تھا کہ ژولیدہ فکری اور کج بحثی کا اس کے بغیر خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑوں (عوام و علماء) سے زیادہ طلبہ اور نوجوانوں کو اس پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے، میری تو ہمیشہ یہی آرزو اور دعا رہی ہے:۔

خودی کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

سیکرٹری پنجاب جے یو پی کی گوجرانوالہ آمد

ملک بھر میں علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی باغیرت اور جرات مند قیادت کا متبادل نہیں (جنرل انصاری)

تحریر: مولانا ابو یاسر اظہر فاروقی

جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کے سیکریٹری جنرل اور قومی اسمبلی کے رکن ریٹائرڈ میجر جنرل ایچ ایم انصاری ۱۱ اگست کو بارش کے باوجود گوجرانوالہ تشریف لائے۔ یہاں جامع مسجد نقشبندیہ بی ماڈل ٹاؤن میں جمعیت علمائے پاکستان ضلع گوجرانوالہ کے عہدے داروں اور کارکنوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز جنرل حافظ محمد حسین انصاری نے خود تلاوت کلام پاک سے کیا۔ تنظیمی امور پر گفتگو کے بعد جمعیت کے صوبائی جنرل سیکریٹری جنرل انصاری نے جمعیت علمائے پاکستان کے ضلعی، علاقائی عہدے داروں، اراکین مجلس عاملہ و شوریٰ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک بھر میں علامہ شاہ احمد نورانی جیسی باغیرت اور جرات مند قیادت کا متبادل نہیں ہے اور جمعیت علمائے پاکستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ یحییٰ سے لے کر جنرل ضیاء الحق تک اس کی قیادت کو کوئی آمر اور ڈکٹیٹر نہیں خرید سکا ہے۔ اس موقعہ پر جمعیت صوبہ پنجاب کے سینئر نائب صدر صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی، صوبائی آرگنائزر سردار محمد خان لغاری، صوبائی خازن حاجی محمد اقبال، ڈویژنل صدر پیر سید عارف حسین شاہ بخاری، ضلعی صدر حافظ محمد حمید اختر قادری، جنرل سیکریٹری صاحبزادہ غلام رسول اویسی، سینئر نائب صدر الحاج راؤ محمد اشفاق، سیکریٹری اطلاعات ابو یاسر اظہر حسنین فاروقی (راقم الحروف) اور دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے۔ جنرل حافظ محمد حسین انصاری نے کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان اقتدار کی بھوکی نہیں ہے۔ اگر

ہم اقتدار کے بھوکے ہوتے تو ہم سودے بازی کر کے مفاد حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن ہم نظام مصطفےٰ ﷺ کے ذریعے اقتصادی، معاشرتی، معاشی اور سماجی ناہمواریوں کا نہ صرف خاتمہ چاہتے ہیں بلکہ عوام کو ان کے بنیادی حقوق فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات کو آٹھ ماہ ہونے کو ہیں مگر مرکز اور صوبوں میں تاحال ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کی مثال قائم نہیں ہو سکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے داعی غریبوں کے ہمدرد اور جمہوریت کے دعویداروں کا کردار اس کے منافی ہے۔ ملک بھر میں رشوت خوری اور مہنگائی عروج پر ہے۔ ارکان اسمبلی کی بڑھ چڑھ کر بولیاں لگ رہی ہیں ملکی و قومی مسائل جوں کے توں ہیں۔ پیپلز پروگرام کے نام پر الیکشن ہارنے والوں کے ذریعے اپنے اپنے خوشامدیوں کو نوازا جا رہا ہے جبکہ دوسری جانب سے صوبوں میں ارکان اسمبلی کے ذریعے قومی خزانے کو لوٹا اور لٹایا جا رہا ہے۔ جنرل انصاری نے کہا ایسے حالات میں ملک و قوم ترقی کی راہ پر کیسے گامزن ہو سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا پارلیمنٹ کو بدعنوانیوں سے پاک ہونا چاہئے اور اس میں صالح، باکردار، اچھی شہرت رکھنے والے محبِ وطن لوگوں کی اگر اکثریت ہو تو ملک و قوم کو استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ ورنہ ہمیں تباہی و ہلاکت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا ستم ظریفی یہ ہے کہ آج ہم اپنے اسلام اور مذہب کے نام پر بشارتیں، غیبی اشارے اور سہانے خواب سنا سنا کر قوم کو گمراہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا عرصہ چار سال تک سیاست کو شجر ممنوع قرار دینے والے اگر اپنی دروغ گوئی اور تضاد بیانی کو اپنی ذات سے منسوب رکھتے تو بہتر تھا۔ مگر انہوں نے اسے رسول کریم ﷺ سے منسوب کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے اور ان کا یہ جرم اس قدر سنگین ہے کہ جسے قوم تو کیا خود خدا اور اس کا رسول ﷺ بھی معاف نہیں کریں گے۔

جنرل انصاری نے کہا کہ اگر حضور ﷺ کی طرف سے اشارہ ہوتا ہے تو پہلے چار سال کے عرصے میں سیاست میں آنے کی نفی نہ ہوتی بلکہ یہ پہلے سے ہی ہو جاتا۔ انہوں نے کہا تین سال کے عرصہ میں انقلاب مصطفوی ﷺ نافذ کرنے کا دعویٰ کرنے اور اسے رسول کریم ﷺ سے منسوب کرنے والے اگر ایسا نہ کر سکے تو وہ بتائیں کہ اقوام عالم کی نظر میں رسول کریم ﷺ کی اس بشارت اور آپ کی ذات کا مقام کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا جب طاہر میں خباثت مل جائے تو وہ طاہر نہیں رہتا بلکہ کثافت کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا غیر

مسلم اور مسلم میں فرق یہی ہے کہ تمہارا دین تمہارے لئے اور ہمارا دین ہمارے لئے مگر یہاں تو عالم ہی کچھ اور ہے کہ اگر قادیانی بھی رکن بن جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ انہوں نے کارکنوں پر زور دے کر کہا کہ ۱۹۳۷ء میں متحدہ پاک و ہند میں مسلم لیگ کے تین نمائندے قائداعظم محمد علی جناح، راجہ غضنفر علی اور سردار عبدالرب نشتر اسمبلی میں پہنچ سکے تھے مگر انہوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور آخرکار ۱۹۴۷ء میں مسلم لیگ نے پاکستان حاصل کر لیا۔ جنرل ایچ ایم ایچ انصاری نے کہا یہی کیفیت کچھ آج ہے۔ ہار اور جیت وقتی طور پر ہے اگر ہم سب مستعدی سے کام کرتے ہوئے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور پیر سید برکات احمد شاہ جلال پوری کی قیادت میں ہمہ وقت سربکف ہو جائیں تو مملکت خداداد پاکستان میں مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کی منزل کو قریب سے قریب تر کیا جا سکتا ہے۔

(ہفت روزہ احوال، ستمبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۲۸ تا ۲۹)

تعمیر ملت اور جے یو پی

متفرقات

☆ ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی ایک مثال............(ابن قاسم سے)

☆ یہ اسلام آباد ہے............مولانا نورانی کا بے نظیر سے مکالمہ

☆ میں عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں نہیں ہوں

☆ لنگڑی جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہے

☆ قائد اہل سنت شیرانوالہ باغ میں ....(مولانا ابو یاسر ظہیر فاروقی)



http://www.nawaiwaqt.com.pk.

مسلسل اشاعت کے 59 سال

59 YEARS

DAILY
NAWA-I-WAQT
LAHORE

روزنامہ
نوائے وقت
لاہور

شمارہ	رجسٹرڈ نمبر ایل	صفحات	13 رمضان المبارک 1420ھ 22 دسمبر 1999ء 7 پوہ 2056 ب	جلد
269	203	20	فون نمبر 54- 6367551 - 6302050 قیمت 7 روپے	59

کشمیر اور چیچنیا میں مظالم عالمی صلیبی سازش کا حصہ ہے: مولانا نورانی

خلیج کی جنگ اور جے۔یو۔پی

محمد زبیر قادری

عراق کو چند گھنٹوں میں ملیامیٹ کر دینے کے دعوے کرنے والے اور اسے تر نوالہ سمجھنے والے پریشان ہیں کہ اس جنگ سے کیسے جان چھڑائیں۔ نام نہاد سپر پاور پر یہ حقیقت آشکارا نہیں تھی کہ ایک سپریم پاور بھی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ بڑے بڑوں کا غرور خاک میں ملانے کا بخوبی سامان کر سکتی ہے۔ امریکہ اس بات کو بھی بھول بیٹھا تھا کہ اس کا واسطہ ایسی قوم سے پڑے گا جسے اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ اس کا حریف کتنا طاقتور ہے۔ اس کا جذبہ جہاد اگر بیدار ہو جائے تو اس کے سامنے اگر سیسہ پلائی دیوار ہو تو وہ بھی روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑتی نظر آتی ہے۔

خلیج کی جنگ نے وطن عزیز کو عجیب موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ جب "احوال" نے صدر صدام حسین کو "صلاح الدین ایوبی" قرار دیا تو بڑی لے دے ہوئی۔ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے عراق کی حمایت میں آواز اٹھائی تو ہر جانب سے مخالفت ہوئی۔ آج الحمدللہ ہر کوئی صدام کو صلاح الدین ایوبی قرار دے رہا ہے۔ ہر کوئی علامہ نورانی کے متعین کردہ راستے پر گامزن ہے۔ یہ یقیناً عوام اہلسنت کے لئے باعث فخر ہے۔ اس سارے قصے میں جو بات سب سے زیادہ پریشان کن ہے وہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کی پالیسی ہے۔ آج نہ کہیں اسلام نظر آ رہا ہے نہ جمہوریت نظر آ رہی ہے۔ البتہ اتحادیوں کا ساتھ ضرور نظر آ رہا ہے۔ صبح و شام مینڈیٹ کی رٹ لگانے والوں کو خلیج کی جنگ شروع ہونے سے لے کر آج تک کروڑوں عوام کا احتجاج کیوں نظر نہیں آتا۔ کیا یہ احتجاجی مظاہرے خلیج کے بارے میں حکومتی پالیسی کے خلاف واضح مینڈیٹ نہیں ہیں۔ آپ کے مینڈیٹ کے "مظہر" ہونے کا تو وقت فیصلہ کرے گا مگر آپ کی پالیسی کے خلاف مینڈیٹ اتنا مظہر اور واضح ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

نواز شریف صاحب کے بقول انہوں نے خلیج میں امن قائم رکھنے کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں۔ جی ہاں ! ڈیڈ لائن ختم ہونے سے ایک دن پہلے صدر صدام حسین کو خط لکھا کہ کویت سے واپس چلے جائیں۔ محترم! آپ جتنے مرضی دورے کر لیں۔ عوام یہ بات بخوبی سمجھ چکے ہیں کہ آپ مجبور ہیں۔ آپ کے ذرائع ابلاغ مجبور ہیں۔ عراق پر وحشیانہ بمباری پر بقول آپ کے آپ کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اس بمباری پر آپ مگر مچھ کے آنسو بہانے والا محاورہ استعمال کرتے تو شاید زیادہ موزوں رہتا۔

سعودی حکومت کے کردار نے بھی پاکستانی عوام کو پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ جو حرمین شریفین کے محافظ و پاسباں ہوں وہ اس طرح کی حرکتیں نہیں کرتے۔ غیر اللہ سے مدد مانگنے کو شرک قرار دینے والوں نے مدد مانگی بھی تو غیر مسلموں سے۔ ابابیلوں کے خالق کو پکارنے کی بجائے ہاتھی والوں کو پکار لیا۔ اس کردار نے ہر مسلمان کو برانگیختہ کر دیا ہے۔ یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ انہیں مسلمانوں کا مفاد عزیز نہیں اپنی بادشاہت عزیز ہے۔ بادشاہت کو بچانے کے لئے انہوں نے سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔ دوسری جانب عراق کے غیور اور بہادر عوام یقیناً مسلمانوں کے لئے فخر کا باعث ہیں۔ روزانہ ہزاروں ٹن بارود کی بارش ہونے کے باوجود اس قوم نے جس جرات و بہادری کا اظہار کیا ہے وہ ہم سب کے لئے طمانیت کا باعث ہے۔ انشاء اللہ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب پوری دنیا کے مسلمان اسلامی ممالک پر نام نہاد سپر پاور کی مدد سے مسلط غیر اسلامی بادشاہتوں سے عراق کی زیر قیادت چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔

اس سارے قضیئے میں جو بات سب سے زیادہ باعث اطمینان ہے وہ جمیت علمائے پاکستان نورانی گروپ (حقیقتاً جمعیت کا ایک ہی گروپ ہے دوسرا تو مشرف بہ آئی جے آئی ہو کر گمنام ہو چکا ہے) کی پالیسی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ تعالیٰ نے عراق کی حمایت میں جس تحریک کی بنیاد رکھی اس نے الحمد للہ پورے پاکستان میں بھرپور پذیرائی حاصل کی اور بہت سے ایسے جو کل مخالف تھے آج عوام کے ڈر سے جمیعت علمائے پاکستان کے متعین کردہ راستے پر چل رہے ہیں۔ گو بہت سے ابھی بھی دوغلی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ ایسی ہی ایک جماعت کی دوغلی پالیسی کا بھانڈا نوابزادہ نصر اللہ خان کی طرف سے بلائی جانے

والی آل پارٹیز کانفرنس میں ان کے نمائندے کی تقریر سے پھوٹا اور شاہ فرید الحق سے اسی وجہ سے نوک جھونک بھی ہوئی۔ آج طوعاً و کرہاً جمعیت علمائے اسلام فضل الرحمٰن گروپ، ایم کیو ایم، عوامی نیشنل پارٹی، مزدور کسان پارٹی، پاکستان جمہوری پارٹی، پیپلز پارٹی، تحریک استقلال، قومی محاذ آزادی، مسلم لیگ قاسم گروپ، جمہوری وطن پارٹی، پاکستان عوامی تحریک، جماعت اہلسنت اور بہت سی دیگر جماعتیں جمعیت العلمائے پاکستان کی خلیج کے بارے میں پالیسی کی روشنی میں اپنے اپنے طور پر عراقی عوام کی حمایت میں اور امریکہ کے خلاف مظاہروں میں مصروف ہیں۔

آج اہلسنت کی تین سیاسی جماعتیں ہیں۔ جمعیت العلمائے پاکستان، جماعت اہلسنت اور پاکستان عوامی تحریک۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب لاکھ کہیں کہ وہ کسی مخصوص مکتبہ فکر کی نمائندگی نہیں کرتے لیکن "کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان ہوں میں" والا معاملہ ہے۔ آج علامہ شاہ احمد نورانی، صاحب زادہ حاجی محمد فضل کریم اور پروفیسر طاہر القادری علیحدہ علیحدہ عراقی مسئلہ پر احتجاج میں مصروف ہیں۔ تینوں کا نقطہ نظر بھی ایک جیسا ہے اور مطالبات بھی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ تینوں اصحاب باہم مل کر بیٹھ کر عوام اہلسنت کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کر دیں کہ انہیں رہنمائی کے لئے کسی اور طرف دیکھنا ہی نہ پڑے۔ مولانا عبدالستار نیازی کی تو ہم بات ہی نہیں کرتے کیونکہ جب آدمی حکومت میں ہو تو مصلحتیں اسے لے ڈوبتی ہیں۔ دل و دماغ میں فرق آ جاتا ہے۔ شریعت بل کو وزارت سے مشروط کرنے والے آج خاموش ہیں۔ آپ اصحاب تو کسی وجہ سے مجبور نہیں ہیں۔ آپ اگر مل بیٹھیں گے تو نوجوانان اہلسنت کو ہرگز ہرگز یہ پریشانی نہیں ہوگی کہ وہ کس قیادت میں اپنا لہو تلاش کریں۔ خدا کرے کہ عراقی عوام امریکہ کو ایسی کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو جائیں کہ وہ دوبارہ کسی مسلم ملک کی جانب میلی نظر سے نہ دیکھ سکے اور اللہ کریم ہمارے رہنماؤں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ جس طرح وہ خلیج کے مسئلہ پر ایک ہی نقطہ نظر رکھتے ہیں دوسرے معاملوں میں بھی باہم مل بیٹھیں تا کہ عوام اہلسنت کو رہنمائی حاصل کرنے میں چنداں مشکل نہ پیش آئے۔ آمین۔

(ہفت روزہ احوال، فروری ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۰)

دورۂ عراق...... خلیج کی جنگ بندی کے لئے مولانا نورانی کی کوششیں

جب عالم اسلام کی دو عظیم شخصیتیں مل بیٹھیں

راؤ توفیق احمد

۱۵ جنوری جیسے جیسے قریب آ رہی ہے خلیج میں نفسیاتی جنگ شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ امریکی حکام یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اگر صدر صدام حسین نے ۱۵ جنوری تک اقوام متحدہ کی قرارداد پر عمل درآمد نہیں کیا تو پھر عراق کے خلاف جنگ ناگزیر ہے۔ دونوں جانب جنگی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عراق اپنی مزید فوجیں کویت میں جمع کر رہا ہے جب کہ امریکہ بھی مزید فوجیں خلیج میں پہنچانے کا انتظام کر رہا ہے۔ اگر یہ جنگ ہوئی تو حقیقی معنوں میں فتح یاب کوئی فریق نہ ہوگا اور خلیج کے مسائل حل ہونے کے بجائے مزید الجھ جائیں گے۔ تاہم خلیج میں جنگ سے بچنے کے امکانات ابھی معدوم نہیں ہوئے ہیں اور یہ امکان بھی موجود ہے کہ امن بات چیت ۱۵ جنوری کے بعد ہو سکتی ہے مگر اس امکان پر انحصار خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

اس وقت عرب سرزمین پر امریکہ کی ساڑھے تین لاکھ، سعودی عرب کی چالیس ہزار، مصر کی ۳۵ ہزار، شام کی ۱۹ ہزار، برطانیہ کی پچیس ہزار، فرانس کی دس ہزار، متحدہ امارات کی بھی دس ہزار، کویت کی سات ہزار، پاکستان کی پانچ ہزار اور بنگلہ دیش کی دو ہزار فوج کے علاوہ مراکش، سینیگال اور نائیجیریا کی بھی فوجیں ہیں۔ اس طرح خلیج میں امریکہ کے زیر کمان بری فوجوں کی تعداد ۵ لاکھ ۵ ہزار ۷ سو ہوتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں عراق کی بری فوج کی تعداد ۵ لاکھ ہے۔ اس لحاظ سے فوجوں کی تعداد کی مناسبت سے دونوں حریف برابر ہیں۔

لیکن امریکہ سے بحری جہازوں کے ذریعہ مزید فوجی روانہ کیے جا چکے ہیں اور خیال یہ ہے کہ امریکہ جنگ شروع کرنے سے پیشتر اپنے مزید چار لاکھ فوجی خلیج پہنچا دے گا۔

جہاں تک جنگی ساز و سامان کا تعلق ہے عراق کے پاس ۴۰۰۰ ٹینک ہیں جب کہ اس کے حریفوں کے پاس ۳۸۰۰ ٹینک ہیں۔ عراق کے پاس ۷۰۰ لڑاکا طیارے ہیں۔ اس کے حریفوں کے پاس ۱۳۵۰ ہیں۔ عراق کے پاس صرف تین جنگی بحری جہاز ہیں جب کہ اس کے مخالفوں نے خلیج میں ۱۲۹ جہاز جمع کر رکھے ہیں جو زیادہ تر اس کی اقتصادی ناکہ بندی کے کام پر مامور ہیں۔ گویا مجموعی طور پر دس لاکھ فوج، آٹھ ہزار ٹینک دو ہزار لڑاکا طیارے اس وقت خلیج کے محاذ پر جمع ہیں۔ باقاعدہ جنگ شروع نہیں ہوئی ہے مگر لفظوں اور بیانات کی جنگ جاری ہے۔ عراقیوں نے کہا ہے کہ ہم خلیج کو امریکیوں کا قبرستان بنا دیں گے۔ امریکی وزیر دفاع ڈک چینی کہتے ہیں کہ اگر عراق نے کیمیاوی ہتھیار استعمال کیے تو ہم انتہائی تباہ کن ہتھیار استعمال کریں گے۔ ڈک چینی کا واضح اشارہ یہ تھا کہ امریکہ عراق کے کیمیاوی ہتھیاروں کے جواب میں جوہری ہتھیار استعمال کر سکتا ہے۔ شاید اسی اندیشہ کے پیش نظر صدر حسنی مبارک نے کہا تھا کہ اگر خلیج میں جنگ ہوئی تو خوف و دہشت سے ہوا کا رنگ سفید پڑ جائے گا اور بے شمار لاشیں خون کے سمندر میں تیرتی ہوئی دکھائی دیں گی۔ اگرچہ یہ جنگ ہوئی تو بقول اردن کے ولی عہد شہزادہ حسن یہ ثابت ہو جائے گا کہ انسان تاریخ سے سبق حاصل نہیں کر سکتا۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو عراق پر ہوائی برتری حاصل ہے۔ دنیا کے جدید ترین لڑاکا طیارے عراق کے خلاف خلیج میں جمع ہیں جنہیں لیزر شعاعوں کے ذریعہ بم ٹھیک نشانہ پر گرانے کی سہولت حاصل ہے۔ خیال ہے کہ جنگ کی ابتدا میں امریکہ ہوائی جہازوں سے کام لے گا اور عراق کی فضائیہ اور فضائی دفاع کی صلاحیت کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ امریکی حملہ رات کے وقت ہونے کی توقع ہے کیونکہ امریکہ اور اس کے حلیفوں کے پاس جو ہوائی جہاز ہیں ان میں لگے ہوئے آلات رات کے وقت بھی اسی طرح کام کر سکتے ہیں جس طرح وہ دن کے اجالے میں کام کرتے ہیں۔

فضا میں موجود امریکی اور روسی سیارے عراقی فوجوں کی نقل و حرکت کی فوٹو لیتے

رہتے ہیں اور عراقی فوجیوں کے پیغامات ریکارڈ کر کے امریکیوں کو بھیجتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جنگ کی صورت میں امریکہ سب سے پہلے عراق کے مواصلاتی نظام اور راڈار کو جام کرنے کی کوشش کرے گا اور کویت میں موجود عراقی فوجوں کا مواصلاتی سلسلہ بغداد کی فوجی ہائی کمان سے ختم کرنے کی سعی بھی کرے گا۔

عراق کے پاس فضائیہ کے چالیس اور تقریباً چوبیس چھوٹے ہوائی اڈے ہیں جنہیں وقت ضرورت عراقی طیارے استعمال کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے امریکہ ان اڈوں اور عراق کے میزائل کے اڈوں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ رکھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ عراق کی فضائی طاقت کو توڑ کر اور بری فوجوں کا مواصلاتی رابطہ ختم کر کے وہ کویت میں موجود عراقی فوجوں کو بے بس کر دے گا۔

یہ امریکہ کے اپنے اندازے ہیں لیکن ہوگا یہ کہ خواہ کوئی بھی حالات ہوں عراقی فوجیں بڑی شد و مد سے اپنے ملک کا دفاع کریں گے اور جب بری فوجوں کا ٹکراؤ ہوگا تو ٹینکوں کی جنگ شروع ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں امریکہ کے ایم ون اور برطانیہ کے چیلنجر ٹینک انفرا ریڈ شعاعوں سے لیس ہیں جن کے ذریعہ رات کے گھپ اندھیرے میں بھی حریف کے ٹینکوں کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ نے اپنے فوجیوں کے لئے جو رائفلیں بنائی ہیں ان میں بھی انفرا ریڈ شعاعوں کے آلات لگے ہوئے ہیں۔

امریکہ کی کوشش ہے کہ جنگ کا فیصلہ فضائیہ کے ذریعہ کرایا جائے مگر ایسا نہیں ہو سکے گا۔ بری فوجوں کی جنگ لازمی ہے جس میں عراقی فوجی بڑی بے جگری سے لڑیں گے۔ ان کا مورال اونچا ہے۔ وہ دشمنوں کے لئے سخت ہڈی ثابت ہوں گے جو غنیم کے حلق میں پھنس کر رہ جائے گی۔ یہ پتہ چلا ہے کہ عراق نے حملہ کی پہلے سے وارننگ کا فضائی نظام حاصل کر لیا ہے اس کا نام عدنان اول اور عدنان ثانی رکھا گیا ہے۔ یہ نظام دشمن کے طیاروں کی پرواز سے متعلق تمام تفصیلات معلوم کر کے اس کے خلاف جوابی کارروائی کی ہدایت دے سکتا ہے۔ اس اطلاع پر امریکی فوجی افسر پریشان ہیں۔

ادھر امریکی کانگریس میں اس بات پر سخت بے چینی پائی جاتی ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو نہ جانے کتنے امریکی جوان اس میں کام آئیں اور اگر زیادہ اموات ہو گئیں تو امریکی عوام کو

کس طرح مطمئن کیا جا سکے گا۔ امریکی سینٹ کے ایک رکن جارج مچل نے کہا ہے کہ میری دانست میں سب سے اچھا راستہ یہ ہے کہ عراق کے خلاف عائد شدہ اقتصادی پابندیوں کے نتائج کا انتظار کیا جائے اور ان ہی پابندیوں کے ذریعہ عراق کو مجبور کیا جائے کہ وہ کویت سے بے دخل ہو جائے۔ امریکی کانگریس کے رکن نے بتایا کہ آئین کے مطابق امریکی کانگریس ہی جنگ شروع کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ مگر آئین کی اس دستاویز میں صدر امریکہ کو فوجوں کا کمانڈر انچیف بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ کانگریس کی منظوری حاصل کئے بغیر جنگ چھیڑ سکتا ہے اور ایسے موقع پر کانگریس بے بس ہو جاتی ہے۔

برطانیہ کی حزب اختلاف کی جماعت لیبر پارٹی اب تک حکومت برطانیہ کی خلیج پالیسی کی حمایت کرتی رہی ہے مگر اب اس کے ایک ترجمان مائیکل ایمل نے جارج بش کی خلیج کی پالیسی کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جارج بش کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ کمزور ارادے کے آدمی ہیں اور اس عام تاثر کو ختم کرنے کے لئے ان کی کوشش تھی کہ وہ کوئی بڑا کام کر کے دکھائیں۔ اس کوشش میں خلیج کو انہوں نے مشق ستم بنایا ہے اور عراق کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ حملہ میں پہل کرے تا کہ وہ دنیا کو یہ باور کرا سکیں کہ جنگ انہوں نے تو شروع نہیں کی۔

فرانس کے ایک سابق وزیر خارجہ موسیو سیاور نے بھی کہا ہے کہ امریکہ عراق کے خلاف اقتصادی پابندیوں اور فوجی کارروائیوں کو غلط ملط کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے دو کھیل ایک ساتھ شروع کر دیئے ہیں۔ اقتصادی پابندیوں کے بارے میں انہیں معلوم تھا کہ ان میں وقت لگے گا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے سعودی عرب میں ایسی فوج جمع کر لی ہے جسے استعمال کئے بغیر اب کوئی چارہ نہیں رہا ہے۔ امریکی سعودی عرب میں پہنچ کر دلدل میں پھنس گئے ہیں اور ہم سب کو بھی اس میں گھسیٹ رہے ہیں۔

امریکہ اگر اپنے رویہ میں نرمی پیدا کر لے اور کویت سے عراقی فوجوں کے انخلا کو مقبوضہ علاقوں سے اسرائیل کے انخلا سے منتھی کر دے تو خلیج کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے کیونکہ صدر صدام پہلے کہہ چکے ہیں کہ اگر فلسطین کے مسئلہ کو بھی حل کرنے کی ضمانت دی جائے تو وہ کویت کے مسئلہ پر مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ عالمی برادری ایسی ضمانت دے سکتی ہے

بشرطیکہ صدر بش اسرائیل پر دباؤ ڈال کر اسے مسئلہ فلسطین کو حل کرنے پر رضامند کر لیں۔ مسئلہ کویت کے ساتھ مسئلہ فلسطین کو حل کئے بغیر مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اس صورت حال کی روشنی میں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ خلیج میں پر امن حل کی روشنی تو موجود ہے مگر دن بدن وہ ماند پڑتی جا رہی ہے اور جنگ کے مہیب سائے گہرے ہو کر پھیلتے جا رہے ہیں۔

دراصل سعودی حکمرانوں اور امیر کویت کو بہت بے چینی ہے کہ کسی طرح عراق پر حملہ کر کے کویت کو دوبارہ ان کے لئے بازیاب کرا دیا جائے اور عراق کی طاقت کا خاتمہ کر دیا جائے تا کہ ان کی عیاشیوں اور بداعمالیوں کو چیلنج کرنے والا کوئی عرب سرزمین پر موجود نہ رہے کیونکہ صدر صدام سخت الفاظ میں ان عیش پرست حکمرانوں کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور انہیں ان کے کردار کا آئینہ دکھاتے رہتے ہیں۔

حال ہی میں بغداد آبزرور نے صدر صدام کے انٹرویو کے اقتباسات شائع کئے ہیں جو انہوں نے میکسیکو ٹیلی ویژن کو دیا تھا۔ اس انٹرویو میں صدر صدام نے کویت کے شاہی خاندان کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ کویت کے معزول حکمرانوں نے عربوں کے امیج کو خراب کیا ہے اور اسلامی اقدار کی غلط طور سے نمائندگی کی ہے۔ شدید برہمی کے عالم میں صدر صدام نے کہا کہ امیر کویت نے چونکہ بہت سی شادیاں کی ہیں اس لئے وہ خود اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شناخت نہیں کر سکتے۔ وہ ہر جمعرات کو ایک نئی عورت سے شادی کرتے ہیں ان کے حرم میں ستر عورتیں ہیں اور ساٹھ ارب ڈالر کے مالک ہیں۔ عراقی صدر نے کہا کہ امریکی صدر بش کو ان کی حالت پر تو افسوس ہے مگر ان کا ضمیر فلسطین میں عورتوں اور بچوں پر اسرائیلیوں کے ظلم و ستم کے خلاف کبھی بیدار نہیں ہوتا۔ انہوں نے کویت میں موجود اپنے فوجیوں کو سال نو کا پیغام دیتے ہوئے کہا کہ اب ایمانداروں کا مقابلہ کافروں، مرتدوں اور منافقوں سے ہو گا جن کی قیادت امریکہ کرتا ہے۔

اقوام متحدہ میں برطانیہ کے سابق سفیر کرسٹل ٹیلر کہتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ پس پردہ جنگ روکنے کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں وہ کسی کو نظر نہ آ رہی ہوں۔ مثال کے طور پر اقوام متحدہ کا ادارہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں مذاکرات ہو رہے ہوں۔ اقوام متحدہ کے

سیکرٹری جنرل ہیں جو ابھی چند دن پہلے عمان میں تھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بغداد بھی گئے ہوں۔ پس پردہ ضرور کچھ نہ کچھ ہو رہا ہو گا۔ جو ہمیں نظر نہیں آ رہا ہے۔

مذکورہ بالا پس پردہ کوششوں کے سلسلہ میں جو جنگ کو روکنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی 6 جنوری کو بغداد میں منعقد ہونے والی اسلامی عوامی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بغداد تشریف لے گئے ہیں۔ جس میں خلیج کے مسئلہ کے پر امن حل کا مطالبہ کیا جائے گا۔ صدر صدام اور مولانا شاہ احمد نورانی جیسی عظیم مدبر شخصیتوں کی موجودگی میں ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ انشاء اللہ عالم اسلام ممکنہ جنگ کی آفات سے محفوظ رہے گا۔ جو خلیج کے بحران کی وجہ سے اس کے سر پر منڈلا رہی ہیں۔

بی بی سی کے مطابق صدر صدام چند شرائط کے تحت کویت کو خالی کر دیں گے اور خلیج کا بحران پر امن طور پر حل ہو جائے گا۔ کویت کے دو متنازع جزیرے دو بیان اور وابا عراق کو 99 سال کے پٹہ پر مل جائیں گے۔ ان قیاس آرائیوں کی روشنی میں اگر فرانس کے ایک ممتاز سیاستدان مشل واڈیل کی بغداد میں موجودگی کو دیکھا جائے تو صورت حال کافی امید افزا دکھائی دیتی ہے۔ مسٹر واڈیل فرانسیسی صدر کے ترجمان رہ چکے ہیں اور اس وقت وہ فرانسیسی پارلیمنٹ کی امور خارجہ کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ فرانسیسی اخبارات کے مطابق یہ سمجھنا بعید از قیاس ہے کہ موسیو واڈیل ذاتی حیثیت میں بغداد گئے ہوں۔ گو کہ امریکی اور عراقی وزیر خارجہ کے درمیان ۸ جنوری کو جنیوا میں مذاکرات شروع ہوں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ مذاکرات در پردہ شروع ہو چکے ہیں۔

خلیج میں ممکنہ جنگ کو روکنے کے لئے اردن کے شاہ حسین شروع دن سے سرگرم عمل ہیں۔ آج کل وہ بھی امن کی تلاش میں یورپ پہنچے ہوئے ہیں اور انہوں نے برطانوی وزیر اعظم سے ملاقات کر کے خلیج میں جنگ کو روکنے پر زور دیا۔ لکسمبرگ میں یورپی وزرائے خارجہ کے اجلاس میں بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ مذاکرات کے ذریعہ خلیج کے مسئلہ کو حل کر کے جنگ سے گریز کیا جائے۔

دریں اثناء پاکستان، ایران اور ترکی کے وزرائے خارجہ کی اسلام آباد میں ملاقات

کے بعد مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا اس میں کہا گیا کہ خلیج کے مسئلہ کے پر امن حل کی کوششیں شروع کر دی گئی ہیں۔ پاکستان نے خلیج کی جنگ روکنے کے لئے اسلامی کانفرنس کا ہنگامی اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ حکومت پاکستان کے رویہ کے بارے میں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔ مزید آں حکومت نے فوجی دستے سعودی عرب بھیج کر پاکستان کو اس مسئلہ میں فریق بنا دیا اور جو فریق بن جائے وہ مصالحتی کردار ادا نہیں کر سکتا۔

بہرحال امریکہ اور عراق کے وزرائے خارجہ کی ملاقات کی جو تاریخ مقرر ہوئی ہے وہ ایک طرح کی مصالحت ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ بات چیت جلدی ہو جبکہ عراق کا مطالبہ تھا کہ یہ بات چیت ۱۵ جنوری کے قریب ہو۔ ۸ جنوری کو امریکہ نے گفتگو کے لئے قبول کر کے ایک طرح عراق کا مطالبہ مان لیا ہے۔ دراصل صدر بش امریکی کانگریس اور عوام کے دباؤ میں ہیں اور جنگ چھیڑنے سے پہلے وہ انہیں ہر طرح مطمئن کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے امن کی تمام راہیں تلاش کی ہیں۔ یہ ملاقات اسی عمل کا حصہ ہے۔ حالانکہ امریکہ کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جو وہ چاہتا تھا۔ جب سے خلیج کا بحران شروع ہوا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ عراق اور امریکہ میں اعلیٰ سطح پر رابطہ ہوا ہے۔

دریں اثنا عراقی وزیر خارجہ طارق عزیز نے اپنا یہ موقف پھر دہرایا ہے کہ وہ امریکی وزیر خارجہ سے بات چیت کرتے ہوئے فلسطین کے مسئلہ کے حل کے لئے زور دیں گے۔ یہ نکتہ غور طلب ہے کہ فلسطین کے مسئلہ پر امریکہ کے رویہ میں کچھ تبدیلی کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اس بیان کی مخالفت نہیں کی جس میں مقبوضہ عرب علاقوں میں فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی کارروائیوں پر تشویش ظاہر کی گئی ہے۔ اس سے پیشتر امریکہ ایسے بیانات کو اسرائیل کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیتا تھا۔ فلسطین کے مسئلہ پر بین الاقوامی کانفرنس بلانے کے بارے میں امریکی کی جانب سے ایسے اشارے ملے ہیں کہ اب وہ اس کی مخالفت نہیں کرے گا۔ اس تبدیلی کا کریڈٹ بھی صدام حسین کو جاتا ہے۔ بہرحال اسی طرح امریکہ اگر اپنے موقف میں مزید نرمی پیدا کرے تو خلیج میں قیام امن کی ابھی بھی گنجائش موجود ہے۔

(ہفت روزہ احوال، جنوری ۱۹۹۱ء، صفحہ ۷ تا ۹)

ریموٹ کنٹرول وزیر اعظم نہیں چاہیے

ایرانیوں نے عراقیوں کو دھوکے سے مروایا

مجلس شوریٰ سے مولانا نورانی اور دیگر زعماء کا خطاب

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ امام انقلاب علامہ امام شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ عراق کے خلاف امریکی اور اتحادی جارحیت کے بعد صدام حسین نے حالات پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ پورے ملک سے بغاوت کو کچل دیا گیا ہے۔ حالات صدام حسین کے کنٹرول میں ہیں۔ رات کو بھی راستے پر امن ہیں۔ میں کرد علاقوں میں عراق کے نائب صدر عزت ابراہیم کے گھر محفل میلاد شریف سے فارغ ہو کر رات کے ایک بجے تین گھنٹے کا سفر کر کے کار کے ذریعہ بغداد شریف پہنچا مگر پوری طرح امن و امان دیکھا۔ مولنا نورانی لاہور میں ۲۷، ۲۸ جولائی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ اتوار مرکزی دفتر میں منعقد ہونے والے جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ و شوریٰ کے مشترکہ اجلاس میں صدارتی خطاب کر رہے تھے۔ اجلاس میں استاذ العلماء ملک المدرسین علامہ عطاء محمد بندیالوی، پروفیسر شاہ فرید الحق، جنرل کے ایم اظہر خان، جنرل حافظ محمد حسین انصاری، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، علامہ شبیر احمد ہاشمی، عصمت اللہ خان مستی خیل، محمد عثمان خان نوری، سردار محمد خان لغاری، چوہدری محمد یعقوب، مولانا گل محمد نقشی، قاری زوار بہادر، سید ارشاد علی، سید محمد محفوظ مشہدی، صوفی محمد ایاز خان نیازی، اورنگ زیب تنولی، حاجی بدر السلام ہاشمی، محمد قاسم خان ایڈووکیٹ، مولانا عبد الغفور رالوری، علامہ اقبال احمد فاروقی، صاحبزادہ محمد زبیر، عبد الرزاق پراچہ، بابو محمد رمضان آرائیں اور دوسرے رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔ اجلاس دو دن جاری رہا۔ ملک کی سیاسی صورت حال، امن عامہ، جمعیت علماء پاکستان کا مستقبل کے لئے کردار کا تقرر اور جمعیت کے دستور میں ترامیم اجلاس کا موضوع تھیں۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائد اہلسنت امام نورانی نے کہا کہ اس وقت

عراق کے لئے تمام راستے بند ہیں۔ صرف اردن کے راستے سے بارہ گھنٹے میں کار کے ذریعے بغداد پہنچا تھا۔ قائد نے فرمایا کہ انہوں نے بغداد شریف میں جامعہ بغداد کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی اور ورلڈ مسلم پاپولر کونسل کے اجلاس سے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عراق میں دس دن گذارے اور مختلف علاقوں جن میں کربلا اور نجف اشرف بھی ہیں کا دورہ کیا۔ بغداد شریف سے کربلا معلی اور نجف اشرف ایک سو چالیس میل ہے۔ مولانا نے کہا کہ میں نے عراقی حکومت کی باتوں پر ہی اعتبار نہیں کیا۔ بلکہ بغداد شریف، کربلائے معلی، نجف اشرف، سامرہ اور وحیدہ اور دوسرے شہروں میں عوام سے مل کر حالات کی تحقیق کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیج کی حالیہ جنگ نے عراق کی تباہی کے لئے امریکہ کے ساتھ ساتھ بعض مسلم ممالک نے بھی گھناؤنا کردار ادا کیا۔ مسلمان ملکوں نے خاص طور پر ترکی اور سعودی عرب نے کھل کر عراق کی مخالفت کی۔ ترکی نے امریکہ اور سعودی عرب سے ۵۰ کروڑ ڈالر نقد رقم وصول کی۔ جبکہ سعودی عرب نے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے مخفی نہیں کیا۔ مگر انتہائی افسوس ناک کردار ایران کا ہے کہ اس نے دوستی کے رنگ میں عراق کی کمر میں خنجر گھونپا ہے اور عراق کی تباہی کی پوری کوشش کی کیونکہ عراق کی تباہی ایران کا صدیوں کا خواب ہے کہ صفویوں نے اور اس سے قبل عباسی خلافت کے خاتمہ میں ابن علقمی نے تاتاریوں سے مل کر بغداد پر تباہی نازل کی تھی اور پھر ایرانیوں نے امریکہ سے زیادہ عراق کو نقصان پہنچایا کہ جنگ کے دوران اس نے امدادی سامان کے ساتھ اپنے کمانڈوز بھی بھیجے اور کربلا نجف اشرف میں تباہی نازل کی۔ سنیوں کے گھروں میں گھس کر لوگوں کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ ہزاروں سنی لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ سنیوں کے گھروں کا مال لوٹا۔ سیدنا امام حسین اور مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مزارات مقدسہ کے گنبدوں پر لگے ہوئے سونے کے پترے اتار کر لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ایرانیوں نے نہ صرف سنی لڑکیوں کی عصمت دری کی بلکہ ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد انہیں قتل بھی کر دیا۔ امام نورانی نے کہا کہ نجف اشرف اور کربلا معلی میں واقع مزارات کے اردگرد حجروں میں اب بھی گھٹنوں گھٹنوں خون کھڑا تھا اور بے پناہ تعفن اور بدبو نے ماحول کو متعفن کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی تخریب کاروں نے جنگ کے دوران نجف اشرف اور کربلا معلی پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر امریکہ نے کردوں

کے ذریعہ کردوں کو ہتھیار دیئے۔ انہوں نے بھی بغاوت کی۔ ان حالات کے پیش نظر صدر صدام حسین کو کویت سے فوری طور پر نکلنا پڑا۔ گویا صدام حسین کو امریکہ نے نہیں ایران اور کردوں نے کویت سے نکلنے پر مجبور کیا۔ مولانا نے کہا کہ میں نے عراق کے نائب صدر جناب عزت ابراہیم سے کہا کہ آپ ایرانیوں کی تاریخ سے واقف تھے۔ آپ نے ان لوگوں پر اعتبار کیسے کیا؟ اس پر جناب عزت ابراہیم نے اعتراف کیا کہ انہیں دھوکہ ہوا۔ مولانا نے بتایا کہ جنگ نے شدت اختیار کی تو عراق نے عوام کے تحفظ کے لئے ایران سے ملحق سرحد کو اس لئے کھول دیا کہ عوام ایک مسلم ملک میں پناہ حاصل کر سکیں مگر ایرانیوں نے اپنی روایتی دھوکہ بازی سے عراق پر ظلم و ستم ڈھائے۔ مولانا نے بتایا کہ عراق میں جب سے صدام حسین برسراقتدار آئے ہیں تو انہوں نے محرم میں گھوڑے اور ماتم وغیرہ کے جلوس پر پابندی لگا دی تھی اس وقت پورے عراق میں کوئی گھوڑا نہیں نکلتا۔ بازار میں کہیں ماتم نہیں ہوتا۔ عزاداری صرف امام باڑوں تک محدود ہے۔ انہوں نے کہا کہ عراق میں ۷۰ فیصد سنی مسلمان ہیں جبکہ شیعہ صرف ۳۰ فیصد ہیں۔ مولانا نورانی نے بتایا کہ نجف اشرف اور کربلا معلی سے ایرانی قبضہ ختم کرانے کے لئے عراقی فوج نے اہم کردار ادا کیا۔ ایرانی تخریب کار نجف اشرف اور کربلا معلی کے حجروں میں اور آس پاس گھس گئے تھے۔ عراق کو مجبوراً انہیں نکالنے کے لئے کاروائی کرنا پڑی تو ایران نے پوری دنیا میں مقدس مقامات پر بمباری کا شور مچایا۔ مولانا نے بتایا کہ عراق کو ٹکڑے کرنے میں امریکہ کی طرح ایران نے بھی پوری کوشش کی مگر صدام حسین نے پھر قبضہ پا لیا۔ مولانا نے بتایا کہ ۴۳ دن تک عراق دفاعی جنگ لڑتا رہا جس میں اس کے ۸۰ فیصد کارخانے تباہ ہو گئے۔ گیارہ ہزار بچے قتل ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت اقوام متحدہ کی تمام قراردادیں منظور کرنے کے باوجود عراق کی ناکہ بندی ختم نہیں ہوئی، بچوں کے لئے دوائیں اور دودھ بھی نایاب ہے مگر پورے عالم اسلام میں کوئی احتجاج کی آواز نہیں اٹھی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ملک کے سب سے بڑے عالم دین علامہ عطا محمد بندیالوی نے فرمایا کہ جمعیت علماء پاکستان کے لئے اتحاد اور مخالفت کے پیمانے مقرر ہیں۔ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی ہمارا مطالبہ ہے۔ اس پر جو بھی ہم سے تعاون کرے ہم اس سے تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ آئی جے آئی نفاذ شریعت کے مسئلہ میں ناکام ہو چکی

ہے۔ نواز شریف نے آج سے چار سال پہلے جمعیت کو توڑنے اور مولانا نیازی کو علیحدہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ علامہ بندیالوی نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کو کسی بیساکھی کا سہارا لینے کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ آئی جے آئی کے ساتھ مل کر مولانا نیازی نے کیا فائدہ حاصل کر لیا ہے؟

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کے سینئر نائب صدر مفکر اسلام پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان ایک محب وطن سیاسی جماعت ہے وہ بے جا تنقید اور ذاتی دشمنی پر یقین نہیں رکھتے۔ ہم کسی بھی متحدہ جدوجہد میں شامل ہوں گے کیونکہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور جمہوریت کے استحکام کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت کی اپنی تاریخ اور اپنا پیمانہ ہے اس سے ہم روگردانی نہیں کر سکتے۔

اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمد اکرم شاہ نے کہا کہ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کی تفصیلات غیر ملکی اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں جن کے مطابق امریکہ سب سے پہلے خود مختار کشمیر کا نعرہ لگائے گا تاکہ کشمیریوں کی جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستان مضبوط نہ ہو سکے۔ خود مختار کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کو انڈیا سے معاہدہ کرنے پر مجبور کرے گا۔ انہوں نے کہا امریکہ ہماری فوجی قوت میں کمی کے لئے بھی دباؤ ڈالے گا۔ ہماری ایٹمی قوت اس وقت ۸۵ فیصد ہے مگر امریکہ اسے پندرہ فیصد لانا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ فوج کو کم کرنے کے لئے بھی امریکہ دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس کے بعد خود مختار سندھ کے پروگرام پر عمل کا منصوبہ ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان کا صوبہ بلوچستان ایران اور کردستان کے ساتھ ملا کر پاکستان کو مفلوج کیا جائے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر میں افغانستان اور فرنٹیئر کے بھوکے ننگے علاقہ کو اکٹھا کیا جائے تاکہ پاکستان کا صوبہ سرحد بھی الگ کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ سرائیکی کے علاقہ کو نام نہاد آزاد سندھ کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ صاحبزادہ محمد اکرم شاہ نے بتایا کہ اسی سال کی عید قربان پر سکھوں نے لندن سے ایک عید کارڈ شائع کیا ہے اور اس میں مشرقی اور مغربی پنجاب کا نقشہ دیا گیا ہے گویا امریکہ اپنے عزائم میں پنجاب کو بھی تباہ کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف حکومت امریکہ کی ایجنٹ ہے۔ ان تمام منصوبوں پر

امریکہ سے معاہدہ کر چکی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ نواز شریف اور بے نظیر کا امریکہ کے معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کے مرکزی جوائنٹ سیکرٹری نے کہا کہ اس وقت ملک میں امن عامہ تباہ ہو چکا ہے کسی شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے۔ نواز شریف حکومت نے ملک کو معاشی طور پر تباہ کر دیا ہے۔ کوئی شخص اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے۔ سڑکوں پر ڈاکوؤں کا راج ہے۔ اسلام کے نام پر شریعت بل کے پردے میں فریب دیا گیا ہے۔ آئین میں صدر ضیاء الحق کی آٹھویں ترمیم کی طرح بارھویں ترمیم بھی آمریت کی آرزو ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کو پوری جرات سے نواز شریف کے مظالم کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اگر اس معاملہ میں دوسری سیاسی جماعتوں جن میں پیپلز پارٹی بھی شامل ہے کے ساتھ کہیں شامل ہونا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ پیپلز پارٹی بھی ہمارے لئے شجر ممنوعہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کچھ علماء ناراض ہوں انہیں فتویٰ دینا چاہئے کہ کیا پیپلز پارٹی سے متعلق کسی شخص کا جنازہ پڑھانا، ان سے چندہ لینا، غمی اور خوشی میں شامل ہونا جائز ہے تو سیاسی ہم خیالی کیوں جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایئر مارشل اصغر خان بھی محب وطن رہنما ہیں۔ اس لئے جمعیت قومی دھارے سے باہر نہیں رہے گی۔

اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے سینئر نائب صدر صاحبزادہ محمد محفوظ مشہدی نے کہا کہ وہ علامہ شبیر احمد ہاشمی کے خیالات کی حرف بہ حرف تائید کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت اپوزیشن کو تقسیم کرنے سے موجودہ حکومت کی عمر لمبی ہو گی اور اگر آل پارٹیز کانفرنس ہوتی ہے تو یہ کوئی انتخابی اتحاد نہیں بلکہ قوم کی مجموعی آواز ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ خاکسار تحریک کے خان محمد اشرف اور حیدر آباد سے پٹھان سندھی اتحاد کے سربراہ نواب مظفر خان مرحوم تہارہ کر کچھ بھی نہ تھے مگر قومی اتحاد میں وہ بھی ایک ستارہ بن گئے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسمبلی کے اندر اور باہر متحدہ جدوجہد میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جمعیت علماء پاکستان ہزارہ ڈویژن صوبہ سرحد کے صدر اور معروف سیاسی سماجی رہنما اورنگ زیب تنولی نے کہا کہ صدر ضیاء الحق نے پاکستان کو ہیروئن اور کلاشنکوف کا تحفہ

دیا۔ ڈاکوؤں سے مذاکرات کئے جاتے ہیں۔ حکومت خود تاوان ادا کرتی ہے۔ صوبہ سرحد کے قبائل کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ سپاہ صحابہ کے نام پر نئی دہشت گرد تنظیم کھڑی کی گئی ہے جو اپنے نعروں میں اہلسنت کو رضا خانی شیعہ کی گالی دیتی ہے اس لئے نواز شریف حکومت سے کسی خیر کی توقع ناممکن ہے۔ انہوں نے پیپلز پارٹی پر بھی شدید تنقید کی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پندرہ روزہ ندائے اہلسنت کے چیف ایڈیٹر قاری زوار بہادر نے کہا کہ عراق پر آج بھی ظلم و ستم جاری ہے۔ امریکہ عراق کے بچوں پر ابھی تک ظلم کر رہا ہے۔ خوراک اور دوا تک نہیں جا رہی مگر پاکستان کی دونوں بڑی جماعتیں آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی امریکہ کی قصیدہ خوانی کر رہی ہیں۔ بے نظیر نواز شریف سے اختلافات کے باوجود امریکہ کی حد تک متفق ہے۔ اس لئے پیپلز پارٹی سے سیاسی گفتگو کرتے وقت بھی محتاط رہنا چاہیے۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کے مرکزی سیکرٹری مالیات چوہدری محمد یعقوب نے کہا کہ مشترکہ جدوجہد وقت کی ضرورت ہے۔ ملک مسائل کے گرداب میں ہے۔ ہمارے دشمن ہماری تباہی کے خواب دیکھ رہے ہیں جبکہ داخلی استحکام کمزور ہے اور ہماری خارجہ پالیسی بھی ناکام ہے۔ اس لئے جمعیت علماء پاکستان کو تحفظ وطن کے لئے بنیادی کردار ادا کرنا چاہیے۔ چوہدری صاحب نے جمعیت کا بجٹ پیش کیا۔ جمعیت کی مالی صورت حال اجلاس کے سامنے رکھی۔

اجلاس میں ممتاز عالم دین علامہ گل احمد عتیقی جو ایک کشمیری رہنما بھی ہیں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آزاد کشمیر میں ممتاز راٹھور کے خلاف دوسری وجوہ کے علاوہ اسی وجہ سے بھی اقدام کیا گیا کہ وہ عقیدہ کے اعتبار سے سنی ہے۔ اس سے دارالحکومت میں سنیوں کو سردار عبدالقیوم سے نجات ملی۔ انہوں نے کہا کہ ہم کشمیری ہیں مگر ہمارے فیصلے پاکستان کی وزارت امور کشمیر کرتی ہے جو صرف سردار عبدالقیوم کو مسلط کرنے کی سازش کرتی ہے۔ اجلاس سے جمعیت کے دیگر رہنماؤں نے بھی ملک کی سیاسی صورتحال کا تجزیہ کیا۔ صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری سردار محمد خاں لغاری، سندھ کے سیکرٹری محمد عثمان خان نوری، سرحد کے سیکرٹری عصمت اللہ مستی خیل نے اپنی اپنی تنظیمی رپورٹیں پیش کیں۔ صاحبزادہ محمد اکرم خان نے قراردادیں پڑھ کر سنائیں جنہیں معمولی ترامیم سے منظور کر لیا گیا۔ (ندائے اہل سنت لاہور)

مولانا شاہ احمد نورانی نے صومالی مسلمانوں کو ایک لاکھ شلنگ کا عطیہ پیش کیا

صومالیہ کا سنگین ترین مسئلہ کسی قرارداد سے حل نہیں ہوگا

صومالی مسلمانوں کی حالتِ زار

ڈاکٹر محمد سلیم جہانگیر

صومالیہ وہ اسلامی ملک ہے جس کے تباہ حال اور برباد ویران شہروں پر میں بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ خود ان کیمپوں میں جاؤں جہاں صومالی مہاجرین موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں اور پاکستانیوں کو بتاؤں کو اتفاق میں کتنی راحت، برکت اور خوشحالی اور نا اتفاقی میں کس قدر تباہی پوشیدہ ہے۔

اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے نام لیوا صومالی آج جس کسمپرسی کی حالت میں ہیں اس کا بیان صرف دکھ بھرے الفاظ میں ہی ہو سکتا ہے۔ ایک اسلامی ملک میں خون خرابے کو روکنا تمام اسلامی ملکوں کی ذمہ داری ہے۔ ایک زمانہ تھا جب اسلام کا سورج پوری آب و تاب سے چمکتا تھا اس وقت ایک ظالم ہندو راجہ کے ہاتھوں چند مسلمانوں کی بے عزتی پر اس وقت کے خلیفہ نے محمد بن قاسم کو بصرہ سے ہزاروں میل دور دیبل کے مقام پر راجہ داہر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔

اسلام اسی راستے سے پاکستان اور ہندوستان میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت اسلامی دنیا کے پاس اتنے وسائل و ذرائع نہیں تھے جتنے آج ہیں۔ پھر بھی اس وقت اسلام مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا ضامن تھا لیکن آج ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے دکھ درد کو دور کرنے کی بجائے اسے اور دکھ دیتا ہے۔

آج اسلامی دنیا میں امیر ترین ممالک، شخصیتیں اور ادارے موجود ہیں لیکن صومالی مسلمانوں کے دکھ درد کا جائزہ لینے کے لئے کسی مسلمان ملک سے شاید ہی کوئی وفد صومالیہ یا کینیا آیا ہو۔ اسلامی کانفرنس آرگنائزیشن ہو یا عرب لیگ، سب کے سب بے کار اور بے حس لوگوں کا فورم لگتا ہے۔ کیا ا[illegible] کانفرنس آرگنائزیشن صرف یہ کام اپنے ذمہ نہیں لے

سکتی کہ وہ وزرائے خارجہ پر مشتمل ایک وفد موگا ڈیشو بھیج کر دست و گریباں مسلمان بھائیوں کو شیر و شکر کر دے کم از کم ایک کام تو اسلامی کانفرنس آرگنائزیشن کو کرنا چاہئے جس کی بنیاد پر مسلمان سر او نچا کر کے یہ کہہ سکیں کہ آپ کے جھگڑوں کو طے کرانا اسلام دشمن حکومتوں کا نہیں بلکہ خود مسلمانوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ صومالیہ کا سنگین ترین مسئلہ کسی قرارداد سے حل نہیں ہو گا بلکہ اس کے لئے اسلامی ملکوں کو فوری طور پر آگے آنا پڑے گا۔

کاش میرے مضمون کی یہ سطریں وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کی نظروں سے گزر جائیں اور وہ یہ عظیم کارنامہ سرانجام دینے موگا ڈیشو پہنچ جائیں۔ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو اسلامی تاریخ انہیں ہمیشہ ایک محسن کی حیثیت سے یاد رکھے گی۔

صومالیہ کی خانہ جنگی میں بداعتمادی نے بہت سے قبیلوں کو ایک دوسرے کی گردن مارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر کوئی اپنے ہی لہجے میں انہیں حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کی اصول تعلیمات بتائے تو صومالیہ کی حالت بدل سکتی ہے۔ دلوں سے دشمنی کے غبار نکل سکتے ہیں اور اعتماد کی فضاء پیدا ہو سکتی ہے۔ مسلمان اگر آنکھیں کھول کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ خداوند کریم نے مسلمانوں کو بے حد دولت اور وسائل سے نوازا ہے۔ عرب ممالک کو تیل کی دولت دی ہے تو برونائی کے حکمراں کو دنیا کے امیر ترین شخص کا رتبہ عطا کیا ہے۔ لیکن جب بھی اسلامی دنیا میں یا کہیں اور کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے تو سب سے پہلے امداد کے ہگل غیر اسلامی دنیا میں بجتے ہیں اور غیر مسلم ذرائع امداد فراہم کرنے میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ ہماری زریں تعلیمات کو مدنظر رکھا جائے تو اسلامی ملکوں کو دنیا کے ہر مصیبت زدہ فرد کی مدد کسی امتیاز کے بغیر کر کے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اسی کے ساتھ کسی بھی اسلامی ملک کو مشکل حالات سے نکالنا اسلامی حکومتوں اور تنظیموں کا اولین فرض ہے۔

صومالی مسلمانوں کی مدد کرنے کی سب سے پہلی ذمہ داری اسلامی کانفرنس آرگنائزیشن کی ہے۔ اسلامی کانفرنس فوری طور پر ریلیف آرگنائزیشن اور فیلڈ ورک کے شعبے قائم کرے ریڈ کریسنٹ ان معصوم بچوں، عورتوں اور مردوں کو موت کے منہ سے نکالنے کے لئے میدان عمل میں آئے جو بھوک اور بیماریوں سے تڑپ رہے ہیں۔

پاکستانیوں کو ان شعبوں میں خاصا تجربہ ہے کیونکہ انہوں نے افغان کیمپوں میں

بے مثال خدمات انجام دے کر مظلوم لوگوں کی مدد کی ہے۔ حکومت پاکستان اگر اس سلسلے میں ایک منظم ریلیف ٹیم صومالیہ بھیجنے کا فوری بندوبست کرے اور "اسلامی ریلیف آپریشن برائے صومالیہ" کے تحت سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات اور دوسرے دولت مند اسلامی ملکوں سے اعانت طلب کرے تو اس ایجنسی کے ذریعے صومالی مہاجرین متاثرین اور بھوک و پیاس سے تڑپنے والے کلمہ گو بھائیوں کی زندگیوں کو پھر سے امنگوں سے بھرا جا سکتا ہے۔ اگر یہ کام اسلامی آرگنائزیشن نے کر دیا تو افریقہ کے کروڑوں مسلمانوں اور صومالیہ میں اسلام کے نام لیواؤں میں اعتماد کی ایک نئی لہر دوڑ جائے گی۔

اس وقت صومالی مسلمانوں کی مدد کے لئے اسلامی تنظیموں کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کینیا کی ینگ مسلم ایسوسی ایشن اور کریسنٹ آف ہوپ اس میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ گزشتہ دنوں پنگانی مسجد اور سکول ایسوسی ایشن نیروبی کی جانب سے پاکستان کے ممتاز عالم دین اور سیاست دان مولانا شاہ احمد نورانی نے نکورو میں کینیا کے صدر ڈینیل اراپ موئی کو مسلمانوں کی جانب سے صومالی اور دوسری قحط زدہ علاقوں کی مدد کے لئے ایک لاکھ شلنگ کا چیک پیش کیا تھا۔

اسلامی دنیا کے اس ملک میں جہاں مسلمانوں کی تعداد سو فیصد ہے اگر کوئی "امدادی سفیر" صومالی عوام کے دکھ درد کی دوا لے کر پہنچ رہے ہیں تو وہ یا تو امریکی عوام کے نمائندے ہیں یو این او کے وہ سفیر جن کا تعلق یورپ سے ہے۔

معلوم نہیں اس وقت مسلمانوں کو کیسا محسوس ہوتا ہوگا جب دنیا کے اخباروں میں یہ خبریں سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی ہیں کہ صومالی مہاجرین جب یمن پہنچے تو ان کے ہاتھوں میں امریکہ کے نو منتخب صدر کی تصویریں تھیں یا یہ کہ ہالی ووڈ کوے کہانی نویسوں اور پروڈیوسروں کا ایک گروپ صومالی تباہ حالی کے بارے میں ایک جذباتی خاکہ بنا کر امریکیوں اور دنیا کے سامنے مدد کا کاسہ پھیلائے گا۔

اٹلی کی مشہور فلم ایکٹریس صوفیہ لارین ان دنوں صومالی عوام کی پریشان کن صورتحال کی چشم دید گواہ بن کر دنیا کے سامنے مدد کا دامن پھیلا رہی ہیں۔

اس سے پہلے برطانیہ کی ۶۳ سالہ فلم ایکٹریس ہیپ برن اور آسٹریلیا کی ۲۸ سالہ

ایکٹریس ریکھا گھئی نے اس مقدس مشن میں حصہ لیا تھا۔ مس گھئی "قحط کی ۴۰ گھنٹے" نامی ٹی وی سیریل میں حصہ لے رہی ہیں جبکہ ہمارے ملک کی سیاسی سکرین کی ایکٹریس "لانگ مارچ" میں حصہ لے کر پاکستان کو صومالیہ بنانے کی مہم کے دوسرے مراحل پر غور کر رہی ہیں۔ یہ سیاسی ایکٹریس خود تو گولی سے بچنے کے لئے پورے حفاظتی انتظامات کے ساتھ جیپ میں لانگ مارچ کا عزم کرتی ہیں جبکہ کتنی ہی ماؤں کے بے گناہ لال کسی حفاظتی بندھن کے بغیر موت کے سامنے صف آرا ہو جاتے ہیں۔

خیر تو مس هیپ برن کے مطابق صومالی عوام پر مصیبتوں، تکلیفوں اور بیماریوں کے جو پہاڑ ٹوٹے ہیں وہ دوسری جنگ عظیم میں یورپی عوام کے دکھ درد سے کہیں زیادہ اور المناک ہیں۔ انہوں نے دنیا کو بتایا کہ صومالی پوری سٹی KISAMYU میں کوئی بچہ زندہ نہیں رہا سب بھوک اور پیاس کی شدت سے بلک بلک کر لقمہ اجل بن گئے۔

کاش! مسلمانوں میں اسلامی برادری کا جذبہ پھر سے بیدار ہو اور جب کسی ملک میں صومالیہ جیسے حالات رونما ہوں تو اسلامی ملکوں کی امداد کسی اور ملک سے پہلے پہنچے تب دنیا پکار اٹھے گی کہ مسلمان بہترین قوم ہیں۔

(بشکریہ نوائے وقت میگزین، ندائے اہلسنت، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۴)

۹ جون ۱۹۹۵ء ...... روزنامہ نوائے وقت لاہور

گڑبڑ ایم کیو ایم کر رہی ہے۔ مہاجر ازم کو بنیاد بنا کر نسلی تعصب کو ہوا دی

کراچی میں مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں۔

جوہر آباد (نامہ نگار) جمعیت علمائے پاکستان مولانا نورانی گروپ کی مرکزی شوریٰ کے رکن مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ کراچی میں گڑبڑ کی ذمہ داری ایم کیو ایم پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے مہاجر ازم کی بنیاد پر نسلی تعصب کو ہوا دے کر جو بیج بویا تھا اب اسی کے ثمرات علیحدگی پسندی کی صورت میں نکل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کراچی میں مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں ایسے حالات میں ملی یکجہتی کونسل کا قیام خداتعالیٰ کا انعام ہے دینی قوتوں نے تحفظ ناموس رسالت اور اتحاد بین المسلمین کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے ٹھوس بنیادوں پر ایک عملی کام کیا ہے جس پر وہ سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ قومی مفادات کے قاتل ملی یکجہتی کونسل کے خلاف منفی پراپیگنڈہ کر رہے ہیں حالانکہ محرم الحرام کا ضابطہ کونسل کو منضبط اور منظم بنانے کا متقاضی ہے لیکن ذاتی شہرت کے دلدادہ نام نہاد سیاستدانوں نے یہاں بھی قومی اور اجتماعی مفادات کا خون کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں تمام قابل ذکر دینی قوتوں نے جس مثالی اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے وہ سب مل کر ملک میں انقلاب نظام مصطفیٰ بھی برپا کر سکتے ہیں۔ جوہر آباد کے عوام نے کہا کہ آج عظیم مشن کے لئے انہیں کی قربانیاں دینا پڑیں گی اور ہم ہر قسم کی اپنی ہستی سے بالاتر ہو کر کونسل کی کامرانی و کامیابی کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کی سربلندی اور عظمت کے لئے صحیح طرز حیات اپنانے کی ضرورت ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن

شیطانی آیات نامی کتاب کے خلاف سب سے پہلے ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ نے احتجاج کیا!

عازمین حج سے کلام پاک اور دعاؤں کی کتاب چھین لی!

شاہ فہد کا ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کے وفود کی ملاقات سے ٹال مٹول

۱۱ جولائی ۱۹۸۸ء کو ورلڈ اسلامک مشن کے اجلاس میں جس کا صدر دفتر برطانیہ میں ہے آرک بی شپ آف کنٹربری کے اس موقف کو سراہا گیا جس کے تحت مذہب میں شدت پسندی اختیار کرنے کو عالمی امن کے لئے نقصان دہ قرار دیا گیا ہے۔ برطانیہ میں ورلڈ اسلامک مشن وہ پہلی تنظیم ہے جس نے رسوائے زمانہ رشدی کی "شیطانی آیات" کی جانب مسلمانوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے انہیں مشورہ دیا تھا کہ وہ اس کتاب پر ملامت کا وہ راستہ اختیار کریں جس سے اس کو ناجائز پبلسٹی حاصل نہ ہو سکے اور اس کی فروخت میں اضافہ نہ ہو۔ ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ نے لندن اور دیگر علاقوں میں مقیم باشندوں کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کے رکن پارلیمنٹ سے اس پر احتجاج کریں اور اظہار جذبات کے لئے قانونی ذرائع اختیار کریں۔ ورلڈ اسلامک مشن کے ذرائع کے مطابق بعض مذہبی تشدد پسند حکومتوں نے بنیاد پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ راستہ اختیار کیا ہے جس سے برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں۔

تمام عالم اسلام سے اس سال تقریباً بیس لاکھ مسلمان فریضہ حج ادا کرنے گئے۔ زائرین کو اپنے ساتھ کلام پاک اور دوسری دعا کی کتابیں لے جانے پر سعودی حکومت نے پابندی عائد کر دی۔ سعودی عرب میں داخلہ کے مختلف مقامات پر کلام پاک اور دعاؤں کی ہزاروں کتابیں ضبط کر لی گئیں۔ ان کی بے حرمتی کی گئی۔ زائرین کے لئے یہ بڑی تکلیف دہ بات تھی۔ انہیں مذہبی عقیدہ کے اس تشدد پرست رجحان پر بہت مایوسی ہوئی۔ سعودی عرب

کے مذہبی تشدد سے دنیا کے اکثر مسلمان بدظن ہوتے ہیں۔

۱۹۸۷ء میں شاہ فہد نے اپنے برطانیہ کے دورہ کے دوران ورلڈ اسلامک مشن کے علماء کے وفد سے ملاقات میں انھیں سعودی عرب آنے کی دعوت دی تھی تاکہ وہاں اس مسئلہ پر ورلڈ اسلامک مشن اور سعودی علماء کے درمیان مذاکرات ہوں اور ایک دوسرے کے نظریات کو سمجھنے، افہام و تفہیم، مذہبی رواداری اور باہمی احترام کا جذبہ فروغ پائے۔ اپریل ۱۹۸۷ء میں شاہ کے بھائی شہزادہ ترکی نے لندن کے انٹرنیشنل ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس میں شاہ کی اس دلی خواہش کا برملا اعلان کیا تھا کہ وہ سعودی عرب کے بنیاد پرستوں کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں۔ تشدد پرست کلام پاک کے بعض ترجموں اور چند دعاؤں کی کتابوں کے حق میں نہیں ہیں اور عید میلاد پر پابندی کے حق میں بھی ہیں۔ شاہ فہد چاہتے ہیں کہ ایسی شکایتوں پر غور و فکر کیا جائے۔ ورلڈ اسلامک مشن نے تمام ممکنہ ذرائع سے شاہ فہد کو ان کے وعدہ کی یاد دہانی کرائی لیکن آج تک وہ وعدہ وفا نہ ہو سکا۔ ہم تمام ذمہ دار اور امن پسند افراد سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ مذہب میں تشدد پسند افراد کی ان حرکات کی ساری دنیا میں وہ مذمت کریں۔ (ہفت روزہ احوال، اگست ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۴)


http://www.nawaiwaqt.com.pk

مسلسل اشاعت کے 58 سال

DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE

روزنامہ نوائے وقت لاہور

جلد 12 — 2001

کتاب کی تقریب رونمائی

جوہر آباد (نامہ نگار) جمیعت العلمائے پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن ملک محمد محبوب الرسول قادری کی بارھویں کتاب "محبت کی سوغات" کی تقریب رونمائی اب ۲۵ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ ۳ بجے سہ پہر سرور شہید لائبریری جوہر آباد میں چیئرمین بلدیہ ملک محمد بشیر اعوان ایڈووکیٹ کی زیر صدارت منعقد ہوگی جس میں مسلم لیگ ضلع خوشاب کے صدر اور ممبر صوبائی اسمبلی تصور علی خان مہمان خصوصی ہوں گے۔

ورلڈ اسلامک مشن کا جرأت مندانہ اقدام

محمد احمد صدیقی

بابری مسجد کی شہادت عالم اسلام کا ایک عظیم المیہ ہے۔ بابری مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی تاریخ عظمت رفتہ کی ایک نشانی بھی تھی جسے ہندوستان کے انتہا پسند ہندوؤں نے خود اپنے ہاتھوں مسمار کر دیا۔

بھارتی حکومت نے بابری مسجد کی شہادت پر مگرمچھ کے آنسو بہائے۔ وزیر اعظم نرسیما راؤ نے اپنی بے بسی اور بے چارگی کا اظہار کیا۔ اجودھیا میں جب پورے ہندوستان کے ہندو بابری مسجد کو شہید کرنے کے لئے جمع ہو رہے تھے اس وقت ہندوستان کے وزیر داخلہ شری چاون لوک سبھا میں یہ یقین دہانی کرا رہے تھے کہ بابری مسجد کے تحفظ کے مکمل انتظامات کر لئے گئے ہیں۔ لوک سبھا میں جب شری چاون پر لوگوں نے اعتراض اٹھایا کہ مرکز بابری مسجد کے تحفظ میں لیت و لعل سے کام لے رہی ہے تو شری چاون نے اعلان کیا کہ ہم نے تمام حفاظتی انتظامات مکمل کر لیے ہیں اور بابری مسجد کو ہر قیمت پر تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ ۶ دسمبر کو ہندو انتہا پسندوں نے بابری مسجد کو شہید کر دیا۔ بابری مسجد کے شہید ہونے کے دو گھنٹے کے بعد وزیر اعظم ہندوستان کو علم ہوا کہ بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ ایک برطانوی ممبر نے جب ان سے سوال کیا کہ موقع پر تعینات پولیس نے بابری مسجد کو شہید کرتے وقت مداخلت کیوں نہیں کی تو انہوں نے جواب دیا کہ احکامات جاری کرنے کی ذمہ داری یو پی کی حکومت پر ہوتی ہے۔ مرکز اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ مرکز کا کام تو صرف قانون نافذ کرنے والی اتھارٹیز کی فراہمی تھی جو ذمہ داری اس نے پوری کی۔ نرسیما راؤ نے اس طرح سے اپنی بے چارگی اور بے بسی کا اظہار کیا ہے لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ کشمیر میں بھارتی فوجی جو کہ مرکز کی طرف تعینات کیے گئے ہیں مرکز ہی کی حکومت کے تحت وہ مظالم ڈھا رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ نرسیما راؤ اس لیے مجبور تھے کہ بابری مسجد کے تحفظ کی ذمہ داری صرف یو پی کی حکومت کی ذمہ داری تھی مگر یہ غلط ہے۔ در اصل، بابری مسجد کی شہادت میں

وزیر اعظم ہندوستان برابر کے شریک ہیں۔ وہ اتنے ہی مجرم ہیں کہ جتنے بی جے پی کے سربراہ کشن لال ایڈوانی ہیں۔

پاکستان اور عالم اسلام کا رد عمل دیکھ کر مسلمانوں کے جذبات سرد کرنے کے لئے نرسیما راؤ نے عالمی سطح پر اقرار کیا کہ بابری مسجد کی تعمیر دوبارہ کی جائے گی۔

ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین مولانا شاہ احمد نورانی نے فوری طور پر بابری مسجد کے سانحہ کے سلسلے میں ۴۶ ملکوں میں قائم ورلڈ اسلامک مشن کی شاخوں کا ایک اجلاس منعقد کیا جس میں بابری مسجد کی تعمیر نو کے تمام اخراجات اٹھانے کی ذمہ داری قبول کی گئی۔ ورلڈ اسلامک مشن کے زیر نگرانی ہالینڈ، بیلجیم، فرانس، جرمنی، برطانیہ، اوسلو اور یورپ کے متعدد ممالک میں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مسجد کی تعمیر کا اعلان کر کے پاکستان کے مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے زخم پر مرہم رکھا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے اس سلسلے میں بھارت کے وزیر اعظم نرسیما راؤ کو ایک برقیہ بھی روانہ کیا ہے کہ بابری مسجد کو اسی جگہ اور اسی شکل میں تعمیر کیا جائے۔ انہوں نے نرسیما راؤ کو یہ بھی پیشکش کی ہے کہ اگر بھارتی حکومت کو مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں اخراجات برداشت کرنے میں دشواری ہے تو ورلڈ اسلامک مشن ان تمام ذمہ داریوں اور مالی اخراجات کو اٹھانے کے لئے تیار ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا یہ جرات مندانہ اقدام نہایت قابل تحسین ہے۔ دراصل جو پیشکش حکومت پاکستان کو کرنی چاہئے تھی اس کی ذمہ داری مولانا شاہ احمد نورانی نے تن تنہا اٹھائی ہے۔ وزیر اعظم نواز شریف یوں تو پاکستان میں اسلام کے نفاذ کا بڑا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں لیکن نہ ہی اسلام نافذ ہو سکا اور نہ ہی اسلامی قدروں کی پاسدار البتہ اقتدار کے تحفظ کے لئے ہر وقت بھارت کے سامنے معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کا جرأت مندانہ اقدام اور بھارت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنا اور پنڈت جواہر لال نہرو کو للکار کر دھمکی دینا کہ "پنڈت جی! کشمیر تمہارے باپ کی جائیداد نہیں ہے۔" وزیر اعظم کے لئے واضح حکمت عملی ہے۔ صرف یہی نہیں جب ہندوستان میں آزادی کے بعد ہندو غنڈے اور دہشت گرد بھارت کے مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے تو لیاقت علی خان نے ہندوستان جا کر تاریخی "لیاقت نہرو" معاہدہ کیا جس کے تحت دونوں ملکوں

کی اقلیتوں کا تحفظ ان کے حکمرانوں کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ نواز شریف میں اتنی بھی جرأت نہیں کہ وہ نرسیما راؤ کو لیاقت نہرو معاہدہ یاد دلائیں اور ہندوستان جا کر اس معاہدے پر عملدرآمد کرنے کے لیے بھارتی حکومت کو مجبور کریں اور بابری مسجد کو تعمیر کرنے کے لیے بھارتی حکومت پر دباؤ ڈالیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے پیرس میں اس سلسلے میں ورلڈ اسلامک مشن کا ہنگامی اجلاس طلب کر کے اور نرسیما راؤ کو جرأت مندانہ برقیہ دے کر حکومت پاکستان کے منہ پر زبردست طمانچہ مارا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے برقیہ میں بابری مسجد کے اخراجات اٹھانے کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم نرسیما راؤ سے ورلڈ اسلامک مشن کے وفد سے ملاقات کرنے کا بھی وقت طلب کیا ہے۔ اب نرسیما راؤ پر تمام ذمہ داری ہے کہ اگر انہوں نے بابری مسجد کی تعمیر کا اعلان خلوص دل سے کیا ہے تو ملاقات کے وقت کا تعین کریں گے ورنہ ان کی منافقانہ پالیسی کھل کر سامنے آ جائے گی۔ دریں اثناء سانحہ بابری مسجد کے اظہار مذمت کے لئے کراچی میں جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام ۸ دسمبر کو ایک فقید المثال جلوس نکالا گیا جس میں پروفیسر شاہ فرید الحق نے لاکھوں غمگساروں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رام چندر راجہ دسترتھ کے بیٹے تھے اور راجمار کی پیدائش محل میں ہوئی ہے جنگل میں نہیں۔ بھارتی حکومت کو کم سے کم رام چندر کی اتنی تذلیل نہیں کرنی چاہئے کہ ان کی پیدائش محل کے بجائے جنگل میں ہے۔

پروفیسر شاہ فرید الحق نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسجد کے تعمیر کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ وہ کسی کی ذاتی ملکیت پر نہ کی جائے۔ ناجائز زمین پر مسجد تعمیر نہ کی جائے اگر کسی متنازعہ کی زمین پر مسجد تعمیر ہو جائے تو وہاں نماز نہیں ہوتی۔ ہندوؤں نے سمجھا کہ چلو یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ بابری مسجد ناجائز جگہ پر تعمیر ہوئی ہے شرعی قوانین کے مطابق بابری مسجد کو اس جگہ قائم نہیں رہنا چاہئے تھا شاید وہ یہ بھول گئے کہ بابر بھی ایک مسلمان تھا اس کو شریعت کا پورا علم تھا وہ مسجد کو ناجائز جگہ پر کس طرح تعمیر کرا سکتا تھا۔ جہاں مسلمان عبادت کریں اور اس کی عبادت قبول نہ ہو۔ الٰہ آباد ہائی کورٹ نے اس سلسلے میں پوری تفصیل کے ساتھ معلومات کی چھان بین کر کے بابری مسجد کے حق میں فیصلہ دیا کہ زمین

بابری مسجد کی ذاتی ملکیت ہے۔

پیرس میں ہونے والے ورلڈ اسلامک مشن کے اجلاس میں عالم اسلام کے حکمرانوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ بھارت پر دباؤ ڈالیں کہ بابری مسجد کی تعمیر کا کام فوری طور پر شروع کیا جائے اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل قراردادوں کے ذریعے بھارتی حکومت کو مجبور کیا جائے۔

قراردادیں

1۔ اسلامک آرگنائزیشن۔ اسلامک ممالک کی تنظیم بھارت کو فوری الٹی میٹم دیں کہ وہ بابری مسجد کی حدود سے رام چندر کی مورتی ہٹائے اور مندر کو فوراً منہدم کیا جائے۔

2۔ اجلاس نے تمام مسلم ممالک سے مطالبہ کیا کہ بھارت کا معاشی بائیکاٹ کریں اور نرسیما راؤ سے مطالبہ کیا کہ وہ بابری مسجد کی تعمیر نو کے لیے حتمی تاریخ کا اعلان کریں بصورت دیگر خلیجی ممالک میں مقیم بھارت کے ہندو ملازمین کو فوری طور پر ہندوستان واپس بھیجا جائے۔

3۔ اجلاس میں اس بات کو محسوس کیا گیا کہ نرسیما راؤ نے محض عالم اسلام کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے منافقانہ بیان دیا ہے اور اس نے ہمیشہ بین الاقوامی وعدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ بھارت نے اقوام متحدہ میں بھی کشمیر میں استصواب رائے کرانے کی ذمہ داری قبول کی تھی مگر وہ اس ذمہ داری سے بھی انحراف کر گیا۔ اس لئے بھارت کی کسی یقین دہانی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اسلامی ممالک کی تنظیمیں ایک ڈیلیگیشن مرتب کرے جو اپنی نگرانی میں بابری مسجد کی تعمیر نو کرائے۔

4۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بھارتی حکومت نے فرقہ وارانہ فساد کرا کر مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کرنے میں دانستہ طور پر مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کیا ہے اور حقوق انسانی کی پامالی کی مرتکب ہوئی ہے۔ عالم اسلام یا اسلامی ممالک اقوام متحدہ میں ایک قرارداد کے ذریعہ بھارت کو دہشت گرد ملک قرار دیں اور اقوام متحدہ سے ان کی رکنیت کے اخراج کا مطالبہ کریں۔

5۔ قرارداد کے ذریعے یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ اگر بھارت بابری مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں لیت و لعل سے کام لے تو اسلامی ممالک فوری طور پر تیل کی سپلائی بند کر دیں۔

(ہفت روزہ احوال، دسمبر ۱۹۹۲ء، صفحہ ۹ تا ۱۱)

اسرائیل پر حملہ کر کے صدر صدام نے مسلمانوں کی برسوں پرانی آرزو پوری کر دی

(مولانا شاہ احمد نورانی)

پاکستان کی خارجہ پالیسی ناقص ہے (پروفیسر شاہ فرید الحق)

کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے والی مسلم حکومت اسلامی حکومت نہیں

(صوفی ایاز خان نیازی)

آرام باغ کراچی کا ایک تاریخی جلسہ

محمد احمد صدیقی

انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آج یہاں کیوں موجود ہے۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آرام باغ میں جہاں دیکھیں جس طرف نظر اٹھائیں سر ہی سر نظر آ رہے ہیں۔ نوجوانوں نے صدر صدام حسین اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قد آدم فوٹو اٹھا رکھی ہیں۔ عراقی پرچم ہاتھ میں لئے ہوئے صدام حسین زندہ باد کا پر جوش نعرہ لگ رہا ہے۔ آرام باغ کے میدان میں تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ اطراف کی سڑکیں بھی کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں۔ جلوس پر جلوس چلے آ رہے ہیں۔ ہر طرف سے ایک ہی نعرہ گونج رہا ہے۔ صدام حسین زندہ باد۔ امریکی سامراج مردہ باد۔

آخر یہ لوگ کس جذبہ کے تحت یہاں جمع ہوئے۔ گولے تو عراق کی سرزمین پر برس رہے ہیں۔ ان کے دل کیوں دھڑک رہے ہیں۔ یہ کیوں بے چین ہیں۔ خوشی سے یہ کیوں مرنا چاہتے ہیں۔ جذبہ جہاد اور موت کی تمنا ان کے دلوں میں کیوں موجزن ہے۔ امریکیوں سے نفرت کیوں عراقیوں سے محبت کیوں۔ ان کا دل زخموں سے کیوں بے قرار چور ہے۔ یہاں کے جوان بوڑھے کیوں بے قرار ہیں۔ ان کا عراقیوں سے کیا رشتہ ہے۔ یہ تو پاکستانی ہیں وہ عراقی ہیں۔ ان کی قومیت دوسری ان کی قومیت دوسری۔ پھر یہ کیوں جان دینا چاہتے ہیں۔ ایک دم کسی نے با آواز بلند کہا۔ مسلم قومیت اسلامی اخوت سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہمارا رشتہ مسلم قومیت کا ہے۔ ساری دنیا کے

مسلمان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں ہم ایک جسم کی طرح ہیں۔ ہم سب چاہے جہاں رہیں اس جسم کے بازو ہیں کسی ایک بازو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو درد محسوس ہوتا ہے۔ عراقیوں پر بم برس رہے ہیں۔ سامراجی طاقتیں عراقیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں۔ ۲۹ جابر اور ظالم حکمران ایک مردِ آہن کے مقابلے میں ناپاک عزائم کی تکمیل میں مجتمع ہو گئے ہیں۔ ان کا سرخیل صدر بش ہے۔ صدر بش "شیطان اکبر" کے روپ میں نجد سے آگ کے گولے برسا رہا ہے۔ سعودیہ کا عیاش بادشاہ شاہ فہد "نجدی شیطانیت" میں پیش پیش ہے۔ نجد کی سرزمین سے آٹھ ہزار مارٹر عراق پر حملہ کر چکی ہیں۔ ہو سکتا ہے قارئین تک جب احوال پہنچے تو حملوں کی تعداد ۱۰ ہزار سے تجاوز کر جائے۔ راکٹوں اور ہوائی حملوں سے جو بم برسائے جائیں ان کی تعداد ساٹھ ہزار ٹن سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جنگ کے روزانہ کا خرچ نصف بلین ڈالر ہے۔ ان سب کا خرچ سعودیہ کے رنگیلے بادشاہ شاہ فہد اٹھا رہے ہیں جو راکٹ برسائے جا رہے ہیں ان میں ہر ایک کی قیمت تیرہ ملین ڈالر ہے جہاں ایک طرف نجدی شیطان نے آتش فشاں کا دہانہ کھول دیا ہے وہاں سرزمین بغداد پر صدر صدام صلاح الدین ایوبی بن کر مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ صدر بش کی ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں۔ ان کے سارے گھناؤنے منصوبے ناکام ہو گئے۔ جنرل پاول پاگل ہو گیا۔ اس نے اعتراف کر لیا پہلے راؤنڈ میں کامیابی عراق کو ہوئی۔

امریکہ کے اس چنگیزی جارحیت کے خلاف پورا کراچی الڈ آیا۔ آج یہاں کوئی نعرہ نہیں صرف ایک نعرہ ہے اسلام زندہ باد، صدام حسین زندہ باد، مولانا شاہ احمد نورانی زندہ باد، مسلم قومیت زندہ باد، مولانا شاہ احمد نورانی اور راقم الحروف پچھلے ہی ہفتے عراق کی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے بغداد گئے تھے۔ وہاں ہر شخص کے چہرے پر ایک عزم تھا۔ صلیبی قوتوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے قسم کھا رکھی تھی۔ میدان جنگ میں انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی جب عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے آئے تو پورا مجمع اٹھ کھڑا ہوا۔ پورا جلسہ گاہ نعرہ اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا عالم اسلام برسوں سے ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو یہودیوں کو چیلنج

کر سکے شکر ہے اللہ کا کہ سرزمین بغداد سے ایک ایسا مجاہد پیدا ہوا ہے جو صلاح الدین ایوبی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ مجمع کا جوش قابل دیدنی تھا۔ نورانی میاں کے ایک ایک لفظ پر پورا مجمع نعرہ تکبیر بلند کر رہا تھا۔ جدھر دیکھیں سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جلوس کی شکل میں جلسہ میں آ رہے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا صدر صدام نے یہودیوں کو للکار کر پورے مسلمانوں کی برسوں کی آرزو پوری کر دی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا مجاہدین کا دستہ تیار ہو رہا ہے۔ لوگ اسلام پر مر مٹنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ دستہ اس لئے تیار کیا جا رہا ہے کہ جب بھی صدر صدام کو ضرورت ہو گی فوری طور پر ان کو روانہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا آپ لوگ خون کا عطیہ اور دوسری امداد کے تعاون کے لئے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے کہا برصغیر میں سب سے بڑی تحریک خلافت تحریک تھی۔ لیکن یہ تحریک اب اسلامی تاریخ میں سب سے بڑی تحریک شمار ہو گی۔ اس تحریک میں انڈونیشیا سے لے کر تیونس تک کے سارے مسلمان ایک جذبے سے سرشار ہیں۔ حکومت کتنے اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرے۔ لیکن وہ عوام کے دلوں پر صدام حسین کی محبت نہیں نکال سکتی۔ عوام کے دلوں پر صدام حسین کا راج ہے۔ انہوں نے کہا بغداد اولیاء، انبیاء، شہداء کی سرزمین ہے۔ یہاں شہداء اعظم، غوث الاعظم اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ انہوں نے کہا عراق کی سرزمین بھی حرم شریف کی سرزمین کی طرح مقدس ہے۔ انہوں نے کہا عالم اسلام کے مسلمان صدر صدام حسین کا ساتھ دیں تاکہ یہودی اور عیسائی قوتیں مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکیں۔ تقریر کا اختتام کرتے ہوئے جب مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا اب آپ حضرات دعا کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اللہ کے دربار میں عراق کی سلامتی اور فتح کے لئے دعا کریں تو سارا مجمع اٹھ کھڑا ہوا۔ مولانا نے گڑگڑا کر اللہ کے دربار میں عراق کی فتح و نصرت اور صدام حسین کی زندگی کے لئے دعا کی۔ دعا کرتے وقت فضا بڑی رقت آمیز تھی۔ مجمع سے آمین آمین کی آواز آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ آ رہی تھی۔

شاہ فرید الحق نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پاکستان کی پالیسی اور سرد مہری اور امریکہ کی کاسہ لیسی پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے کہا پاکستان کی خارجہ پالیسی

نہایت ناقص ہے اور وزیر خارجہ امریکہ کی دلالی میں لگا ہوا ہے۔ وہ امریکہ کا ایجنٹ ہے۔ امریکی مفادات کے لئے کام کر رہا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ فوری طور پر اس کو برطرف کیا جائے۔ انہوں نے کہا حکومت وقت اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ اس جذبہ کو اوچھے ہتھکنڈوں سے نہیں روک سکتی۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا صدر صدام حسین بیت المقدس کو آزاد کرانے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ پاکستان کے حکمران عیسائیوں، یہودیوں اور امریکیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا موجودہ حکومت اسلام کا نام استعمال کر کے الیکشن جیتی تھی۔ لیکن اس کے اقدامات عین غیر اسلامی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ بڑی آسانی سے طے کیا جا سکتا تھا۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے ذریعہ مسئلہ کا حل ڈھونڈا جا سکتا تھا۔ لیکن اس کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ عالم اسلام کا مسئلہ تھا۔ عالم اسلام کو اس کا حل تلاش کرنا چاہئے تھا۔ پاکستان کو اس میں نمایاں کردار ادا کرنا چاہئے تھا۔ پاکستانی وزیر اعظم "امریکی برانڈ" وزیر اعظم ہے۔ انہوں نے کہا ہم متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پاکستانی حکومت نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو وہ نوشتہ دیوار پڑھ لیں، عوام کا ریلا سب کو بہا کر رکھ دیتا ہے۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا بش نے حملہ کرنے سے پہلے شاہ فہد سے حملہ کی اجازت لی اور شاہ فہد نے کہا حملہ کرو۔ انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو اس بات کی کھلی اجازت دی کہ نجد سے شیطانی آگ برسائی جائے۔

عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے صوفی ایاز خان نیازی نے کہا جو اسلامی حکومت، دوسرے مسلمان ملک پر کافروں کے ساتھ مل کر حملہ کرتی ہے وہ اسلامی حکومت نہیں اور جو مسلم حکمران عیسائیوں اور یہودیوں کا حلیف ایک مسلمان حکومت کے خلاف بن جاتا ہے اور اپنی سرزمین سے وہ مسلم حکومت پر حملہ کراتا ہے وہ مسلم حکمران نہیں۔ انہوں نے کہا پورا عالم اسلام شاہ فہد کے اس مذموم قول پر سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ وہ صدر صدام ہی کا نہیں بلکہ ہر عالم اسلام کے ہر مسلمان کا مجرم ہے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے راقم الحروف نے کہا کہ آج جب آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آج جب آپ اس کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے ہیں تو ہمارے عراقی بھائیوں کو نجد کے عیاش بادشاہ شاہ فہد نے آگ اور خون میں جھونک دیا

ہے۔ شاہ فہد نے عراق پر لشکر کشی کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل سے قرارداد پاس کرانے کے لئے بھاری رقمیں رشوت کے طور پر دیں۔ روس کو ۱۳ بلین ڈالر رشوت کے لئے دیئے گئے تاکہ وہ ویٹو نہ کر سکے۔ اسی طرح چین کو بھی بھاری رقم پیش کی گئی۔ مصر کا قرضہ معاف کیا گیا۔ یہ سارا خرچ سعودیہ کا عیاش بادشاہ اٹھا رہا ہے۔ جاپان نے ابھی ابھی اعلان کیا ہے کہ وہ ۲ بلین ڈالر "وار فنڈ" دے گا۔ جاپان ہیروشیما کا رونا اب تک رو رہا ہے۔ لیکن جاپان نے اسلامی ملک کے خلاف آگ برسانے کے لئے اس کو تہس نہس کرنے کے لئے "وار فنڈ" دے دیا ہے۔ اس کا یہ جرم گھناؤنا ہے، مکروہ ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جاپانی مال کا بائیکاٹ کیا جائے جس پر پورے مجمع نے اثبات میں جواب دیا اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔ راقم الحروف نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک کا بچہ بچہ صدر صدام کی حمایت کر رہا ہے۔ پورا ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے لیکن حکومت کا رویہ اس کے برعکس ہے۔ حکومت جمہوریت کا تو راگ الاپتی ہے لیکن وہ عوام کے جذبات کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس لئے وہ نمائندہ حکومت نہیں ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ موجودہ حکومت مستعفی ہو جائے۔ حاضرین مجلس نے اثبات میں جواب دیا اور کہا نواز شریف استعفیٰ دو۔ صاحب زادہ یعقوب خان مستعفی ہو۔ راقم الحروف نے کہا کہ عراق پر لشکر کشی امریکہ کے غنڈے صدر جارج بش نے کی ہے جو شیطان اعظم کا کردار ادا کر رہا ہے۔ جن ملکوں نے عراق کے خلاف لشکر کشی میں اتحادی بن کر ساتھ دیا ہے ان سے سفارتی تعلقات توڑے جائیں۔ اگر حکومت یہ کام نہیں کرے گی تو پھر عوام کے غیظ و غضب سے نہیں بچے گی۔ عوام نے اثبات میں جواب دیا "سفارتی تعلقات ختم کرو" امریکہ پٹھو حکومت چھوڑ دو۔

اجتماع سے کراچی ڈویژن کے صدر سید ارشاد علی، محمد صدیق راٹھور نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ کونسلر رزاق سانگانی، انجمن نوجوانان اسلام کراچی کے کنوینر طارق محبوب اور انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر ڈاکٹر جاوید اختر نے متعدد قراردادیں پیش کیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کراچی کے جنرل سیکریٹری ہاشم صدیقی نے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دیئے۔ (ہفت روزہ احوال، جنوری 1991ء، صفحہ 7 تا 11)

کراچی سے ایک رپورٹ

کچھی میمن مسجد سے میں نورانی خطاب

نااہل حکمران امریکہ کے زر خرید غلاموں کا کردار ادا کر رہے ہیں

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے کچھی میمن مسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ موجودہ نااہل اور دین سے ناواقف حکمرانوں کے خلاف گستاخ رسول ﷺ کی حمایت کرنے پر تمام مسلمان متحد ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ توہین رسالت ﷺ کے مجرموں کو معاف کر کے امریکہ کو خوش کیا جا سکتا ہے لیکن وہ اللہ کے قہر و غضب سے نہیں بچ سکتے۔ جس کی سزا کے لئے حکمرانوں کو تیار رہنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان غلامان مصطفیٰ ﷺ کا ملک ہے اور اسلام میں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے مرتدوں سے اس پاک سرزمین کو پاک کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے بدکردار اور نااہل حکمران امریکہ کے زرخرید غلاموں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ ہمارے حکمرانوں کو جوتے مار مار کر اپنے مطالبات منوا رہا ہے اور ان بزدل حکمرانوں کو دنیا بھر میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے مسلمانوں پر کئے جانے والا ظلم نظر نہیں آ رہا ہے۔ امریکہ صومالیہ کے مسلمانوں کے ساتھ دہشت ناک سلوک کر رہا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کی شان کو سربلند فرمایا ہے۔ کوئی مسلمان حضور

اکرم ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے۔

انہوں نے کہا کہ کراچی میں دہشت گردی کے لامتناہی واقعات نے عوام کو عید کی خوشیوں سے محروم کر دیا ہے۔ ہر طرف خوف و ہراس کا عالم ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنائے ورنہ اپنی نااہلی اور ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے مستعفی ہو جائے۔

(ماہنامہ ندائے اہلسنت، مارچ ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۳)

حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی کے لئے

دُعائے صحت کی اپیل

ادارہ معین الاسلام کے بانی ناظم اعلیٰ اور دربار عالیہ چشتیہ فخریہ معینیہ بیربل شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی گذشتہ کچھ عرصہ سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں الحمد للہ ان کے دل کا کامیاب آپریشن پنجاب کارڈیالوجی لاہور میں بخیر وعافیت مکمل ہوا اور اب آپ واپس بیربل شریف تشریف لے جا چکے ہیں۔ قارئین کرام سے آپ کی مکمل صحت یابی اور صحت و عافیت کے ساتھ لمبی زندگی کی دُعا کے لئے اپیل کی جاتی ہے تاکہ ملت و امت کے لئے یہ عظیم فیض آسان قیمتی وجود زیادہ دیر تک نیکی اور خیر کے فروغ کے لئے برسر میدان رہے اور جہالت کے خاتمے کے لئے علم و عرفان کا چراغ روشن رہے۔ آمین

امام نورانی، داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں

لاہور میں پریس کانفرنس

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ آئی جے آئی کی حکومت مرکز اور صوبوں میں ناکام ہو چکی ہے۔ ملک میں امن و امان کی صورت حال سے ہر محب وطن شہری بے چین ہے۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف ناکام ہو چکے ہیں۔ ان کی نااہلی اس بات سے عیاں ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجی کشمیریوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مار رہے ہیں جبکہ پاکستان کے وزیر اعظم مری میں غباروں پر نشانہ بازی اور آرام کر رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے سوموار کو یہاں جے یو پی کے مرکزی دفتر میں پریس کانفرنس کے دوران کیا۔ اس موقع پر ان کے ہمراہ پروفیسر شاہ فرید الحق، لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) کے ایم اظہر خان اور میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایم ایچ انصاری، صاحبزادہ اکرم شاہ، چوہدری محمد یعقوب، علامہ شبیر احمد ہاشمی، سردار محمد خان لغاری، حاجی جاوید اقبال، قاری محمد زوار بہادر، علامہ اقبال احمد فاروقی اور دیگر رہنما بھی موجود تھے۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ کشمیر میں حکومت پاکستان نے اب تک جو پالیسی اپنائی ہے وزیر اعظم ممتاز راٹھور کی برطرفی اور گرفتاری قائم مقام صدر آزاد کشمیر کے بیانات اور حکومت کی بے جا مداخلت سے کشمیر کے کاز کو نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی نیشنل کانفرنس کے ساتھ مل کر اندرا کانگرس نے معاہدہ کیا اور انتخابات میں دھاندلی کے ذریعے وہ برسر اقتدار آئے۔ راجیو گاندھی کے دور میں بھی یہ معاہدہ جاری رہا پھر فاروق عبداللہ مستعفی ہو گئے اس کے بعد سے وہاں دوبارہ الیکشن نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اسی دھاندلی اور انتخابی جھرلو کا ارتکاب ہم نے آزاد کشمیر میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر میں انتخابات میں بڑے سائنٹفک طریقے سے دھاندلی کی گئی جس طرح ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں پاکستان میں دھاندلی کی گئی وہی طریقہ آزاد کشمیر میں

دہرایا گیا اگر آزاد کشمیر کے لوگوں کا اعتماد ختم ہو جائے گا تو کس طرح ہم توقع کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کریں گے۔ پاکستان کی وزارت کشمیر جس طرح آزاد کشمیر کے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے وہ انتہائی شرمناک ہے۔ حکومت پاکستان کو آزاد کشمیر کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ حال ہی میں اسرائیلی کمانڈوز کا سری نگر میں جس طرح کشمیری مجاہدین سے ان کا تصادم ہوا ہے یہ حکومت پاکستان کی نااہلی ہے اسے بھارتی حکومت سے بہت پہلے احتجاج کرنا چاہیے تھا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ۱۹۸۴ء سے بھارت اپنے آدمی تربیت کے لئے اسرائیلی بندرگاہ ایلات بھیج رہا ہے۔ انٹلی جنس کے سابق ڈائریکٹر موساد کی لکھی ہوئی کتاب "ڈی سیپشن" میں اس کی مکمل تفصیلات موجود ہیں۔

انہوں نے کہا کہ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم نے اس وقت دھمکی دی تھی کہ اب ہمارا نشانہ پاکستان ہوگا۔ حکومت کو ہندوستانی حکومت سے احتجاج کرنا چاہیے تھا کیونکہ بھارت اور اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات بھی نہیں ہیں اس کے باوجود حکومت پاکستان کی بے خبری اور وزارت خارجہ کی نااہلی پر افسوس ہوتا ہے۔ انہیں اس سلسلہ میں مؤثر اقدامات کرنا چاہئیں تھے اور بین الاقوامی فورم پر یہ مسئلہ اٹھانا چاہیے تھا۔ انہوں نے کہا کہ اب جبکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ بھارت کے پاس ایٹم بم موجود ہے حکومت کو کھل کر اس بات کا اعلان کرنا چاہیے کہ ہم ایٹمی تجربہ کریں گے جبکہ بھارت ۱۹۷۴ء میں راجستھان میں یہ تجربہ کر چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایٹم بم بنانا چاہیے اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس کے بنانے سے روک نہیں سکتی۔ وزیر اعظم نواز شریف کی طرف سے اس خطہ کو ایٹم سے پاک علاقہ قرار دینے سے متعلق پانچ ممالک کی کانفرنس کی تجویز بالکل بے معنی ہے امریکہ اور روس کو پاکستان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایک مرتبہ ہم نے اپنے معاملات کو ان کے سپرد کر دیا تو پھر ہمیشہ انہی سے یہ طے کروانا ہوں گے۔ پاکستان کو ایٹمی قوت بننا چاہیے اور اپنے ایٹمی پروگرام کے بارے میں کسی قسم کا بیرونی دباؤ قبول نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان کو کہوٹہ پلانٹ کے تحفظ کے لئے تمام

ضروری اقدامات کرنے چاہئیں اور قوم کو نیوکلیر پالیسی کے سلسلہ میں اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک میں جو امن عامہ کی صورت حال ہے شہریوں کی راتوں کی نیند اور دن کا سکون غائب ہو گیا ہے۔ اغواہ برائے تاوان، قتل، ڈاکہ زنی اور دہشت گردی ختم کرنے میں حکومت ناکام ہو چکی ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی سرپرستی میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی کی پارلیمانی پارٹی دیانتداری سے ملکی صورت حال کا تجزیہ کرے تو اپنے پارلیمانی لیڈر کو تبدیل کرے اور اپنے میں سے بہتر قیادت کو آگے لائے اور اس کی مثالیں دنیا بھر میں موجود ہیں حال ہی میں برطانوی وزیراعظم تھیچر کو تبدیل کر کے جان میجر کو لایا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ بے شک جتوئی صاحب کو لے آئیں۔ ۴ اگست کو اپوزیشن کی طرف سے جدوجہد کا ساتھ دینے کے بارے میں ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ جمعیت کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس سلسلے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

انہوں نے کہا کہ حکومت کی نااہلی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس نہ کوئی وزیر خارجہ ہے نہ وزیر دفاع اور وزیر خزانہ بھی انہوں نے بیوروکریسی سے مستعار لیا ہوا ہے۔ نوابزادہ نصر اللہ خان کی طرف سے بلائی جانے والی آل پارٹیز کانفرنس کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمیں ابھی کوئی باضابطہ دعوت نامہ نہیں ملا اگر ملا تو مرکزی شوریٰ سے مشورہ کے بعد اس میں شرکت کریں گے۔ تاہم اس میں شرکت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس موقع پر جنرل کے ایم اظہر نے کہا کہ ہم بھارت کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اقتصادی لحاظ سے ہم اس قابل نہیں ہیں اور اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ہم ایٹم بم تیار کر لیں اس کے بعد بھارت کو کبھی پاکستان پر حملہ کی ہمت نہ ہو گی۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے مولانا عبدالستار خان نیازی سے اتحاد کے بارے میں ایک سوال پر کہا کہ وہ جب سے ہم سے علیحدہ ہوئے ہیں ہم انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں لیکن انہوں نے کوئی ملاقات نہیں کی۔ تاہم اس بارے میں صحیح جواب خود نیازی صاحب ہی دے سکتے ہیں۔ (ندائے اہلسنت، اگست ۱۹۹۱ء، صفحہ نمبر ۱۲، ۱۳)

جامعہ فاروقیہ قادریہ رضویہ گھوڑے شاہ کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

لاہور میں امام نورانی کا خطاب

لاہور محسن ملت اسلامیہ قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ اسلام کا مرکز دینی مدارس ہیں۔ یہیں سے غزالی رومی جامی اور امام احمد رضا پیدا ہوئے ہیں۔ آج جبکہ ملت اسلامیہ مغربی استعماری قوتوں کے سیاسی اور معاشی جبر کا شکار ہے اس وقت یہ ادارے نظام مصطفیٰ ﷺ کے تربیتی مراکز کا کام دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ یہودی عیسائی اور ہندو تہذیبوں اور ان کے اسلام دشمن سیاسی پروگرام کا مقابلہ کرنے کے لئے اہلسنت کے دینی اداروں کو مستحکم کریں۔ امام نورانی نے لاہور کے مشہور دینی ادارہ جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا۔ جلسہ کی صدارت جامعہ کے شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالغفور نقشبندی نے کی۔ جبکہ علامہ سید شبیر احمد ہاشمی اور قاری محمد زوار بہادر نے بھی خطاب کیا۔ محمد اعظم علی نقشبندی نے تلاوت قرآن حکیم اور صاحبزادہ محمد عبدالرؤف نقشبندی نے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ علامہ امام نورانی نے مزید کہا کہ دینی مدارس کے طلباء ملت اسلامیہ کے سب سے معزز طبقہ ہوتے ہیں۔ ان کے قدموں کے نیچے ملائکہ پر بچھاتے ہیں۔ دینی مدارس کے طلباء کو چاہئے کہ اپنی جوانی کو پاکیزہ تر بنائیں۔ اسی صورت میں علوم قرآن و حدیث ان کے سینوں میں جگہ پکڑ سکتے ہیں۔ امام نورانی نے قرآن پاک پڑھنے والوں کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا قول و عمل سنت سرور کونین ﷺ کے مطابق ہو گا تو ان اداروں سے مستقبل کے قومی رہنما پیدا ہوں گے ورنہ تمام وقت برباد ہو جائے گا۔ انہوں نے

کہا کہ قوم کے حقیقی سیاسی رہنما علماء ہی ہوتے ہیں۔ علاوہ سید شبیر احمد ہاشمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام نورانی کی بصیرت نے ہمیشہ قوم کو بروقت فتنوں سے خبردار کیا ہے۔ مگر قوم سرمایہ اور مفاد کی سیاست میں جکڑ چکی تھی۔ اس لئے درویش مصطفےٰ کی باتوں پر غور نہیں کیا جس کا نتیجہ دیکھ رہی ہے کہ قوم پر ایک لادین عورت حکومت کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر علماء اہلسنت آج بھی امام نورانی کی قیادت میں جمع ہو جائیں تو جمعیت علماء پاکستان کو کسی سے اتحاد کی ضرورت نہیں ہے۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے قاری محمد زوار بہادر نے کہا کہ قائد اہلسنت نے ایران عراق کی ۱۰ سالہ جنگ بند کرانے میں مومنانہ کردار ادا کیا اس وقت کے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے مذاکرات کئے انہوں نے اندرون ملک بھی تمام مذہبی جماعتوں کو باہمی تصادم سے بچانے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ اب افغانستان کی خانہ جنگی بھی میرے قائد کی نورانی بصیرت سے ختم ہو سکتی ہے۔ جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے مناظر اسلام علامہ محمد سعید اسعد فیصل آبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کونین ﷺ کو تمام فضیلتیں عطا فرمائیں۔ علم ماکان ما یکون کی دولت عطا فرمائی۔ ملک خدا میں حاکمیت مصطفےٰ ﷺ قائم فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ جب تک اہلسنت کے عقائد حقہ کو دل سے تسلیم نہ کر لیا جائے اس وقت تک فرقہ ورانہ امن قائم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کتاب و سنت سے ثابت کیا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کی عطا سے حاضر و ناظر ہیں۔ حضور ﷺ حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس نواز میں سلام عرض کرنا شرک نہیں توحید ہے۔ جلسہ میں علامہ امام نورانی علامہ اسعد اور علامہ ہاشمی نے فارغ التحصیل ہونے والے علماء و حفاظ کی دستار بندی کروائی۔ (ماہنامہ ندائے اہلسنت، جولائی ۱۹۹۶ء، صفحہ ۳۰)

جمعیت العلماء پاکستان کا پیغام .... ہر مسلمان کے نام

ضعیف اگر نظر پڑے رسول ﷺ کا جمال بن
قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
جفا ستم گروں کو دے ستم زدوں کی ڈھال بن

مدارس اور مساجد کی اہمیت کے عنوان سے امام نورانی کا خطاب

کراچی سے صفدر علی کی رپورٹ

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ، علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ "دینی مدارس کا نظام ساڑھے چودہ سو برس سے جاری ہے اور سب سے پہلے مسجد نبوی میں حضور اکرم ﷺ نے مدرسہ صفۃ الفتح کی بنیاد رکھ کر یہ سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس کے بعد ہر مسجد کے ساتھ مدرسے بھی قائم ہوئے۔ برصغیر میں مسلمانوں کے دور حکومت میں مساجد و دینی مدارس کو وظیفے ملتے تھے لیکن جب انگریز برسر اقتدار آئے تو انہوں نے دینی مدارس کے وظائف و امداد کا سلسلہ بند کر دیا جس کے باعث دینی مدارس کے لئے مسلمانوں سے چندہ لینے کا سلسلہ شروع ہوا تاکہ مساجد کے لئے امام حافظ و قاری تیار کئے جا سکیں۔ انگریزی دور میں اس طریقے سے مدارس برقرار رکھ کر مساجد کے معاملات چلائے گئے۔ انہیں مدارس کا انگریزی استبداد کے دور میں بھی تحفظ کیا گیا اور قیام پاکستان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ دینی مدارس میں تو پہلے ہی سے انگریزی ریاضی و سائنس کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ کالجوں و یونیورسٹیوں میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جائے۔ ڈاکٹروں، انجینئروں اور وکلاء کے نصاب میں بھی یہ تعلیم شامل کی جائے۔ دینی مدارس کے بارے میں ہم چیلنج سے کہتے ہیں کہ کسی مدرسہ میں استاد یا پرنسپل کی بے عزتی نہیں کی گئی کہیں جھگڑے کی بنیاد پر مدرسے بند نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی مدرسے پر آج تک رینجرز تعینات کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دینی

مدارس میں اخلاقی تعلیم و تربیت، ادب و آداب پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ جہاں تک مساجد و مدارس کے رجسٹریشن کا تعلق ہے تو مساجد و مدرسے پہلے ہی سے کسی ٹرسٹ یا رجسٹرڈ انجمن کے تحت اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں، جن کا باقاعدہ ہر سال آڈٹ کیا جاتا ہے۔ دینی مدارس نے ہی انگریزی استبداد کے دور میں اسلامی تعلیمات کا سلسلہ جاری رکھا اور مساجد کو آباد رکھا اور دین کے تحفظ کا سامان کیا۔ آج دینی مدارس میں انگریزی، ریاضی وسائنس کی تعلیم نہ دینے کی وجہ محض مالی وسائل کی کمی ہے۔ اگر حکومت اس کا اہتمام کرے تو بہت اچھی بات ہے۔"

(ہفت روزہ ندائے ملت، جنوری ۲۰۰۲ء، صفحہ۱۲)


جلد 20 | جمعرات 19 جمادی الثانی 1420ھ 30 ستمبر 1999ء 14 اسوج 2056 ب | شمارہ 346

اپوزیشن کی منفی تحریک سے ملک میں جمہوری نظام کو نقصان پہنچ سکتا ہے

ہم سیاسی اور دینی جماعتوں سے مل کر نفاذ اسلام کی تحریک چلائیں گے ۔۔۔۔ قاری زوار بہادر

قاری زوار بہادر

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC پاکستان کے ہر روزنامے سے زیادہ

THE DAILY JANG LAHORE

روزنامہ جنگ لاہور

جلد 20

حق وصداقت کا حقیقی ترجمان

مولانا نورانی نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے کہا

"ہمارے ہاں منتخب "صدیق" کہلواتا ہے اور مسلط ہونے والا "یزید" ہوتا ہے"

ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے کی ایک مثال

ابن قاسم سے

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے پنجاب کے گیارہ روزہ دورے کے آخر میں یہاں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اپنے وجود کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ ماضی نہایت پریشان کن اور حال رنجیدہ جبکہ مستقبل قطعی غیر محفوظ دکھائی دے رہا ہے۔ قوم مستقبل کے حوالے سے سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

قوم نے ۸۸ کے انتخابات میں لاابالی پن میں جس فیصلے کا اظہار کیا وقت نے اسے غلط اور ناقابل عمل قرار دے دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قوم غلط انتخابی فیصلے کی سزا چکی کے دو پاٹوں میں پس کر بھگت رہی ہے کیونکہ پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد کھوٹے سکے کے دو رُخ ہیں جن سے قوم کو خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ ملک کی سرحدیں غیر محفوظ ہیں۔ افغان جہاد کی تپش پاکستان کے اندر محسوس کی جا سکتی ہے۔ جبکہ مجاہدین ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں اور ان کی باعزت وطن واپسی کے آثار تاحال کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے اور (۱۶) ملین کی مقروض قوم کو اب سود کی ادائیگی کے لئے قرض لینا پڑ

رہا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان پانچ برس تک فوجی حکمرانوں سے درخواست گذار رہی کہ بھارت سے تخریب کار سندھ میں داخل ہو رہے ہیں۔ لہٰذا راجستھان سیکٹر بند کر کے وہاں کرفیو لگا دیا جائے مگر کسی نے معاملہ کی نزاکت پر کان دھرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جس کا نتیجہ آج سب کے سامنے ہے۔ سندھ کے حالات سابق مشرقی پاکستان کے آخری ایام کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ مکتی باہنی کی طرز پر قائم تنظیموں نے جو ملت واحدہ کو سندھی مہاجر، پنجابی پٹھان اور بلوچ کی اصطلاحوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ سندھو دیش، مہاجرستان، گریٹر بلوچستان، پختونستان اور عظیم پنجاب کے نعرے پاکستان کی سالمیت کے لئے کھلا چیلنج ہیں۔ قوم کے دشمنوں نے شیر و شکر رہنے والے کلمہ گو مسلمانوں کو قومیتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ "جئے مہاجر، جئے سندھی اور جاگ پنجابی۔" کے نعرے ہندو سازش کا حلیہ ہیں۔ جن کا مقصد اسلامی سلطنت کی مکمل شکست و ریخت ہے۔ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے ایجنٹ مسلمانوں کے روپ میں حقوق کے نام پر "لارنس آف عریبیہ" کا کردار ادا کر رہے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو قومیتوں میں تقسیم کرنے والے اسلام اور پاکستان کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ انہی سازشی قوتوں نے ماضی میں مشرقی پاکستان میں بنگالی قومیت کا بیج بویا اور یہی قوتیں آج یہاں گل کھلا رہی ہیں۔ نسل پرست تنظیموں کی غنڈہ گردی اور دہشت گردی سے سندھ میں اب تک پانچ ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے۔ آخر اس خون ناحق کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ مولانا نورانی نے ملک کی سالمیت کے لئے مسلم اور پاکستانی تشخص کی ترویج کو ناگزیر قرار دیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے استفسار کیا کہ سیاچن کو طشتری میں رکھ کر راجیو کو پیش کرنے کی مجرمانہ غفلت کے مرتکب کا کورٹ مارشل ہوا؟ سانحہ اوجڑی کیمپ میں ہزاروں مرد و زن کے قتل عام کی سازش منظر عام پر آئی؟ ہمارے ہاں تو قائداعظم، لیاقت علی خان اور سانحہ مشرقی پاکستان کی بھی منصفانہ تحقیقات کو ضروری نہیں جانا گیا۔ تاہم قائداعظم کی وراثت کے دعویدار وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے دونوں ہاتھوں سے قوم کو لوٹ کر اپنی

تجوریاں بھر لیں۔

انہوں نے چیلنج کیا کہ کیا کوئی اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ مرحوم صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے جئے سندھ اور مہاجر قومی موومنٹ جیسی دہشت گرد اور ملک دشمن تحریکوں کی سرپرستی نہیں کی؟

سندھ کے موجودہ حالات کی تمام تر ذمہ داری انہی ہاتھوں پر عائد ہوتی ہے جو شخصی اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے اسلام اور ملک کے دشمنوں کو گلدستے پیش کرنے میں پیش پیش رہے۔ لغاری نے میرے کام روک کر بھتوئی اور داماد کیے۔

جے یو پی کے سیکریٹری جنرل اور رکن قومی اسمبلی مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ برسراقتدار دونوں سیاسی دھڑے خودغرض، لالچی اور مفاد پرست لوگوں کا مجموعہ ہیں۔

مسلم قومیت کے نام پر پاکستان بنانے والوں کو آج پنجابی، سندھی میں تقسیم کر دیا گیا۔ چار قومیتوں کے بیچ میں ۵ ایم کیو ایم نیا فتنہ ہے۔ جس کا مقصد ملکی اتحاد بھائی چارے پر ضرب کاری ہے۔ سندھو دیش کی طرح مہاجر یا پنجابی ازم بھی ملکی سالمیت کے لئے بے حد نقصان دہ ہے۔ انہوں نے عصبیتوں کو ابھارنے کی تمام تر ذمہ داری سابق فوجی حکمرانوں اور غیر جماعتی انتخابات پر عائد کی۔ انہوں نے پیپلز ورکس پروگرام پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ساڑھے تین ارب روپے کو مسترد اور نااہل لوگوں کے ذریعے الللے تللے کاموں پر ضائع کیا جا رہا ہے۔

پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو کھاد کی بوریاں اور سائیکلیں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ انہوں نے وفاقی وزیر فاروق لغاری کا نام لے کر الزام لگایا کہ انہوں نے فرعونیت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ذاتی کاموں کو اہمیت دی جو سیاسی اور جمہوری سیاست کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے بھٹو کا نام لئے بغیر کہا کہ ملک کو دولخت کرنے والے مجرم کو آج ہیرو بنایا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے قومی تشخص کو بری طرح مجروح کیا جا رہا ہے۔ پی پی پی اور آئی جے آئی دونوں گمراہ کن نعروں کے ذریعے عوام کو بیوقوف بنانے میں مصروف ہیں۔ مولانا نیازی نے ملک و ملت کے محفوظ مستقبل کے لئے نسلی،

علاقائی، صوبائی اور ثقافتی تعصبات کے خاتمہ کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ انہوں نے معاہدہ شملہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر کی آزادی ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے روسی اور امریکی جمہوریت کو ناکام قرار دیتے ہوئے کہا کہ روسی نظام افغانستان میں پٹ رہا ہے تو امریکی جمہوریت لبنان میں رسوا ہو رہی ہے۔ جبکہ دین اسلام ہی انسانی فطرت کے قریب تر نظام حیات ہے اور اس کا نفاذ ملت اسلامیہ کی نجات اور استحکام کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ مولانا نیازی نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے مولانا نورانی کی ایک ملاقات کا حال سناتے ہوئے کہا کہ ۱۹۸۴ء کو جب میں نے مولانا نورانی کی قیادت میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات کی تو مولانا نورانی نے صدر مملکت کو کہا کہ ہمارے ہاں جو منتخب ہوتا ہے وہ صدیق کہلواتا ہے اور جو مسلط ہوتا ہے وہ یزید ہوتا ہے۔"

علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ جاگیرداری کے سائے میں پلنے والے اور بے نظیر کے آنچل میں پناہ لینے والے عوام کے حقیقی نمائندے نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان مولانا شاہ احمد نورانی کی ولولہ انگیز قیادت میں قائداعظم اور علامہ اقبال کے پاکستان کی حفاظت کرے گی اور انشاء اللہ یہاں گنبد خضرا والے کا نظام نافذ ہو کر رہے گا۔ صاحبزادہ محمد اکرم شاہ نے کہا کہ ہم نہ شرقی ہیں نہ غربی بلکہ ہم صرف مصطفویؐ ہیں اور اسلام ہمارا دیس ہے۔ پیر سید شبیر احمد ہاشمی نے کہا کہ قوم میں پائی جانے والی تشویش اس بات کی غمازی ہے کہ قوم کے دشمن دلفریب نعروں کی بدولت گذشتہ انتخابات میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں!

جلسہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اس سے قبل قائدین کو فیض آباد سے ۲۲ نمبر چونگی تک سینکڑوں بسوں، ویگنوں، سوزوکیوں اور موٹر سائیکلوں کے جلوس میں لے جایا گیا۔ راستہ میں کئی مقامات پر قائدین پر گل پاشی کی گئی۔

(ہفت روزہ احوال ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء صفحہ نمبر ۳۸)

یہ اسلام آباد ہے

محترمہ! آپ کی حکومت پاکستان کی تاریخ کی کمزور ترین حکومت ہے

مولانا نورانی کا بے نظیر سے مکالمہ

وزیر اعظم بے نظیر نے کہا ہے کہ پاکستان مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں اٹھانے کا حق رکھتا ہے۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ہم شملہ سمجھوتے کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم اس مسئلہ پر بھارت سے مذاکرات کے لئے تیار ہیں، لیکن اپنے اصولی موقف سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ وہ اتوار کو اسلام آباد میں ان سیاسی رہنماؤں کو مسئلہ کشمیر پر بریفنگ کر رہی تھیں جن کی پارلیمنٹ میں نمائندگی نہیں۔ بریفنگ میں مولانا شاہ احمد نورانی، ایئر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان، سردار شیر باز خان مزاری، جناب فتحیاب علی خان، جناب ساجد نقوی، بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) سید شیر علی، پروفیسر طاہر القادری، جناب لطیف آفریدی، جناب بزن بزنجو، جناب محمود خان اچکزئی، جناب ڈاکٹر عبدالحئی، ملک غلام سرور اعوان، جناب ڈاکٹر رسول بخش بلیجو، عابد حسن منٹو صاحب اور جناب ملک قاسم صاحب نے شرکت کی۔ آٹھ گھنٹے جاری رہنے والا یہ اجلاس صبح دس بجے شروع ہوا اور شام ساڑھے چھ بجے تک جاری رہا۔ ظہر اور عصر کی نماز کے لئے پندرہ پندرہ منٹ کے دو وقفے ہوئے۔

بریفنگ شروع ہونے سے قبل بے نظیر کی خواہش کے مطابق مولانا شاہ احمد نورانی نے ریٹائرڈ جنرل ایچ ایم ایچ انصاری قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ ملاقات تقریباً ۳۰ منٹ جاری رہی۔ یہ ملاقات بریفنگ کے منعقدہ ہال کے قریب ہی ایک علیحدہ کمرے میں ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی جب حافظ محمد حسین انصاری کے ساتھ ملاقاتی کمرے میں پہنچے تو بے نظیر نے بڑے پرتپاک طریقے سے ان کا استقبال کیا اور یوں مخاطب ہوئیں۔

بے نظیر: مولانا صاحب! السلام علیکم، آپ خیریت سے ہیں؟

شاہ احمد نورانی: وعلیکم السلام، اللہ کے کرم سے میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ بھی خیریت سے ہیں؟

بے نظیر: جی ہاں! مولانا صاحب میں آپ کے بیانات پڑھتی رہتی ہوں، میں بہت متاثر ہوں کہ آپ نے جمہوریت کی بقاء اور اس کے فروغ کے لئے بڑی جرأت مندی اور ہمت کے ساتھ مارشل لاء کے دور میں بھی اور اب بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جی ہاں! آپ نے بھی جمہوریت کے لئے بہت جدوجہد کی ہے۔ ہم نے بھی جمہوریت کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مارشل لاء کے دور میں ہماری جماعت میں توڑ پھوڑ کی گئی اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا اب اس کو آپ نے اغواء کر لیا ہے۔

بے نظیر: مولانا صاحب کس کی بات کر رہے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ڈاکٹر شیر افگن کی۔

بے نظیر: مولانا صاحب وہ تو ہم نے آپ سے ادھار لیا ہے آپ کے لوگ ذہین ہیں ہم نے ان سے فائدہ حاصل کیا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی: جی آپ کو اگر ادھار لینا تھا تو ہم سے پوچھتیں پارٹی کا صدر میں ہوں جب ادھار لیا جاتا ہے تو پوچھ کر لیا جاتا ہے۔ مولانا نورانی نے مسکراتے ہوئے کہا، آپ نے تو اغواء کر لیا اور اسی لئے ہم کو ڈاکٹر شیر افگن کے خلاف ریفرنس کرنا پڑا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہمارے کارکنوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ مارشل لاء ہی کے دور میں لسانی تنظیموں کو فروغ دیا گیا۔ پاکستان کی قومی وحدت کو پارہ پارہ کیا گیا۔ مسلم قومیت پر ضرب کاری لگائی گئی، قومی جماعتوں کو کمزور کیا گیا، لیکن ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ آپ نے بھی لسانی اور علاقائی تنظیموں کو اپنا حلیف بنا لیا۔ ان تنظیموں نے الیکشن سے پہلے دہشت گردی مچائی۔ عوام میں خوف و ہراس پھیلایا۔ سیاسی جماعتوں کے جلسے درہم برہم کئے۔ سعود آباد میں ہمارا کارکن شاہ اللہ شہید ہوا لیکن اس وقت نگران Care Taker حکومت تھی۔ مجرم گرفتار نہ ہوئے جمہوری حکومت کے بعد وہ آپ کے حلیف ہو گئے اور اس طرح ان کے تمام جرائم کو پشت پناہی اور تحفظ حاصل ہو گیا۔ لیکن اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ مارشل لاء دور میں تو ہم جلسہ جلوس کر لیتے تھے لیکن جب سے جمہوری حکومت آئی ہے، جب سے

آپ اقتدار میں آئی ہیں ہم جلسہ بھی نہیں کر سکتے، جس جمہوریت کے لئے آپ نے اور ہم نے مل کر اتنی قربانیاں دی تھیں اس کا صلہ یہ ملا ہے کہ مجرم اور دہشت گرد دندناتے پھر رہے ہیں اور قانون حرکت میں نہیں آتا، دہشت گردوں پر کوئی گرفت نہیں ہوتی۔ ۲۷ رمضان المبارک کے مقدس دن ہمارے جلسہ پر عین افطار کے وقت چاروں طرف سے کلاشنکوف سے یلغار کی گئی۔ حملہ ہوا گھروں پر چڑھ کر دہشت گرد گولیاں برساتے رہے، ہم نے مسجد میں پناہ لی اور آج بھی جامع مسجد غوثیہ پر گولیوں کے نشانات ہیں۔ لیکن آج تک ان دہشت گردوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

بے نظیر: مولانا صاحب ہم نے تو وزیر اعلیٰ سندھ سے کہا تھا کہ وہ آپ سے ملاقات کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی: آپ اس وزیر اعلیٰ کی بات کرتی ہیں جس کو خود تحفظ حاصل نہیں، جس کو دہشت گردوں نے شاہ فیصل کالونی میں جلسہ کرنے نہیں دیا تھا۔ ویسے بیگم صاحبہ! آپ کے گرد وہ لوگ ہیں جو آپ کو صحیح صورتحال بتلانے سے قاصر رہتے ہیں۔ آپ کتنا ہی جمہوریت کا ڈھنڈورا کیوں نہ پیٹیں لیکن جس جمہوریت میں دہشت گردوں کا راج ہو اس جمہوریت کا پھلنا پھولنا محال ہو گا۔ مثال کے طور پر آپ نے کشمیر کی بریفنگ کے سلسلے میں پی پی آئی کے ملک غلام سرور اعوان کو دعوت دی ہے جو ایک لسانی تنظیم کے سربراہ ہیں۔ آپ کو تو پھر جئے سندھ اور ایم کیو ایم کو بھی دعوت دینی چاہئے۔ ہم سرور اعوان کے اجلاس میں بلائے جانے پر احتجاج کرتے ہیں۔ لیکن کشمیر کا مسئلہ چونکہ قومی اہمیت کا حامل ہے اس لئے واک آؤٹ نہیں کرتے بادل نخواستہ شرکت کر رہے ہیں دراصل جس نے بھی آپ کو مشورہ دیا ہے غلط دیا ہے۔

بے نظیر: جی مولانا صاحب......

مولانا شاہ احمد نورانی: تو بیگم صاحبہ! میں نے آپ سے عرض کر دیا تھا کہ جمہوریت پامال ہو رہی ہے۔ سیاست پر غنڈہ گردی کی چھاپ لگ گئی ہے۔ کراچی اور حیدر آباد اور اندرون سندھ کے عوام کو تحفظ چاہئے خود آپ جس شہر میں رہتی ہیں۔ یعنی لاڑکانہ وہاں بھی لوگوں کو تحفظ چاہئے۔ لاڑکانہ میں لوگ مغرب کے بعد گھر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اب تو عالم یہ ہے کہ سندھ میں ڈاکو بیک وقت بیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ سندھ میں آپ کی جماعت اور ایک لسانی تنظیم میں براہ راست معرکہ آرائی جاری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

آپ سے تعلق رکھنے والے افراد بھی دہشت گردوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ اسی لئے کارروائی اور جوابی کارروائیوں سے اخبارات بھرے ہوتے ہیں۔ کراچی اور حیدر آباد کے عوام اب تنگ آ چکے ہیں، امن چاہتے ہیں، سکون چاہتے ہیں۔ روزانہ کے فسادات نے ان کے روزگار کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ کوئی راہگیر بھی محفوظ نہیں۔ اب کراچی اور حیدر آباد کے عوام زندگی کی بھیک مانگتے ہیں۔ بنکوں میں دن دھاڑے ڈاکے پڑتے ہیں، لوگوں کے مکان لوٹ لئے جاتے ہیں، شاہ فیصل کالونی کراچی کا ایک جانثار کارکن جس کا تعلق آپ ہی کی پارٹی سے ہے، جس نے مارشل لاء دور میں صعوبتیں اٹھائیں جس کا پیشہ وکالت ہے، جس کا نام شکیل احمد قریشی ہے، دہشت گردوں نے تین گھنٹے ان کے گھر پر فائرنگ کی۔ ان کے مکان کی توڑ پھوڑ کی گئی، بوڑھے والدین کو زدوکوب کیا گیا، آج بھی گولیوں کے نشانات ان کے گھر کی دیواروں پر موجود ہیں۔ بیگم صاحبہ! تین گھنٹے تک آپ کے کارکن کے گھر پر گولیوں کی بارش ہوتی رہی لیکن پولیس وہاں تحفظ کرنے نہیں پہنچی اور آج بھی آپ کا کارکن دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ شاہ فیصل کالونی میں نہیں رہ سکتا، دہشت گرد اب بھی اس کا پیچھا کر رہے ہیں......

بے نظیر: وزیر داخلہ کو بلاؤ۔

وزیر داخلہ صاحب کمرے میں تشریف لے آئے تو بے نظیر نے ان سے کہا مولانا صاحب جو فرما رہے ہیں آپ سنیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مختصراً اس واقعہ کو پھر سے دہرایا۔

بے نظیر بھٹو نے وزیر داخلہ سے کہا "سنا آپ نے؟"

وزیر داخلہ: جی ہاں! میں نے بھی معلوم کیا ہے واقعات ایسے ہی ہیں جو مولانا صاحب بیان فرما رہے ہیں۔

بے نظیر: (غور و فکر کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا) آچ چھا (اچھا)

تھوڑی دیر کمرے میں خاموشی رہی۔ سکوت توڑتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی گفتگو پھر شروع کی۔

مولانا شاہ احمد نورانی: بیگم صاحبہ ان حالات میں جب آپ اپنی پارٹی ورکرز کو تحفظ نہیں دے

سکتی ہیں اور نہ ہی دوسری سیاسی پارٹیوں کے کارکنوں کو تو پھر جمہوری عمل کیسے جاری رہ سکتا ہے۔ کراچی اور حیدر آباد میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں جو حالیہ واقعات ہوئے ہیں، کارکنوں کا جس طرح جنگی قیدیوں کے انداز میں تبادلہ ہوا ہے۔ اب سیاسی کارکنوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں۔ آپ ہی کی پارٹی کے کارکن آپ سے مایوس اور بددل ہوتے جا رہے ہیں۔ اب وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ وہ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ جب حکومتی پارٹی کا ہی کارکن خود کو غیر محفوظ تصور کرے گا تو پھر دیگر پارٹیوں کے کارکن اپنا بوریا بستر سمیٹ لیں۔ بیگم صاحبہ ہماری اور آپ کی جدوجہد سے مارشل لاء سے نجات تو مل گئی اور آپ کو حکومت بھی مل گئی لیکن ملک کو جمہوریت ابھی نہیں ملی۔

بے نظیر: (گردن ہلاتے ہوئے) جی جی۔

شاہ احمد نورانی: بیگم صاحبہ! دہشت گرد صرف پاکستان میں نہیں، دہشت گردی اور بھی ملکوں میں ہوتی ہے لیکن حکومتیں ان سے نمٹنا جانتی ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان ہی کو لیجئے۔ سکھ دہشت گردوں نے اودھم مچا رکھا تھا، گولڈن ٹیمپل میں قلعہ بند تھے۔ گوردوارا ان کا مقدس مقام ہوتا ہے، سکھ ہندوستان کی فوج میں بڑی قوت رکھتے ہیں وہ ہندوستان کی (Militant Forces) عسکری قوت) ہیں، ٹرانسپورٹ کے کاروبار میں 75% اجارہ دار ہیں۔ ٹرین کے ڈرائیور زیادہ تر سکھ ہیں لیکن ان کی دہشت گردی سے جب ہندوستان کی سالمیت کو خطرہ ہوا تو اندرا گاندھی نے دہشت گردوں کے خاتمہ کے لئے "بلیو اسٹار" کے ذریعہ آپریشن کیا۔ گوردوارا سکھوں کا مقدس ترین ادارہ ہے لیکن اندرا گاندھی نے قوت ارادی سے کام لیا اور دہشت گردوں پر قابو پا لیا۔ بیگم صاحبہ آپ میں قوت ارادی کی کمی ہے۔

بے نظیر بھٹو: مولانا صاحب آپ نے کیا فرمایا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: بیگم صاحبہ (Will Power) آپ میں ول پاور کی کمی ہے، اگر ول پاور ہو تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ دراصل بیگم صاحبہ پاکستان میں جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں ان میں آپ کی حکومت کمزور ترین حکومت ہے۔ آپ کو غلط مشورے دیئے جاتے ہیں۔ لوگ ایک مستحکم اور مضبوط حکومت کے خواہش مند ہیں، ایک پرسکون معاشرہ کے طلب گار ہیں۔ حکومت حاصل کر لینے سے [illegible]ت نہیں آ جاتی، آپ نے تو حکومت حاصل کر لی لیکن

جمہوریت کو فروغ حاصل نہ ہو سکا۔ اگر آپ ول پاور سے کام لیں تو جلد ہی تمام مسائل پر قابو پالیں گی۔ پاکستان چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہے۔ افغانستان کا مسئلہ، کشمیر کا مسئلہ، ہندوستان کی جارحیت اور پھر ملک کے اندرونی حالات، ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کی معاشرے پر اجارہ داری اور سندھ کی سرحد پر بھارت کی تخریب کاری نے پاکستان کی سالمیت کو خطرہ میں ڈال دیا۔ ایسے حالات میں پاکستان کی اندرونی سازشوں کا جب تک قلع قمع نہیں کیا جاتا پاکستان کی سالمیت کو خطرہ رہے گا۔

بے نظیر: (بڑے متشکرانہ انداز میں) بہت بہت شکریہ مولانا صاحب آپ نے بڑے کام کی باتیں بتائیں چونکہ بریفنگ کا وقت ہو رہا ہے اس لئے ہم میٹنگ میں چلتے ہیں ہم نے آپ کی تمام باتیں نوٹ کر لی ہیں ان پر ضرور غور کریں گے اور عمل کریں گے۔

مولانا شاہ احمد نورانی، ایچ ایم ایچ انصاری اور محترمہ بے نظیر اٹھ کر بریفنگ روم کی طرف روانہ ہو گئے۔

بریفنگ روم

کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی سیٹ مخالف سمت میں بالکل محترمہ بے نظیر بھٹو کے سامنے تھی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو نے تمام اراکین کو کشمیر کی موجودہ صورتحال سے آگاہ کیا اور سرحد پر موجودہ تشویشناک حالات کا بھی ذکر کیا جس سے بھارت کے مکروہ عزائم کا اظہار ہو رہا تھا۔ وزیر اعظم کے بعد صاحبزادہ یعقوب نے سفارتی سطح پر کی جانے والی ان تمام کوششوں کا ذکر کیا جو پاکستان کی حکومت کی طرف سے کئے گئے تھے۔ حکومتی پارٹی کی طرف سے جب بریفنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا تو بے نظیر نے کہا کہ اب میں درخواست کرتی ہوں کہ تمام اراکین اپنی اپنی آراء کا اظہار کریں اور میں سب سے پہلے مولانا شاہ احمد نورانی سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے موجودہ صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی بریفنگ میں شرکت کی ہے اور اس لئے آئے ہیں تاکہ دشمن کو بتا سکیں کہ کشمیر کے مسئلہ پر ہم سب ایک ہیں۔ ہماری سوچ ایک ہے، ہماری فکر ایک ہے۔ قبل اس کے کہ میں کشمیر کے مسئلہ پر اپنا تجزیہ اور تجاویز پیش کروں میں کچھ اور بھی روشنی ڈالنا

چاہوں گا۔ ہم کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت کی بات کرتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں شمالی علاقہ جات کے عوام کو ووٹوں کا حق حاصل نہیں۔ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے ذریعہ ان پر حکومت کی جاتی ہے۔ اس میں اپنی توجہ اس طرف بھی مرکوز کرنی چاہئے۔ کشمیر کے مسئلہ پر مستقبل کی راہ کا تعین موجودہ صورتحال کی روشنی میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ کشمیر کے حقائق کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا:

کشمیر پاکستان کو شہ رگ کا درجہ دینے والی قوم نے اس حقیقت کو صرف نعرے کے طور پر استعمال کیا۔ جرائد کی پیشانیوں پر اس نعرے کو سرخی کے طور پر سجایا گیا۔ جلسوں میں لچھے دار تقاریر کرنے اور آزاد کشمیر کی بااثر شخصیات کو مراعات کے ذریعہ بزدلی، بے حسی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔

☆ ۱۹۵۷ء تک مسئلہ کشمیر پاکستان کی خارجہ پالیسی کا مرکزی نقطہ رہا۔
☆ ۱۹۵۸ء سے آج تک ہر حکومت نے اس جذبہ کا بتدریج گلا گھونٹ دیا۔
☆ ۱۹۶۲ء کے دوران بھارت اور چین کے درمیان جنگ سے پیدا ہو جانے والے سنہری موقع کو امریکی دباؤ کے تحت گنوا دیا گیا۔
☆ ۱۹۶۵ء میں پاکستان بین الاقوامی جال میں پھنس گیا۔ ہماری وزارت خارجہ نے دھوکا کھایا کہ بھارت بین الاقوامی سرحد عبور نہیں کرے گا۔ اس لغو تجزیہ کے نتیجہ میں پاکستان نے قبل از وقت کشمیر میں مداخلت کی اور ہم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔
☆ معاہدہ تاشقند نے ہماری پوزیشن کو مزید کمزور کر دیا۔ یہ معاہدہ روس کے دباؤ سے ہوا۔
☆ معاہدہ شملہ نے رہی سہی کسر نکال دی یہ معاہدہ ہماری کمزور پوزیشن سے ہوا۔ اس معاہدہ سے سیکورٹی کونسل کے ریزولیشن کی اہمیت خاصی کم ہو گئی۔
☆ کشمیر کے سلسلہ میں عالمی مسلم برادری کی سرد مہری
☆ مسلسل مارشل لاء نے سیاسی عمل کے اجرا کا گلا گھونٹنے کے منصوبہ پر کامیابی سے عمل کیا لہٰذا آج بھی ہمارے یہاں سیاست گروہی، علاقائی، نسلی اور لسانی بنیادوں

کے گرد گھوم رہی ہے۔

☆ بھارت کی جنگی قوت میں بے پناہ اضافہ۔

☆ روس سے ہمارے تعلقات ابھی تک کشیدہ ہیں۔

☆ چین کھل کر ہمارا ساتھ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ مشرقی پاکستان کے سانحہ کے وقت چین کا کردار بالکل واضح ہے۔

ان حالات کی روشنی میں ہماری کون سی راہ ملکی مفاد میں ہے۔ ہمیں کس راہ پر چلنا چاہئے۔ کس کا انتخاب کرنا چاہئے۔ یہ تو میں بعد میں عرض کروں گا لیکن بروقت اور مناسب ہوگا کہ میں صاحبزادہ یعقوب کی سفارتی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے بارے میں کچھ روشنی ڈالوں۔ محترم اراکین اپنے سفیروں سے کچھ توقع کرنا عبث ہے۔ یہ تو پاکستان کے سفارت خانہ میں ایک نمائشی بت ہیں جن کی ان کا عملہ پرستش کرتا ہے جن کا عوام سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ جن کا اس ملک میں کوئی ذاتی اثر نہیں جن کے یہ سفیر ہیں اس لئے ان سے کوئی توقع خواب خرگوش کے مترادف ہے۔ مسلم ممالک میں سے کتنوں نے ہمارا ساتھ دیا۔ مسلم ممالک میں سے کتنوں نے ہمارا ساتھ دیا۔ لیبیا، ترکی، شمالی یمن، سعودی عرب، الجزائر اور بنگلہ دیش۔ صرف چھ ملکوں نے۔ جبکہ اس وقت چھیالیس مسلم ممالک ہیں۔ بقایا نے کشمیر کے مسئلہ میں پاکستان کے موقف سے سرد مہری کا اظہار کیا ہے۔ مسلم برادری میں ہماری پوزیشن بڑی خراب ہے۔ ہمیں اس پوزیشن کو بہتر بنانا ہے۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے ممبروں پر پاکستان کو اپنا اثر رسوخ بڑھانا چاہئے تھا۔ کشمیر کے موقف پر پاکستان کا نقطہ نظر ان کو بتانا چاہئے تھا۔ لیکن یہ سب کچھ نہیں کیا گیا۔ اب ہم کو اپنی کوششیں تیز تر کر دینی چاہئیں۔ مسلم برادری کے ملکوں سے کشمیر کے مسئلہ میں تائید حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن یہ سب سفارتی سطح کے نمائشی بتوں سے حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس سلسلہ میں ہمیں قومی اسمبلی اور سینٹ کے ممبروں پر مشتمل وفود ترتیب دینے ہوں گے جو ان ممالک میں جا کر پاکستان کے لئے ہمدردیاں حاصل کریں۔ اس کے علاوہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل وفود کو بھی ترتیب دیا جائے گا۔ پروفیسروں، صحافیوں اور وکیلوں کا وفد بھی اس سلسلہ میں ترتیب دیا جائے۔ جب یہ تمام وفود یکے بعد دیگرے مسلسل بیرونی دنیا سے عمومی طور پر اور مسلم ممالک سے خصوصی طور پر رابطہ

کریں گے اور اس طرح پاکستان کے حق میں رائے عامہ استوار ہو جائے گا۔ کشیدہ صورت حال سرحدوں کی اس وقت بتاتی جا رہی ہے۔ وہ تکلیف دہ بھی ہے اور تشویشناک بھی۔ اس وقت ہمارے لئے دو راہیں ہیں۔

الف: ہم کشمیر میں ابھرنے والی تحریک کو پاکستان کی جنگ کا رنگ دیں۔

ب: اس تحریک کو کشمیر کی آزادی کا رنگ دیں اور اسی موقف پر کشمیریوں سے تعاون کریں۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث شریف سنائی کہ دشمن سے جنگ کی خواہش کے طلب گار نہ ہوں۔ لیکن اگر دشمن جنگ مسلط کر دے تو پھر میدان میں ڈٹ جاؤ۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے مندرجہ بالا دو تجاویز کا تمام سیاسی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحریک حریت، تحریک آزادی، جذبہ آزادی، آرزوئے آزادی کشمیر کے نوجوان جیالوں اور وہاں کی دختروں نے اٹھائی ہے۔ ہندوستان سے براہ راست مڈبھیڑ کر کے کشمیر میں ابھرنے والی تحریک کو پاکستان کی جنگ کا رنگ نہ دیا جائے بلکہ میری تجویز ہے کہ موقف "ب" یعنی اس تحریک کو کشمیر کی آزادی کا رنگ دیں اور اس موقف پر کشمیریوں سے تعاون کریں۔ اس موقف کو بین الاقوامی تائید آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔ پوری عالمی برادری پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آزادی کی لہر کشمیر میں ہندوستان کے خلاف کشمیریوں نے اٹھائی ہے۔ دنیا کو یقین ہو جائے گا کہ یہ اس ظلم اور استبداد کا نتیجہ ہے جو ہندوستان نے کشمیر میں کشمیریوں پر بیالیس سال سے روا رکھا ہے اس صورتحال میں پاکستان کو ہندوستان سے جنگ نہیں کرنا چاہئے۔ گو کہ شملہ معاہدہ نے ہماری پوزیشن کمزور کر دی ہے۔ ہم نے اس وقت بھی شملہ معاہدہ کی مخالفت کی تھی لیکن شملہ معاہدہ کشمیر کے مسئلہ کو بین الاقوامی فورم پر لے جانے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ لیکن استصواب رائے کی قرارداد پر عمل درآمد کے لئے طویل مدت درکار ہوگی۔ اس دوران موجودہ تحریک حریت سرد پڑ جائے گی۔ لہٰذا آزاد کشمیر پاکستان کے لئے بہتر پوزیشن میں ہے۔ قومی یک جہتی کے تحت مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے عوام اس کارروائی پر عمل کریں جس طرح شاہ حسن نے صحرائے اسپین حاصل کرنے

کے لئے کارروائی کی تھی۔ مراکش کے لوگ مقبوضہ صحرائے اسپین کے بارڈر پر لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ مقبوضہ صحرائے اسپین کے لوگ بھی بارڈر پر جمع ہو گئے اور اس طرح دونوں طرف کے عوام کے ایک ریلہ نے صحرائے اسپین کو آزاد کرا لیا۔ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے عوام بھی مل کر کنٹرول لائن ختم کر سکتے ہیں۔ جس طرح دیوار برلن توڑ دی گئی اسی طرح کشمیر کی کنٹرول لائن بھی ختم کر دی جائے۔

مولانا نورانی نے اراکین کا شکریہ ادا کیا اور تجزیہ اور تجاویز دیتے ہوئے اپنی تقریر ختم کر دی۔ بریفنگ کے دوران دوسرے اراکین نے خصوصاً ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان، سردار شیر باز مزاری، ڈاکٹر اسرار اور مولانا طاہر القادری نے اپنی اپنی تقریروں میں مولانا شاہ احمد نورانی کے خیالات سے اتفاق کیا اور ان کی تجاویز کا خیر مقدم کیا۔

بریفنگ کے دوران ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آیا۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی نے جب اپنی تقریر شروع کی تو انہوں نے بجائے کشمیر پر رائے کا اظہار کرنے کے "فرقہ واریت" پر تقریر شروع کر دی اور کہا کہ امام باڑوں پر فائرنگ ہوتی ہے اور حملہ ہوتا ہے۔ سارے اراکین خاموش تھے لیکن مولانا شاہ احمد نورانی نے بیگم صاحبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان سے کہیں کہ "ایجنڈا" پر ہی تقریر کریں۔ یہ کہتے ہیں کہ امام باڑوں پر فائرنگ ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں "امام باڑوں" سے فائرنگ ہوتی ہے۔ محترمہ بیگم صاحبہ یہ فورم ان باتوں کا نہیں ہے۔ انہیں آپ روکیں۔ اگر انہیں شکایت ہے تو وزیر داخلہ سے وقت لیں۔ ان سے بات کریں یہ انتظامی معاملہ ہے۔ اتنی بڑی اور اہم کانفرنس میں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ جس پر بریفنگ میں موجود تمام اراکین نے ساجد نقوی کو کشمیر کے مسئلہ پر ہی تقریر کرنے کو کہا اور اس طرح حکومت کی طرف سے کشمیر کے سلسلہ میں بریفنگ اور اراکین کی آراء کے بعد یہ کانفرنس اختتام پذیر ہو گئی اور مولانا شاہ احمد نورانی شام ۷ بجے ہوائی جہاز سے کراچی تشریف لے گئے۔

(ہفت روزہ احوال، مارچ ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۵ تا ۱۸)

میں عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں نہیں ہوں

آئی جے آئی جنرل ضیاء کی جانشین ہے۔ شاہ احمد نورانی

کراچی میں ذاتی طور پر عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں نہیں ہوں۔ یہ بات مولانا شاہ احمد نورانی نے غیر ملکی تبلیغی دورہ سے وطن واپسی پر رضا لائبریری میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ ملک میں ان کی غیر موجودگی کے دوران جمعیت کی سینٹرل کمیٹی نے تحریک عدم اعتماد کے سلسلے میں جو فیصلہ کیا وہ یقیناً ملکی صورتحال اور اس کے مضمرات کو سامنے رکھ کر کیا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ سینٹرل کمیٹی کو یہ فیصلہ کرنے کا جمہوری حق حاصل تھا لیکن پیپلز پارٹی عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئی ہے۔ اس لئے اسے کام کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مفاد پرست قوتیں جمہوری عمل کو سبوتاژ کر کے عدم اعتماد کے بہانے لوگوں کو سڑکوں پر لے آئیں۔ جس کے نتیجہ میں عدم استحکام کی انتہائی تباہ کن صورت حال سامنے آ سکتی ہے جو ملک کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث بنے گی۔ انہوں نے کہا کہ آئی جے آئی جنرل ضیاء الحق کی وارث ہے۔ ہم وزارتوں اور سفارتوں میں کبھی ان کے ہمسفر نہ ہوں گے۔ ہم نے ہمیشہ آمریت اور اس کی باقیات کی مخالفت کی ہے۔ آئی جے آئی سے جے یو پی کا اتحاد طویل المیعاد اتحاد ہرگز نہیں ہے بلکہ موجودہ پیدا شدہ سیاسی صورتحال کا ایک تقاضہ ہے جس کے تحت سنٹرل کمیٹی نے تحریک عدم اعتماد کے حق میں ووٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(ہفت روزہ احوال، نومبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۲۱)

مولانا شاہ احمد نورانی کا گوجرانوالہ میں تاریخی خطاب

لنگڑی جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہے

ابو یاسر اظہر فاروقی

قائد اہلسنت امام ربانی علامہ شاہ احمد نورانی کی گوجرانوالہ آمد کی خبریں جیسے ہی اخبارات میں شائع ہونا شروع ہوئیں تو پنجاب حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی تاکہ مختلف رکاوٹیں پیدا کر کے پروگرام ملتوی کرا دیا جائے مگر کارکنان نے تہیہ کر لیا کہ حالات کچھ بھی ہوں مقابلہ کریں گے۔ نماز تراویح کا پروگرام جامع مسجد قدوسیہ سول لائن میں تھا اور مسجد مذکورہ محکمۂ اوقاف کے تحت تھی۔

بحمدہٖ تعالیٰ جمعیت علمائے پاکستان کا قافلہ حریت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں ٹھیک دو بجے چوہدری محمد امین کی رہائش گاہ واقع سٹلائٹ ٹاؤن پہنچا تو یہاں پر کارکنان جمعیت نے فلک شگاف نعرے لگا کر پرتپاک استقبال کیا۔ تمام زعماء نے نماز عصر ادا کی۔ شام کو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے وفود نے علامہ شاہ احمد نورانی سے ملاقاتیں کیں۔ نماز مغرب کے بعد امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے علماء کرام کے خصوصی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قیام پاکستان کے وقت انگریز اور ہندو کے مقابلہ میں مسلمانوں نے علاقائیت سے ہٹ کر مسلم قومیت کا نعرہ لگایا تو الحمدللہ پاکستان بن گیا۔ مگر مسلم قومیت کو چھوڑ کر بنگالیوں نے قومیت کا نعرہ لگایا تو ملک دو ٹکڑے ہو گیا اور یہی صورتحال آج سندھ میں پیدا ہو چکی ہے۔ بھائی بھائی کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے۔ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کی اصل وجہ احکام الٰہی، تعلیمات قرآن وغیرہ یعنی نظام مصطفےٰ ﷺ سے روگردانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے چاروں طرف دہشت گردی، فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں۔

علاقائی لسانی تعصبات کو ابھارا جا رہا ہے۔ سندھ میں تو لوگ گولیوں کے سائے میں زندگی کی ساعتیں پوری کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب مارشل لاء کا بویا ہوا بیج ہے جو اب جوان ہو کر نظریۂ پاکستان کے لئے چیلنج بن چکا ہے۔ قائد لاثانی نے کہا کہ مقام حیرت ہے کہ حکومت کے پاس گیارہ خفیہ ایجنسیاں ہیں۔ کیا حکومت کو یہ معلوم نہیں ہے کہ غیر قانونی اسلحہ کے ڈھیر، ٹارچر سیل، عقوبت خانے کہاں کہاں ہیں؟ اور وہاں کیا کچھ ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا ایک آمر، ڈکٹیٹر نے اجرتی قاتلوں، دہشت گردوں اور علیحدگی پسند عناصر کو تحفظ دیا۔

رات نو بجے جب جمعیت کا قافلۂ عشق و مستی جامع مسجد قدوسیہ کچہری روڈ سول لائن پہنچا تو کارکنان جمعیت کا جذبۂ ایمانی قابل دید اور باعث تقلید تھا۔ ہر طرف سے فضاء ہے قائد ہمارا نورانی، اب راج کرے گا نورانی، نورانی کا لشکر اللہ اکبر، نورانی سے جو ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ اگرچہ مسجد کا رقبہ کافی وسیع تھا مگر اس کے باوجود بالائی منزل اور مسجد کے دونوں جانب گزرنے والی سڑکوں پر بھی لوگ صف بندی کئے کھڑے تھے۔

نماز تراویح کا آغاز علامہ شاہ احمد نورانی نے قرآن پاک کے سولہویں پارے سے کیا۔ جب سورۂ مریم آپ نے پڑھنی شروع کی تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے قرآن ابھی نازل ہو رہا ہے۔ بڑا پرکیف منظر تھا۔ نماز تراویح کے بعد جلسۂ عام کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ اسٹیج پر قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے علاوہ مرکزی قائم مقام سیکریٹری جنرل صاحبزادہ سید محمد اکرم شاہ چشتی، مرکزی نائب صدر جنرل کے ایم اظہر، پارلیمانی لیڈر و صوبائی سیکریٹری جنرل حافظ محمد حسین انصاری، مرکزی سیکریٹری اطلاعات پیر اعجاز احمد ہاشمی، مرکزی خازن چوہدری محمد یعقوب، صوبائی قائم مقام صدر صاحبزادہ محمد محفوظ مشہدی، صوبائی سیکریٹری اطلاعات علامہ شبیر احمد ہاشمی، صوبائی آرگنائزنگ سیکریٹری سردار محمد خاں لغاری، ضلعی سیکریٹری جنرل صاحبزادہ غلام رسول اویسی، ضلعی سیکریٹری اطلاعات مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی، مفتی شہر علامہ غلام فرید ہزاروی، استاد الحفاظ قاری محمد منیر احمد جماعتی، مولانا مجیب الرحمٰن کے علاوہ شہر بھر کے علماء کرام موجود تھے۔ جلسہ کی صدارت الحاج چوہدری محمد امین نے کی۔ سردار محمد خان لغاری نے اپنے خطاب میں کہا کہ

گوجرانوالہ کے غیور عوام اور علماء حق نے آج کے عظیم الشان جلسہ عام میں بھرپور شرکت کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم سب قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے کہا کسی دنیا دار کو اپنا دستگیر مان کر اگر کوئی شخص جمعیت علمائے پاکستان اور امام انقلاب علامہ نورانی میاں کی مخالفت کرتا ہے تو یہ اس کی بدبختی کی واضح دلیل ہے کہ وہ خود کو نظام مصطفےٰ ﷺ کی پاکیزہ تحریک سے دور کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا پی پی اور مسلم لیگ وغیرہ نے نیشنل اسمبلی میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔ لہٰذا جمعیت علمائے پاکستان اسمبلی کے اندر اور باہر اپنا الگ تشخص برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا پنجاب حکومت نے اہلسنت و جماعت پر حاشیہ تنگ کر رکھا ہے اور جگہ جگہ اہلسنت والجماعت کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ گوجرانوالہ میں انجمن طلباء اسلام کے حافظ محمد افضل ورک کو شہید کر دیا گیا۔ گجرات میں نہتے سنی مسلمانوں پر آئی جے آئی کے ذمہ دار افراد کی ایماء پر مولوی نما غنڈے کی سربراہی میں کلاشنکوفوں سے کھلی فائرنگ کی گئی اور احتجاج کرنے پر الٹے جھوٹے مقدمات شرکاء جلوس پر قائم ہوئے۔ اٹک کی عیدگاہ دیوبندی فرقہ کے ترجمان اور موجودہ صوبائی وزیر زکوٰۃ و عشر سعید الرحمٰن کے حکم پر اہلسنت والجماعت سے جبراً چھین لی گئی اور احتجاج کرنے والے اہلسنت کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔ حافظ ظہور احمد کو مسجد میں شہید کر دیا گیا۔ لاہور واہٹن کی جامع مسجد میں جماعت اسلامی کے غنڈوں نے نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں جس کی وجہ سے سینکڑوں زخمی ہوئے اور آج بھی سترہ مسلمان زخمی حالت میں زیر علاج ہیں۔ اہلسنت کی قدیم عظیم درسگاہ حزب الاحناف پر گولیاں چلائی گئیں۔ راولپنڈی کی مدینہ مسجد کو آگ لگا دی گئی اور قرآن پاک شہید ہوئے اور یہ کارنامہ بھی ایک دیوبندی مولوی کا تھا۔ انہوں نے کہا یہ سب ایک سوچی سمجھی اسکیم کی کڑیاں ہیں۔ لہٰذا پنجاب کے وزیر اعلیٰ سوچ لیں کہ وہ اس طرح کی غنڈہ گردی، فرقہ وارانہ فسادات و تعصبات اور قتل و غارت کا بازار گرم کر کے اہلسنت والجماعت کو ان کے مشن سے نہیں روک سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب اہلسنت والجماعت بیدار ہو چکے ہیں اور وہ حافظ محمد افضل شہید کے قاتلوں، پنجاب حکومت کے ایجنٹوں اور جماعت اسلامی کے ہم نواؤں کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ جمعیت کے پارلیمانی لیڈر اور صوبائی سیکریٹری جنرل، جنرل ایچ ایم ایچ انصاری نے اپنے خطاب میں کہا

کہ پاکستان جس نازک مرحلے سے گزر رہا ہے اس سے قبل نہ تھا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آج تک حکمرانوں نے دیانتداری سے ملکی استحکام اور عوامی مسائل حل نہیں کیے ہیں۔ انہوں نے کہا ابتداء ہی سے آمروں اور ڈکٹیٹروں نے جمہوریت اور اسلامی روایات کو کچلا اور بدقسمتی سے سرکاری و درباری مولویوں بشمول جماعت غیر اسلامی نے کھل کر ان کا ساتھ دیا اور ملک پر مارشل لاء پہ مارشل لاء کا عمل جاری رہا اور اس طرح مذہب اور غریب کے نام پر جمہوریت کو قتل کیا جاتا رہا۔ جنرل انصاری نے کہا کہ جنرل ضیاء الحق نے نظام زکوٰۃ کو جس انداز سے جاری کیا ان کا مقصد یہ تھا کہ ملک میں کروڑوں بھکاری پیدا کر دیے جائیں لہٰذا آج آپ کو لاتعداد بھکاریوں کے نام رجسٹر پر نظر آئیں گے۔ انہوں نے کہا مرکز اور صوبوں میں حکومتیں قائم کرنا عوامی فیصلہ ہے لہٰذا لولی لنگڑی جمہوریت مارشل لاء سے بہتر ہے اور اسے قبول کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا مرکز اور پنجاب کی محاذ آرائی سے کاروبار بری طرح متاثر ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے غریب عوام کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔ اگر کسی کا عمل اس کے برعکس ہو تو پھر عوام کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ ایسے لوگ ملک و قوم، اسلام اور جمہوریت کے وفادار نہیں ہو سکتے ہیں۔ جنرل انصاری نے اپنے خطاب میں برملا اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ملک بھر میں قائد اہلسنت، امام ربانی علامہ شاہ احمد نورانی جیسا بااصول سیاستدان اور لیڈر ہو تو سامنے لائیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ نورانی پر بہتان باندھنے والے دیکھیں کہ لوگوں نے کروڑوں روپے ان کے قدموں میں ڈالے جسے انہوں نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ انہوں نے کہا جمعیت علمائے پاکستان پر الزام تراشی کرنے والے بالآخر ذلیل و خوار ہوں گے اور ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا بول بالا ہوگا۔

جمعیت علمائے پاکستان کے قائم مقام سیکریٹری جنرل صاحبزادہ سید محمد اکرم شاہ نے کہا کہ آج ہماری زبوں حالی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو حقیقی معنوں میں قرآن سمجھا ہی نہیں ہے۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دستور العمل کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اس مقصود کائنات کے مقام کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس پر یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مقام مصطفےٰ ﷺ اور قرآن کو سمجھنے والوں نے ہر مقام پر فتح حاصل کی ہے۔ قائد اہلسنت امام ربانی علامہ شاہ احمد نورانی کے خطاب سے قبل ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں حکام بالا

سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ گوجرانوالہ میں چوریوں، ڈکیتیوں اور قتل و غارت اور دیگر وارداتوں پر کنٹرول کرے اور گوجرانوالہ کے شہریوں میں جو عدم تحفظ کا احساس پایا جاتا ہے اسے ختم کر کے شہریوں کو جان و مال کا تحفظ فراہم کیا جائے۔ نیز گوجرانوالہ ڈویژن میں ڈاکے ڈالنے کے بعد ڈسٹرکٹ کونسل گجرات کے ایک ممبر اور گوجرانوالہ میں دو ایم پی اے جن کا تعلق اسلامی جمہوری اتحاد سے ہے ڈاکو پناہ لیتے ہیں انہیں بھی شامل تفتیش کیا جائے۔ علاوہ ازیں جمعیت کے ضلعی سیکریٹری جنرل صاحبزادہ غلام رسول اویسی، مولانا اعجاز احمد جلالی اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ جنرل کے ایم اظہر، پیر اعجاز احمد ہاشمی، چوہدری محمد یعقوب، صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی اور علامہ شبیر احمد ہاشمی اسٹیج پر موجود تھے۔

فلک شگاف نعروں کی گونج میں قائد اہلسنت امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ قرآن کا دور فرش زمیں اور عرش بریں ہر مقام پر جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ تا ابد رہے گا۔ کیونکہ قرآن حکیم کو یہ اعجاز حاصل ہے کہ اس نے بلا تفریق رنگ و نسل پوری ملت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا ہے جبکہ دیگر کتب سماوی کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ انجیل کے ترجمے ہر ملک میں علیحدہ علیحدہ زبانوں میں ہوئے جس سے ایک فائدہ حاصل کرتا ہے مگر دوسرا اس زبان پر عبور حاصل نہ ہونے سے محروم رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں انجیل انگلش اور سنسکرت میں ہے اور اردو جاننے والا اسے پڑھنے سے قاصر ہے۔ مگر قرآن حکیم فرقان حمید جو لندن اور دیگر ممالک میں جس طرح پڑھا جاتا ہے اسی طرح پاکستان کی سرزمین پر بھی پڑھا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس سائنسی دور میں بڑے بڑے ماہرین تحقیق اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ ہماری تحقیق اور مشکلات کا حل اگر کسی آسمانی کتاب میں ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن حکیم ہے جس میں ہر خشک و تر چیز کا واضح بیان موجود ہے۔ امام انقلاب نے کہا دنیا بدل گئی، دیگر آسمانی کتب میں تحریف ہو چکی ہے، معنی و مطالب بدل چکے ہیں مگر قرآن پاک جو آج سے چودہ سو سال قبل تھا ویسا ہی آج ہے کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے اور قرآن پاک کا یہی طرۂ امتیاز ہے کہ جب دنیا میں کوئی شئی حتیٰ کہ حفاظ کرام بھی نہیں ہوں گے قرآن حکیم تب بھی محفوظ ہوگا۔ انہوں نے کہا قرآن سچا، جس پر اترا وہ نبی سچا اور جس نے اتارا وہ خالق

کائنات سچا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ نظام مصطفےٰ ﷺ کے مقابلے میں تمام ازم جھوٹے ہیں لہٰذا ہماری بقاء اور فلاح اگر ہے تو صرف اور صرف سچے دل سے نظام مصطفےٰ ﷺ پر خود عمل کرتے اور اس کے نفاذ کے لئے کوشاں رہنے میں ہے۔ انہوں نے کہا قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فرشتوں پر نازل نہیں ہوا بلکہ حضور ختمی المرتبت ﷺ پر اترا۔ کیونکہ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح پڑھتے ہیں۔ وہ پورے قرآن اور اس کے مفہوم کو نہیں جانتے مگر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو فرشتے اپنے اپنے مقام سے اتر کر قرآن حکیم فرقان حمید کو سننے آتے ہیں۔ آج جب نماز تراویح میں قرآن پڑھا جا رہا تھا تو فرشتے بھی آپ کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے تھے۔

چوہدری محمد امین صاحب کی رہائش گاہ واقع سٹیلائٹ ٹاؤن میں رات دو بجے تک علماء کرام عوام الناس اور میزبان چوہدری محمد امین کے صاحبزادگان نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی دامت برکاتہم العالیہ کے دست حق پر شرف بیعت حاصل کی۔ اس لحاظ سے علامہ شاہ احمد نورانی کے حالیہ دورۂ گوجرانوالہ کو نہایت کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس مرتبہ جو جوش و جذبہ علماء کرام، مشائخ عظام اور عامۃ الناس میں دیکھنے میں آیا وہ پہلے سے زیادہ تھا۔

(ہفت روزہ احوال، مئی ۱۹۹۰ء، صفحہ ۳۹-۴۰)


نفاذ نظام مصطفیٰ کے راہ کی بڑی رکاوٹ بیوروکریسی ہے شاہ احمد نورانی

نواز شریف پر زوال شامت اعمال ہے باوجود ہمارے مشورے کے نفاذ نظام مصطفیٰ کی عظیم سعادت حاصل نہ کر سکے

گوجرانوالہ کی ڈائری

ہم ابتداء سے ہی نظام مصطفیٰ کی دعوت دے رہے ہیں (مولانا نورانی)

قائد اہل سنت شیرانوالہ باغ میں

مولانا ابو یاسر اظہر فاروقی

الیکشن ۸۸ء کے بعد امام انقلاب قائد لاثانی علامہ شاہ احمد نورانی پہلی بار گوجرانوالہ میں ۱۴ ستمبر جمعرات کو شیرانوالہ باغ میں منعقدہ نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے۔ کاموکی جی ٹی روڈ پر مقامی تنظیم جمعیت علمائے پاکستان نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کا استقبال کیا۔ جب قائد انقلاب کی گاڑی جلسہ گاہ پہنچی تو ہر طرف سے فضاء جیوے جیوے شاہ نورانی کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور ہر ایک امام انقلاب کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھا۔ اس وجہ سے علامہ شاہ احمد نورانی کو اسٹیج لے جانے میں تھوڑی وقت پیش آئی۔ جمعیت کا قافلہ حریت اپنے مقررہ وقت پر ٹھیک ساڑھے چار بجے کاموکی پہنچا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ اس کے بعد جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن الحاج شیخ لطیف احمد چشتی نے امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر مرکزی و صوبائی قائدین کو خوش آمدید کہا۔ اسٹیج پر قائد اہلسنت کے ہمراہ مرکزی نائب صدر جنرل کے ایم اظہر اور ضلعی صدر الحاج حافظ محمد حمید اختر قادری بیٹھے اور پچھلی سیٹوں پر مرکزی خازن چوہدری محمد یعقوب صوبائی آرگنائزر سردار محمد خان لغاری، صوبائی خازن حاجی محمد جاوید اقبال، ضلعی سیکرٹری جنرل صاحبزادہ غلام رسول اویسی، مولانا اعجاز احمد جلالی مولانا محمد اکرم رضوی بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کی جانب مغرب میں پچھلی سیٹوں پر سید خلیل الرحمٰن شاہ چشتی، صوبائی سیکریٹری اطلاعات علامہ شبیر احمد ہاشمی اور ضلعی سیکریٹری اطلاعات مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی بیٹھے بڑے جلسہ کے چھوٹے

اسٹیج پر اکثر مقامی راہنما کھڑے رہے۔ امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے مختصر سے خطاب میں کہا کہ مرکز اور صوبوں میں برسر اقتدار طبقہ ارکان اسمبلیوں کی چھانگا مانگا، پشاور اور اسلام آباد وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر بولیاں لگا رہا ہے۔ صوبہ کہتا ہے ہمیں کچھ کرنے نہیں دیا جا رہا ہے اور مرکز کا رونا ہے کہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں باندھ رکھے ہیں مگر اس کے باوجود دونوں طرف سے مختلف ناموں پر اپنے حواریوں کو نوازا جا رہا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرکز اور صوبے نے دیگر عوام کو کیا دیا ہے؟ انہوں نے کہا سب نورا کشتی ہے۔ امام انقلاب نے کہا الیکشن ۸۸ میں قوم نے نظام مصطفیٰ ﷺ کو ووٹ نہ دے کر سنگین غلطی کی ہے جس کی وجہ سے قوم پر موجودہ عذاب ہے۔ انہوں نے کہا اگر احکام الٰہی پر عمل پیرا ہو کر نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے ووٹ دیا ہوتا تو آج ملک و قوم کی تقدیر بدل چکی ہوتی۔ انہوں نے کہا آج مہنگائی، بے حیائی، لاہور اور کراچی میں کلاشنکوفوں کے ذریعے طلباء کا قتل عام ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے بچے ہیں ان کا تعلق چاہے کسی بھی گروپ یا پارٹی سے ہو ہمیں ان کی موت کا دکھ ہے۔ مگر ارباب اختیار نے ان کے لئے کیا عملی اقدام کئے ہیں؟ امام انقلاب نے کہا کہ آج لوگ ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم نے آئی جے آئی کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ لیکن ہم غیرت مند سنی سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے ووٹ کیوں نہ دیا؟ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ہم ابتداء سے ہی نظام مصطفیٰ ﷺ کی دعوت دے رہے ہیں ہمارا ماضی اور حال آپ کے سامنے ہے۔ ہم نے ہر دور میں آمروں ڈکٹیٹروں اور مطلق العنان حکمرانوں کو للکارا ہے۔ ہم آج تک نہ جھکے ہیں اور نہ بکے ہیں تو دربار رسالت ﷺ میں انشاء اللہ ہم بروز قیامت سرخرو ہوں گے اس لئے دنیا میں کوئی مائی کا لعل ہماری قیمت نہیں لگا سکتا ہے۔ اس وقت ہر آنکھ اشکبار اور دلوں میں عشق رسول ﷺ کے ولولے اور زبانوں پر نعرہ تکبیر و رسالت ﷺ کے لئے پرسوز نغمے تھے۔ فضا معطر ہو چکی تھی۔ انجمن نوجوانان اسلام کے جیالے ہاتھ بلند کر کے عہد صادق کر رہے تھے کہ نورانی صاحب قدم بڑھائیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ جرنیلوں کے آگے جھکنے اور بکنے

والی جماعت اسلامی ہے جو ہر دور میں آمریت کے دروازے پر فرش راہ رہی ہے۔

امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کا قافلہ عشق و مستی ٹھیک پانچ بجے شام جانب گوجرانوالہ رواں دواں ہوا تو کاموکی منڈی جو کہ اب ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل بن چکی ہے۔ وہاں سے ضلعی قیادت کی معیت میں جلوس روانہ ہوا جیسے جیسے جلوس شہر گوجرانوالہ کی جانب بڑھ رہا تو راستے بھر میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے پروانوں کے چھوٹے چھوٹے جلوس بھی بڑے جلوس میں ضم ہوتے گئے۔ امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کی گاڑی کے آگے ضلعی صدر حافظ حمید اختر قادری، صاحبزادہ غلام رسول اویسی ضلعی سیکریٹری جنرل اور مولانا اعجاز احمد جلالی کی گاڑی تھی جبکہ پیچھے صوبائی قیادت کی گاڑی تھی جو تمام راستے میں جلوس پر مبنی وڈیو کیسٹ بنا رہے تھے۔ جبکہ ان کے پیچھے ضلعی سیکریٹری اطلاعات راقم الحروف گاڑی میں سوار تھے۔ اس کے آگے اور پیچھے حد نگاہ تک بسوں ٹرکوں، موٹر کاروں، ٹرالیوں، موٹر سائیکلوں پر سوار شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آ رہا تھا۔ جی ٹی روڈ پر واقع ایک چھوٹی سی لب سڑک واقع مسجد میں قائد انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے نماز عصر کی امامت فرمائی جبکہ باقی جلوس حسب معمول اپنی منزل کی جانب جاری و ساری رہا۔ آٹھ منٹ کے وقفہ نماز کے بعد قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی پھر جلوس میں شامل ہو گئے۔ اہلسنت و جماعت کی عظیم دینی درسگاہ ریاض المدینہ کے سامنے امیر جماعت رضائے مصطفےٰ الحاج مولانا ابو داؤد محمد صادق نے اپنے رفقاء کے ہمراہ امام انقلاب کو اہلاً و سہلاً کہا۔ اتحاد و اسٹیل ملز واقع جی ٹی روڈ پر معروف صنعت کار الحاج ملک محمد بشیر۔ علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی، قاری محمد منیر احمد جماعتی علامہ محمد شریف ہزاروی، شہر بھر کے علماء کرام و مشائخ عظام اور کارکنان جمعیت علماء پاکستان ضلع گوجرانوالہ نے امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی، جنرل کے ایم اظہر اور دیگر قائدین پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے اور فلک شگاف نعرے لگا کر والہانہ استقبال کیا جبکہ انجمن نوجوانان اسلام نے محمد عباس نورانی کی معیت میں قائدین جمعیت کو اکیس گولوں کی سلامی پیش کی۔

اس وقت مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ لہٰذا جلوس کو روک کر قافلہ نظام

مصطفےٰ ﷺ کے سر بکف متوالوں نے نماز مغرب ادا کی۔ جس کی امامت کے فرائض شیخ الحدیث علامہ مولانا عبداللطیف قادری نے انجام دیئے۔ نماز کے فوراً بعد جلوس شیرانوالہ باغ کی جانب روانہ ہوا۔ نہر اپر چناب کے پل سے گزرنے میں خاصہ وقت لگا۔ کنگنی والا جی ٹی روڈ پر پہنچ کر انجمن نوجوانان اسلام کے جوانوں نے امام انقلاب کی گاڑی کو گھیرے میں لے لیا۔ جو کہ سب مسلح تھے اور انہوں نے شیرانوالہ باغ پہنچنے تک یہ تمام فاصلہ پیدل طے کیا۔ اتنے بڑے جلوس کی وجہ سے ٹریفک کا نظام درہم برہم ہونے پر انجمن نوجوانان اسلام کے کارکنوں نے قابو کیا اور راولپنڈی، لاہور جانے والی ٹریفک کو دائیں بائیں سے گذارتے رہے۔

الیکشن ۸۸ء کے بعد امام انقلاب وہ پہلے قومی و سیاسی راہنما ہیں جن کا نہ صرف جلوس اتنا بڑا تھا بلکہ استقبال بھی مثالی رہا۔ ہر طرف جمعیت علمائے پاکستان کے سبز گنبد والے پرچم لہرا رہے تھے اور نعرے اتنے بلند ہو رہے تھے کہ کارکنوں کا جوش و جذبہ نہ صرف قابل دید بلکہ باعث تقلید تھا۔ کاموکی سے گوجرانوالہ کا راستہ بذریعہ موٹر کار صرف پندرہ منٹ کا ہے جو تین گھنٹے سے زائد عرصے میں طے ہوا کیونکہ جلوس کاموکی سے جب روانہ ہوا تو اس وقت شام کے پانچ بج چکے تھے۔ جبکہ شیرانوالہ باغ کے مرکزی گیٹ پر امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کی گاڑی جب پہنچی تو اس وقت رات آٹھ بجے سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔

شیرانوالہ باغ کی بارہ دری کو تاریخ میں سفیدی کرانے کا شرف جمعیت علماء پاکستان کو ہی دوبارہ حاصل ہوا ہے۔ مذکورہ باغ کو پرچموں، بینروں اور ٹیوب لائٹوں کے ذریعے دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ جبکہ باغ کے مرکزی گیٹ پر جو لائٹوں پر مبنی دروازہ بنایا گیا تھا وہ ہر آنے والے کو اپنی پر نور روشنی سے نہ صرف خوش آمدید کہتا بلکہ وہ ہر آنے والے کی توجہ کا مرکز بھی بنا رہا۔

شیرانوالہ باغ سے قائد انقلاب امام ربانی علامہ شاہ احمد نورانی و دیگر قائدین جمعیت مقامی صدر چوہدری غلام رسول گجر کی رہائش گاہ واقع گجر ہاؤس وحدت کالونی جب پہنچے تو رات کے ساڑھے نو بجے سے وقت اوپر ہو چکا تھا۔ وہاں پر چوہدری غلام

رسول اور ان کے رفقاء نے قائدین کو خوش آمدید کہا۔ رات نو بجنے کو تھے کہ راقم الحروف نے صوبائی سیکریٹری اطلاعات علامہ شبیر احمد ہاشمی کو یاد دلایا کہ پریس والے آ چکے ہیں ان سے ملاقات ذرا ہو جائے تو بہتر ہے۔ جس پر علامہ ہاشمی نے امام انقلاب کے گوش گزار کیا تو آپ فرمانے لگے کہ اگر سیکریٹری صاحب کی انفارمیشن ہے تو آپ انہیں لائیں جس پر اخباری نمائندوں سے علامہ شاہ احمد نورانی نے خطاب کیا جو تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔

امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا سندھ میں موجودہ حالات کی تمام تر ذمہ داری جنرل محمد ضیاء الحق پر عائد ہوتی ہے جن کے جبر و تشدد کی وجہ سے حالات خراب ہونا شروع ہوئے جو اب خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کی غلطی کا فائدہ بھارت کو پہنچا تھا اور آج جو کچھ سندھ میں ہو رہا ہے اس کا فائدہ بھی بھارت کو پہنچ رہا ہے کہ آج مسلمان، مسلمان کو ختم کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل محمد ضیاء الحق نے جی ایم سید کو خوش آمدید کہا۔ بیمار ہوئے تو پھولوں کے گلدستے پیش کیے اور عیادت کی نیز دہشت گرد ایم کیو ایم کی سرپرستی، اسلحہ کی فراہمی یہ سب جنرل محمد ضیاء الحق کی باقیات ہیں اور ان کی پیدا کردہ یہ صورت حال پاکستان کی سالمیت کے لئے اب ایک کھلا چیلنج بن گئی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پی پی پی بھی ابھی کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ اسے دہشت گردوں نے یرغمال بنا رکھا ہے جیسے جماعت اسلامی نے مسلم لیگ، اور نواز شریف کو اغواء کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا پانچ سال قبل میری قیادت میں ایک وفد جو کہ علامہ عبدالستار خان نیازی، بدر المشائخ پیر سید برکات احمد شاہ، جنرل کے ایم اظہر اور پروفیسر شاہ فرید الحق پر مبنی تھا، نے جنرل محمد ضیاء الحق کو ایک ملاقات میں واضح کر دیا تھا کہ سندھ میں نئے چہرے نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا جماعت اسلامی نفرت کی علامت بن چکی ہے اور سندھ کے عوام اس سے نفرت کرتے اور حقارت سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ مارشل لاء کی حاشیہ بردار رہی ہے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ سندھ کے مسائل کا حل موجود ہے کہ پورے صوبہ

سندھ میں ایک مقررہ مدت تک غیر قانونی اسلحہ جمع کرا دیا جائے۔ فوج اور رینجرز کی نگرانی میں صوبہ سندھ بھر میں کرفیو لگا کر ناجائز ہتھیار برآمد کئے جائیں اور اس میں ملوث عناصر کو کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔ سندھ کی سرحد راجستھان سیکٹر فوری بند کر دی جائے باڑیں لگائی جائیں، سرحد پر کرفیو نافذ رہے اور کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گولی سے اڑا دیا جائے۔ اس طرح بارڈر بند ہوتے ہی آمد و رفت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ اگر سکھوں پر یہ پابندی ہے کہ وہ پاکستان میں داخل نہیں ہو سکتے تو پھر یہاں پر ایسا کیوں نہیں ہے؟ ایک اور سوال پر انہوں نے کہا کہ مڈٹرم الیکشن بے وقت کی راگنی ہے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب حزب اقتدار کو اعتماد کا ووٹ نہ ملے اور اپوزیشن بھی حکومت بنانے کے قابل نہ ہو۔ البتہ کوئی دوسری پارٹی حکومت بنانے کے قابل ہو تو پھر اس کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ بھارت میں مرار جی ڈیسائی نے الیکشن کرائے اور ہمارے ملک میں جناب جونیجو کے بعد ہوئے۔ امام انقلاب نے کہا کہ پاکستان میں صدر، وزیر اعظم پارلیمنٹ، سینٹ اور عدلیہ جیسے ادارے موجود ہیں اس لئے مڈٹرم الیکشن کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرکز اور صوبہ کی محاذ آرائی کا حل بھی پارلیمنٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کو برقرار رہنا چاہئے اور مارشل لاء کی تمنا رکھنے والے احمقوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ ایسے لوگ وطن عزیز کے دشمن ہیں جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر سرگرم ہیں۔ علامہ نورانی نے کہا اب مارشل لاء کی سنہری یادیں اور سہانی راتیں انہیں ستاتی ہیں لہٰذا ہر طرف ملک عزیز میں جمہوری عمل کو جاری رہنا چاہئے۔ عورت کی سربراہی کے بارے میں ایک سوال پر علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ جنرل ضیاء الحق کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ میرا مقابلہ ایک عورت سے ہے۔ آٹھویں آئینی ترمیم عورت کے لئے کام کیوں نہ آئی؟ آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد پر انہوں نے کہا وہ کیا کرے گی۔ یہ کام تو گورنمنٹ ہی کر سکتی ہے۔ ایک اور سوال پر انہوں نے کہا کہ کراچی اور حیدر آباد میں رینجرز مارے گئے۔ لیکن اس کے باوجود ایم کیو ایم کو جیسے ہی موقع ملتا ہے وہ مخالفین کو اٹھا لیتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی قوت گویائی ختم کر

دیتے ہیں۔ ایک اور سوال پر علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ افغانستان کی صورت حال بڑی نازک ہے جس کی جنگ ہماری سرحدوں تک آ چکی ہے اور اس کی تپش اور شعلے پاکستان میں محسوس ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا افغانستان میں اقوام متحدہ کے ذریعے انڈونیشیا، ترکی، الجزائر اور لیبیا وغیرہ پر مشتمل امن فوج تعینات کی جائے جس کی نگرانی میں افغانستان کے اندر انتخابات منعقد ہوں اور اگر عوام سابق ظاہر شاہ کو صدر تسلیم کر لے یعنی چن لے تو افغان عوام کو یہ حق حاصل ہے۔ رات دس بجے کے بعد امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی جنرل کے ایم اظہر، سابق گورنر صوبہ سرحد اور دیگر مرکزی و صوبائی قائدین نے عشائیے میں شرکت کی اور نماز عشاء ادا فرمائی۔ بعدازاں چوہدری غلام رسول گجر نے اپنے بیٹوں کے ساتھ قائد انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کے ہمراہ گروپ فوٹو بنوائے۔ بعدازاں امام انقلاب قائد لاثانی علامہ شاہ احمد نورانی جب اپنے رفقاء کے ہمراہ ٹھیک رات دس بج کر پینتیس منٹ پر گوجرانوالہ کے تاریخی باغ (شیرانوالہ باغ) پہنچے تو وہ منظر بڑا دلکش دیدنی اور باطل سوز تھا۔ پورے حال کے مندوبین نے کھڑے ہو کر اور پرجوش نعرے لگا کر جیوے جیوے شاہ نورانی، ہم سب کا پیارا نورانی، اب راج کرے گا نورانی، ہے قائد ہمارا نورانی، ہے سر کا عمامہ نورنی، ہیں چشم مبارک نورانی، چال مبارک نورانی، گفتار مبارک نورانی، ہم سب ہیں نورانی، نورانی سے جو ٹکرائے گا وہ پاش پاش ہو جائے گا وغیرہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ قائد انقلاب اسٹیج پر پہنچ کر جب ہاتھ بلند کر کے عوام کے سامنے آئے تو دنیا اہلسنت کا یہ جم غفیر اپنے محبوب قائد پر قربان ہوتا نظر آ رہا تھا۔ جبکہ اسٹیج پر مشاہیر علماء کرام مشائخ عظام و وکلاء، طلبہ اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے معززین شہر نے اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر امام انقلاب سے وفائے عہد کیا۔ نعروں کا سلسلہ کافی دیر تک جاری و ساری رہا۔

آج سے آٹھ دن قبل اسی وقت اور اسی جگہ پر ایک اور جلسہ بھی ہوا تھا جس میں نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی بجائے اتنی تالیاں اور بھنگڑا ڈالا گیا کہ لوگ الیکشن میں سیالکوٹی دروازے کے باہر اسٹیج پر قاضی حسین احمد کے رقص اور بھنگڑے کو بھی بھول گئے۔

مگر آج کی رات وہ مبارک رات تھی جس میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے حقیقی داعی بطل حریت قائد اہلسنت امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی اپنے رفقاء کے ہمراہ بنفس نفیس عرصہ ڈھائی سال کے بعد اس جگہ پر خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے تو فضائیں درود و سلام سے مطہر و معطر ہو گئیں اور لوگ بہروپ اور اصل روپ کو جان گئے کہ جس محفل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بلند آواز سے نہ پڑھا جائے وہ بہروپ ہے اور جس میں پڑھا جائے وہ ہی اصل روپ ہے اور حقیقی طور پر وارثان نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جلسہ کی صدارت معروف دینی درسگاہ جامعہ نوریہ رضویہ کے سرپرست اور آستانہ عالیہ بکھی شریف کے سجادہ نشین صاحبزادہ پیر سید مظہر قیوم مشہدی نے کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض جمعیت کے ضلعی سیکریٹری جنرل صاحبزادہ غلام رسول اویسی نے انجام دیئے۔ جب انہوں نے بین الاقوامی شخصیت زینت القراء قاری غلام رسول (لاہور) کو تلاوت کلام پاک کرنے کی دعوت دی تو قاری صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں قرآن پڑھنے کا جب آغاز کیا تو لوگوں کو جہاں جہاں جگہ ملی سکون اور اطمینان سے بیٹھ گئے اور قاری صاحب نے مختصر سے وقت میں سامعین کو قرآن کی برکات سے فیض یاب کیا۔ جب کہ نعت رسول مقبول ﷺ پڑھنے کا شرف مولانا محمد اکرم رضوی کو حاصل رہا۔ اس کے بعد مفتی شہر شیخ الحدیث علامہ غلام فرید سعیدی نے قائدین کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ جمعیت کا قافلہ اپنی حقیقی منزل کی جانب رواں ہے اور ہماری منزل مملکت خداداد پاکستان کو نظام مصطفیٰ ﷺ کا گہوارہ بنانا ہے اور ہم قائد اہلسنت امام انقلاب کو یقین دلاتے ہیں کہ اس وقت اسٹیج پر علماء کرام کا جو جم غفیر نظر آ رہا ہے یہ سب آپ کے رضا کار ہیں آپ جب بھی آواز دیں ہم آپ کے حکم پر لبیک کہیں گے۔ اس وقت اسٹیج پر جنرل کے ایم اظہر، چوہدری محمد یعقوب، سردار محمد خان لغاری، حاجی محمد جاوید اقبال، علامہ شبیر احمد ہاشمی، پیر سید عارف حسین شاہ بخاری، حافظ حمید اختر قادری، صاحبزادہ محمد داؤد رضوی، قاری محمد منیر احمد جماعتی، علامہ محمد شریف سعیدی ہزاروی، صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، سید فدا حسین شاہ، صاحبزادہ عبدالرحمٰن جامی، مولانا محمد اکرم رضوی، مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی (راقم الحروف)، الحاج راؤ محمد

اشفاق، ملک محمد بشیر، چوہدری غلام رسول گجر، چوہدری محمد سعید شاد، مولانا طالب حسین مجددی، مولانا اعجاز احمد جلالی، مولانا غلام رسول چشتی کے علاوہ دیگر علماء کرام بھی موجود تھے۔ مگر جلسہ کو کامیاب بنانے والی اہم شخصیت الحاج مولانا ابو داؤد محمد صادق اسٹیج پر بلانے سے بھی نہ آئے۔ کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ کہیں فوٹو گرافران پر حملہ نہ کر دیں۔ لیکن اس کے باوجود مولانا جلسہ گاہ میں موجود رہے۔ اور ان کے صاحبزادے اور شاگرد اور مرید حضرات کا بھرپور نہ صرف تعاون رہا بلکہ وہ تمام اسٹیج پر نظر آئے۔ جب قائد طلبہ چوہدری حمایت علی کو مائیک پر آنے کی دعوت دی تو انجمن سے وابستہ طلبہ اور نوجوانوں نے گلی گلی چمن چمن انجمن انجمن اور اپنے محبوب قائد کا پرجوش نعروں سے والہانہ استقبال کیا۔ حمایت علی چوہدری نے وقت کے اختصار کے پیش نظر اپنی گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب نظام مصطفےٰ ﷺ کے شیدائی ہیں۔ لیکن نظام مصطفےٰ ﷺ کب آئے گا جب ہم اپنے مرکز سے وابستہ ہوں گے اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے چاہنے والوں کو اپنا رہبر مانیں گے۔ اس وقت نظام مصطفےٰ ﷺ آ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم اپنے بزرگوں کے بے ادب اور گستاخ ہو جائیں تو ہم نظام مصطفےٰ ﷺ کا نعرہ کیسے لگا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ انجمن کا قافلہ عشق رسول ﷺ کا درس دینے، مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے میدان میں ہے۔ اگر ہمارے اقوال اور افعال اس کے برعکس ہوں تو اغیار میں اور معاشرے میں ہماری کیا قدر و منزلت ہو گی۔ قائد طلبہ حمایت علی چوہدری نے کہا کہ میں اپنے نوجوان ساتھیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے عمل سے اغیار کو مسخر کریں۔ ہماری منزل ڈاکے ڈالنا نہیں ہے بلکہ جو ڈاکے ڈالنے والے ہیں ان کا سر توڑنا ہے۔ یہی حکم مصطفےٰ ﷺ ہے اور یہی نظام مصطفےٰ ﷺ ہے۔ آخر میں انہوں نے امام انقلاب کو یقین دلایا کہ ہم آپ کے حکم اور اشارے پر اپنا تن من اور دھن قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ضلعی صدر حافظ محمد حمید اختر قادری نے اپنے سپاس نامے میں قائد جمعیت علمائے پاکستان کی قومی ملکی اور بین الاقوامی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ ہمیں جو قیادت میسر ہے اس پر ہمیں ناز ہے اور جمعیت کا ہر رکن امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی کا سپاہی ہے۔ یاد رہے کہ قلت وقت کے پیش نظر جنرل

کے ایم اظہر اور دیگر مرکزی و صوبائی قائدین کی تقاریر نہ ہو سکیں۔ اس کے فوراً بعد جب اسٹیج سیکریٹری نے کہا کہ ؎

کیا حُسن نیت سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

اور ساتھ ہی امام انقلاب قائد لاثانی علامہ شاہ احمد نورانی کو دعوت خطاب دی تو وہ منظر نا قابل بیان ہے کہ گوجرانوالہ کے غیور علماء کرام اور عوام اہل سنت نے ماضی کی یادیں تازہ کر دیں کہ جب بے نظیر لندن سے پاکستان سدھاری تو اس نے گوجرانوالہ میں بھی ایک جلسہ عام میں خطاب کیا تھا۔ اس کے کچھ عرصے بعد اسی جگہ پر جمعیت نے جلسہ کیا تو قائد انقلاب کا جلسہ حاضری کے اعتبار سے بے نظیر بھٹو کے جلسہ سے کم نہ تھا مگر نظم و ضبط میں جمعیت کا جلسہ اسے مات کر گیا تھا۔ آج قائد اہل سنت کا مائی پر تشریف لانے کا سن کر عوام اہل سنت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس قدر بلند نعرے لگا رہا تھا کہ جس کی آواز ایوان اقتدار میں بھی سنائی دے رہی تھی۔

رات گیارہ بجے کے بعد جب قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے مخصوص لہجے میں عربی خطبہ کا آغاز کیا تو آواز میں اتنا درد اور سوز تھا کہ اڑتے پرندے بھی رک کر تلاوت کلام پاک سے جیسے مسرور ہو رہے ہوں اور جلسہ گاہ میں ہر مندوب نے ہمہ تن گوش ہو کر امام انقلاب کا خطاب سنا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نظام مصطفےٰ ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان کی شروع کردہ رابطہ عوام مہم کا مقصد ووٹوں کا حصول نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی رسی کو چھوڑ دیا ہے۔ اسلامی قوانین اور احکام کو چھوڑ کر مغربی تہذیب اور روایات کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ انہوں نے کہا جب تک مسلمان اپنی ماضی کی طرف پلٹ کر اور متحد ہو کر طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ اور جہاد نہیں کرتا ہے اس وقت تک وہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ارشاد ربانی ہے کہ اپنے آپ کو دشمن کے مقابلے میں ہمہ

وقت تیار رکھو۔ اس لئے حکومت پاکستان کو معذرت خواہانہ رویہ ترک کر کے ایٹم بم بنانا چاہئے۔ کیونکہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت نے آج تک اسے دل سے تسلیم نہیں کیا ہے اور چودہ سو سال قبل شروع ہونے والی اسلام اور کفر کی جنگ آج بھی جاری ہے اور یہ اسلام کی بالادستی تک جاری رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت کی پالیسی یہ ہے کہ ایٹم بم بنانا چاہئے جبکہ عوام کی رائے بھی یہی ہے۔ مگر حکمران کہتے ہیں کہ ہم نہیں بنائیں گے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا آج لوگ پوچھتے ہیں کہ پاکستان کا اصل مسئلہ کیا ہے۔ کسی کے نزدیک ملکی معیشت اور اقتصادیات ہے مگر ہمارے نزدیک پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ خود پاکستانی ہے۔ آج لوگ سندھی، بلوچی، پٹھان اور جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ کے نعرے لگاتے ہیں۔ مگر پاکستانی کا نعرہ کوئی نہیں لگا رہا ہے۔ انہوں نے کہا اس لئے سب سے اہم اور بڑا مسئلہ خود پاکستان میں پاکستانی کی پہچان ہے۔ آج قومیت اور لسانیت کے نعرے لگتے ہیں مگر پاکستانی ہونے اور کہلانے پر کوئی فخر نہیں کرتا ہے۔ انہوں نے کہا سندھو دیش اور پنجاب کا مسئلہ بعد میں ہے۔ مگر پاکستانی کا مسئلہ پہلے ہے۔ انہوں نے کہا انگریز نے قیام پاکستان سے قبل سرحدیوں، سندھیوں، پنجابیوں، بلوچیوں، بنگالیوں سے سوال کیا کہ تم کون ہو مگر سب کا ایک ہی جواب تھا کہ ہم مسلم ہیں کسی نے انگریز کے سامنے قومیت کا نعرہ نہ لگایا تو پاکستان معرض وجود میں آ گیا اور آج ہمارے لئے پاکستانی کی پہچان مشکل ہو رہی ہے اور یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اگر ہم سب پاکستانی ہونے پر اور کہلانے پر فخر کریں تو مسائل حل ہو سکتے ہیں ورنہ یہ بڑھتے ہی جائیں گے۔

اسی لئے جمعیت علماء پاکستان کہتی ہے جاگ مسلمان جاگ، جاگ پاکستانی جاگ انہوں نے کہا آؤ مہاجر آؤ اور صوبائیت کے نعرے لگانے والے ملک و قوم کے غدار ہیں اور اسلام کے باغی ہیں۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے آؤ اللہ کی طرف، یہ کہتے ہیں آؤ صوبائیت و لسانیت کی طرف ان کا عمل اسلامی اور جمہوری قدروں کے منافی ہے۔ انہوں نے کہا مرکز اور صوبے میں محاذ آرائی ذاتی جنگ ہے جو جنرل محمد ضیاء الحق اور ذوالفقار علی بھٹو کی باقیات میں لڑی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا اسلام آباد سے آواز آتی ہے لے گیا

اور لاہور سے آواز آتی ہے لے گئی۔ انہوں نے کہا لیکن اس کے باوجود پنجاب میں کنجر خانے، شراب، جوئے کے اڈے اور رشوت خوری، غنڈہ گردی کا بول بالا ہے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے سپوت ہیں۔

امام انقلاب نے کہا قوم نے ہمارا ماضی دیکھا ہے۔ حال آپ کے سامنے ہے۔ آج پاکستان میں صدر مملکت، وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کے ارکان جو حلف اٹھا رہے ہیں یہ مولانا شاہ احمد نورانی کا کارنامہ ہے کہ حلف اٹھانے کے بعد کوئی دہریہ اور غیر مسلم نہیں رہتا اور اسی حلف میں پاکستانی رہنے کا اقرار ہے۔ انہوں نے کہا مگر آج تو اسلامی لٹیروں (منصورہ والوں) نے آئی جے آئی کو یرغمال بنا رکھا ہے کہ لوگ اسلام کی شکل دیکھنے کو ترستے ہیں اور یہ لے کر دور بھاگتے ہیں۔ ادھر روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے لگانے والوں نے مرچوں کے بھاؤ میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ مارکیٹوں میں ایک اور دو نمبر چل رہے ہیں۔

امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا نظام مصطفیٰ ﷺ تمام دکھوں کا مداوا ہے اس لئے نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ پاکستان میں ناگزیر ہے اور جمعیت علماء پاکستان مملکت خداداد پاکستان میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے گی۔ بعد ازاں علامہ محمد شاہ احمد نورانی نے دست بستہ ہاتھ باندھ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں بانی ﷺ سلام علیک کا نذرانہ پیش کیا۔ دعائے خیر کے بعد نظام مصطفیٰ ﷺ کے پروانے ایک نیا عزم اور ولولہ لئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے جبکہ علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر قائدین الحاج ملک محمد بشیر کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ اگلی صبح علامہ شاہ احمد نورانی گکھڑ منڈی پہنچے تو ضلعی صدر مولانا حافظ محمد حمید اختر قادری اور راقم الحروف نے کارکنان جمعیت کے ہمراہ انہیں خوش آمدید کہا یہاں پر ضلعی صدر کی جانب سے پرتکلف چائے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چائے نوش فرمانے سے قبل قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے عوام سے بالکل مختصر سا خطاب کیا۔ چائے پینے کے فوراً بعد علامہ شاہ احمد نورانی اپنے رفقاء کے ہمراہ گجرات روانہ ہو گئے۔

(ہفت روزہ احوال، اکتوبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۲۵ تا ۲۸)



تعمیر ملت اور جے یو پی

آئینہ

☆ منتخب تصاویر کا حسین البم

روزنامہ نوائے وقت لاہور (۷) یکم مارچ ۱۹۸۸ء



جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی اور سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی شہید پارک میں ایک استقبالیہ سے خطاب کر رہے ہیں

مکتوب جوہر آباد

ریاض صدیق ملک (نامہ نگار)

مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کا دورہ

جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی گزشتہ ہفتے ایک روزہ دورہ پر جوہر آباد آئے یہاں انہوں نے بے حد مصروف دن گزارا۔ انہوں نے جمعیت العلمائے پاکستان کے خادمین کے اجلاس میں تفصیل سے ملکی حالات اور اسلامی نظام کے نفاذ کی ضرورت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وقت کی قلت کے باعث ظہر کی نماز اور کھانے کے وقفے کے دوران تھوڑا سا وقت نکال کر ستائی وکلا کے اصرار پر انہوں نے ضلعی بار ایسوسی ایشن سے بھی خطاب کیا اور شام ۵ بجے سرور شہید پارک میں استقبالیہ دعوت (عصرانہ) میں بھی شرکت کی۔ ان کے ساتھ مولانا عبدالستار خان نیازی، پیر شبیر احمد ہاشمی اور محمد سعید اسدی بھی تھے۔ عصرانہ کا اہتمام بھی سرور شہید پارک میں کیا گیا تھا۔ اس تقریب کا آغاز قاری غلام ربانی نیر نے تلاوت کلام پاک سے کیا اور مظفر نیازی نے حضور سرور کونین کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ محمد سعید اسدی نے اپنی تقریر میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہا کہ رہبروں نے رہزنوں کا بہروپ بدل لیا ہے اور ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی بجائے انہیں نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ چالیس سال گزر جانے کے باوجود نظام مصطفیٰ کے قیام کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا بلکہ زبانی وعدوں سے اپنے اقتدار کو طول دیا جا رہا ہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ مسلمان قوم طالع آزما سیاست دانوں اور اقتدار پرستوں کی اتباع پر کبھی متحد نہیں ہو سکتی۔ یہ قوم صرف اور صرف نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام پر ہی صرف متحد ہو سکتی ہے بلکہ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتی۔

انہوں نے جذبہ جہاد پر بڑے مدلل انداز میں روشنی ڈالی اور علامہ اقبال کے اشعار سے اپنی تقریر کو موثر بنایا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں کا جمہوریت اور نام نہاد اسمبلیاں قرار دے کم نہیں۔ پاکستانی عوام سے سراسر دھوکہ کیا جا رہا ہے۔ غیر جماعتی بنیادوں پر الیکشن کے اعلان کے باوجود بر سر اقتدار طبقہ نے اپنی ضرورت کے مطابق ایک سیاسی جماعت کو باقاعدہ تنظیم و آرائش کے ساتھ اپنا کر اقتدار اس کے سپرد کر دیا۔ جب کہ دیگر سیاسی جماعتوں پر ہر قسم کی رکاوٹیں عائد کی جا رہی ہیں۔ انہوں نے پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے لئے تین چیزوں "اتحاد" جہاد اور رفاہی اسلامی مملکت کو ناگزیر قرار دیا اور اس مقصد کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا درس دیا۔ آخر میں مولانا شاہ احمد نورانی نے انتہائی واضح انداز میں ملکی حالات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ چالیس سال سے وطن عزیز جن مراحل سے گزر رہا ہے اور جن جن مسائل سے دو چار ہے وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ملک کی سلامتی کو خطرہ واضح طور پر سامنے نظر آنے لگا ہے۔ قوم سودی قرضوں سے جکڑی ہوئی ہے۔ ۱۰ ارب ڈالر کا قرضہ ۱۳ ارب (الرسالات) ہو جاتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے بھی قرض لینا پڑتا ہے۔ بیلے بیلے "اللیے تللے" ہمارے حکمرانوں کے مشغلے ہیں صدر صاحب کہیں کرکٹ میچ دیکھتے ہیں اور کہیں گولف کھیلتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک وقت تھا کہ بھارت کی ہندو قوم قائد ملت لیاقت علی خان کا "مکا" دیکھ کر کانپنے لگتی تھی اور فوجیں سرحدوں سے دور جاتی تھیں۔ لیکن اب بھارت علی پر پاور کی حیثیت اختیار کر رہا ہے اور پاکستانی قوم کا نہ صرف کشمیر کی رقبہ چھپایا ہے بلکہ انتہائی حقیر آمیز انداز میں بات کرتا ہے۔ سیاچین گلیشیر کے چودہ سو مربع میل پر وہ چار سال سے قابض ہے لیکن ہمارے حکمران محض بات چیت سے اسے حل کرنے کا دعوہ کر کے قوم کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ واقع کے دعوے دار الزام سیاست "محمود" اور سازشوں میں مصروف ہیں تاکہ اپنے اقتدار کو طول دے سکیں۔ جب کہ بھارت سیاچن سے حاصل شدہ رقبہ بھی مذاکرات کی میز پر واپس کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ مقام حیرت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ افغانستان کے مسئلہ پر اپنی پالیسی کی ناکامی ان پر عیاں ہے اور حال ہی میں "شٹل ڈپلومیسی" میں خود گھبراہٹ میں "شٹل" بن کر رہ گئے ہیں۔ اور اب سر پکڑ کر بیٹھے ہیں۔ اس سلسلہ میں تمام معاملات انتہائی بے تدبیری سے طے کئے جا رہے ہیں جس سے ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے۔ پاکستانی قوم کا فرض ہے کہ وہ متحد ہو کر پاکستان کی سالمیت، استحکام اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے جمعیت العلمائے پاکستان کا ساتھ دیں۔ جمعیت العلمائے پاکستان کے ضلعی رہنماؤں صاحبزادہ عبدالرحمان الحسینی، صاحبزادہ فقیر محمد اسماعیل حنفی، ڈاکٹر رفاقت سلطان، ضلعی جنرل سیکرٹری اور ملک محبوب الرسول قادری نے بھی استقبالیہ سے خطاب کیا۔





قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ

............طرز تخاطب کے دلنشیں انداز



ملی یکجہتی کونسل کے بعد متحدہ مجلس عمل کا قیام۔ قائد ملت اسلامیہ مولانا احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قاضی حسین احمد، علامہ ساجد نقوی، فضل الرحمٰن، سمیع الحق اور دیگر



قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اجلاس میں
قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، سینیٹر سمیع الحق اور علامہ ساجد علی نقوی



قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید خاص محمد طاہر فاروق نورانی
کی تقریب نکاح میں...... سجاد محمود (ماموں) بھی ہمراہ ہیں



وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی سے ملاقات...... قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
لیاقت بلوچ اور حافظ حسین احمد کے علاوہ چوہدری شجاعت حسین بھی موجود ہیں



ایم ایم اے کے اجتماع میں ملی یکجہتی کا عملی مظاہرہ...... قائد ملت اسلامیہ
مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد اور ساجد میر



استاذ العلماء مولانا ملک عطا محمد بندیالوی سے ملاقات (ان کے گھر ڈھوک دشمن میں تشریف آوری)



مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی اور قاضی حسین احمد...... ملاقات کا ایک انداز



غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
اور مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان...... سنی کانفرنس ملتان کے اسٹیج پر



مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور
مولانا محمد اکبر ساقی مرحوم



نوابزادہ نصر اللہ خان اپنی رہائش گاہ پر
مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کر رہے ہیں



مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور
پروفیسر محمد طاہر القادری......ایک ملاقات



صدر جمعیت صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر مرکزی نائب صدر صاحبزادہ شاہ اویس نورانی اور پیر اعجاز ہاشمی



ڈسٹرکٹ پریس کلب جوہر آباد میں قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی
تشریف آوری...... ملک محبوب الرسول قادری خطبۂ استقبالیہ پیش کر رہے ہیں



قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ،
قاری عبد الرحمن شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، عبید اللہ قادری (مرید خاص) اور دیگر علماء



لاہور۔۔۔طویل جدائی کے بعد اتحاد کا تاریخی لمحہ...... حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت مشترکہ پریس بریفنگ۔
صدر مجلس کے علاوہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ
پروفیسر شاہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ، جنرل کے ایم اظہر رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر شریک ہیں



مشاورت...... مینار پاکستان کی تاریخی "میلاد کانفرنس" میں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ،
امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبد الخالق قادری اور مجاہد اسلام قاری محمد زوار بہادر



مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، قاری طاہر شریف،
مفتی حفیظ اللہ گولڑوی اور ملک محبوب الرسول قادری



صفہ یونیورسٹی کے افتتاح کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
جنرل کے ایم اظہر خان اور علامہ قاری محمد زوار بہادر



علامہ محمد خلیل اشرف قادریؒ
کے مزار مبارک پر
ڈونگہ بونگہ میں فاتحہ
قائد اہل سنت مولانا
شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
محمد عثمان خان نوری،
قاری محمد شکیل قادری رضوی
اور دیگر احباب



کراچی......
نشتر پارک کا
تاریخی جلسہ عام
شیخ الاسلام قائد
اہل سنت مولانا
شاہ احمد نورانی کا رحمۃ اللہ علیہ
خطاب



قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ
اجمل خٹک، ساجد میر اور دیگر...... ملاقاتیں



قائدین جمعیت...... کاروان نظام مصطفے ﷺ کے زعماء۔ قائد اہلسنت اور
مجاہد ملت کے ہمراہ جنرل کے ایم اظہر خان، مولانا ملک اکبر ساقی
پیر اعجاز ہاشمی، انجینئر سلیم اللہ خان، قاری عبد الحمید قادری اور دیگر



ورلڈ اسلامک مشن کے صدر دفتر میں قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ،
امیر اہل سنت پیر میاں عبد الخالق قادری اور حضرت اقدس صوفی محمد ایاز خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ



......رمضان المبارک کی بہاریں اور قرآن کریم کا دور...... قراء و حفاظ کی ایک جماعت
حضرت قائد اہلسنت ﷫ سے قرآن کریم کی سماعت کر رہی ہے۔ ملک محمد فاروق اعوان بھی شریک ہیں



مجاہدِ ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور
مجاہدِ اوّل سردار عبدالقیوم خان پریس کے روبرو



ہم نے بنیاد دوستی رکھی ہے یاد خیر البشر کے رشتہ سے
چوہدری رفیق احمد باجوہ اپنے قائد علامہ شاہ احمد نورانی کی محبتیں سمیٹتے ہوئے

جب طویل مدّت کے بعد چوہدری رفیق احمد باجوہ اور قائد اہلسنت کی ملاقات ہوگئی



قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ،
حضرت پیر برکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور پیر اعجاز ہاشمی لاہور میں



پریس کانفرنس...... قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ
جنرل کے ایم اظہر خان اور پیر اعجاز ہاشمی شریک ہیں



دربار صابری...... کلیر شریف میں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد
حضرت پیر شمیم صابر صابری، صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی، پیر محمد اکرم شاہ اور دیگر ہمراہ ہیں



قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
پروفیسر شاہ فرید الحق اور جنرل کے ایم اظہر خان

Quarterly Jauhar Abad

ANWAR-E-REZA

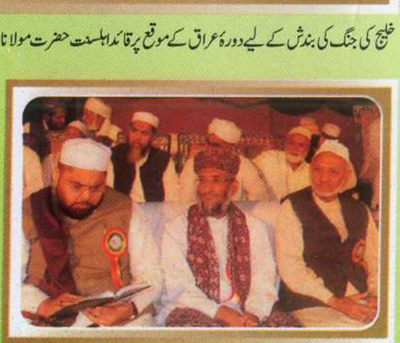
Vol. 6, No.4, 2012



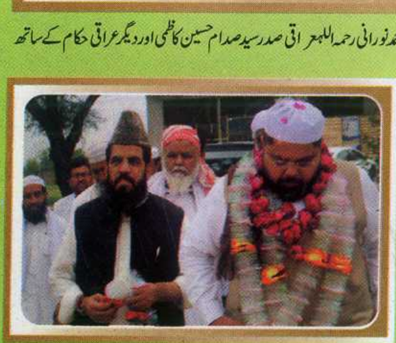
قائد اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ اور عراقی صدر سید صدام حسین کاظمی



خلیج کی جنگ کی بندش کے لیے دورۂ عراق کے موقع پر قائد اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ عراقی صدر سید صدام حسین کاظمی اور دیگر عراقی حکام کے ساتھ



صدر جمعیت صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، سینئر نائب صدر صاحبزادہ شاہ اویس نورانی اور پیر اعجاز ہاشمی



صاحبزادہ شاہ اویس نورانی اور قاری محمد زوار بہادر دورہ جوہر آباد کے موقع پر